اسلام کی میراث ہندوستان میں

عربی، فارسی مخطوطات برصغیر میں

مرتبہ
ڈاکٹر شائستہ خان
مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

اسلام کی میراث ہندستان میں

برِ صغیر میں عربی فارسی کے نادر مخطوطات

جلد ۲

مرتبہ

ڈاکٹر شائستہ خان

مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

حرفے چند

ہمارے اکابر بہت کچھ کر گئے ہم ان کے قدموں کو تو کیا پہنچتے، وہ ترکہ جو انھوں نے چھوڑا ہم تو اس میراث کو بھی سنبھال کے نہ رکھ سکے۔ جہاں کچھ بچ بچا گیا ہے، اسے بھی سینت سینت کے رکھتے ہیں کہ مبادا کہیں کسی کو خبر ہو جائے اور وہ ہماری عظمت پارینہ سے واقف ہو جائے! اور پھر علمی ورثہ تو کسی ایک قوم کی ملکیت ہوا نہیں کرتا، اس لیے یہ بھی تو ممکن ہے کہ وہ اسے ایسا اپنائے کہ ہم سے بڑھ کر مستحق تر وارث بن جائے!!

تو صورت حال یہ ہے کہ کتابخانوں میں، علیگڑھ میں، خدا بخش میں، رضا میں، سالار میں اور کہاں کہاں علم قلمی نسخوں میں بند پڑا ہے اور قلمی نسخے الماریوں میں مدفون ہیں۔ زندہ ہیں، مگر سکتے کی کیفیت میں ہیں۔ کبھی کبھی آواز دیتے ہیں، آس پاس کھڑے کچھ لوگ آوازیں سن لیتے ہیں، مگر پھر ہوا اور روشنی میں لاکر انھیں زندگی بخشنے کے بجائے، تختوں سے مضبوطی سے جڑ دیتے ہیں۔

مدفون علم کے ساتھ آخر ہماری یہ آنکھ مچولی ایسے کب تک چلتی رہے گی؟

سوچا کہ اتنا تو کر ہی لیا جائے کہ برصغیر میں فارسی عربی کے جو بڑے چھوٹے ذخیرے ہیں، ان کو دیدہ وراں کی مدد سے کھنگالا جائے، کچھ ہمت خود بھی کی جائے، اور جو اہم ترین نسخے ہیں انھیں مختصراً متعارف کرا دیا جائے تاکہ اگلی منزل یعنی ان کی تدوین اور پیش کش کی راہ کھلتی جائے۔

قلمی نسخوں کی حد تک علوم قدیمہ اور کلاسیکی ادبیات کا بہترین ذخیرہ فارسی اور عربی میں ہی محفوظ ہے (اردو بعض دوسری اسلامی زبانوں کی مانند اپنے مخطوطاتی دور میں محض ادبیات ہی کی زبان رہی ہے)۔ اس لیے ہم نے میراث اسلامی کے نوادر کی تلاش میں عربی، فارسی کو اولیت دی ہے۔

ان نوادر کی تلاش کی تکمیل کے لیے ہم اپنے پیش رووں عبدالحمید، عبدالمقتدر، اسکاٹ اوکونر، حافظ نذیر احمد، حبیب الرحمٰن خاں شروانی، سید ہاشم ندوی، حکیم اجمل خاں، احمد علی شوق، امیر مینائی، نجم الغنی، حاجی محمد اشرف، مختار الدین احمد اور محمود حسن قیصر صاحبان کے ممنون ہیں۔

عربی فارسی کے مخطوطات دنیا میں ہزاروں سے بڑھ کر لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ لیکن، ہر مخطوطہ اہم نہیں ہوتا۔ دنیا میں گلستاں بوستاں اور دیوان حافظ، مثنوی مولانا روم وغیرہ کے سیکڑوں، شاید ہزاروں قلمی

نسخے نکل آئیں۔ ہر کتاب محض اس بنا پر کہ وہ قلمی ہے، قابلِ اعتنا قرار نہیں دی جا سکتی، جب تک کہ اس میں:

کوئی اندرونی جان نہ ہو، مضمون کی اہمیت نہ ہو، مصنف کی اہمیت نہ ہو، ابھی تک منظرِ عام پر نہ آئی ہو، کمیاب ہو، سنِ کتابت کے اعتبار سے قدیم ہو، مصنف کا نسخہ ہو یا اس کے عہد سے قریب تر ہو، اہم اشخاص یا اہم کتاب خانوں میں رہ چکی ہو، مہریں یا حواشی اس پر دلالت کرتے ہوں، کاتب یا خطاط کوئی اہم شخص رہا ہو، یا خود ہی وہ خطاطی کا اہم نمونہ ہو، عہدِ اسلامی کی نقاشی، تذہیب و تزئین کاری یا از ایں قبیل اور کوئی اہم بات ہو۔

ہمارے پیش روؤں نے اور ہم نے ان کے قدموں میں بیٹھ کر یہ حقیر کوشش کی ہے کہ کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ اطلاعات، ایسے نوادر کے بارے میں فراہم کر دی جائیں جن کی ترتیب و تدوین اور اشاعت انسانی میراث میں کچھ قابلِ قدر اضافے کا باعث بن سکے۔

یہ کام تقریباً دس جلدوں میں تمام ہوگا۔ اس سلسلے کی پہلی جلد انگریزی میں پیش کی جا چکی ہے۔ دوسری جلد (جسے اس کا ترجمہ یا تکرار نہ سمجھا جائے) اردو میں حاضرِ خدمت ہے۔ احتیاطاً پہلی جلد کے مشتملات بطورِ اطلاعِ مزید کے اس جلد کے آخر میں دیے جا رہے ہیں، تاکہ پہلی جلد کے ضروری محتویات حوالے کے لیے فوری طور سے سامنے رہیں۔

شائستہ خان

فہرست مشتملات

علیگڑھ کے نوادر

- مسلم یونیورسٹی لائبریری علیگڑھ
- علیگڑھ مسلم یونیورسٹی لائبریری کے نادر مخطوطات
- کتاب خانہ حبیب گنج
- علیگڑھ کا ایک اور کتابخانہ
- منزل لائبریری

مسلم یونیورسٹی لائبریری علی گڑھ

سابق مددگار لائبریرین مرحوم حاجی محمد زبیر کے قلم سے

یہ عظیم الشان لائبریری جس کا نام ۸۲ برس تک "لٹن لائبریری" رہا اور جو اب 'مولانا آزاد لائبریری' کے نام سے موسوم ہے اسلامی تہذیب کے اس معروف مرکز کی یہ لائبریری پاک و ہند میں اس اعتبار سے ایک امتیازی حیثیت رکھتی ہے، کہ یہاں مسلمانوں کے ماضی کی یادداشتوں اور دیگر علوم و فنون کا بڑا نایاب ذخیرہ محفوظ ہے اور اس تہذیبی ورثہ کی وہ اسی طرح امین و محافظ ہے جیسے برٹش میوزیم لندن، ببلیوتھک نیشنال پیرس اور امریکہ کی کانگریس لائبریری یورپ امریکہ کے ثقافتی ورثہ کی محافظ ہیں۔

اس لائبریری کی عمارت تعمیر کے لحاظ سے ایک نہایت عظیم الشان عمارت ہے، جس کا نقشہ حیدرآباد دکن کے لائق و فائق انجینئر فیاض الدین نے بنایا تھا۔ اس کی تعمیر پر گیارہ لاکھ روپے صرف ہوئے۔ اس کا سنگ بنیاد ڈاکٹر ذاکر حسین کے عہد وائس چانسلری میں وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے ۱۲ر نومبر ۱۹۵۵ء کو رکھا اور تعمیر مکمل ہو جانے کے بعد انھوں نے ہی اس کا افتتاح کرنل بشیر حسین زیدی کے دور میں ۶ر دسمبر ۱۹۶۰ء کو کیا۔ اسی سال سے یہ لائبریری مولانا ابوالکلام آزاد کے نام سے موسوم ہو گئی۔

یہ لائبریری اپنے بیش بہا ذخائر کے لحاظ سے ایک عظیم لائبریری ہے۔ اس کا شعبۂ مخطوطات، نادر قلمی کتابوں کے مصوّر، مطلّا اور مذہّب نسخوں، شیر خرما کی روشنائی سے لکھی ہوئی کتابوں، نامور خطاطوں کے ہاتھ کی وصلیوں، علما اور مشاہیر کے اہم اور دلچسپ خطوط، مسلم سلاطین کے فرامین اور ان کے سکّوں سے معمور ہے۔ مطبوعات کے ذخیروں میں جملہ علوم و فنون کی بہترین اور تازہ ترین کتابیں موجود ہیں۔ سیکڑوں برس پرانی کتابوں کے ایسے صحیح اور مستند نسخے یہاں ہیں جو ریسرچ اسکالرس کے لیے سرمایہ کہے جاتے ہیں۔ بعض مخطوطات تو یہاں ایسے ہیں جو دنیا کے عظیم الشان کتب خانوں میں بھی نہیں ہیں۔

جسم بے جان رہ جائیگا اور کبھی اس قسم کی بے جان تعلیم سے ہماری اغراض پوری نہ ہوں گی"۔

اس طرح کی تعلیم و تدریس کے لیے کتابوں کی وافر تعداد اس لائبریری میں موجود ہے۔ اس کے ریکارڈس سیکشن اور دیگر شعبوں میں مسلمانوں کی مذہبی، سماجی، تعلیمی اور سیاسی تحریکات کے متعلق ایسا خصوصی ذخیرہ مہیا ہے جو شاید ہی کہیں اور دستیاب ہو سکے۔ جو لوگ ان مخصوص موضوعات کی کتابیں پڑھنا چاہتے ہیں اُن کے لیے یہ لائبریری خاص کشش رکھتی ہے ؎

کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجا است

لائبریری کی ابتدا، اس کا نام لٹن لائبریری رکھا جانا

اس وسیع اور عظیم لائبریری کی ابتدا ایک مختصر ذخیرہ سے ہوئی تھی جو صرف ایک کمرے پر مشتمل تھی۔ پھر رفتہ رفتہ چند اور کمرے اس میں شامل ہو گئے۔ گو لائبریری کی قدیم اور جدید عمارتوں کے درمیان وہی نسبت ہے جو ذرہ کو آفتاب سے ہوتی ہے مگر لائبریری کی یہ قدیم عمارت ایک تاریخی عمارت ہے جو یونیورسٹی کی مقدس اور اہم ترین عمارتوں (مسجد اور اسٹریچی ہال) کے قریب اس علاقہ میں ہے جو کبھی ایم۔ اے۔ او۔ کالج (محمڈن اینگلو اورینٹل کالج) کا قلب کہلاتا تھا، اور جسے اب "سرسید ہال" کہتے ہیں۔ اسی کالج کی ترقی یافتہ شکل مسلم یونیورسٹی ہے، جس کی لائبریری کی ابتدا، ۱۸۷۷ء سے سرسید اور سید محمود کی کتابوں سے ہوئی تھی اور جب اسی سال وائسرائے ہند لارڈ لٹن کالج کا سنگِ بنیاد رکھنے علی گڑھ آئے تو لائبریری کو ان کے نام سے موسوم (کر دی گئی)۔

لٹن لائبریری کی ماں

چونکہ لٹن لائبریری کی ابتدا سرسید کے ذخیرۂ کتب سے ہوئی۔ یا یوں کہئے کہ اس ذخیرہ سے لائبریری وجود میں آئی۔ اس لیے سرسید کی ذاتی کتابیں لٹن لائبریری کی ماں کہلانے کی مستحق قرار پائیں۔ اسی مادرِ مشفق کے تاثر سے یہ لائبریری اپنی عمر کے ابتدائی دور میں ہی نفیس اور قیمتی کتابوں سے معمور ہو گئی تھی اور اسی کا فیضان آج بھی ان نوادر کی شکل میں جاری و ساری ہے جن پر سرسید کی تحریریں اور یادداشتیں ہیں۔ ان میں "آئینِ اکبری" کا وہ نسخہ بھی ہے جس کی تصحیح سرسید نے کی تھی، اور جس میں اضافے و ترمیمیں خود ان کے قلم کی موجود ہیں۔ سرسید کے کتب خانہ کی ایک قلمی کتاب "تاریخ گزیدہ" جس پر فیضی کی تحریریں ہیں لٹن لائبریری کا ایک بیش بہا سرمایہ شمار کی جاتی ہے۔ یہ نایاب کتاب اور دوسری قیمتی مخطوطات و مطبوعات اپنی زبانِ حال سے سرسید کے کتابی ذوق کی یہ کیفیت بتا رہی ہیں کہ وہ اپنے افکار و مشاغل کے ہجوم میں بھی کتابوں کی فراہمی کا خاص اہتمام رکھتے تھے اور تنگدستی کے عالم میں بھی کتابوں پر روپیہ صرف کر دینے میں دریغ نہ کرتے تھے۔ انھوں نے گاڈفرے ہگنز کی ایک نایاب کتاب جو اسلام کی حمایت میں ہے دس گنی میں بمقام لندن خریدی۔ پھر ہندوستان آ کر اس کا ترجمہ پانچ سو روپیہ میں کرایا اور حمایت الاسلام کے نام سے شائع کیا۔

سرسید کا کتب خانہ

اسی کتابی ذوق کے اثر سے سرسید کے کتب خانہ میں انگریزی، فارسی و عربی کی نایاب کتابیں جمع ہو گئی تھیں۔ علامہ شبلی جب علی گڑھ ایم۔ اے۔ او۔ کالج میں عربی کے پروفیسر تھے اس وقت انھوں نے اس قیمتی کتب خانہ سے استفادہ کیا تھا۔ وہ لکھتے ہیں:-

> "میں سید صاحب کا کتب خانہ دیکھ کر باغ باغ ہو گیا۔ مصر و یورپ کی تمام جدید و قدیم مطبوعات الماریوں میں بالترتیب لگی ہوئی تھیں۔ سید صاحب نے اپنے کتب خانہ کی نسبت عام اجازت مجھ کو دے دی ہے۔ اس وجہ سے مجھ کو کتب بینی کا بہت عمدہ موقع حاصل ہے۔ سید صاحب کے پاس [1] تاریخ و جغرافیہ اور عربی کی چند ایسی کتابیں ہیں جن کو حقیقت میں، میں کیا بڑے بڑے لوگ بھی نہیں جانتے

ہوں گے کہ یہ سب کتابیں جرمنی میں طبع ہوئیں اور مشرق کے لوگوں کو بھی نصیب نہیں ہوئیں۔ گبن کی تاریخ جس کا ترجمہ سید صاحب نے چھ سو روپیہ میں کرایا ہے۔ میرے مطالعہ میں ہے۔"

ان کتابوں کا مطالعہ علامہ شبلی جس انہماک سے کیا کرتے تھے اسے ان کی ہی زبان سنئے۔ فرماتے تھے میرا یہ حال تھا کہ الماریوں کے سامنے گھنٹوں کھڑا رہتا۔ کبھی تھک کر زمین ہی پر اُکڑوں بیٹھ جاتا۔ سرسید نے جو یہ کیفیت دیکھی تو سامنے کرسی رکھوا دی۔ (حیات شبلی) سرسید کے کتب خانہ کا ذکر کرتے ہوئے کرنل گریہم لکھتے ہیں:۔

"سرسید اب کئی برس سے علی گڑھ میں اپنے آرام دہ مکان میں رہتے ہیں۔ اس پر ادبی ماحول چھایا ہوا ہے ان کے بیٹھنے کے کمرہ میں جہاں وہ اپنے دن کا زیادہ حصہ گذارتے ہیں ایک میز ہے جو کتابوں اور کاغذوں سے بھری ہوئی ہے۔ اُن کے کھانے کے کمرہ میں دیواروں کے ساتھ ساتھ کتابوں کی الماریاں لگی ہوئی ہیں۔ جن میں معیاری انگریزی کتابیں ہیں ان کی ایک لائبریری بھی ہے۔ جس کا کمرہ نہایت شاندار ہے۔ یہ بیشمار مختلف قسم کی کتابوں سے بھرا ہوا ہے۔ جن میں بہت سی مذہبی کتابیں جو انھوں نے قرآن پاک کی تفسیر اور انجیل مقدس کی شرح لکھنے میں استعمال کی ہیں۔ ان میں سید محمود کا وہ دلچسپ مقالہ بھی ہے، جس پر ان کو کیمبرج یونیورسٹی سے انعام ملا تھا۔" (لائف اینڈ ورکس آف سید احمد خاں مصنفہ کرنل گریہم ۱۸۹۵ء)

سید محمود اور لائبریری سید محمود کو بھی اپنے باپ کی طرح کتابوں سے بڑا شغف تھا۔ اُن کے ذخیرۂ کتب کی ایک نایاب کتاب "قانون ابن سینا" ۱۵۹۲ء میں روم کی چھپی ہوئی لٹن لائبریری میں ہے۔ سید محمود کی نسبت لکھا ہے کہ انھوں نے تقریباً دس ہزار روپیہ کی قانونی کتابیں لائبریری کے عنایت فرمائیں۔ اُن ہی سے اس لائبریری کی بنیاد پڑی۔

عطیات اسی طرح علم دوست اور مخیر حضرات نے لٹن لائبریری کو مخطوطات و مطبوعات کے عمدہ عمدہ ذخیرے وقتاً فوقتاً عنایت کئے، جن میں مولوی سبحان اللہ خاں (گورکھپور)، مولوی عبدالسلام خاں (رامپور)، نواب مصطفےٰ خاں شیفتہ، سر شاہ سلیمان، احسن مارہروی، نیر عالم اور رام بابو سکسینہ (مصنف ہسٹری آف اردو لٹریچر) کے ذخیرے خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ ۱۹۶۰ء میں الحاج نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن شروانی کا کتب خانہ حبیب گنج، ان کے علم دوست صاحبزادے الحاج مولوی عبیدالرحمٰن خاں شروانی (ایڈیشنل خازن مسلم یونیورسٹی) نے یونیورسٹی کی نذر کر دیا۔ اسی سال جواہر میوزیم[1] کا قیمتی ذخیرہ اٹاوہ سے علی گڑھ آگیا۔

---

[1] یہ میوزیم خان بہادر مولوی بشیرالدین (بانی اسلامیہ اسکول اٹاوہ، حال اسلامیہ کالج اٹاوہ) نے قائم کرکے ضلع اٹاوہ کے کلکٹر گریسی کے نام پر اس کا نام گریسی میوزیم رکھا تھا جو بعد میں پنڈت جواہر لال نہرو کے نام پر "جواہر میوزیم" ہوگیا۔

اس لائبریری کے شعبۂ مخطوطات کو علمی و کتابی دنیا میں ایک خاص فوقیت و برتری حاصل ہے۔ یہ اپنی اہمیت کی وجہ سے ایئر کنڈیشنڈ کر دیا گیا ہے مگر اسے ساری عمارت میں فراہم کرنے کا بندوبست کیا جا رہا ہے۔ اس شعبہ میں لٹن لائبریری کے ذخیرۂ مخطوطات کے علاوہ مولوی سبحان اللہ خاں، نواب عبدالسلام خاں، نواب مصطفےٰ خاں شیفتہ، کتبخانہ حبیب گنج، کرزن میوزیم وغیرہ کے نایاب و بیش قیمت مخطوطات شامل ہیں۔ یہ سارا بیش بہا سرمایہ اسٹیل کی مضبوط و مقفل الماریوں میں آراستہ ہے جسے خاک، کیڑوں اور نمی وغیرہ سے محفوظ رکھا جاتا ہے اور ہر وہ تدبیر کی جاتی ہے جس سے ان سیکڑوں برس پرانی کتابوں کی آب و تاب قائم رہے اور ان کی عمر دراز ہو جائے۔ اس شعبہ میں کتب خانہ حبیب گنج کے لیے ایک وسیع کمرہ مخصوص کر دیا گیا ہے۔ اس کے دروازہ پر جلی حروف میں "حبیب الرحمٰن خاں شیروانی کلیکشن" لکھا ہوا ہے۔ چند نادر مخطوطات کے منقش، مرصع اور خوشخط نسخے، ممتاز اکابر و مشاہیر کے مکتوبات، مسلم سلاطین کے فرامین، نامور خطاطوں کی وصلیاں شوکیسوں میں آراستہ کر دیئے گئے ہیں تاکہ ارباب ذوق اور شائقین کتب اُن کی زیارت بآسانی کر سکیں۔ ایک الماری میں مسلم بادشاہوں کے سکے رکھے ہوئے ہیں۔ ان تمام نوادرات کا تعارف کرانے کی گنجائش ان اوراق میں نہیں ہے مگر یہ کہے بغیر اس شعبہ کا ذکر تشنہ رہے گا کہ یہاں نایاب و نادر قلمی کتابوں کے علاوہ قرآن شریف کے بڑے خوشخط اور مرصع نسخے بھی موجود ہیں۔ لائبریری کی نئی عمارت میں منتقل ہو جانے کے بعد تبرکاً اور تیمناً قرآن شریف کے ان نسخوں کو زیارتِ عام کے لیے برشکل نمائش رکھ دیا گیا تھا جو اپنی تزئین وغیرہ کے اعتبار سے امتیازی حیثیت رکھتے تھے ان میں ایک ایسا عجیب و غریب قرآن بھی ہے کہ اس جیسا دنیا میں نہیں ہوگا۔ یہ خفی قلم میں ایک نصاری پر لکھا ہوا ہے۔ قرآن شریف کی دو سورتیں (سورۃ فاتحہ اور سورۃ لبقر) بھی اس لحاظ سے بڑی نایاب ہیں کہ یہ ہرن کے چمڑے پر خط کوفی میں لکھی ہوئی ہیں۔ یہاں ایک چاول ہے، جس پر پوری قل ہو اللہ لکھی ہوئی ہے۔ قرآن مجید کا ایک نسخہ اس لیے لائق دید ہے کہ اسے ہرات سے عالمگیر کو بطور ہدیہ بھیجا گیا تھا۔ سنِ ارسال ۱۰۹۰ھ (۱۶۷۹ء) ہے۔ راقم الحروف کے خیال میں اس کے بھیجنے کا محرک عالمگیر کا ذوقِ کتابت ہوا ہوگا۔ اس فن سے عالمگیر کے والہانہ لگاؤ کی یہ کیفیت تھی کہ شہزادگی سے لیکر آخری عمر تک فرصت کے اوقات میں صبح ۵ بجے سے ۸ بجے تک اور سہ پہر کو ۲½ بجے سے ۵½ بجے تک قرآن شریف لکھا کرتا تھا۔ اس نے مدینہ منورہ بھیجنے کے لیے دو قرآن اپنے دستِ خاص سے لکھے اور ان کی تزئین وغیرہ پر سات ہزار روپیہ صرف کر دیئے۔

شعبۂ مخطوطات میں خطاطی کے بہترین نمونے وصلیوں کی شکل میں موجود ہیں۔ عالمگیر کے آخری جانشین بہادر شاہ ظفر کی نوشتہ وصلیاں یہاں دیکھ کر معلوم ہو جاتا ہے کہ مغل حکومت کے دورِ زوال میں بھی مغل بادشاہ یہ فن اپنے سینوں سے لگائے ہوئے تھے۔ یہ سب بادشاہ اس فن کے بڑے دلدادہ اور مربی تھے۔ شاہجہاں کو تو فنِ خطاطی کا پیغمبر کہا جاتا ہے۔ اس خط کو

خطِ نستعلیق کے استاد میر عماد الحسینی کا خط اتنا پسند تھا کہ جب کوئی اس کی تحریر شاہ کی خدمت میں پیش کرتا تو اس کو ایک ہزاری کا منصب عطا کر دیتا تھا۔ میر عماد اور اس کے شاگرد اور بھانجے عبدالرشید دیلمی کی وصلیاں بھی یہاں موجود ہیں۔ میر عماد شاہ ایران عباس صفوی کے دربار کا خطاط تھا۔ جب اس نے ۱۰۲۴ھ (۱۶۱۵ء) میں عماد کو قتل کرا دیا تو عبدالرشید دیلمی ہندوستان آگیا اور دارا شکوہ کا استاد مقرر ہوا۔ عبدالرشید دیلمی کے ایک شاگرد حافظ نوراللہ اور ان کے بیٹے حافظ محمد ابراہیم کی نوشتہ وصلیاں بھی یہاں ہیں۔ ان سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ نوابین اودھ کے عہد میں بڑے باکمال خطاط موجود تھے۔ نوراللہ کی نسبت مولانا عبدالحلیم شرر نے لکھا ہے کہ "لکھنؤ والے ان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے قطعوں کو موتیوں کے داموں مول لیتے۔ یہاں تک کہ ان کی معمولی مشق بازار میں صرف ایک روپیہ کے حساب سے ہاتھوں ہاتھ بک جاتی ہے"۔

اس لائبریری میں بعض ایسی نادر اور بیش قیمت قلمی کتابیں ہیں جن کے علاوہ اور کوئی نسخے کہیں دریافت نہیں ہوئے مثلاً "تاویل المتشابہات فی الاخبار والآیات" مصنفہ عبدالقاہر البغدادی (متوفی ۴۲۹ھ، ۱۰۳۷ء) "حال نامہ بایزید انصاری" مرتبہ علی محمد بن ابوبکر قندھاری اور علاءالدولہ کی "نفائس المآثر" جس کی تالیف دسویں صدی ہجری میں ہوئی تھی۔ یہاں "دیوان صائب" کا ایک نسخہ مکتوبہ ۱۰۸۳ھ (۱۶۷۲ء) اس لیے قابل قدر ہے کہ یہ خود صائب کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ مصور، منقش، مرصع اور خوشخط نسخوں میں کریما اور ہفت بند کاشی بقول رشید احمد صدیقی نہ دیکھنے کا اور بس دیکھتے ہی رہنے کی چیز ہے۔ اس شعبہ کے ذخیرہ میں ایسی بھی نایاب کتابیں ہیں جن پر سلاطین، امرا اور مشاہیر کی تحریریں، دستخط یا مہریں ہیں۔ ان میں "تاریخ گزیدہ" مصنفہ خواجہ حمداللہ متوفی ہے جو مغلوں کے کتب خانہ میں رہ چکی ہے۔ اس کے پہلے صفحہ پر عہد اکبری کے ملک الشعرا ابوالفیض فیضی کی تحریر اور مہر موجود ہے۔ یہاں ایک ترکی دیوان کا سرورق دیکھنے کے لائق ہے۔ یہ دیوان سلاطین خراسان نے ہرات کے کتب خانوں سے منتقل ہوتا ہوا جہانگیر کے کتب خانہ میں پہنچا تھا۔ مگر اس لائبریری میں اس دیوان کا صرف سرورق موجود ہے جس پر جہانگیر اور مختلف امرا کی تحریریں اور مہریں ہیں۔ جہانگیر نے اس پر اپنے دستِ خاص سے یہ لکھا ہے "اللہ اکبر۔ پنجم آذر سنہ ۱۔ داخل کتاب خانہ این نیازمند درگاہ الٰہی شد، حررہ نورالدین جہانگیر بن اکبر بادشاہ ۱۰۱۴ھ"۔ اس کے علاوہ شاہ نے "خاصہ اول" بھی لکھ دیا ہے، یعنی اس کو کتب خانہ میں درجہ اول کی کتابوں کے ساتھ رکھا جائے۔

یہاں جوہری (ابونصر اسمٰعیل بن حماد الجوہری) کی مشہور لغت کا نسخہ مکتوبہ ۶۴۸ھ (۱۲۵۰ء) بھی ہے۔ قدیم ہونے کے علاوہ اس کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ تیرہ طرح کی روشنائی سے لکھا ہوا ہے۔ قرونِ وسطیٰ میں مسلمانوں نے روشنائی میں جس جدت، ذہانت اور تنوع سے کام لیا تھا اس کا نمونہ اس نسخہ میں ملتا ہے۔ اس شعبہ میں سلاطین، امرا اور اکابر و مشاہیر وغیرہ کی تصاویر کے علاوہ ایک چادر بھی ہے جس کے ایک گوشہ پر ڈاکٹر ضیاءالدین احمد سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی کی تصویر بنی ہوئی ہے۔

شعبۂ مخطوطات کے ذخیرۂ جواہر میوزیم کے ۱۸۲ فارسی مخطوطات کی ایک توضیحی و تشریحی فہرست مولوی ابرار حسین فاروقی نے تذکرہ جواہر زواہر کے نام سے مرتب کر کے ۱۹۵۹ء میں شائع کرائی تھی۔ فی الوقت وہ اٹاوہ اسلامیہ کالج کے سکریٹری کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔ ذخیرۂ سبحان اللہ خاں کے مخطوطات و مطبوعات کی غیر تشریحی فہرستیں دو جلدوں میں شائع ہو چکی ہیں۔ پہلی جلد مخطوطات کی ہے، جو مولوی کامل حسین نے مرتب کی اور ۱۹۳۰ء میں شائع ہوئی۔ کامل صاحب اس ذخیرہ کے ساتھ گورکھپور سے علی گڑھ آئے اور کچھ عرصہ تک شعبۂ مخطوطات کے انچارج رہے۔ دوسری جلد مطبوعات کی مولوی ابرار حسین فاروقی کی مرتبہ ہے جو ۱۹۳۱ء میں چھپی۔ "شیفتہ کلیکشن" (ذخیرۂ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ) کی تشریحی فہرست مولوی ابوبکر محمد شیث مرحوم (سابق ناظم شعبۂ دینیات، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی) نے مرتب کی اور ۱۹۳۲ء میں شائع ہوئی۔ ان مطبوعہ فہرستوں کے علاوہ قلمی فہرستیں بھی ہیں۔ یہ فہرستیں شعبۂ مخطوطات کے ذخائر سے ناظرین کو آگاہ کر دیتی ہیں۔

علیگڑھ مسلم یونیورسٹی لائبریری کے نادر مخطوطات

سیّد محمود حسن قیصر امروہوی کے قلم سے

مولانا آزاد لائبریری اگرچہ ایک یونیورسٹی لائبریری ہے، لیکن اس کا شعبۂ مخطوطات تعداد کتب اور نوادر ہر دو لحاظ سے قابل ذکر اہمیت کا حامل ہے۔ یہ شعبہ تیرہ مختلف ذخائر پر مشتمل ہے۔ ان میں ذخیرۂ یونیورسٹی کو چھوڑ کر سب وہ ذخیرے ہیں، جو ہندستان کے مختلف امرا اور اہل علم نے ہدیہ کے طور پر دیئے ہیں تاکہ یہ بیش بہا خزانہ محفوظ ہو جائیں اور اہل علم اس سے استفادہ کرتے رہیں۔

ان مختلف ذخائر میں ذخیرہ حبیب گنج، ذخیرہ سبحان اللہ، ذخیرہ عبدالحی، ذخیرہ جواہر میوزیم بڑے ذخیرے ہیں اور اپنے نوادر کے لحاظ سے بھی اہم ہیں۔ بقیہ ذخایر خاندانی کتبخانوں کی حیثیت رکھتے ہیں لیکن مجموعی طور پر ان میں بھی نوادر خاصی تعداد میں ملتے ہیں۔

ذخیرہ یونیورسٹی، بانی جامعہ سر سیّد احمد خاں کے وقت سے قایم ہے اور اب اس میں مخطوطات کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی ہے۔ اس میں کچھ ایسے مخطوطات بھی ہیں، جو سر سیّد کے مطالعہ میں رہے ہیں اور مختلف مقامات پر ان کے اختلافی حواشی بھی ہیں۔ خاص طور پر امام ابو حامد الغزالی، شاہ ولی اللہ کے استدلالات کو جگہ جگہ انہوں نے ہدف نقد بنایا ہے۔

قبل اس کے کہ میں وہاں کے کچھ نادر مخطوطات کا تعارف کراؤں، یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ چند ایسے مخطوطات پر روشنی ڈالوں جو اہل علم و تحقیق کو غلط فہمی میں مبتلا کئے ہوئے ہیں اور وہ کسی بڑے مصنف یا کسی بڑی شخصیت کی نسبت سے شہرت حاصل کر گئے ہیں۔

۱۔ قرآن مجید مکتوبہ ۱۰۸۷ھ۔ مقامی روایت کی بنا پر اس نسخہ کا کاتب شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر (۱۶۵۸-۱۷۰۷) کو بتایا جاتا ہے۔ اس کی وجہ غالباً یہ صرف یہ معلوم ہوتی ہے کہ نسخے کے آخری صفحہ پر — جو بیاض الاصل ہے — مخروطی دائرہ کے اندر حسب ذیل عبارت تحریر ہے:

نوشتہ عالمگیر محی الدین اورنگ زیب ۱۰۸۷ھ

لیکن جہاں تک ہم نے غور کیا یہ عبارت کسی بھی طرح اس کی دلیل نہیں بن سکتی کہ یہ نسخہ اورنگ زیب کا خود نوشتہ ہے، اس لیے کہ مخطوطات میں اکثر و بیشتر یہ دیکھا گیا ہے کہ نسخہ کی قیمت بڑھانے کی غرض سے لوگ کسی تاریخی اور اہم شخصیت کی طرف منسوب کر دیا کرتے تھے، جس کی سینکڑوں مثالیں ہیں۔ چنانچہ یہ عبارت بھی بعد کا اضافہ معلوم ہوتی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ متن قرآن کے خط سے اس کا خط مختلف ہے۔ اس کے علاوہ حسب ذیل دلایل سے بھی اس خیال کی تردید ہوتی ہے۔

(۱) اورنگ زیب نے اپنی پوری زندگی میں صرف دو ایک نسخے قرآن مجید کے لکھے ہیں، لیکن ان پر نہ اپنا نام لکھا نہ سنہ کتابت، جیسا کہ خود اس کے حسب ذیل بیان سے معلوم ہوتا ہے:

"من یک دو مصحف کہ نوشتہ ام، نام نوشتہ ام، تا ر تح ہم نوشتن درکار نیست، اگر برائے او

مسجانہ نوشتہ اند۔ علم او جسی دیگیغی"۔ کلمات طیبات عالمگیری

(۲) اس کے بین السطور سرخ روشنائی سے فارسی ترجمہ ہے اور نگ زیب کیلئے کسی طرح بھی اتنی فرصت توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ مع ترجمہ قرآن کی کتابت کرے۔ ممکن ہے یہ کہا جائے کہ یہ ترجمہ کسی دوسرے کاتب کا لکھا ہوا ہے۔ یہ امر اس لیے قرین قیاس نہیں کہ سطروں کا درمیانی فاصلہ اتنا ہے جس میں خلاصہ طور پر ترجمہ لکھا جا سکتا ہو۔

(۳) اس نسخہ کی لوح اور جدولوں پر جو سنہری کام ہے، جیسا کہ اس زمانہ میں عام رواج تھا، وہ استادانہ درجہ کا ہے جس کو ایک شہنشاہ سے منسوب نہیں کیا جا سکتا۔

۲۔ تفسیر قرآن: قرآن مجید کی اس تفسیر کا سنہ کتابت ۱۱۲۵ھ ہے۔ سجان اللہ کلیکشن کے مطبوعہ کیٹیلاگ مرتبہ محمد کامل حسین ایم۔ اے نے اس کا مؤلف امام جعفر صادق علیہ السلام متوفی ۱۴۸/ ۷۶۵ کو لکھا ہے لیکن اصل مخطوطہ میں کسی مقام پر اس کی کوئی شہادت نہیں ملتی جس سے کسی حد تک بھی اس پر غور کیا جا سکے۔ اس کے علاوہ تاریخی اعتبار سے بھی امام جعفر صادقؑ کی تصانیف اور ان کی املا میں قرآن مجید کی کسی تفسیر کا ذکر نہیں ملتا (دیکھئے الذریعہ الی تصانیف الشیعہ، کشف الحجب والاستار)، البتہ حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام سے منسوب ایک تفسیر قرآن کا ذکر کتب مراجع میں ملتا ہے، جس کے راوی امام جعفر صادقؑ ہیں۔ یہ تفسیر مختلف آیات قرآنیہ اور ان کی شرح و تفسیر پر مشتمل ہے۔ یہ پوری تفسیر محمد بن ابراہیم نعمانی متوفی ۳۱۲ھ/ ۹۲۵ نے اپنے مخصوص سلسلہ سند کے ساتھ نقل کی ہے، لیکن اس تفسیر اور مبحوث عنہ تفسیر میں مندرجات کے لحاظ سے کوئی دور کی نسبت بھی نہیں۔ اس تفسیر میں جگہ جگہ ذوالنون مصری متوفی ۲۴۵/ ۸۰۹ کا ذکر ہے اور اس کے ورق ۸ پر ان کی حکایات بھی درج ہے۔ ورق ۱۲۱ الف پر ان کے اشعار بھی ملتے ہیں۔ ایک مقام پر یحییٰ بن معاذ الرازی متوفی ۲۰۸/ ۲۷، ۸ کے اشعار بھی نقل کئے گئے ہیں جبکہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات ۱۴۸ھ میں ہو چکی ہے۔ اس بنا پر یہ امر کسی طرح قرین قیاس نہیں کہ آپ کی کسی تصنیف میں آپ سے ایک صدی متاخر لوگوں کا ذکر ہو۔ اس کے علاوہ متعدد شواہد ایسے ہیں جن کے پیش نظر اس تفسیر کو کسی طرح امام جعفر صادقؑ سے منسوب نہیں کیا جا سکتا۔

۳۔ مرآۃ العارفین فی ملتمس زین العابدین: یہ ۱۰ اوراق پر مشتمل ایک مختصر رسالہ ہے جو سورۂ فاتحہ کی تفسیر اور اس کے رموز و نکات پر مشتمل ہے۔ کاتب نے اس کا مصنف حضرت امام حسین بن علی بن ابی طالب علیہما السلام کو لکھا ہے۔ کاتب کے اس بیان پر اعتماد کرتے ہوئے تمام فہرست نگاروں نے اس کا مصنف آپ ہی کو قرار دیا ہے، جو بالکل بعید از قیاس ہے۔ اس لیے کہ حسین بن علی بن ابی طالب قرن اول کے اعلام میں تھے آپ نے کبھی کوئی رسالہ یا کتاب تصنیف نہیں کی۔ آپ کے صرف کچھ خطبے ہیں، جو تاریخ کی کتابوں میں ملتے ہیں۔ جمہرۃ خطب العرب کے مؤلف نے آپ کے یہ تمام خطبے نقل کیے ہیں۔ اس کے علاوہ اس رسالہ کی تالیف کا انداز بھی بالکل متاخر ہے۔ اس کے مقدمہ کو پڑھ کر یہ امر بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ مؤلف نے یہ رسالہ اپنے

ہے کتاب زین العابدین کے اساس پر تھا۔ امام حسین نے کسی موقع پر اپنے فرزند کو "زین العابدین" نہیں کہا، بلکہ یہ آپ کا لقب ہے۔ جو کثرت عبادت کی بنا پر آپ کو ملا ہے۔ میں نے اس کے اصل مصنف کی تحقیق میں بہت سے کیٹلاگ دیکھے مگر ہر جگہ سے مایوسی ہوئی۔ صرف بروکلمان (Brockelman) نے اس کے مؤلف کا نام تحقیق کر کے لکھا ہے۔ یعنی صدرالدین ابوالمعالی محمد بن اسحاق القونوی متوفی ۶۷۲/۱۲۶۳۔

۴۔ مسند الامام علی بن ابی طالب: اس مسند کی نسبت حضرت علی کی طرف بہت بڑی خوش فہمی ہے۔ حاجی خلیفہ (۲: ۴۳۴) نے حضرت سے منسوب ایک مسند کا ذکر کیا ہے لیکن یہ وہ مسند نہیں ہے، بلکہ اس کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا جامع کوئی متاخر شخص ہے جس نے مختلف کتب احادیث سے حضرت علی سے منسوب کچھ غیر مستند مرویات کو جمع کر دیا ہے، چنانچہ اس میں جگہ جگہ احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱/۸۰۰، حافظ ابن عساکر متوفی ۵۷۱/۱۱۷۰ وغیرہ کے حوالے ملتے ہیں۔ اس ذیل میں بکثرت وہ مرویات بھی آگئی ہیں جن کی کوئی اصل کتب صحاح یا مراجع اصلیہ میں نہیں ملتی، مثلاً حضرت علی کی زبان سے پہلے تین خلفاء کے فضائل کا بیان، جگہ جگہ خلفاے راشدین اور کرم اللہ وجہ کے الفاظ بھی ملتے ہیں جو بہت بعد کے ہیں۔

۵۔ مسند ابوہریرہ: اس مسند کو بڑا نادر اور دنیا کا واحد مخطوطہ سمجھا جاتا ہے، چنانچہ الجامعۃ السلفیہ بمبئی نے اس کا میکروفلم بھی منگوایا تھا اور غالباً اب تک شائع بھی کر دیا ہو، لیکن یہ بعینہٖ وہی مسند ہے جو مسند احمد بن حنبل میں مسند ابوہریرہ کے عنوان سے موجود ہے۔ یہی اس کی ابتدا ہے اور یہی اس کا اختتام۔ مسند احمد بن حنبل کے اب تک متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

۶۔ زوائد المسند الامام الاعظم: مولفہ ابوالموید محمد بن محمود الخوارزمی متوفی ۶۶۵/۱۲۶۶ کاتب نسخہ نے اس کا عنوان "مسند الامام الاعظم" دیا ہے اور اسی عنوان سے وہ درج رجسٹر ہے۔

۷۔ مسند عمر بن عبدالعزیز الاموی: متوفی ۱۰۲/۷۲۰۔ اس مسند کی کوئی اصل مجھے کتب مراجع میں نہیں ملی۔

۸۔ عقلۃ المستوفز: مولفہ محی الدین ابن العربی متوفی ۶۲۸/۱۲۴۰۔ صاحب ذخیرہ مولانا ابوالحسنات عبدالحی فرنگی محلی نے اس کا عنوان "رسالہ در حقیقت علم" تجویز کیا ہے نیز سابق اسسٹنٹ لائبریری شعبہ مخطوطات مولانا سید سبط الحسن ہنسوی اس کے سرورق پر رسالۃ العقلیہ ثبت کیا ہے حالانکہ ابن العربی کی تصانیف میں ان میں سے کسی عنوان کی کوئی کتاب نہیں ہے۔ میری تحقیق میں یہ ابن العربی مذکور کی مشہور تصنیف "عقلۃ المستوفز" ہے، جو شائع ہو چکی ہے اور مولانا آزاد لائبریری میں اس کا ایک قدیم مطبوعہ ایڈیشن موجود ہے جس سے مقابلہ کیا جا چکا ہے۔

۹۔ تفسیر سورۃ الفتح: مصنفہ صدرالدین محمد بن ابی الصفا الحسینی۔ یہ رسالہ ایک مجموعہ میں شامل ہے۔ مولانا عبدالحی مذکور نے اس کے سرورق پر رسالوں کے عنوانات کی جو فہرست دی ہے اس میں اس رسالہ کا عنوان انہوں نے "حاشیہ صدرا شیرازی

درتفسیر سورۃ الفتح از تفسیر بیضاوی" دیا ہے۔ مولانا موصوف سے یہاں پر بہت بڑا تسامح ہوا ہے۔ ان کا ذہن اس طرف متوجہ نہیں ہو سکا کہ اس رسالہ کا سال کتابت ۹۹۱ھ ہے اور ملا صدرا شیرازی کی وفات ۱۰۵۰ھ میں ہوئی ہے بلکہ بعض مراجع میں ۱۰۷۰ھ بھی ملتا ہے اس لحاظ سے ۹۹۱ھ کا مکتوبہ نسخہ کسی طرح بھی ملا صدرا کا نہیں ہو سکتا۔ دراصل یہ رسالہ صدر الدین محمد بن ابی الصفا الحسینی کا ہے، جیسا کہ آخر میں خود مولف کے ترقیمہ سے بھی معلوم ہوتا ہے۔

۱۰۔ **الورقات**: مصنفہ امام الحرمین عبدالملک بن ابی عبداللہ الجوینی الشافعی متوفی ۴۷۸/۱۰۸۵۔ مولانا عبدالحی موصوف نے سرورق پر اس کا عنوان "رسالہ اصول فقہ" دیا ہے لیکن تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ جوینی کی مشہور کتاب "الورقات" ہے، جو شائع بھی ہو چکی ہے۔ دیکھئے معجم المطبوعات العربیہ والمعربہ: ۴۸۰

۱۱۔ **تاویل المتشابہات فی الاخبار والآیات**: یہ کتاب سبحان اللہ گلشن کی مطبوعہ فہرست (طبع ۱۹۳۰) ورق ۹۵، سلسلہ نمبر ۴۸ پر اسی عنوان سے درج ہے۔ فاضل فہرست نگار محمد کامل حسین ایم۔ اے۔ نے اس کتاب کا مولف عبدالقاہر بغدادی متوفی ۴۲۹ھ کو لکھا ہے اسی پر بنیاد کرتے ہوئے "فہرست نمایش گاہ مخطوطات و نوادر کتب خانہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ" میں صفحہ ۸ پر اس مخطوطہ کا ذکر اس طرح ہے: "نسخہ چھٹی صدی ہجری کا معلوم ہوتا ہے دنیا میں اس کتاب کے سوا کسی دوسرے نسخہ کا علم نہیں"۔ اسی مطبوعہ فہرست پر اعتماد کر کے بروکلمان (Brockelmann) نے بعض مصنفات عبدالقاہر بغدادی میں لکھ دیا کہ عبدالقاہر بغدادی کی "تاویل المتشابہات" کا قلمی نسخہ علی گڑھ میں موجود ہے۔ دیکھئے بروکلمان (ذیل ۱: ۶۶۶)۔ اس میں شک نہیں کہ عبدالقاہر بغدادی کی تالیفات میں ایک کتاب "تاویل متشابہ الاخبار" بھی ہے۔ دیکھئے کشف الظنون (۱: ۳۴۳)، فوات الوفیات (۱: ۲۸۰)، لیکن اس میں کلام ہے کہ سبحان اللہ گلشن کے قلمی نسخہ کا یہی نام ہے اور عبدالقاہر بغدادی کی تالیف ہے، بلکہ متن کتاب اور اس کے مندرجات کو دیکھ کر یہ امر قطعی طور پر متعین ہو جاتا ہے کہ اس نسخہ کا نہ یہ نام ہے نہ عبدالقاہر بغدادی کی تالیف بلکہ اس کا مصنف کوئی اور ہے اس لئے کہ عبدالقاہر بغدادی کی وفات ۴۲۹ ہجری میں ہوئی ہے اور زیر بحث نسخہ میں ایسے مصنفین و مصنفات کے نام ملتے ہیں جو عبدالقاہر بغدادی سے بہت متاخر ہیں مثلاً امام ابو حامد الغزالی متوفی ۵۰۵/۱۱۱۱، فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶/۱۱۱۲، محی الدین ابن العربی متوفی ۶۳۸ھ۔ خصوصیت سے امام فخر الدین رازی کی تفسیر اور ابن العربی کی کتاب کے حوالے تو کثرت کے ساتھ ملتے ہیں۔ چونکہ اس میں جگہ جگہ فخر الدین رازی کے اقوال کی رد ہے اس بنا پر یہ کتاب "بیان تلبیس الجہمیہ فی تاسیس بدعہم الکلامیہ" مولفہ ابن تیمیہ حرانی متوفی ۷۲۸/۱۳۲۷ ہو سکتی ہے جو فخر الدین رازی کی کتاب تاسیس التقدیس کی رد میں لکھی گئی ہے۔

۱۲۔ فخر الدین بن محمد بن احمد معروف بالشیخ الطریحی متوفی ۱۰۸۵/۱۶۷۴ کی تالیف **مجمع البحرین و مطلع النیرین** کا اندراج اسی کیٹیلاگ میں کتاب لغت کے عنوان سے ہے۔

۱۳۔ میر تقی میر کے فارسی دیوان کا اندراج **بیاض اشعار** کے عنوان سے ہے اس لیے کہ وہ بیاض کی شکل میں ہے۔

۱۴۔ ایک مخطوطہ کی اگر دو جلدیں ہیں تو دونوں الگ الگ فنون کے تحت درج ہیں۔ ان میں پہلی جلد کو ناقص الآخر اور دوسری جلد کو ناقص الاوّل قرار دیا ہے۔ حالانکہ کتاب مکمل ہے۔

۱۵۔ عطار کی مشہور مثنوی **بیر نامہ** کا مؤلف حبیب گنج کے رجسٹر میں شاہ وجیہ الدین گجراتی کو لکھا ہے۔ اس تسامح کی وجہ غالباً یہ ہے کہ کاتب نے "بیر نامہ" اور "شرح جام جہاں نما" دونوں کو ایک ساتھ نقل کیا ہے۔ آخر میں اس نے یہ ترقیمہ دیا ہے:

"تمام شد بیر نامہ و شرح جام جہاں نما از شاہ وجیہ الدین گجراتی"۔

اس ترقیمہ میں شاہ وجیہ الدین گجراتی کا تعلق آخر الذکر کتاب "شرح جام جہاں نما" سے ہے نہ کہ بیر نامہ سے، یہ کیٹیلاگر کے غور کرنے کی بات تھی۔

۱۶۔ "**کتاب من لایحضرہ الفقیہ**" کا شمار امامیہ حدیث کی ان چار کتابوں میں ہوتا ہے جن کا وہی درجہ ہے، جو اہل سنت میں صحاح ستہ کا، مگر کامل صاحب نے اس کو فقہ کے فن میں جگہ دی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ عنوان کتاب میں ان کو لفظ "الفقیہ" سے دھوکا ہوا ہے اور اس کو وہ فقہ کی کوئی کتاب سمجھ بیٹھے۔

۱۷۔ **دیوان عاشق** کے سرورق پر کسی کے قلم کی یہ عبارت تحریر ہے "دیوان عاشق دہلوی تلمیذ امیر خسرو دہلوی" مولینا حبیب الرحمان خاں شروانی نے اس پر پورا ایک مقالہ لکھ ڈالا اور اس نسخہ کو اپنے کتب خانہ کا ایک نایاب اور واحد نسخہ ثابت کیا۔ اس کے بہت سے اشعار بھی اپنے مقالہ میں نقل کیے ہیں۔ اس کی تمہید میں یہ بھی لکھا ہے کہ کہیں اس کا حال تذکرہ کی کسی کتاب میں نہیں ملا۔ میرے سامنے جب یہ نسخہ آیا تو مجھے تردد ہوا اس لیے کہ عاشق دہلوی تلمیذ امیر خسرو دہلوی کا کبھی نام ہی نہ سنا تھا چنانچہ مختلف مقامات سے اس کو پڑھنا شروع کیا۔ ایک جگہ مجھ کو اس دیوان میں حسب ذیل شعر ملا:

این جواب آن غزل عاشق کہ صایب گفتہ است

اس سے یہ امر بالکل واضح ہو گیا کہ یہ عاشق جس کو تلمیذ امیر خسرو بتایا ہے صایب تبریزی سے بھی متاخر ہے۔

۱۸۔ "**نمائش گاہ مخطوطات و نوادر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ**" کا جب غور سے میں نے مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ اس میں متعدد تسامحات ہوئے ہیں۔ مثلاً "مولفین کے خود نوشت نسخے" کے عنوان کے تحت ایک کتاب "حاشیہ خطبۃ القواعد" مصنفہ فخر الدین محمد بن الحسن بن یوسف بن المطہر الحلی کا ذکر کیا ہے اور اس کا سنہ کتابت ۹۰۰ھ بتایا ہے۔ اس کو دیکھ کر پہلی نظر میں تو یہی نہ سمجھ سکا کہ خطبۃ القواعد کون سا خطبہ ہے اور کس کا ہے جس کا یہ شرح ہے پھر بھی میں نے اس کو سمجھنے کی کوشش کی، چنانچہ حسن بن یوسف بن المطہر الحلی متوفی ۷۲۶ھ کی تصانیف میں مجھے ایک کتاب "قواعد الاحکام" ملی، جس کے بارے میں صاحب کشف الحجب والاستار

لکھتے ہیں کہ مؤلف نے یہ کتاب اپنے فرزند فخر المحققین محمد بن الحسن کی استدعا پر تصنیف کی تھی اس سے اتنا تو ضرور معلوم ہو گیا کہ یہ شرح
اسی خطبہ کی ہو سکتی ہے۔ اب جب "الذریعہ الی تصانیف الشیعہ" کی طرف میں نے رجوع کیا تو معلوم ہوا کہ یہ شرح مصنف کتاب "قواعد الاحکام"
کے فرزند فخر المحققین کی ہے، لیکن ان کی تاریخ وفات ۷۷۱ھ ہے، لہذا ۷۰۰ھ کا مکتوبہ نسخہ خود نوشت مصنف کیسے ہو سکتا ہے۔
فاضل موصوف سے یہ تسامح صرف اس بنا پر ہوا کہ انھوں نے محشیؒ کی تاریخ وفات پر مطلع ہونے کی کوشش نہیں فرمائی۔

۱۹۔ اسی طرح "نفائس المآثر" کے ذکر میں لکھا ہے: یہ نسخہ مولانا آزاد بلگرامی کے پاس رہ چکا ہے چنانچہ جابجا ان کی
تصحیحات و حواشی اس میں درج ہیں اور سرورق پر ان کی تحریر، دستخط اور مہر بھی، لیکن مثنوی سراپا معشوق مولفہ غلام علی آزاد بلگرامی
کے ذکر میں وہ لکھتے ہیں "قیاس غالب یہ ہے کہ یہ نسخہ خود آزاد کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ تعجب ہے کہ ایک مقام پر وہ وثوق کے ساتھ
لکھتے ہیں اور دوسری جگہ قیاس غالب کے ساتھ۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ آزاد کی تحریر نہ پہچانتے ہوں۔

۲۰۔ بہارستان جامی کے ذکر میں لکھا ہے: اس نسخہ پر جامی کی تحریر موجود ہے لیکن اسی کے فوراً بعد نفحات الانس
مکتوبہ ۸۸۳ھ کے بارے میں لکھتے ہیں "اس پر بھی جامی کی تحریر معلوم ہوتی ہے"۔ پروفیسر سے اب یہ کون کہے کہ عمل تحقیق میں معلوم ہونے سے کام نہیں چلتا۔

۲۱۔ ذخیرہ شیفتہ مولانا آزاد لائبریری کی ایک فہرست ۱۹۳۲ء میں چھپی تھی، جس کے مرتب اس وقت کے سنی
ناظم دینیات تھے۔ وہ بھی اس فہرست میں جگہ جگہ تسامحات کا شکار ہوئے ہیں۔ مثلاً القصیدہ الفائیہ کو وہ مناجات شیخ
عبداللہ الانصاری لکھتے ہیں، حالانکہ القصیدہ الفائیہ عربی میں ہے اور مناجات شیخ عبداللہ انصاری فارسی میں۔

۲۲۔ تمام الدرایہ لقراء النقایہ کو وہ صرف درایہ للسیوطی لکھتے ہیں۔ ملا معین مسکین ہروی کے رسالہ لغت کا مؤلف وہ
خواجہ معین الدین چشتی کو قرار دیتے ہیں۔

۲۳۔ المنہاج فی شرح الجامع الصحیح مسلم بن الحجاج کو انھوں نے نووی شرح مسلم کے عنوان سے دیا ہے۔ حالانکہ
نووی شرح کا نام نہیں ہے بلکہ شارح کا نام ہے۔

۲۴۔ ایضاح حق صریح در رد الوہیت مسیح کو انہوں نے رد نصاریٰ کے ایک عام عنوان سے دیا ہے۔

۲۵۔ صدر جہاں حسین الحسینی کے رسالہ صدریہ کو وہ "رسالہ حلت و حرمت" کے عنوان سے دیتے ہیں۔

۲۶۔ اسکے علاوہ بیس رسالے ایسے ہیں جن کو اس فہرست میں نظرانداز کر دیا گیا ہے اسلیے کہ وہ ایک دوسرے میں مجلد تھے۔

اس تمہید سے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ کیٹیلاگ خواہ مطبوعات کا ہو یا مخطوطات کا، یا کوئی بھی علمی و تحقیقی کام اسی کیلیے
سوجھ بوجھ کی ضرورت ہے، اس لیے کہ جب کوئی چیز چھپ جاتی ہے تو اس کو سند مانا جاتا ہے، اگر پہلی ہی مرتبہ غلطی ہو گئی تو دور تک
غلطی چلتی رہتی ہے۔ اس تمہید کے بعد میں اب مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے کچھ نادر مخطوطات کا مختصر تعارف کرا رہا ہوں۔

عربی نوادر

جزو من القرآن المجید

۱۔ قرآن مجید کے ایک جزو کا یہ نسب سے قدیم مخطوطہ ہے جو خط کوفی میں چرم پر لکھا ہوا ہے اور حضرت علی بن ابی طالبؑ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اس کو محفوظ کرنے کی غرض سے کشمیری کاغذ کے حوضہ میں چسپاں کر دیا گیا ہے۔ اس کے اوراق کی کل تعداد ۳۴ ہے۔

میری نظر میں حضرت علی کی طرف اس کا انتساب محل تامل ہے اس لئے کہ کوئی داخلی یا خارجی شہادت ایسی نہیں ہے جس کی بنا پر وثوق کے ساتھ اس کو حضرت علی کا مکتوبہ کہا جا سکے خط کوفی میں ہونا اس کی دلیل نہیں ہے۔

ایضاً

۲۔ قرآن مجید کے چھ متفرق اوراق کا مجموعہ جو اول الذکر نسخہ کی طرح چرم پر لکھا ہوا ہے۔ کاتب نامعلوم ہے لیکن خط کوفی میں ہونا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ پہلی صدی ہجری ہی کا لکھا ہوا ہے۔ اس کے ورق دوم دسوم پر حسب ذیل عبارت بھی بخط کوفی تحریر ہے۔

علی حبہ جنہ قسیم النار والجنہ	وصی مصطفٰے حقا امام الانس والجنہ
ناد علیاً مظہر العجائب	تجدہ عونا لک فی النوائب
کل ھم و غم سینجلی	بنبوتک یا محمد بولایتک یا علی

اس کے بعد کی عبارت پڑھنے میں نہیں آسکی مگر عبارت اسی سلسلہ کی ہے۔

۳۔ **القمیص الجوشنی المصحفی**: یہ ایک قمیص ہے، جس پر مکمل قرآن مجید لکھا ہوا ہے۔ اس کی سنہ کتابت معلوم نہیں ہو سکی مگر انداز خط سے قرون وسطیٰ کی تحریر معلوم ہوتی ہے۔ یہ تحفہ سر راس مسعود نبیرہ سرسید احمد خاں نے دورۂ یورپ کے موقع پر اپنے ایک دوست لارڈ لوتھین کے ذریعہ ۱۹۳۲ء میں حاصل کیا تھا، چنانچہ اسی زمانہ میں ہفت روزہ ایمان سیرت کمیٹی لاہور مورخہ ۳۱ مارچ سنہ ۱۹۳۲ء میں اس تحفہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

"یوپی گورنمنٹ نے اعلان کیا ہے کہ لارڈ لوتھین کے ایک دوست نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

کو ایک قبا نذر کیا جس پر تمام قرآن لکھا ہوا ہے۔ یہ غلاف سنہ ۱۸۵۷ء کے زمانہ میں کوئی افسر انگلستان لے گیا تھا۔ اب پھر مسلمانوں کو دے دیا گیا۔" (بحوالہ ہفتہ وار "البر" لائل پور پاکستان ج ۱۲، شمارہ ۴-۵، مورخہ ۳، جنوری ۱۹۶۹ء)

۴۔ **قرآن مجید تعویذی:** یہ نسخہ ہشت پہل اور مدور تعویذی سائز میں ہے۔ خط بہت خفی ہے، مگر قابل قرأت۔

۵۔ **قرآن (طومار):** قرآن مجید کا یہ ایک نادر مخطوطہ ہے۔ جو ۱۱ فٹ ۲۳ سینٹی میٹر لمبی اور ۸ سینٹی میٹر چوڑی پٹی پر جید نسخ میں لکھا ہوا ہے۔ کاتب نے پہلے اس پوری پٹی پر دوہرے قلم سے آیۃ الکرسی لکھی ہے۔ اس کے اندر خفی قلم سے آخر تک پو(را) قرآن مجید ہے۔ یہ نسخہ اصلاً بادشاہ اودھ غازی الدین حیدر کی ملکیت میں تھا۔ انھوں نے تحفہ کے طور پر اپنے پرائم منسٹر نواب آغا میر کو دیا۔ آغا میر سے ان کے داماد نواب دولہا آف کانپور کو وراثۃً پہنچا۔ ان کے بعد سے یہ وراثۃً منتقل ہوتا ہوا نواب انور حسین آف کانپور کو ملا۔ نواب انور حسین کے انتقال کے بعد ان کی بیوہ کشور جہاں بیگم نے اس کو عطیہ کے طور پر مولانا آزاد لائبریری کو دیا۔

سی ورقی نسخے

۶۔ قرآن مجید کا یہ مکمل نسخہ ہے جو تیس (۳۰) اوراق میں ہے یہ نسخہ شہنشاہ عالمگیر اورنگ زیب کو ہدیہ کیا گیا تھا جو اس وقت سے مسلسل سفر کرتا ہوا مولانا آزاد لائبریری کی زینت بنا۔ اس کا سنہ کتابت ۱۰۷۰ھ ہے۔ تمام نسخہ مطلا و مذہب ہے۔ اس کے آخری ور(ق) کے بائیں کونے پر محمد ہادی فدوی عالمگیر بادشاہ غازی کی مہر ہے جو شاہی کتب خانہ کے ناظم تھے۔

مرتب فہرست محمد کامل حسین نے اس نسخہ کے بیان میں لکھا ہے کہ اس کے آخر میں عالمگیر کی مہر ثبت ہے۔ غالباً مہر کے ان(در) وہ محمد ہادی کے لفظ کو نہ پڑھ سکے۔

۷۔ ایضاً: اس نسخہ کا ہر صفحہ تین کالموں میں منقسم ہے، اور اول الذکر نسخہ کی طرح یہ بھی تیس اوراق میں ہے۔ قلم اگرچہ خفی ہے مگر صاف اور قابل قرأت ہے۔ آخری صفحہ کے بالائی حصہ پر کاتب کی حسب ذیل تحریر ہے: "کتبہ فی روضۃ المبارکۃ حضرت امام حسین صلوۃ اللہ علیہ"۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نسخہ ہذا کی کتابت حرم امام حسین کربلائے معلیٰ میں ہوئی۔ کاتب کی اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ وہ عربی سے نابلد تھا۔ اس لیے اس عبارت کو نہ عربی کہا جاسکتا ہے نہ فارسی۔ اس جملہ کو عربی میں اس طرح چاہئے تھا۔ "کتبہ فی الروضۃ المبارکۃ الحسینیہ"۔

تاریخی نسخے

۸۔ ایضاً: قرآن مجید حمائل سائز: یہ نسخہ ۴۸-۱۲۴۷ھ / ۱۸۳۲ء کا مکتوبہ ہے۔ خط نہایت عمدہ، الواح اور پہلے دو ور(ق) آخری ایک ورق مطلا و منگاریں۔ دوائر آیات طلائی و لاجوردی۔

۹۔ ایضاً: یہ نسخہ دسویں صدی ہجری کے مشہور کاتب محمد باقر مشہدی ابن حاجی محمد کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اور سنہ کت(ابت)

۱۰۲۴ھ/۱۶۱۵ء - ترقیمہ کاتب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عربی کا فاضل تھا اور اس سے قبل وہ انیس[19] نسخے قرآن کے لکھ چکا تھا۔ یہ بیسواں[20] نسخہ ہے۔

۱۰۔ ایضاً: یہ نسخہ ۱۰۹۰ھ/۱۶۷۹ء سے قبل کا مکتوبہ ہے۔ اس کے آخری ورق پر "عبداللہ" کی حسب ذیل تحریر ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ ۱۰۹۰ھ میں ہرات سے اورنگ زیب عالمگیر کے لیے ہدیہ کے طور پر بھیجا گیا تھا:

"برائے ہدیہ سلطان ابن السلطان ابن السلطان عالمگیر غازی خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ از بلدہ ہرات صانہ اللہ تعالیٰ عن الشرور والآفات بتاریخ ۱۵ شہر شوال ۱۰۹۰ھ . . . کتبہ عبداللہ عفی عنہ۔"

۱۱۔ ایضاً: یہ نسخہ عہد اورنگ زیب کے مشہور کاتب عبدالباقی حداد الہروی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، جو یاقوت مستعصمی کے طرز پر لکھنے میں کمال رکھتا تھا۔ اس کا سنہ کتابت ۱۱۳۰ھ/۱۷۱۷ء ہے۔ پورا نسخہ مطلا و مذہب ہے۔

۱۲۔ ایضاً: یہ نسخہ ایشیائے کوچک کے مشہور خطاط عبداللہ خجندی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ جس کا سنہ کتابت ۱۱۹۱ھ/۱۷۷۷ء ہے۔

۱۳۔ ایضاً: یہ نسخہ عہد شاہجہانی کے مشہور خطاط اور مہندس نوراللہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ سنہ کتابت درج نہیں۔ یہ نوراللہ احمد معمار لاہوری متوفی ۱۰۵۹ھ/۱۶۴۹ء کے چھوٹے بیٹے تھے۔ انجینرنگ اور ریاضیات میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ ان کے دو بڑے بھائی عطاء اللہ رشیدی اور لطف اللہ مہندس تھے۔

۱۴۔ ایضاً: یہ نسخہ انہی نوراللہ کے شاگرد حافظ امام الدین ولد حافظ عبدالباقی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، جس کا سنہ کتابت ۱۲۶۲ھ ہے۔

۱۵۔ ایضاً: قرآن مجید کا یہ نسخہ ۲۹۲ اوراق پر مشتمل ہے۔ بین السطور فارسی ترجمہ ہے۔ اس نسخہ میں کتابت کی خاص صنعت یہ ہے کہ کاتب نے ہر صفحہ کی سطریں طاق عدد میں رکھی ہیں۔ ان میں درمیانی سطر کو حدِ فاصل قرار دیا ہے۔ اس طرح اس سے اوپر اور نیچے کی سطریں مل کر جفت عدد میں ہو جاتی ہیں۔ پھر ان تمام سطروں کے ابتدائی حروف میں اس طرح کی یکسانیت رکھی ہے کہ جو حرف پہلی سطر کے شروع میں ہے، وہی حرف آخری سطر کے شروع میں، اور جو حرف دوسری سطر کے شروع میں ہے وہی آخر کی دوسری سطر میں۔ اس طرح اوپر اور نیچے کی تمام سطروں میں اسی صنعت کا التزام ہے۔ میرے خیال میں اگر خوش عقیدگی کو راہ نہ دی تو یہ صنعتِ کتاب بھی قرآن مجید کے معجزہ ہونے کی دلیل بن سکتی ہے۔

۱۶۔ ایضاً: یہ نسخہ مترجم اور محشی ہے، جس کی کتابت اکبر اعظم کے عہد میں ہوئی ہے۔ خط نہایت پاکیزہ، الواح و جداول طلائی لاجوردی و شنجرفی۔ اس کے پہلے دو صفحوں پر اتنا باریک طلائی کام ہے جس کو آرٹ کا بہترین نمونہ کہا جا سکتا ہے۔ محشی نے حاشیہ بر یعنی آیہ ان تبدوا شیأ او تخفوہ (سورہ احزاب پارہ ۲۱) یہ عبارت لکھی ہے:

"ایں فقیر را از استاد خود مولانا عبدالرحمان احمد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سماع است۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محشی مولانا عبدالرحمٰن احمد آبادی کے شاگرد تھے اور خود مولانا شہنشاہ اکبر اعظم کے معاصر۔

۱۷۔ **آیات بینات:** یہ قرآن مجید کی مختلف آیات کا مجموعہ ہے۔ جو جہاں آرا بنت شاہجہاں بادشاہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ سنہ کتابت ۱۰۷۲ھ ہے۔ اس کے سرورق پر سید احمد غلام شاہ اورنگ زیب، امجد علی شاہ، سلیمان جاہ اور دیگر امرا کی مہریں ہیں۔

۱۸۔ **رسالہ فی رسم خط المصحف قرآنیات العثمانی:** مولفہ محب الدین الطبری متوفی ۶۹۴ھ یہ رسالہ ۱۹ اوراق پر مشتمل ہے اور میرے علم کی حد تک یہ ایک واحد نسخہ ہے۔

۱۹۔ **کشف الاسرار فی مصاحف الامصار:** مولفہ محمد بن محمود بن محمد الشیرازی الشافعی متوفی ۷۸۰ھ رسم خط قرآن پر ایک نادر رسالہ جو مولف کی وفات سے آٹھ سال بعد کا مکتوبہ ہے۔ اس کا کاتب عبدالرحیم بن عبدالرحمان ہے اور سنہ کتابت ۷۸۸ھ (ترقیمہ کاتب)۔ حوالہ: الاعلام (۷: ۸۷)

۲۰۔ **الموجز من ذیل شفاء القراء:** یہ ایک مختصر رسالہ ہے، جو یوسف بن محمد الخوارزمی کی "شفاء القراء" کا اختصار ہے۔ نسخہ پر اس کا عنوان "شفاء القرآن" دیا ہوا ہے۔ جو معنی کے لحاظ سے غلط ہے۔ حوالہ: بروکلمان (ذیل ۲: ۹۹۳)

۲۱۔ **اسئلۃ القرآن واجوبتہا:** مولفہ محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر الرازی متوفی ۶۶۰ھ یہ ایک نہایت قدیم اور کمیاب نسخہ ہے جو ۱۸۵ اوراق پر مشتمل ہے۔ سنہ کتابت مذکور نہیں۔ حوالہ: کشف الظنون (۱: ۹۰)۔

تفاسیر القرآن

۲۲۔ **کشف الاسرار وہتک الاستار:** مولفہ عفیف الدین سلیمان بن علی الصوفی التلمسانی متوفی ۶۹۰ھ/ ۱۲۹۱ء۔ قرآن مجید کی یہ ایک ضخیم تفسیر ہے، جو دو مجلدات میں ہے۔ اس کی دوسری جلد ورق ۲۴۳ پر ختم ہو جاتی ہے اور ورق ۲۴۸ سے مصنف نے اپنا ایک دوسرا رسالہ "عین سعادۃ العبد" شامل کر دیا ہے۔

یہ اس تفسیر کا واحد مخطوطہ ہے۔ میرے علم و تحقیق کی حد تک اس کا کوئی دوسرا نسخہ مشرق و مغرب کے کسی کتابخانے میں نہیں ہے۔ اگر ہے تو اب تک تحقیق نہیں ہو سکا۔ صاحب فوات الوفیات اور نفحات نے مصنف مذکور اور اس کی تمام تفاسیر کا ذکر کیا ہے۔ مگر اس تفسیر کے ذکر سے دونوں خاموش ہیں۔ مشہور جرمن مستشرق بروکلمان بھی اس تفسیر کے کسی مخطوطہ کا ذکر نہیں کرتا۔ فوات الوفیات کے مؤلف نے مفسر کے تذکرہ کے تحت صرف اس قدر لکھا ہے۔ "و لہ فی کل علم تصنیف"۔

یہ تفسیر تصوف کے مذاق پر ہے۔ ابتدائے کتاب اور دیباچہ میں عام دستور کے مطابق مصنف نے کتاب کے عنوان کا کہیں ذکر نہیں کیا، بلکہ سورہ کہف کی تفسیر کے اختتام پر نام اس طرح ظاہر کیا ہے: "تمت سورۃ الکہف و تمامہا تم النصف الاول

۲۰۔ صحیح بخاری: جز ۱۲، ۱۴، ۱۵۔ صحیح بخاری کے مخطوطات ہر کتابخانہ میں بکثرت سے ملتے ہیں، لیکن یہ نسخہ اس اعتبار سے بالکل نادر ہے کہ اس کا کاتب اسلام کا ایک بڑا محدث اور شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ/۱۴۴۸ء ہے، جس کی سنہ کتابت ۸۴۲ھ/۱۴۲۹ء ہے۔ آخر میں کاتب نے جو ترقیمہ لکھا ہے وہ حسب ذیل ہے:

"کمل الجزء الخامس عشر من صحیح الامام ابی عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم البخاری الحنفی الجعفی رحمہ اللہ تعالی۔ ۔ ۔ و وافق الفراغ من کتابتہ العبد الفقیر المعترف بالتقصیر الراجی رحمۃ ربہ القدیر الی اللہ الحمید احمد بن علی بن سعید الشہید بابن حجر العسقلانی۔"

۲۱۔ الجامع الصحیح: صحیح بخاری کا ایک قدیم اور مکمل نسخہ جو ۶۶۹ھ کا مکتوبہ ہے۔ یہ دو مجلدات میں ہے، اور ۷۲۸، اوراق پر مشتمل ہے۔

۲۲۔ غایۃ التوضیح للجامع الصحیح: صحیح بخاری کی شرح، جو ہندوستان کے ایک مشہور عالم عثمان بن عیسی بن ابراہیم الصدیقی متوفی ۱۰۰۸ھ/۱۶۰۰ء کی تالیف ہے۔ یہ مخطوطہ ۲۰۴، اوراق پر مشتمل ہے۔ سرورق وارائے مہر شادی خان مرید بادشاہ عالمگیر ۱۱۱۱ھ۔

نسخہ پر تاریخ کتابت مذکور نہیں، لیکن مہر کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ مصنف سے قریب کا لکھا ہوا ہے۔ حوالہ: نزھۃ الخواطر (۵: ۲۷۰)۔

۲۳۔ صحیح مسلم: تالیف ابوالحسن مسلم بن الحجاج القشیری النیشاپوری متوفی ۲۶۱ھ مکتوبہ روح الامین خان بلگرامی، ۱۱۴۵ھ بمقام الٰہ آباد، یہ نسخہ ۴۶۵ اوراق پر مشتمل ہے۔ نسخ خفی میں لکھا ہوا ہے۔ مع حواشی کاتب۔

کاتب نسخہ روح الامین خاں بلگرامی اپنے دور کے ایک ممتاز عالم تھے۔ صاحب مآثر الکرام نے ان کے تذکرہ میں لکھا ہے:
"علم حدیث میں ان کو گہری دلچسپی تھی۔ انھوں نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم اپنے حواشی کے ساتھ نقل کی ہیں۔"

۲۴۔ مختصر شرح الآبی علی صحیح المسلم: مولفہ ابوعبداللہ محمد بن خلیفہ الوشتانی الآبی المالکی متوفی ۸۲۷ھ، مکتوبہ قبل ۱۰۸۱ھ۔ اوراق ۱۲۲، قدرے ناقص الاول، سرورق وارائے تحریر مورخہ ۱۰۸۱ھ۔

حوالہ: کشف الظنون (۱: ۵۵۵)، معجم المولفین (۹: ۲۸۷)

۲۵۔ شرح الموطا: حدیث کی یہ سب سے پہلی کتاب ہے۔ جس کے مؤلف ابو عبداللہ مالک بن انس الاصبحی متوفی ۱۷۹/۷۹۵ ہیں۔ متن کتاب میں اول و آخر کسی مقام پر شارح کا نام مذکور نہیں، لیکن مولوی سلام اللہ بن شیخ فخر الدین رامپوری (۱۲۲۹ھ/۱۸۱۴ء) (از اخلاف شیخ عبدالحق محدث دہلوی) کی تصانیف میں "شرح الموطا" کا نام بھی ملتا ہے جس کا عنوان

ہے "المجلی شرح الموطا" (دیکھئے تذکرہ علمائے ہند ص ۲۱۸) ممکن ہے یہ وہی شرح ہو۔ یہ نسخہ کتاب و قنوت الصلوۃ سے ختم کتاب تک ہے۔ اس کے حاشیہ پر متعدد مقامات پر کسی حبیب النبی نامی کے توضیحی حواشی بھی ہیں۔ چند مقامات پر انھوں نے شارح کے قلت تدبر کی طرف بھی متوجہ کیا ہے۔ مثلاً کتاب الصیام کی ابتدا میں وہ لکھتے ہیں:

"و منہ قولہ تعالیٰ حکایۃ امرأۃ عمران " انی نذرت الرحمان صوماً " الخ ھذا من قلۃ تدبر الشارح لیس ھذا حکایۃ عن امرأۃ عمران ولا من قول مریم، بل ھو حکایۃ عن قول الذی ناداھا تحتھا ای الذی نادی المریم تحتھا وکان ملکا (دیکھئے ورق ۱۳۱، ب)۔

۲۶۔ **صحیح ترمذی:** حدیث کی ایک مشہور کتاب ہے، جس کا شمار صحاح ستہ میں ہوتا ہے۔ اس کے بکثرت نسخے ہر کتابخانے میں ملتے ہیں اور شایع بھی ہو چکی ہے۔ لیکن یہ نسخہ اس لحاظ سے قدرت کا حامل ہے کہ یہ ہندوستان کے ایک مشہور عالم حافظ احمد علی سہارنپوری کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، جس کا سنہ کتابت ۱۲۶۱ھ/۱۸۴۵ء ہے۔ اس کے سرورق پر کاتب نسخہ کی مہر ہے "احمد گل" اس کے آخری صفحہ کے پشت پر مولوی محمد اسحاق دہلوی، متوفی ۱۲۶۱ھ/ ۱۸۴۵ء کا حسب ذیل نوٹ ہے:

"قد قرأ ھذہ النسخۃ الشیخ الناسک الحافظ احمد علی السھارنفوری علیّ وکان ختم الکتاب المذکور فی الثانی والعشرین من شھر ربیع الاول سنۃ احدی وستین بعد الالف ومائتین۔ کاتب الحروف محمد اسحاق وکانت قرأۃ الکتاب المرقوم فی البلد الحرام یعنی المکۃ المعظمۃ حرسھا اللہ عن الآفات۔"

۲۷۔ **التقریب والتیسیر لمعرفۃ السنن البشیر:** مولفہ محی الدین یحیی بن شرف النووی متوفی ۶۷۶ھ، حدیث پر ایک نادر رسالہ جو مولف کی وفات سے چھتیس[۳۶] سال بعد کا لکھا ہوا ہے۔ اس کے سرورق پر حسب ذیل مہر ہے:

"بسم اللہ الرحمان الرحیم" یا علی۔ یا عظیم۔ یا حلیم۔ یا علیم"۔ بحوالہ: الاعلام (۸: ۱۴۹)

۲۸۔ **شرح الاصول الکافی:** شیعہ حدیث کی سب سے پہلی کتاب "الاصول الکافی" کی شرح، جس کا شارح حسام اللہ بن محمد صالح بن احمد المازندرانی متوفی ۱۰۸۰ھ۔

شرح اصول کافی کا یہ واحد نسخہ ہے جو اس کی حسب ذیل تین کتابوں پر مشتمل ہے۔

۱۔ کتاب العقل و فضل العلم۔ ۲۔ کتاب التوحید۔ ۳۔ کتاب الحجۃ۔ حوالہ: کشف الحجب (۳۶، ۱۹ء)

۲۹۔ **شرح الاربعین:** مولفہ ملا محمد باقر بن محمد تقی متوفی ۱۱۱۱ھ، مکتوبہ محمد حسین بن محمد تقی، ۱۱۳۱ھ امامیہ حدیث کی مشہور کتاب ہے جو چالیس صحیح احادیث اور ان کی شرح پر مشتمل ہے۔ اس کے اوراق کی تعداد ۱۹۴ ہے اول یا آخر مہر نوابان اودھ: سلیمان جاہ، امجد علی، واجد علی۔ حوالہ: کشف الحجب (۱۹، ۱)۔

اسماء الرجال

۴۰۔ **المغنی فی اسماء الرجال :** مولفہ محمد بن طاہر بن علی الھندی الفتنیؒ متوفی ۹۸۶ھ۔ یہ نسخہ مصنف کے انتقال سے ۹۹ سال بعد کا لکھا ہوا ہے۔ اس کے اوراق کی تعداد ۱۱۲ ہے۔ آخری صفحہ پر مہر: غضنفر خانہ زاد شاہ عالم بادشاہ غازی۔

۴۱۔ **اسماء رجال البخاری :** مولفہ عبدالرحمٰن بن ابی الخیر التتوی نصرپوری متوفی ۱۰۰۱ھ۔ صحیح بخاری کے راویوں کے بیان میں ایک وقیع اور ضخیم تالیف۔ تعداد اوراق ۲۰۲۔ مولف کے لئے دیکھئے نزھۃ الخواطر (۴: ۱۷۲)۔

۴۲۔ **الاکمال فی اسماء الرجال :** عبدالحق بن سیف الدین محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ۔ ۲۰۲ اوراق پر مشتمل ایک نادر تالیف۔ اس کے سرورق پر حسب ذیل دو مہریں ہیں۔

۱۔ انوار اللہ خاں محمد اللہ قادری۔ ۲۔ برہان حق بدر یقین سید معین الدین بود ۱۱۰۹ھ

آخر الذکر مہر کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ نسخہ کی کتابت اس سے قبل کی ہے۔

۴۳۔ **خلاصۃ الاقوال فی معرفۃ الرجال :** مولفہ جمال الدین حسن بن یوسف بن المطہر الحلی مشہور بہ علامہ حلی متوفی ۷۲۶ھ۔ شیعہ علم رجال پر ایک اہم تالیف جس کا کاتب احمد بن حسن بن احمد المھنا الحسینی ہے، جس نے مصنف کے نسخہ سے اس کو نقل کیا ہے۔ حوالہ: کشف الحجب (۱۰۶۰ھ)

۴۴۔ **کتاب الرجال :** امامیہ علم رجال پر ایک وقیع تالیف، جس کا مؤلف تیرھویں صدی ہجری کا بلند پایہ عالم محمد بن مرتضیٰ بن محمد مشہور بہ مہدی الحسنی الطباطبائی متوفی ۱۲۱۲ھ ہے۔ اس کے اوراق کی تعداد ۱۶۷ ہے۔ تاریخ کتابت درج نہیں ہے۔ نسخے کے آخر میں حسب ذیل آٹھ اجازے ہیں جن میں پہلے سات اجازے وہ ہیں جو مختلف علماء نے مؤلف مولف کے لیے لکھے ہیں۔ آٹھواں اجازہ خود مولف کا ہے جو اس نے اپنے شاگرد السید محمد بن السید جواد کے لیے لکھا ہے۔

۴۵۔ **شرح البدایہ فی علم الدرایہ :** مولفہ زین الدین علی بن احمد بن محمد معروف بہ شہید ثانی۔ متوفی ۹۶۶ھ۔ ۱۵۵ اوراق پر مشتمل ایک نادر تالیف یہ پہلی کتاب ہے جو علم الدرایہ پر تصنیف ہوئی۔ حوالہ: کشف الحجب نمبر ۱۰۷۸

فقہ ـ حنفی

۴۶۔ **الجوہرۃ المنیفہ علی مذہب الامام الاعظم ابی حنیفہ :** مولفہ ابوبکر بن محمد بن علی بن محمد الحدادی العبادی الیمنی متوفی حدود ۸۰۰ھ، مکتوبہ ابراہیم الزیاتی ۱۰۹۲ھ۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب مختصر القدوری مولفہ ابوالحسین احمد بن محمد القدوری البغدادی متوفی ۴۲۸ھ کی شرح۔ یہ پوری کتاب دو جلدوں میں ہے جو بالترتیب ۲۱۶، ۱۶۸ اوراق پر مشتمل ہے۔

آخری صفحہ پر حاشیہ کی ایک تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۰۹۸ھ میں اصل سے اس کا مقابلہ کیا گیا ہے۔ پہلے صفحہ پر ۱۰۹۷ھ اور ۱۱۴۰ھ کی دو تحریریں ہیں اور چھ مٹی ہوئی مہریں۔

صاحب کشف الظنون (۱: ۶۲۱) نے اس کتاب کا ذکر "الجوہرۃ الطیرہ" کے عنوان سے کیا ہے، مگر صحیح عنوان یہی ہے جو کاتب نسخہ نے دیا ہے۔

۴۷۔ **رمز الحقایق فی شرح کنز الدقایق:** اصل کتاب "کنز الدقایق" ابو البرکات عبداللہ بن احمد المعروف بحافظ الدین النسفی متوفی ۷۱۰ھ کی تالیف ہے۔ اس کا شارح قاضی بدرالدین محمود بن احمد العینی متوفی ۸۵۵ھ ہے۔ یہ نسخہ ۱۰۷۸ھ کا مکتوبہ ہے، جس کا کاتب علی بن منصور الحنفی ہے۔ اس کے سرورق پر شاہی کتابداروں کے تین جائزے اور چار مہریں ہیں۔ اوراق: ۱۹۱۔ زرکلی الاعلام (۴: ۷۶) نے مولف کی تصانیف میں اصل متن کا کوئی ذکر نہیں کیا۔

۴۸۔ **تنویر الابصار و جامع البحار:** مولفہ جمال الدین محمد بن عبداللہ الخطیب التمرتاشی متوفی ۱۰۰۴ھ؛ مکتوبہ ابراہیم شعبان ۱۱۱۵ھ۔ اوراق: ۱۹۳۔

۴۹۔ **منح الغفار شرح تنویر الابصار:** از مولف مذکور۔ نسخہ قدیم الخط۔ اوراق: ۲۷۹۔ ناقص الطرفین۔ خ۔ حوالہ: الاعلام (۶: ۲۳۹)

۵۰۔ **دستور القضاۃ:** مولفہ صدر بن رشید بن صدر التبریزی معروف بہ قاضی خواجہ۔ سنہ تصنیف ۷۲ھ۔ مکتوبہ ۱۰۹۲ھ۔ اوراق ۴۲۔

اصل کتاب، جیسا کہ خاتمہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے، احمد التبریزی کی تالیف ہے۔ اور اس کا جامع قاضی خواجہ مذکور ہے، یہ دونوں ایک دوسرے کے معاصر تھے۔ اس کا دوسرا نسخہ خدابخش لائبریری میں محفوظ ہے جو ۱۱۱۹ھ کا مکتوبہ ہے۔

۵۱۔ **شرح مجمع البحرین و ملتقی النہرین:** مولفہ عبداللطیف بن عبدالعزیز بن مالک متوفی ۸۰۱ھ؛ مکتوبہ عیسیٰ بن علی بن موسیٰ، ۸۸۸ھ۔ اوراق: ۴۰۶۔ خ۔

ابن الساعاتی بغدادی متوفی ۶۹۴ھ کی اہم تالیف "مجمع البحرین" کی شرح؛ جو شارح کی وفات سے ۸۷ سال بعد کا مکتوبہ ہے۔ حوالہ: الاعلام (۴: ۵۹)

۵۲۔ **غایۃ المرام من مسئلۃ ابن الہمام:** مولفہ شیخ برہان الدین ابراہیم بن حسن الشہرزوری المدنی الکورانی متوفی ۱۱۰۱ھ۔ مکتوبہ مولف بمقام حرم نبوی۔ اوراق: ۴۔ حوالہ: معجم المولفین (۱: ۲۱)۔

۵۳۔ **فتح الغفور فی وضع الایدی علی الصدور:** نماز میں سینہ کے اوپر ہاتھ باندھنے کے بیان میں ایک

مختصر رسالہ مولفہ محمد حیات بن ابراہیم السندی متوفی ۱۱۶۳ھ۔ مکتوبہ ابوالحسنات مولوی عبدالحیٔ انصاری فرنگی محلی۔ شامل جلد:

"۱۔ اخبار اہل الرسوخ بمقدار الحدیث المنسوخ: ابن الجوزی، ورق: ۲، الف۔ ۴ ب۔

۲۔ الایقاف علی سبب الاختلاف: محمد حیات مہدی مذکور۔ ورق: ۵ الف۔ ۷، الف"

صاحب نزہۃ الخواطر (۶: ۲۰۱) نے مولف کی تصانیف میں صرف آخر الذکر رسالہ کی نشاندہی کی ہے۔

۵۴۔ **فوز الکرام بما ثبت فی وضع الیدین تحت السرۃ او فوقہا تحت الصدور**: مولفہ محمد قائم السندی متوفی ۱۱۵۷ھ مکتوبہ ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ فرنگی محلی۔ اوراق: ۱۰۔ یہ رسالہ سابق الذکر رسالہ "فتح الغفور" کی رد میں ہے۔ حوالہ: نزہۃ الخواطر (۶۔ ۲۶۳)۔

۵۵۔ **کشف الرین عن مسئلہ رفع الیدین**: مولفہ محمد ہاشم بن عبدالغفور السندی متوفی ۱۱۷۴ھ۔ مکتوبہ عبدالحق سہارنپوری ۱۲۹۳ھ۔ اوراق: ۲۰۔ حوالہ: نزہۃ الخواطر (۶۔ ۳۶۲)

۵۶۔ **شرح الدراری المضیۃ بشرح الدرر البہیہ**: مولفہ علی بن محمد بن علی متوفی ۱۲۵۵ھ۔ اوراق: ۲۰۵۔ قاضی شوکانی صاحب اتحاف الاکابر کی اہم تالیف، جس کا سنہ تکمیل ۱۲۴۰ھ ہے۔ یہ نسخہ مولف کے خود نوشت نسخہ کی نقل ہے، اور مقابلہ کیا ہوا ہے۔

دیباچہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے پہلے ایک متن لکھا تھا، جس کا عنوان "الدرر البہیہ فی المسائل الفقہیہ" ہے۔ بعد میں اس کی شرح لکھی۔

فقہ حنبلی

۵۷۔ **دلیل الطالب لنیل المطالب**: مولفہ مرعی بن یوسف بن احمد المقدسی الحنبلی متوفی ۱۰۳۳ھ، مکتوبہ ۱۲۲۴ھ۔ اوراق: ۱۸۱۔ آخری ۶ صفحات مشتمل بر اجازات شیخ یحیی بن الشیخ موسی الحجاوی و ابوالمواہب البکری و عبداللہ الدوس۔ حوالہ: الاعلام (۷: ۲۰۳)۔

فقہ جعفری

۵۸۔ **جامع الفواید شرح خطبۃ القواعد**: علامہ حلی (حسن بن یوسف بن علی بن المطہر متوفی ۷۲۶ھ) کی اہم تالیف "قواعد الاحکام" کے خطبہ کی شرح جو ان کے فرزند فخر المحققین محمد بن الحسن بن یوسف متوفی ۷۷۱ھ نے لکھی۔ مکتوبہ ۹۰۰ھ۔ اوراق ۶۵۹۔

ترقیمہ کاتب کو دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا کاتب خود شارح مذکورہ ہے لیکن اس میں تاریخ کتابت

۹۰۰ھ ہے۔ اور شارح کا انتقال ۷۷۱ھ میں ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نسخہ کی قیمت بڑھانے کی خاطر کاتب نے اپنے نام کی جگہ شارح کا نام لکھ دیا۔ ترقیمہ کی عبارت یہ ہے:

"فرغت من تحریر مع تراکم حروف الدہر المکدرۃ للنفوس والافکار فی رابع ذوالحجہ (ذی الحجہ) تسعمائۃ الھلالیہ وکتب اضعف العباد مصنف ہذا الکتاب محمد بن الحسن بن یوسف بن علی بن المطہر۔۔۔"

"حوالہ: کشف الحجب والاستار (۱۸۲۵ء) تفصیل کے لیے دیکھیے الذریعہ۔"

۵۹۔ **الالفیہ فی الصلوۃ الیومیہ:** مولفہ ابو عبداللہ محمد بن مکی العاملی مشہور بہ الشہید الاول متوفی ۷۸۶ھ۔ اوراق: ۱۱۔ حوالہ: کشف الحجب والاستار (۲۷۷)۔

۶۰۔ **المقاصد العلیہ فی شرح الالفیہ:** سابق الذکر رسالہ "الالفیہ" کی شرح؛ جس کا شارح علی بن احمد بن صالح العاملی الشامی مشہور بہ الشہید الثانی متوفی ۹۶۶ھ ہے۔ یہ نسخہ ۱۲۷۱ھ کا لکھا ہوا ہے، جس کا کاتب سید عبداللہ بن سید فضل علی ہے۔ اوراق: ۲۲۸۔

اس کا دوسرا نسخہ خدا بخش لائبریری میں ہے۔ اس کے کیٹلاگر نے لکھا ہے کہ اس کے کسی دوسرے نسخہ کا ہمیں علم نہیں۔ (بانکی پور ۱۹: ۱۴۵)۔ حوالہ: کشف الحجب والاستار (۳۰۴۲)۔

۶۱۔ **شرح اللمعۃ الدمشقیہ:** مولفہ شہید ثانی مذکور۔ اوراق: ۲۲۹۔ نسخہ پر سنہ کتابت اگرچہ مذکور نہیں، لیکن خط کے لحاظ سے بہت قدیم معلوم ہوتا ہے۔ حوالہ: کشف الحجب (۱۵۹۵ء)

۶۲۔ **النفلیہ:** مولفہ شہید ثانی مذکور۔ اوراق: ۵۴۔ اس کا متبادل عنوان "التنبیہات العلیہ علی وظائف الصلوۃ القلبیہ" ہے۔ حوالہ: کشف الحجب (۲۲۸۸)۔

۶۳۔ **کاشف الحال عن احوال الاستدلال:** مولفہ محمد بن علی بن ابی جمہور الدسائی متوفی بعد ۸۸۸ھ۔ اوراق: ۴۴۔ حوالہ: کشف الحجب والاستار۔ (۲۳۰۰)۔

۶۴۔ **الاثنی عشریہ:** مولفہ بہاء الدین محمد بن الحسن بن عبدالصمد الحارثی العاملی متوفی ۱۰۳۰ھ۔ اوراق: ۵۵۔ سرورق پر مہر: سید محمد صادق: ۱۲۲۴ھ۔ حوالہ: کشف الحجب (۱۴)۔

۶۵۔ **مفاتیح الشرائع:** مولفہ محمد بن مرتضی مشہور بہ ملا محسن الکاشی، متوفی ۱۱۰۶ھ۔ مکتوبہ: محمد علی کشمیری بخط نسخ جید۔ اوراق: ۲۲۹۔ اول و آخر مہر "محمد باقر"۔ فقہ جعفری پر ایک اہم اور نادر تالیف۔ حوالہ: کشف الحجب (۳۰۲۴)۔

اختلاف الفقہاء

٦٦۔ **الخلافیات فی المذاہب الثلاث**: مولفہ ابو حفص نجم الدین عمر بن محمد النسفی متوفی ٥٣٧ھ۔ مکتوبہ عبدالوہاب بن شیخ احمد الحلوتی الشافعی الشاذلی ١٢٩١ھ بمقام مکہ۔ اوراق: ١٠٣۔

امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام مالک کے درمیان فقہی اختلافات کے بیان میں ایک نادر تالیف۔ صاحب الاعلام (٥: ٦٠) نے مصنف کا ذکر کیا ہے۔ اس کی تصانیف میں یہ کتاب "منظومۃ الخلافیات" کے عنوان سے دی ہے۔ "خ" کی علامت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب شائع نہیں ہوئی۔

٦٧۔ **منار الانوار**: مصنفہ حافظ الدین عبداللہ بن احمد النسفی متوفی ٧١٠ھ/١٣١٠ء۔ اصول فقہ کی مشہور کتاب ہے۔ اس نسخہ کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ملا احمد جیون امیٹھوی، شارح منار الانوار کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اس کے تینوں طرف حاشیہ پر نور الانوار شرح منار الانوار ہے۔ یہ بھی ان ہی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اس کے اوراق کی تعداد ١٠٩ ہے۔ کاتب نسخہ کا ترقیمہ:

"یقول العبد الفقیر الی اللہ تعالیٰ الشیخ احمد المدعو بشیخ جیون بن ابی سعید بن عبداللہ بن عبدالرزاق بن خاصہ الحنفی المکی الصالحی ثم الہندی اللکھنوی۔ قد فرغت من تسوید نور الانوار فی شرح المنار فی التاریخ السابع من شہر جمادی الاول فی سنۃ الف و مائۃ وخمس من الھجرۃ۔"

اس سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ مصنف نے یہ شرح ١١٠٥ھ میں یعنی اپنی وفات سے ٢٥ سال قبل لکھی تھی۔ حوالہ نزہۃ الخواطر (٦: ١٩)۔

تصوف

٦٨۔ **عیون الاجوبہ فی فنون الاسولہ**: تالیف ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری، متوفی ٤٦٥ھ

خود نوشت مولف۔ ابتدا:

"قال الشیخ الامام زین الدین الاسلام ابوالقاسم ابن ھوازن عبدالکریم القشیری قدس اللہ روحہ و نور ضریحہ: الحمد للہ الذی ہدانا لدینہ و تسوقہ لایضاح الحق و تبیینہ ... اما بعد فہذہ فصول سمیتہا عیون الاجوبہ فی فنون الاسولہ ..."

اس نسخہ کے بارے میں بعض افاضل کا کہنا ہے کہ یہ مولف کا خود نوشت نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ اس کی ابتدا میں مصنف کے لیے قدس اللہ روحہ کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں لیکن اگر غور سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مصنف کا یہ خود نوشت نسخہ ناقص الطرفین شکل میں کاتب کو ملا تھا۔ کاتب نے اس کو مکمل کرنے کی غرض سے ابتدائی چار اوراق اور آخری دو اوراق

اس میں شامل کر کے نسخہ کو مکمل کیا۔ اس طرح ورق ۵ سے ورق ۲۵ تک مصنف کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں۔ اس کے سرورق پر عنوان اس طرح دیا ہوا ہے:

"عنوان الاجوبہ وفنون الاسولہ۔

الاستاد العلامہ العارف باللہ تعالیٰ زین الاسلام ولی اللہ ابوالقاسم عبدالکریم بن

ہوازن القشیری قدس اللہ روحہ ونور ضریحہ وھذہ نسختہ المصنف وبخطہ۔"

زرکلی (الاعلام ۴ : ۵۷) اور کحالہ (معجم المولفین ۶ : ۶) نے مصنف کا ذکر کیا ہے، لیکن اس کی تصانیف میں اس کتاب کا کوئی ذکر نہیں ملتا ہے۔ صرف حاجی خلیفہ (کشف الظنون ۲ : ۱۱۸۲ء) نے اس کا ذکر کیا ہے۔ مگر کوئی تفصیل اس نے بھی نہیں دی۔

۶۹۔ **شرح فصوص الحکم :** محی الدین ابن العربی متوفی ۶۳۸ھ کی مشہور تالیف "فصوص الحکم" کی شرح جس کا شارح عفیف الدین سلیمان بن علی التلمسانی متوفی ۶۹۰ھ ہے۔ اوراق : ۱۳۵۔

غالباً فصوص الحکم کی یہ پہلی شرح ہے۔ سنہ کتابت اگرچہ مذکور نہیں مگر نسخہ قدیم ہے۔ زرکلی (الاعلام ۳ : ۱۳۰) کے بیان کے مطابق یہ کتاب شائع نہیں ہوئی۔

۷۰۔ **تجلیۃ الفصوص :** سابق الذکر کتاب فصوص الحکم کی شرح جس کا شارح ہندوستان کا مشہور فاضل محب اللہ بن مبارز الہ آبادی متوفی ۱۰۵۸ھ ہے۔ تعداد اوراق : ۲۲۷۔

یہ کتاب، جیسا کہ اس کے سرورق پر مختلف تحریروں سے معلوم ہوتا ہے، اولاد شاہ محمد اجمل الہ آبادی نے ۱۱۰۲ھ میں احمد عبدالحق کو عطیہ کے طور پر دی تھی۔ اس کے بعد یہ نسخہ ۱۲۰۳ھ میں مولوی ظہور الحق کے ورثہ سے مولانا عبدالحلیم انصاری فرنگی محلی نے خریدا۔ ان سے وراثۃً ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ فرنگی محلی کو ملا۔ چنانچہ اس کے سرورق پر ان کی مہر اور عبارت ملکیت موجود ہے۔ حوالہ: نزھۃ الخواطر (۵ : ۳۲۲)۔

۷۱۔ **رسالہ التسویہ :** تالیف محب اللہ بن مبارز الہ آبادی (دیکھئے شمارہ سابق)۔ مکتوبہ محمد اصغر ۱۲۵۱ھ۔ اوراق : ۶۔ حوالہ: نزھۃ الخواطر (۵ : ۳۲۲)۔

۷۲۔ **تحصیل التعرف فی معرفۃ الفقہ والتصوف :** تالیف عبدالحق بن سیف الدین دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، مکتوبہ ۱۰۶۶ھ۔ اوراق : ۱۳۳۔ ناقص الاول بقدر ۱۳ اوراق۔

اس کے سرورق پر مولوی عبدالحیٔ فرنگی محلی کی حسب ذیل تحریر ہے:

"بماہ ربیع الاول سنہ ۱۲۵۸ھ محمد عبدالحیٔ لکھنوی ابن مولانا محمد عبدالحلیم المرحوم از زوجہ

مولوی خادم احمد خرید ساختہ"۔ حوالہ: نزہۃ الخواطر (۵: ۲۰۶)۔

۷۳۔ **وجود الحق الظاہر بجمیع الاشیاء**: تالیف عبدالغنی بن اسماعیل النابلسی متوفی ۱۱۴۳ھ مولف کے بیان کے مطابق اس کا سنہ تالیف ۱۱۰۴ھ ہے۔ اوراق: ۸۱۔

زرکلی (الاعلام ۴: ۳۲) نے مولف کے تذکرہ کے تحت اس کی تمام تصانیف کے نام دیئے ہیں۔ مگر اس کتاب کے ذکر سے وہ خاموش ہے۔

۷۴۔ **الامتاع باحکام السماع**: تالیف کمال الدین ابوالفضل جعفر بن علی الشافعی الادفوی متوفی ۷۴۸ھ مکتوبہ ۱۰۴۷ھ۔ اوراق: ۱۴۷۔

سماع کے جواز و عدم جواز پر ایک نادر رسالہ۔ زرکلی (الاعلام ۲: ۱۲۲) نے اس کتاب کو غیر مطبوعہ لکھا ہے۔

۷۵۔ **المجموعہ**: یہ ایک نہایت قدیم اور نادر مجموعہ ہے۔ جو مختلف مصنفین کے مختلف رسائل پر مشتمل ہے جسکا کاتب بدرالدین قاسم بن محمد المذحجی الشافعی مشہور بابن الکیال ہے۔ جو ابوعبداللہ محمد بن محمد بن عبداللہ الخیضری الشافعی متوفی ۸۹۴ھ/۱۴۸۸ء کا شاگرد ہے۔ اس کا پہلا رسالہ مشہور جامع حدیث ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری متوفی ۲۶۱ھ/۸۷۵ء کی تالیف الطبقات ہے۔ یہ رسالہ ورق نمبر ۲۵ ب پر ختم ہو جاتا ہے۔ ورق ۲۶ الف پر کسی دوسرے فاضل کا حسب ذیل نوٹ ہے:

"ثم وجدت فی النسخۃ التی نقدے منہا وھی مضبوطۃ جداً ما صورتہ:

"فرغ من نسخہ عشیۃ الاربعاء خامس عشرین شہر ربیع الآخر من سنۃ سبع واربعین وخمسمائۃ بدیۃ السلام ورحمۃ عارضت ھذا الکتاب باصل شیخنا الشیخ الامام الحافظ ابی الفضل ابن ناصر اطال اللہ بقاءہ و کان قد عارضہ بنسخۃ فیہا سماعہ من عبدالمحسن وعلامۃ "ع" کتبہ عبدالرحیم النہاوندی۔"

اس عبارت سے یہ امر بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ پیش نظر نسخہ کی نقل ہے، جو ۵۴۷ھ/۱۱۵۲ء کا مکتوبہ تھا جس کی کتابت مدینۃ السلام میں ہوئی تھی اور اس کا مقابلہ حافظ ابوالفضل بن ناصر کے اصل نسخہ سے ہوا تھا جو مصنف کے خود نوشت نسخہ سے نقل کیا گیا اور پھر اسی سے مقابلہ کیا گیا تھا۔

۲۔ اللواء المعلم بمواطن علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم — ورق ۴۱ - ۸۶ ب

یہ رسالہ ابوعبداللہ محمد بن محمد الخیضری الشافعی متوفی ۸۹۴ھ/۱۴۸۸ء کی تالیف ہے۔ اس کا کاتب بھی ابن الکیال مذکور ہے۔ جس نے مصنف کے خود نوشت نسخہ سے اس کو نقل کیا۔ اس کے آخری صفحہ پر حسب ذیل اجازہ ہے۔

جو مصنف اللواء المعلم نے اپنے شاگرد ابن الکیال کو دیا ہے:

"قرأ علی جمیع ھذا المصنف المسمی باللواء المعلم فی مواطن الصلوة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من تالیفی صاحبہ وکاتبہ الشیخ العالم الفاضل المشتغل المحصل المحدث بدر الدین قاسم بن شمس الدین محمد الذھبی المعروف بابن الکیال اعزہ اللہ تعالی وسمع ذلک ولدہ المشتغل المحصل برہان الدین ابراہیم خلا المجلس الاول فسمعہ بقراءۃ غیرہ فکمل لہ سماعہ واذنت لہما ان یرویا عنی ذلک وجمیع ما یجوز لی وعنی روایتہ ... واتفق ذلک لی من لیل آخر یوم الاربعاء حادی عشر شہر شوال المبارک سنۃ ستین فثمانمائۃ ۔ قال ذلک راقم محمد بن محمد ابن عبداللہ بن خیضر الخیضری الشافعی الدمشقی غفر اللہ لہ ذنوبہ والحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم حسبنا اللہ ونعم الوکیل ۔"

۳۔ الروض النضر فی حال الخضر از مولف مذکور۔ ورق ۹۱ الف ۔ ۱۲۱ ب

۴۔ اعتراض ودفع الاعتراض عن الروض النضر۔ ورق ۱۲۲ الف ۔ ۱۴۵ ب

آخر الذکر رسالہ مصنف کے رسالہ الروض النضر پر اعتراضات کے جواب میں ہے۔

۵۔ واقعۃ فی استشکال لفظۃ من کلام الامام ابی عبداللہ الشافعی از مولف مذکور۔ ورق ۱۴۷ ب ۔ ۱۵۴ الف

۶۔ مجلس فی وفاۃ رسول اللہ از مولف مذکور۔ ورق ۱۵۷ ب ۔ ۱۶۴ الف

۷۔ مجالس فی ختم کتاب البخاری " " ورق ۱۶۵ الف ۔ ۱۷۲ الف

۸۔ رسالہ فی المیزان " ورق ۱۷۲ ب ۔ ۱۷۴ ب

۹۔ فصل فی القول فی تعداد شفاعاتہ " " ورق ۱۷۴ الف ۔ ۱۷۵ الف

۱۰۔ رسالہ فی السیرہ ورق ۱۷۵ ب ۔ ۱۸۱ ب

زرکلی (الاعلام ۷: ۵۱) نے اس کی مولفات میں ان کتابوں میں سے صرف "الروض النضر" کا ذکر کیا ہے اور اس کو بھی مخطوطہ لکھا ہے۔ یہ رسالہ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد بن علی بن جابر الاندلسی المالکی کی تالیف ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کی سیرت کے بیان میں ہے۔

۱۱۔ رسالہ فی معرفۃ اللہ۔ ورق ۱۸۲ ب ۔ ۱۹۴ الف

۱۲۔ رسالہ فی معرفۃ علم التواریخ والحساب مجہول المصنف۔ ورق ۱۹۰ ب ۔ ۲۰۱ ب

۱۳۔ رسالہ فی فضل الربوہ۔ ورق ۲۰۳ ب ۔ ۲۰۲ ب

یہ رسالہ شمس الدین محمد بن ابی بکر عبداللہ القیسی الدمشقی معروف بہ ابن ناصر الدین متوفی . . . کی تالیف ہے جو دمشق کے فضایل کے بیان پر مشتمل ہے۔

۱۴- رسالہ فی حج المرأۃ (یونیورسٹی اخبار نمبر ۲۸) ورق ۲۰۴، ب - ۲۰۶، ب

۷۶- مجموعہ رسایل: محی الدین ابن العربی، متوفی ۶۳۸ھ/ ۱۲۴۰ء۔ یہ مجموعہ ابن العربی کے حسب ذیل دس رسالوں پر مشتمل ہے، جو میرے علم و مطالعہ کی حد تک بالکل نادر ہیں:

۱- رسالہ فی الرد علی من زعم أن معرفۃ اللہ مضافۃ الی فناء الوجود و فناء الفنا۔ ورق ۱ ــــــ ۲۹، الف

۲- الاعلام باشارات اہل الالہام۔ ورق ۶، الف - ۱۱، الف

۳- الجلالہ من الاسرار والاشارات۔ ورق ۱۱، الف - ۱۷، الف

۴- کتاب الالف۔ ورق ۱۷، الف - ۲۱، ب

۵- الاتحاد الکونی فی حضرۃ الاشہاد العینی۔ ورق ۲۱، ب - ۲۸، ب

۶- کتاب التخلیص والترتیب ورق ۲۹، الف - ۳۱، ب

۷- کتاب التوجہ توجۃ الی اللہ ورق ۳۱، ب - ۳۸، الف

۸- کتاب الخلوۃ ورق ۳۸، الف - ۴۴، ب

۹- نبذۃ من کتاب تاج التراجم

۱۰- کتاب التجلیات ورق ۴۵، الف - ۶۵، ب

ان میں صرف رسالہ نمبر ۴، ۵، اور ۸ کا ذکر کشف الظنون (۲: ۲۶۵، ۲۵۸، ۲۷۵) میں ملتا ہے۔ باقی سات رسائل کا اس میں کہیں ذکر نہیں۔ نمبر ۴ کے بارے میں اس نے یہ بھی کہا ہے کہ اس رسالہ کا دوسرا نام "الرسالۃ الاحدیہ" لکھا ہے۔

۷۷- **حلیۃ الابدال وما یظہر منہا من المعارف والاحوال:** مولفہ ابن العربی مذکور۔ تصوف پر ایک نادر مخطوطہ ہے۔ جس کا کاتب ابو بکر بن اسحاق بن ابراہیم الزاہدی الشافعی ہے اور سنہ کتابت ۶۷۸ھ/ ۱۲۷۹ء جو مصنف کے خود نوشت نسخہ مورخہ ۶۰۲ھ کی نقل ہے، جیسا کہ اس کے ترقیمہ سے معلوم ہوتا ہے:

"تمت الکراسۃ بمحروسہ ــــــ من بلاد الروم فی التاسع من شہر ربیع الاول سنۃ اثنین و ستمائۃ (۶۰۲) والحمد للہ حق حمدہ والصلوۃ علی سیدنا محمد نبیہ وعبدہ والاعلون من بعدہ۔"

اس کی تائید خود کاتب نسخہ ھذا کے ترقیمہ سے بھی ہوتی ہے:

"قال کاتبہا الفقیر . . . ابو بکر بن اسحاق بن ابراہیم الزاہدی نسباً الشافعی مذہباً القادری

عہداً و خرقتہ ۔ ۔ ۔ نقلت ھذہ النسخۃ من خط الشیخ الامام المحقق محی الدین محمد بن علی بن محمد بن العربی الحاتمی الطائی الاندلسی، والتاریخ المتقدم تاریخ النسخۃ التی بخط المصنف المذکور رحمۃ اللہ تعالی وعفی ولنا ۔ ۔ ۔ کتب فی شہر جمادی الاول سنۃ ثمان و سبعین و سبعمائۃ ۔"

۷۸ ۔ **الرسالۃ المکیہ:** مصنفہ عبداللہ بن محمد بن انیس الاصفہیدی، مکتوبہ شیخ محمد قادری ۱۱۷۲ھ/ ۵۸، ۱۷۶۱ء ۔ تصوف پر یہ ایک نادر رسالہ ہے ۔ حاجی خلیفہ (۱ : ۵۶۶) نے اس کا ذکر کیا ہے، مگر اس کے متعلق کوئی توضیحی بیان اس میں نہیں ہے ۔ خلاف عادت اس نے اس کی ابتدا بھی نہیں دی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے سامنے بھی اس کا کوئی نسخہ نہیں تھا ۔ سنہ وفات بھی اس میں نہیں ہے لیکن نسخہ میں ایک مقام پر اس نے نووی متوفی ۶۷۶ھ/ ۷۸-۱۲۷۷ء کا حوالہ دیا ہے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا زمانہ ساتویں صدی ہجری کے اواخر یا آٹھویں صدی ہجری کے اوائل کا ہو سکتا ہے ۔ اس کے اوراق کی کل تعداد ۹۵ ہے ۔ اس کا ایک نسخہ خدا بخش میں بھی محفوظ ہے ۔

۷۹ ۔ **عین العلم وزین الحلم:** تصوف پر ایک مشہور تالیف ہے جو شائع بھی ہو چکی ہے، مگر یہ نسخہ اس حیثیت سے نادر ہے کہ ۹۱۶ھ کا لکھا ہوا ہے ۔ نیز اس کے سرورق کی حسب ذیل عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ مولف کے مطالعہ سے گذرا ہے، اور شہنشاہ عالمگیر اورنگ زیب عالمگیر کے کتب خانہ کے لئے خریدا گیا تھا :

" ایں کتاب از مطالعہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ گذشتہ است نسخہ اصح است ۔ خرید شد برائے کتبخانہ اورنگ زیب دام اقبالہ و خلد اللہ ملکہ در بلخ بہ جز تحریر در آمد، در کتب خانہ شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہ بود ۔"

اس کے آخری ورق پر حسب ذیل عبارت ملتی ہے :

" بشہر بلخ ماہ ذی قعدہ ۹۱۶ھ تحریر گردید ۔"

اس سے چند امور پر روشنی پڑتی ہے کہ اس کتاب کے مصنف کا زمانہ ۹۱۶ھ کے بعد کا ہے، لیکن ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ/ ۱۴۴۹ء نے اس کتاب کا ذکر کیا ہے اور اس کا مصنف ایک ہندی فاضل کو بتایا ہے تو اس صورت میں اس کا زمانہ ۸۵۰ھ سے قبل کا قرار پاتا ہے ۔ سرورق کی مذکورہ بالا عبارت کا تحریر کرنے والا شاہ عبدالعزیز سے متاخر ہے، جن کا انتقال ۱۲۲۵ھ میں ہوا ہے ۔ اس لحاظ سے اس کا یہ لکھنا کہ یہ کتاب مصنف کے مطالعہ سے گزری ہے، صحیح نہیں ہو سکتا ۔

۸۰ ۔ **مجموعہ فی علم الحروف والاسماء:** یہ حسب ذیل چودہ رسائل کا ایک بڑا نادر مجموعہ ہے ۔ اس کا کاتب ابن النظام الاندلسی ہے اور سنہ کتابت ۸۵۱ھ – ۸۶۱ھ/ ۴۸-۱۴۴۷ء – ۵۷-۱۴۵۶ء ۔ اس کے اوراق کی کل تعداد ۹۰ ہے :

۱۔ رسالۃ الھو۔ — ورق ۱ — ۱۳ ب

نسخہ کے متن میں اول سے آخر تک کسی مقام پر اس کے مصنف کا نام مذکور نہیں، البتہ انڈیا آفس (۲ : ۱۲۱۹) میں ایک عنوان "الیاء و ھو کتاب الھو" ملتا ہے۔ جس کا مصنف فہرست نگار نے محی الدین ابن العربی کو قرار دیا ہے۔ اس میں حرف "یاء" اور دیگر حروف ہجا کے معنوی خواص بیان کئے گئے ہیں۔

۲۔ شرح الانماط العشرہ فی اسماء اللہ الحسنیٰ۔ مصنفہ محمد بن یعقوب الکومی التونسی المتوفی بعد ۶۸۰ھ/۱۲۷۵ء
اس کا متن "الانماط العشرہ" ابوالعباس احمد بن علی بن یوسف البونی متوفی ۶۲۲ھ/۱۱۲۵ء ہے۔ — ورق ۱۴ الف۔ ۲۶ ب

۳۔ سر الجلال و لطائف الکمال، مصنفہ محمد بن یعقوب الکومی المذکور۔
یہ کتاب طلسمات کے موضوع پر ہے۔ دیکھیے کشف الظنون (۲ : ۲۴) — ورق ۲۷ الف۔ ۳۵ ب

۴۔ الدعاء والابتہال باسماء ذی العظمۃ والجلال۔ — ورق ۳۶ الف۔ ۴۲ ب

۵۔ خواص اسماء اللہ الحسنیٰ۔ — ورق ۴۳ الف۔ ۴۴ ب

۶۔ الرفائع السبعہ (ناقص الاول)۔ — ورق ۴۵ الف۔ ۴۶ الف

۷۔ الاربعون اسماً المعروفۃ بالشمخشیات و تفسیرہا بالعربیۃ المعروفۃ بالسہروردیات۔ — ورق ۴۶ ب۔ ۴۸ ب

۸۔ جملۃ من منافع خاتم آدم علیہ السلام۔ — ورق ۴۹ الف۔ ۵۶ ب

اس کی ابتدا میں مصنف کا بیان ہے:

"الفتھا من جملۃ کتب وردت فیھا نکتاً کثیرۃ من محفوظاتی مما تلقیتہ من الشیوخ،
فمن کلام شرف الدین محمد بن عثمان بن علی الانصاری . . ."

۹۔ خواص و منافع و اسرار من الخطوط المکتوبۃ بالحروف الھندیہ، مولفہ ابوالحسن علی بن احمد النجیبی المغربی، المتوفی ۶۲۷ھ/۱۲۲۹ء۔ — ورق ۵۷ الف۔ ۶۲ ب

۱۰۔ اسماء الارعاد و تحریک الجماد۔ — ورق ۶۴ الف ———

۱۱۔ تحریر مورخہ ۱۰۷۰ھ/ ۱۶۶۰ء — ورق ۶۴ ب ———

یہ تحریر اصل کاتب کے علاوہ کسی دوسرے کی ہے۔

۱۲۔ اللمعۃ النورانیہ فی الاوراد الربانیہ۔ — ورق ۶۸ الف۔ ۷۲ الف

یہ رسالہ ابوالعباس احمد بن علی بن یوسف البونی متوفی ۶۲۲ھ/ ۱۲۲۵ء کی تصنیف ہے۔ مصنف نے اس میں ایام و ساعات

کی دعاؤں کا ذکر کیا ہے۔

۱۳۔ الانماط العشرہ وشرحہا؛ مصنف بونی مذکور۔ ورق ۲۷ الف۔۹۶ الف

۱۴۔ کتاب الکشف والبیان فی معرفۃ حوادث الزمان۔ ورق ۹۷ الف۔ ۱۰۴

صاحب کشف الظنون (۲: ۲۲۲) نے اس کتاب کا ذکر کیا ہے، لیکن مصنف کا نام اس نے بھی نہیں دیا۔ نہ مخطوطہ میں کسی مقام پر مصنف کا نام ملتا ہے۔ اس نے صرف اس قدر لکھا ہے کہ بونی نے اس کا ذکر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مولف بونی سے متقدم ہے۔

اخلاقیات

۸۱۔ **الجلیس الصالح الکافی والانیس الناصح الشافی**: تالیف ابوالفرج معافی بن زکریا بن یحییٰ النہروانی متوفی ۳۹۰ھ۔ یہ پوری کتاب تین مجالس میں ہے۔ اس کا سنہ کتابت ۹۶۲ھ ہے۔ میرے علم و تحقیق میں یہ اس کتاب کا واحد مخطوطہ ہے۔ ڈاکٹر ریاض الرحمان شروانی نے اس کی تحقیق (Editing) پر پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے۔

حوالہ: الاعلام (۷: ۲۶۰)

۸۲۔ **ارتیاح الاکباد بارباح فقد الاولاد**: تالیف شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی۔ متوفی ۹۰۲ھ۔ اس کتاب کا یہ ایک قدیم ترین نسخہ ہے۔ اس کے ابتدائی چار اوراق اور حواشی خود مولف کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں۔ حوالہ: الاعلام (۶: ۱۹۴)۔

۸۳۔ **الکشکول**: بہاء الدین محمد بن حسین بن عبدالصمد الحارثی العاملی متوفی ۱۰۳۰ھ۔ مکتوبہ ۱۰۵۲ھ اوراق ۲۰۷۔ یہ کشکول اگرچہ قاہرہ سے شائع ہو گئی ہے لیکن یہ اس کا سب سے قدیم نسخہ ہے۔ جو مولف کی وفات سے بائیس سال بعد لکھا گیا ہے۔ حوالہ: الاعلام (۶: ۱۰۲)۔

۸۴۔ **ادب النفس**: محمد بن الحسن بن القاسم العاملی العیناثی، متوفی بعد ۱۰۸۱ھ اوراق: ۱۰۱ مولف کا سنہ وفات کتب مراجع میں نہیں ملتا۔ البتہ صاحب امل الآمل نے اس کتاب کا سنہ تصنیف ۱۰۶۸ھ دیا ہے۔ صاحب کشف الحجب نے "آداب النفس" کے عنوان سے اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔ لیکن مولف کا سنہ وفات نہیں دیا۔ حوالہ: معجم المولفین (۱۱: ۲۵۹)۔

اوراد و اعمال

۸۵۔ **درود اکبر**: مصنفہ محی الدین ابن العربی متوفی ۶۳۸ھ؛ مکتوبہ محمد ہارون بن مخدوم اشرف ۱۰۶۳ھ

یہ بہت مشہور اور طویل درود ہے جو ۴۶۵ اوراق پر مشتمل ہے۔ اس کی کتابت میں کاتب نے اول سے آخر تک یہ التزام رکھا ہے کہ لفظ "محمد" ہر سطر میں ورق کے دونوں طرف یکساں فاصلہ پر ہے۔ اس طرح کہ اگر پہلے صفحہ میں لفظ محمد پر سوئی چبھوئی جائے تو آخر تک اسی لفظ پر اور اسی جگہ نکلے گی۔ حوالہ: جواہر عربیہ ۱۴۹۔

۸۶۔ **کتاب الفواید والصلات والعوایدہ:** مولفہ شہاب الدین احمد بن احمد بن عبداللطیف الشرجی الزبیدی متوفی ۸۹۳ھ مکتوبہ خلیل بن ملا علی الشامی ۱۰۸۲ھ بمقام اورنگ (ترقیمہ کاتب)۔

اس کے اوراق کی تعداد ۲۱۸ ہے۔ حوالہ: الاعلام (۱: ۹۱)۔

۸۷۔ **وظایف اوقات النبی المعمولہ الیومیہ واللیلیہ:** مولفہ عبدالنبی بن احمد بن عبدالقدوس، متوفی ۹۹۲ھ۔ بخط مولف، محشی بحواشی توضیحی۔ اوراق: ۹۴۔ حوالہ نزہتہ الخواطر (۴: ۲۱۹)۔

۸۸۔ **الحرز الثمین شرح الحصن الحصین:** اوراد و اعمال کی مشہور کتاب "الحصن الحصین" کی شرح جس کا شارح علی بن سلطان محمد القاری الہروی متوفی ۱۰۱۴ھ ہے۔ یہ نسخہ ۱۱۰۷ھ کا مکتوبہ ہے۔ اوراق: ۳۲۶۔ سرورق دارائے مہر: (۱)۔ محمد قطب الدین قادری بن معصوم۔ ۲۔ ہوشدار خاں فدوی محمد فرخ سیر بادشاہ غازی ۱۱۲۵ھ حوالہ: کشف الظنون (۱: ۶۶۹)۔

۸۹۔ **ماثبت من السنۃ فی ایام السنہ:** مولفہ شیخ عبدالحق بن سیف الدین محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ مکتوبہ قبل ۱۱۱۲ھ۔ تعداد اوراق: ۱۲۶۔ اس کے سرورق پر حسب ذیل عبارت تحریر ہے:

"کتاب روح الساری من تصنیفات مولانا سیف الدین بخاری فی سیر النبی مختصر فی تاریخ مدینۃ منورۃ۔ کتبہ العبد السید غلام علی المتخلص بآزاد البلجرامی۔"

یہ عبارت جو مولانا آزاد بلگرامی کی نسبت سے تحریر کی گئی ہے۔ محض ایک جعل ہے۔ اس لئے کہ مولانا آزاد بلگرامی عربی کے ایک جید فاضل اور ادیب تھے، ان سے کسی طرح بھی یہ امید نہیں کی جا سکتی کہ دو سطر کی عبارت میں ان سے متعدد نحوی غلطیاں ہوں۔

(الف) روح الساری نحوی اعتبار سے غلط ہے اس لئے کہ "الساری" روح کی صفت ہے۔ اس بنا پر "روح" پر بھی الف لام آنا ضروری ہے۔ (ب) عربی میں تصنیفات نہیں آتا بلکہ تصانیف آتا ہے۔ (ج) بخاری بغیر الف لام کے صحیح نہیں۔

اس کے علاوہ جس ورق پر یہ عبارت تحریر ہے۔ اس کے دوسرے طرف جو کتاب شروع ہوتی ہے۔

وہ "روح الساری" ہے نہ "الروح الساری" بلکہ کوئی دوسری کتاب ہے۔ آزاد کی تحریر کے لیے دیکھئے نمبر ۱۲۱۔

۹۰۔ **خلاصۃ الاذکار ملقب بہ اطمینان القلوب**: تالیف محمد بن مرتضیٰ المشتہر بہ ملا محسن الکاشی، متوفی ۱۱۰۶ھ۔ مکتوبہ فضل علی ۱۲۴۴ھ۔ تعداد اوراق ۹۵۔ حوالہ: کشف الحجب (۱۰۹۸ھ)۔

کلام وعقاید

۹۱۔ **الحاشیۃ علی شرح العقاید النسفیہ**: العقاید النسفیہ مولفہ نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد النسفی متوفی ۵۳۷ھ کا ایک جید حاشیہ جس میں اصل کتاب کے مفصلات و دقایق کو واضح کیا گیا ہے۔ محشی کا نام شمس الدین احمد بن موسیٰ الخیالی متوفی ۸۶۰ھ ہے۔ مکتوبہ عزیز اللہ بن قاضی محمد عارف بن قاضی عبدالرحمٰن ہے۔ ۱۱۲۰ھ۔ اوراق ۴۶۔ سرورق دارائے مہر۔ محمد حیات اللہ۔ ۱۲۹۸ھ۔ حوالہ: الاعلام (۱: ۲۶۲)۔

۹۲۔ **زبدۃ الافکار**: مولفہ عبدالحکیم بن شمس الدین سیالکوٹی متوفی ۱۰۶۷ھ۔ مکتوبہ حافظ غیاث الدین ملتانی ۱۲۴۸ھ۔ اوراق: ۱۶۹۔ لوح دارائے مہر "خادم العلماء المعتصم بحبل اللہ المعین غیاث الدین" خیالی کے سابق الذکر حاشیہ کا حاشیہ۔ حوالہ: نزہۃ الخواطر (۵: ۲۱۵)۔

۹۳۔ **الحاشیۃ علی شرح المواقف**: مولفہ مرزا جان حبیب اللہ شیرازی، متوفی ۹۹۴ھ۔ مکتوبہ محمد صالح بن حاجی محمد ۹۹۳ھ بحیات محشی۔ اوراق ۲۷۰۔ سرورق مہر "محمد اللہ خان قاضی شریعت ۱۲۱۱ھ" قاضی عضد الدین عبدالرحمٰن بن احمد الایجی، متوفی ۷۵۶ھ کی مشہور تالیف "المواقف" کا حاشیہ۔

۹۴۔ **البرہان القاطع فی اثبات الصانع**: مولفہ بدرالدین محمد بن ابراہیم بن علی بن مرتضیٰ الیمنی معروف بابن المفضل، متوفی ۸۴۰ھ۔ مکتوبہ ۱۱۵۹ھ۔ اوراق ۱۸۔ حوالہ: الاعلام (۵: ۳۰۰)

۹۵۔ **زبدۃ النقایہ**: مولفہ احمد بن محمد بن ابی سعید الترمذی کالپوی متوفی ۱۰۸۴ھ۔ یہ رسالہ شرح عقاید نسفی کے ان مقامات کی رد میں ہے جہاں شارح نے جاہل صوفیوں کے عقاید بیان کئے ہیں۔ حوالہ: نزہۃ الخواطر (۵: ۴۲)

۹۶۔ **نظم الدرر فی سلک شق القمر**: مولفہ عبدالحلیم بن محمد امین اللہ انصاری فرنگی محلی متوفی ۱۲۸۵ھ۔ خود نوشت مولف۔ اوراق: ۲۰۔ حوالہ: نزہۃ الخواطر (۷: ۲۴۷)۔

اسماعیلیہ عقاید

۹۷۔ **مجمع البراہین المنبتۃ ومقمع الشیاطین المجتثۃ**: مولفہ جعفر بن سلیمان بن حسن الاسماعیلی اسماعیلیہ عقاید کے بیان میں ایک نادر رسالہ جو خود مولف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔

جدلیات (A) رد اہل سنّت

۹۸۔ **مصائب النواصب**: مولفہ قاضی نور اللہ بن شریف بن نور اللہ الشوستری۔ متوفی ۱۰۱۹ھ۔ مکتوبہ ۱۰۱۵ھ بحیات مولف۔ اوراق: ۲۰۰۔

یہ رسالہ مرزا المخدوم الحسینی الشیرازی متوفی ۹۹۵ھ کے رسالہ "النواقض فی رد الروافض" کی رد میں ہے۔

۹۹۔ **مجموعہ رسایل**: یہ مجموعہ حسب ذیل چار رسایل پر مشتمل ہے، جس کا سنہ کتابت ۱۱۱۰ھ ہے۔

(۱)۔ بحث آیہ غار بین السنی والشیعہ: کاتب نسخہ نے اس رسالہ کا کوئی عنوان نہیں دیا۔ نہ مولف کا نام کسی مقام پر مذکور ہے۔ بلکہ اس کے اندرجات سے معلوم ہوا کہ یہ رسالہ "آیہ غار" کی بحث میں ہے، جو سنی اور شیعوں کے درمیان واقع ہوئی تھی۔ اس رسالہ میں مختلف شیعہ افاضل کے نام آئے ہیں، جن میں سب سے متاخر علامہ ابن المطہر الحلی متوفی ۷۲۶ھ ہیں۔ اس کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ فاضل نیشاپوری الشافعی کی رد میں ہے۔

(۲) مناظرہ الملک رکن الدولہ للصدوق ابن بابویہ: یہ اس مناظرہ کی روداد ہے، جو رکن الدولہ اور ابن بابویہ القمی دو الگ الگ شخصیتیں ہیں۔ شیخ صدوق کا انتقال ۳۸۱ھ میں ہوا ہے۔ اور ابن بابویہ قمی کا ۳۲۹ھ میں۔ اور اس مناظرہ کا تعلق ابن بابویہ قمی سے ہے نہ کہ شیخ صدوق سے۔

(۳)۔ منقول من کتاب مثالب النواصب: یہ قاضی نور اللہ شوستری کی مذکورہ بالا کتاب "مصائب النواصب" کے کچھ اقتباسات ہیں۔ کاتب نسخہ سے یہاں بھی تسامح ہوا ہے۔ اس لیے کہ "مثالب النواصب" ابن شہر آشوب مازندرانی متوفی ۵۸۸ھ کی تالیف ہے نہ کہ قاضی نور اللہ شوستری کی اور یہ اقتباسات "مصائب النواصب" کے ہیں۔

(۴) رسالہ شیخ حسن بن شیخ بہاء الدین: اس رسالہ کا عنوان بھی کاتب نے اپنی طرف سے لکھ دیا ہے۔ اس کا صحیح عنوان "صورۃ بحث وقع فی حلب" ہے۔ مولف کشف الحجب (۱۲۲/۳) اس رسالہ کے بیان میں لکھتے ہیں کہ یہ اس مناظرہ کی روداد ہے جو حسین بن عبد الصمد الحارثی والد شیخ بہاء الدین عاملی اور حلب کے کچھ افاضل کے درمیان تقلید امام ابو حنیفہ کے موضوع پر ہوا تھا۔

یہ چاروں رسالے بالکل نادر ہیں جن کا کوئی دوسرا مخطوطہ اب تک اطلاع میں نہیں آیا۔

۱۰۰۔ **السیف الماسح**: مولفہ سلطان العلماء السید محمد بن السید دلدار علی نصیر آبادی لکھنوی متوفی: ۱۲۸۴ھ۔

یہ رسالہ ۱۰۰ اوراق پر مشتمل ہے جو شاہ عبد العزیز دہلوی کے رسالہ "فتح العزیز" کا رد میں ہے۔

B - ردِ تصوف

۱۰۱۔ الشہاب الثاقب : مولفہ السید دلدار علی بن محمد معین النصیر آبادی لکھنوی متوفی ۱۲۳۵ھ۔ اوراق : ۹۱ -
صوفیہ اور ان کے معتقدات کی رد میں ایک نادر تالیف۔ اس کا دوسرا نسخہ رضا لائبریری رام پور میں محفوظ ہے۔

C - ردِ مسیحت

۱۰۲۔ براہین ساباطیہ : مولفہ جواد ساباط بن ابراہیم ساباط متوفی بعد ۱۲۲۹ء مکتوبہ امجد علی ۱۲۶۸ھ۔ اوراق : ۲۰۰۔
یہ کتاب مسیحت کی رد میں ہے۔ جس کا سنہ تکمیل تالیف ۱۲۲۹ھ ہے۔ اسی سال یہ مطبع ساباطی کلکتہ سے چھپی تھی، اب نایاب ہے۔ اس کی ابتدا میں مصنف نے ان اسلامی فرقوں سے بھی بحث کی ہے، جو ایک دوسرے پر کفر کا فتویٰ عاید کرتے ہیں اور ان کے جان و مال کو حلال سمجھتے ہیں۔

مصنف کے لیے دیکھیے : شروانی، نفحۃ الیمن، نزہتہ الخواطر (۷ : ۱۲۵)

علوم

۱۰۳۔ محاکمات علی شرح الاشارات : تالیف قطب الدین محمد بن محمد الرازی التحتانی متوفی ۷۶۶ھ۔ تاریخ کتابت مذکور نہیں مگر نسخہ قدیم اور مکمل ہے، اور اس کے سرورق پر کسی مغل امیر کی مہر ہے اور مولوی عبد الحق خیر آبادی کا ایک نوٹ ہے۔ اوراق ۲۲۷۔ غیر مطبوعہ۔ حوالہ : الاعلام (۷ : ۳۸)۔

۱۰۴۔ حاشیۃ الافق المبین : تالیف فضل حق خیر آبادی متوفی ۱۲۷۸ھ۔ خود نوشت محشی تا ورق ۸۴ ب، اوراق : ۹۱۔ ناقص الآخر از ورق ۹۱ ب۔ میر باقر داماد متوفی ۱۰۴۰ھ کی الافق المبین کا حاشیہ۔ حوالہ نزہتہ الخواطر (۷ : ۲۷۴)۔

نجوم و ہیئت

۱۰۵۔ تفہیم النجوم : تالیف ابو ریحان محمد بن احمد البیرونی متوفی ۴۴۰ھ، مکتوبہ زکی الدین ۱۲۹۸ھ۔ اوراق : ۱۰۷۔
کاتب کے ترقیمہ کے مطابق یہ نسخہ مولوی تفضل حسین کے نسخہ سے منقول ہے۔ منقول عنہ نسخہ کا ترقیمہ جو کاتب نے لکھا ہے، حسب ذیل ہے :

"فرغ من تحریرہ ابو ریحان عبید اللہ بن صاعد بن احمد البیرونی فی الخامس من شہر اللہ الاصم رجب عظم اللہ برکاتہ من سنۃ ثمان و ثلاثین و خمسمائۃ والصلوۃ علی سید المرسلین محمد و آلہ الطیبین الطاہرین وسلم تسلیما۔"

اس ترقیمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے ۵۳۸ھ میں اس کتاب کی تالیف سے فراغت حاصل کی، لیکن اسی کتاب کے صفحہ ۶۷ "اوجات الکواکب" کے باب میں وہ لکھتا ہے : "فی زماننا الذی صوار لبعمائۃ و عشرین من الہجرۃ" یعنی جب وہ اس کتاب کی تالیف میں مشغول تھا تو ۴۲۰ھ تھی لہٰذا اس کے ۱۸ سال بعد کس طرح اس کی تکمیل قیاس میں آ سکتی ہے۔

۱۰۶۔ **استیعاب الوجوہ الممکنۃ فی معرفۃ الاسطرلاب**: تالیف مولف مذکور۔ مکتوبہ قطب الدین بن محمود اوراق ۴۵۔ لوح دارائے مہر و تحریر ابوالحسنات محمد عبدالحی مورخہ ۱۲۸۷ھ۔ اس کے آخر میں میرزا محمد بن معتمد خاں کی حسب ذیل تحریر ہے:

"قد وقع ھذا الکتاب بحسب تقاریف الازمان عند جدی ثم منہ الی والدی ثم منہ الیّ ولیس لتاقیہ دعوی التملک بل ھو للاستفادہ۔ کتب ھذہ السطور العبد الضعیف الراجی رحمۃ ربی الغفور میرزا محمد بن معتمد خاں بن دیانت خاں ختم اللّٰہ لہٗ بالایٔس والامان واوصلہ معھما الی درجات الجنان۔"

زرکلی (الاعلام ۵:۴۱۴) نے اس کتاب کو غیر مطبوعہ لکھا ہے۔

لسانیات و ادب

۱۰۷۔ **کتاب الاجناس**: مولفہ ابوعبید القاسم بن سلام الھروی متوفی ۲۲۴ھ۔ مکتوبہ ۱۰۵۰ھ۔ اوراق: ۱۴۔ مؤلف نے اس رسالہ میں عربی کے ان الفاظ کو جمع کیا ہے جو لفظاً متشابہ ہوں اور معنی مختلف۔ اس کا ایک دوسرا نسخہ رضا لائبریری رامپور میں محفوظ ہے۔ حوالہ: الاعلام (۵: ۱۷۶)۔

۱۰۸۔ **الالفاظ الکتابیہ**: مولفہ عبدالرحمان بن عیسیٰ بن حماد الھمدانی۔ متوفی حدود ۳۲۰ھ۔ مکتوبہ ۱۰۵۶ھ اوراق ۵۸۔ حوالہ: معجم المولفین (۵: ۱۶۳): الاعلام (۳: ۳۲۱)۔

۱۰۹۔ **المختار من کتاب الجمہرہ**: ابن درید الازدی متوفی ۳۲۱ کی مشہور تالیف "الجمہرۃ فی اللغۃ" کا انتخاب اس کا سنہ کتابت ۱۰۵۰ھ تعداد اوراق: ۲۵۔ حوالہ

۱۱۰۔ **عمدۃ الکتاب وعدۃ ذوی الالباب**: تالیف یوسف بن عبداللّٰہ الزجاجی متوفی ۴۱۵ھ۔ مکتوبہ ۱۰۵۰ھ۔ اوراق: ۱۳۵۔ ورق اول دارائے مہر "محمد طاہر ۱۱۹۴ھ"۔

حوالہ: کشف الظنون (۲: ۱۱۷۱): معجم المولفین (۱۳: ۲۱۲)۔

۱۱۱۔ **الصحاح فی اللغۃ**: تالیف ابو نصر اسماعیل بن حماد الفارابی الجوہری۔ متوفی ۳۹۲۔ مکتوبہ ۶۴۴ھ۔ تعداد اوراق: ۲۳۲، ۲۲۴۔

صحاح جوہری کا ایک قدیم اور نادر مخطوطہ جو روشنائی شیر خرما سے لکھا گیا ہے۔ اس کے سرورق پر صمصام الملک اور سعادر الدولہ کی مہریں ہیں۔ نیز عبدالعزیز المیمنی کا ایک نوٹ . . . دوسری جلد کے آخر میں حاشیہ پر یہ عبارت ہے:

"بلغ مقابلتہ بخط ابن الجوالیقی۔"

۱۱۲ ۔ الصراح : تالیف محمد بن عمر بن خالد معروف بہ جمالی ۔ تاریخ کتابت مذکور نہیں ۔ لیکن ترقیمہ کاتب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مولف کے خود نوشت نسخہ کی نقل ہے ۔ اس کے اول و آخر شاہی کتابداروں کے جائزے اور مختلف امراء کی مہریں ہیں ۔ ان میں ایک مہر یحیٰی خاں ۱۱۰۸ھ، دوسری پیر محمد شاہ عالم ۱۰۹۸ھ ۔ ان کے علاوہ تین مہریں ناقابل قراۃ ہیں ۔ یہ نسخہ شیخ عبداللہ سلطانپوری کی ملکیت میں بھی رہا ہے ۔ اس کے اوراق کی تعداد ۴۲۶ ہے ۔

۱۱۳ ۔ القاموس المحیط : تالیف مجدالدین محمد بن یعقوب بن محمد الشیرازی الفیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ ۔ مکتوبہ ۹۸۱ھ ۔ اوراق : ۵۲۸ ۔

"القاموس کا ایک قدیم نسخہ جو اول سے آخر تک مطلا و مجدول ہے ۔

نظم عربی

۱۱۴ ۔ جمہرۃ اشعار العرب : تالیف ابوزید محمد بن ابی الخطاب متوفی ۱۷۰ھ ۔ مکتوبہ ۹۸۶ھ ۔ اوراق : ۱۸۰ ۔ یہ نسخہ عبدالعزیز المیمنی کے مطالعہ سے گذرا ہے ۔ چنانچہ اس کے سرورق پر ان کا حسب ذیل نوٹ ہے :

" وهذه هي عين المطبوعة ببولاق الا انها لاتخلو عن الفايدة عند المقابلة في تصحيح بعض الكلمات وضم روايات ولكن لاتفضل عليها في الشعر ولا في الشرح ۔ حوالہ : الاعلام (۶ : ۱۱۴) ۔

۱۱۵ ۔ شرح سبع معلقہ : تالیف ابوعبداللہ الحسن بن احمد الزوزنی متوفی ۴۸۶ھ ۔ مکتوبہ ابوالعلا بن ابی الفوارس ۶۲۸ھ ۔ اوراق : ۱۱۶ ۔

یہ شرح ورق ۱۱۶ الف پر ختم ہو جاتی ہے ۔ اس کے بعد ورق ۱۱۶ ب سے ورق ۱۴۷ تک " اختیار دواوین المتنبی والبحتری وابی تمام " مولفہ عبدالقاہر جرجانی متوفی ۴۷۱ھ ہے، جس کا کاتب ہی ابوالفوارس ہے ۔

حوالہ : الاعلام (۲ : ۲۲۱) ۔

۱۱۶ ۔ شرح دیوان المتنبی : متنبی کے دیوان کی شرح ۔ مکتوبہ احمد بن عبدالوہاب النابتی القرشی الصدیقی البکری ۹۷۲ھ ۔ بمقام مکہ ۔ اوراق : ۳۸۹ ۔

شارح کا نام کسی مقام پر مذکور نہیں، لیکن سنہ کتابت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا شارح کوئی متقدم فاضل ہے ۔

۱۱۷ ۔ شرح القصیدۃ الخزرجیہ : عبداللہ بن محمد الخزرجی متوفی ۶۲۹ھ کے مشہور قصیدہ کی شرح ، مکتوبہ محمد بن فرح حمصی ۸۸۷ھ ۔ اوراق : ۴۷ ۔ شارح کا نام معلوم نہیں ہو سکا ۔

۱۱۸ ۔ الروضۃ الفائقہ فی الاشعار الرائقہ : مولفہ احمد بن محمد بن عبدالرحیم الشافعی الجابری بموجود ۶۹۲ھ ۔

مکتوبہ ۱۰۹۶ھ۔ اوراق: ۲۶۷۔ حوالہ: معجم المولفین (۲: ۱۱۸)۔

اس کا کوئی دوسرا نسخہ اب تک علم میں نہیں آیا۔

۱۱۹۔ **الغیث المسجم شرح لامیۃ العجم:** طغرائی کے مشہور قصیدہ "لامیۃ العجم" کی شرح جس کا شارح صلاح الدین خلیل بن ایبک بن عبداللہ الصفدی متوفی ۷۶۴ھ ہے۔ اس نسخہ کا کاتب عبدالحق ہے۔ اور سنہ کتابت ۱۰۰۴ھ۔ حوالہ: کشف الظنون (۲: ۱۵۳۷)۔

۱۲۰۔ **عنبۃ الکمیت:** تالیف شمس الدین محمد بن حسن بن علی النواجی۔ متوفی ۸۵۹ھ، اوراق ۲۰۱، سنہ کتابت مذکور نہیں، لیکن نسخہ بہت قدیم ہے۔ اس کے سرورق پر مفتی محمد عباس شوستری کی مہر اور حسب ذیل عبارت ملکیت:

"اشتریتہ فی شہر الصیام ۱۲۶۸ من ہجرۃ سید الانام صلوۃ اللہ علیہ وآلہ الکرام۔"

حوالہ: الضوء اللامع (۷: ۲۲۹)۔

۱۲۱۔ **ایجاز القلم علی شرح لامیۃ العجم:** ابو اسماعیل حسین بن علی بن محمد متوفی ۵۱۴ھ کے قصیدہ "لامیۃ العجم" کی شرح، جس کا شارح گیارہویں صدی ہجری کا فاضل عبداللہ بن محمد الطبری الحسینی ہے۔ یہ نسخہ شارح کا خود نوشت ہے۔ تعداد اوراق: ۱۱۵۔ اس کے سرورق پر مولانا غلام علی آزاد بلگرامی کی حسب ذیل تحریر ہے:

"ملکت ھذا الکتاب وانا الفقیر آزاد الحسینی الواسطی بلگرامی حررتہ فی الحادی عشر من شوال ۱۱۷۸ھ۔"

نثر عربی

۱۲۲۔ **نہج البلاغہ:** امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب کے خطبات، رسایل اور اقوال و حکم کا مجموعہ۔ عربی ادب کی مشہور کتاب ہے۔ اب تک دنیا کے مختلف ممالک میں اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ زیر نظر نسخہ اس لحاظ سے بیحد اہم ہے کہ ہمارے علم کی حد تک یہ سب سے قدیم نسخہ ہے۔ جس کا سنہ کتابت ۵۳۸ھ ہے۔ یعنی مولف کتاب شریف رضی کی وفات سے ۱۳۲ سال بعد۔ اس نسخہ کا مقابلہ الادیب افضل الدین حسن القمی کے نسخہ سے کیا گیا ہے۔ اس کے سرورق پر متعدد مشاہیر اور فضلاء کی تحریریں ہیں مثلاً طیفور بن سلطان محمد البسطامی۔ مورخہ ۱۰۶۱ھ، محمد کاظم بن حبیب اللہ رشتی مورخہ ۱۰۴۴ھ۔ یہ نسخہ آخر میں راجہ ابو جعفر (دیبر پور) کے پاس آیا۔ پھر مفتی محمد عباس شوستری کی ملکیت میں۔ چنانچہ اس کے آخری صفحہ پر ان کی مہر بھی ثبت ہے۔

۱۲۳۔ **الافصاح:** مقامات حریری کی شرح جس کا شارح ابو الفتح ناصر بن عبدالسید المطرزی، متوفی ۶۱۰ھ۔ یہ نسخہ شارح کا خود نوشت ہے، جو اس نے ۵۶۳ھ میں نقل کیا، جیسا کہ ترقیمہ سے معلوم ہوتا ہے:

" وقد وقع الفراغ من اتمامه فی شهور سنة ثلاث وخمسمائة وأنا أرغب الی اصحابی والی کل من یطالعه ویستفید منه ولو حرفاً أن یذکرنی فی صالح الدعا . . . " حوالہ : الاعلام (۷ : ۳۴۸)

۱۲۴۔ **المستجاد من فعلات الاجواد :** مولفہ ابو الحسن علی بن عبد المحسن التنوخی ۔ متوفی ۳۸۴ھ۔ ۵۹۹ ہجری کا مکتوبہ ایک قدیم ترین نسخہ ۔

۱۲۵۔ **المطول :** علم معانی و بیان کی مشہور کتاب ہے ، جو متعدد مرتبہ شایع بھی ہو چکی ہے ۔ اس نسخہ کی اہمیت صرف یہ ہے کہ اس کے پہلے صفحہ پر نورالدین جہانگیر بادشاہ کی حسب ذیل تحریر ہے :

" اللہ اکبر ۔

مطول در علم فصاحت (و بلاغت) بخط سید المحققین و سند المدققین السید الشریف الجرجانی . . .

بعد ملاحظہ داخل کتب خانہ ایں نیاز مند درگاہ الٰہی شد سنہ جلوس . . . مطابق ۱۰۲۳ ہجری (حررہ

محمد) نورالدین جہانگیر بن اکبر بادشاہ غازی ۔ "

جہانگیر کی اس تحریر کے بارے میں اتنا عرض کر دینا ضروری ہے کہ نسخہ کے آخر میں کاتب نے اپنا نام صرف " السید الشریف " لکھا ہے ، اور سنہ کتابت ۸۲۹ھ ۔ جہانگیر کو لفظ " السید الشریف " سے " السید الشریف الجرجانی " کا دھوکا ہوا ، حالانکہ جرجانی کی تاریخ وفات ۸۱۶ھ ہے ۔ اور یہ نسخہ ۸۲۹ھ کا مکتوبہ ہے ۔ پھر بھی ایک شہنشاہ کے لئے اتنا علم بھی قابل قدر ہے کہ اس نے شریف جرجانی کے مرتبہ کو سمجھا ۔

نثر فارسی

۱۲۶۔ **شرح گلستاں :** شیخ سعدی شیرازی کی مشہور عالم کتاب " گلستان " کی عربی شرح ، جس کا شارح مصطفیٰ بن شعبان السروری ہے ۔ تاریخ کتابت ۱۱۱۲ھ ہے ۔ اوراق ۲۳۴ ۔

اس کے کسی دوسرے نسخہ کا ہمیں علم نہیں ۔

تذکرہ سوانح

۱۲۷۔ **فتح المتعال فی مدح النعال :** سیرۃ پر ایک اہم تالیف ہے ۔ جس کا مولف احمد بن محمد التونی المغربی متوفی ۱۰۴۱ھ ہے ۔ یہ نسخہ مولف کا خود نوشت ہے جس کا سنہ کتابت ۱۰۳۳ھ ۔ اس کے سرورق پر علامہ عبد اللہ چلپی کا جائزہ اور دو تحویلیں درج ہیں ۔ چلپی کی عبارت حسب ذیل ہے :

" غرہ صفر ۱۰۴۰ھ عرض دیدہ شد ۔ العبد عبد اللہ چلپی " حوالہ : کشف الظنون (۲ : ۱۲۳۴)

۱۲۸۔ الروضۃ فی فضایل امیر المومنین علیؓ : تالیف حسین بن حمدان الخیلانی ۔ مخطوطہ میں مولف کا نام کسی مقام پر مذکور نہیں، لیکن صاحب کشف الحجب (۱۵۹۲) نے "الروضہ فی المناقب والمعجزات" کے عنوان سے ایک کتاب کا ذکر کیا ہے اور اس کا مولف خیلانی مذکور ہی کو لکھا ہے۔ نیز اس کا سنہ تالیف انھوں نے ۱۵۶ھ دیا ہے چنانچہ پیش نظر نسخہ کے مقدمہ میں بھی سنہ تالیف یہی ہے۔

۱۲۹۔ اکسیر العبادات فی اسرار الشہادات : تالیف آقا عابد بن رمضان بن زاہد الشروانی متوفی ۱۲۸۵ھ اس کا سنہ کتابت کسی مقام پر مذکور نہیں۔ تعداد اوراق : ۴۱۳۔

یہ کتاب حضرات امام حسنؓ اور امام حسینؓ علیہم السلام کی شہادت کے اسرار کے بیان میں ہے۔ اس کا کوئی دوسرا نسخہ اب تک میری نظر سے نہیں گذرا۔ صاحب کشف الحجب (۱۰۴۹، ۲۱۴۱) نے اس کی دو کتابوں "خزاین الاصول" اور "العناوین" کا تذکرہ کیا ہے۔ لیکن اس کتاب کا انھوں نے بھی ذکر نہیں کیا۔ مولف نے مقدمہ میں اپنی تالیف میں حسب ذیل کتابوں کا ذکر کیا ہے :

۱۔ خزاین الاحکام فی شرح الدرۃ الغرویہ للسید مہدی المشتہر بحر العلوم۔

۲۔ خزاین الاصول۔

۳۔ مسایل التقلید۔

۴۔ القواعد المتقنۃ والاصول المحکمہ۔

۱۳۰۔ روح القرآن فی فضایل امناء الرحمان : تالیف مفتی محمد عباس الشوستری لکھنوی، متوفی ۱۳۰۶ھ۔ مکتوبہ السید عابد ۱۲۷۱ھ بحیات مولف۔ اوراق : ۲۸۲۔

ایمہ اہل بیت کے حالات پر مشتمل ایک نادر اور غیر مطبوعہ کتاب "ھذا روح قرآن" اس کا تاریخی عنوان ہے، جس سے ۱۲۷۱ برآمد ہوتے ہیں۔

۱۳۱۔ نزھۃ الابرار فی الاسامی ومناقب الاخیار : تالیف وجیہ الدین عمر بن عبد المحسن متوفی حدود ۷۰۰ھ۔ مکتوبہ علی بن سعد بن یعقوب بن الزاہد ۷۰۶ھ۔ اوراق : ۱۸۷۔ روشنائی بشرخ رما۔

مشارق الانوار علی صحاح الآثار، مولفہ قاضی عیاض بن موسی متوفی ۵۴۶ھ کے راویوں کے حالات اور ان کی توثیق کے بیان میں ایک نادر رسالہ۔ کاتب کے ترقیمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ مولف کے خود نوشت نسخہ کی نقل ہے۔ جو مولف کی وفات سے چھ سال بعد لکھا گیا۔ اس کے سرورق پر کاظم علی خاں بہادر فدوی شاہ عالم بادشاہ غازی"

کی مہر ہے۔ زرکلی نے الاعلام (۵: ۵۲) میں مولف کی تالیفات میں اس کتاب کا ذکر نہیں کیا۔

۱۳۲۔ **طبقات الخواص**: تالیف زین الدین احمد بن احمد بن عبداللطیف الشرجی متوفی ۸۹۳ھ مکتوبہ ۹۹۷ھ۔ اوراق: ۱۲۱۔

صوفیہ کے حالات میں ایک نادر کتاب جس کا سنہ تکمیل تالیف ۸۶۷ھ ہے۔ حوالہ: معجم المولفین (۱: ۱۵۰)

۱۳۳۔ **اسنی المطالب فی صلۃ الاقارب**: تالیف شہاب الدین احمد بن محمد بن حجر الہیتمی الشافعی المکی متوفی ۹۷۳ھ۔ مکتوبہ شیخ احمد مکی، سنہ کتابت مذکور نہیں۔ اوراق: ۷۰۔ اس کا دوسرا نسخہ خدا بخش لائبریری پٹنہ میں محفوظ ہے۔

۱۳۴۔ **خبایا الزوایا**: تالیف حسن بن علی العجیمی، متوفی ۱۱۱۳ھ۔ مکہ کے مشہور فضلاء کے حالات میں ایک نادر رسالہ جو ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔ اوراق: ۴۴۔ حوالہ: الاعلام (۲: ۲۰۵)۔

۱۳۵۔ **الاربعین فی احوال المہدیین**: یہ ایک مختصر رسالہ ہے جس کا مولف پٹنہ کا ایک فاضل ولایت علی عظیم آبادی، متوفی ۱۲۷۰ھ ہے۔ اس رسالہ میں مولف نے مہدیین کے حالات سے بحث کی ہے۔

صاحب نزہۃ الخواطر (۷: ۵۲۶) نے مولف کے تذکرہ میں اس کی کسی تصنیف کا ذکر نہیں کیا۔

۱۳۶۔ **طرب الاماثل بتراجم الافاضل**: تالیف ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ انصاری فرنگی محلی، متوفی ۱۳۰۴ھ خود نوشت مولف۔ اوراق: ۴۴۔

یہ کتاب، جیسا کہ مقدمہ سے معلوم ہوتا ہے "الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ" کے بعد کی تالیف ہے۔

۱۳۷۔ **فرحۃ المدرسین بذکر المولفات والمولفین**: از مولفین مذکور۔ اس کا سنہ تکمیل ۱۳۰۲ھ ہے۔ تعداد اوراق ۸۴۔ صفحہ اول دارائے مہر ابوالفیض محمد یوسف۔ غیر مطبوعہ۔

اس کا پہلا صفحہ کسی دوسرے کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے جس میں کتاب مذکور کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔ باقی پوری کتاب مولف کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔ یہ اہم تالیف ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔ حوالہ: الاعلام (۶: ۱۸۷)۔

۱۳۸۔ **اہداء اللطایف فی اخبار الطایف**: تالیف حسن بن علی العجمی، متوفی ۱۱۱۳ھ، مرتبہ عبدالقادر بن المفتی یحییٰ الصدیقی الحنفی ۱۱۷۹ھ، مکتوبہ ۱۲۱۵ھ۔ اوراق ۱۴۔

طایف کے حالات پر ایک نادر اور غیر مطبوعہ رسالہ۔ حوالہ: الاعلام ۲: ۲۰۵۔

فارسی نوادر

مولفین کے خود نوشتہ نسخے :۔

۱۔ **اشعۃ اللمعات شرح المشکوۃ :** مولفہ شیخ عبدالحق بن سیف الدین محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ
یہ پوری شرح چار مجلدات میں ہے۔ اس کے آخری جلد کے ترقیمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ خود مولف کے ہاتھ کا تحریر کردہ ہے۔ ترقیمہ حسب ذیل ہے :

" وانتساخ ایں نسخہ بایں تطویل در آخر سنہ الف واربع واربعین واقع شدہ ومقابلہ ایں کتاب بایں تطویل والمناب نیز بردست مولف درہمیں سال اتمام یافت . . . ورجوع نسخہ دیگر در تحقیق و تصحیح باید کہ بایں نسخ باشد فعلیہ الاعتماد والتعویل۔"

آخر میں آپ کے دستخط مع تاریخ کتابت ترقیمہ ۱۰۴۵ھ ملتے ہیں۔

اسی کا ایک دوسرا نسخہ جو حبیب گنج کلکشن میں ہے۔ مؤلف ہی کی زندگی کا لکھا ہوا ہے۔ جس کی تاریخ کتابت ۱۰۴۸ھ ہے، اور تعداد اوراق ۱۰۹ یعنی ۲۱۸ صفحات۔

۲۔ **نظم الجواہر ونقد الفراید :** قرآن مجید کی تفسیر کا ایک نادر مخطوطہ ہے۔ جس کے مؤلف ہندوستان کے ایک وسیع النظر عالم ولی اللہ بن احمد علی فرخ آبادی متوفی ۱۲۴۹ھ ہیں۔ اس کی سنہ کتابت ۱۲۲۶ھ ہے۔ افسوس کہ اس کا کوئی مکمل نسخہ نہیں ملتا۔

۳۔ **چار چمن :** مولفہ غلام محی الدین مبتلا و عشق مکتوبہ ۱۱۸۷ھ یہ مبتلا وہی ہیں جن کا تذکرہ "طبقات سخن" کافی مشہور ہے۔

۴۔ **تلخیص الشفا :** مصنفہ مولانا فضل حق خیرآبادی، مکتوبہ ۱۲۲۷ھ۔

۵۔ **دیوان صایب، بخط صایب :** اس کے پہلے صفحہ پر ایک دائرے میں "زبدۃ الافکار صایب تمام بخط صایب" لکھا ہوا ہے۔ اس کے اوپر یہ عبارت تحریر ہے :

" دیوان صایب بخط شفیعائی گذرانیدہ نواب مجد الدولہ بہادر دوازدہم شعبان ۲۰ھ داخل

کتابخانہ سرکار والاشد "۔

اس کے نیچے کسی کی تحریر " دوازدہم ربیع الثانی ۱۰۲۵ھ دیدہ شد " پھر کسی اور تحویلدار کی تحریر: ۲۴ رمضان ۱۰۲۸ھ ایک مہر بھی ہے، لیکن پڑھی نہیں جاتی۔ دوسرے ورق پر صایب کے قلم سے اس کا مشہور اور پسندیدہ شعر مذکور ہے

من ہماں ذو قم کہ می یابند از افکار من　　　محو کے از صفحہ دلہا شود آثار من

اس کے علاوہ کچھ اور اشعار بھی درج ہیں۔ دیوان کا پہلا صفحہ مطلا ہے۔ اوراق: ۱۸۲۔ کہیں کہیں حاشیوں پر صایب ہی قلم کے اضافہ ہیں۔ غزلیں جہاں ختم ہوتی ہیں وہاں ایک گوشے میں بلغ صایب اور سب سے آخر میں صایب کے قلم کی یہ تحریر ہے:

" بہ عنایت الہیٰ در تاریخ . . . روز شنبہ ۳ شوال المکرم ۱۰۸۳ھ در دار السلطنت اصفہان باتمام رسید العاقبۃ بالخیر "

آخر الذکر تینوں نسخوں کی مذکورہ بالا توضیح ہم نے کتاب نمایش گاہ مخطوطات و نوادر کتب خانہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے بعینہ نقل کی ہے۔

- دوسرا نسخہ صایب کے ہاتھ کا لکھا ہوا فہرست کتب مجلس شورائی ملی تہران نمبر ۷۰۰ کے تحت ملتا ہے جس کے بارے میں فہرست نگار نے پورے وثوق کے ساتھ کہا ہے کہ یہ نسخہ خود صایب کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ ملک الشعرا محمد تقی بہار نے اس دیوان کے پہلے صفحہ کی پشت پر اس کی صحت نسبت کے بارے میں ایک نوٹ بھی لکھا ہے جو ۱۳۱۴ ش کا لکھا ہوا ہے۔

- تیسرا نسخہ دیوان بخط صایب فہرست نسخہ ہائے خطی موزہ ملی پاکستان (۶۰۵) میں ملتا ہے۔ اس کے سرورق پر " کلیات صایب بخط میرزا صایب " تحریر ہے۔ نیز دیوان کے اختتام پر صایب کی تحریر بھی ہے۔ یہ نسخہ ممتاز حسن کراچی کے مقدمہ کے ساتھ بعنوان " دیوان صایب بخط میرزا صایب ۱۹۷۱ء میں طبع ہو چکا ہے۔

یہ تین دیوان تو وہ ہیں جو صایب کے خود نوشت ہیں۔ اس کے علاوہ چار نسخے وہ ہیں جو صایب کے مشہور شاگرد عارف تبریزی کے لکھے ہوئے ہیں:

- دیوان صایب (حبیب گنج کلکشن مولانا آزاد لائبریری) یہ مکمل دیوان ۶۶ صفحات پر مشتمل ہے اور تاریخ کتابت ۱۰۸۰ھ ہے۔ سرورق کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نسخہ کی کتابت صایب کی زیر نگرانی اور خود اس کے گھر میں ہوئی ہے، ملاحظہ ہو:

"دیوان مرزا محمد علی صایب تبریزی منتخب صغیر تصحیح کردہ عہد مصنف مرحوم و در منزل خود مصنف بخط عارف تبریزی قلمی گردید۔"

● بانکی پور (۳: ۱۵۳) میں بھی صایب کے دیوان کا ایک نسخہ عارف تبریزی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ جس کا سنہ کتابت ۱۰۸۰ھ ہے۔

● اس نسخہ کے بارے میں پروفیسر مختار الدین احمد (نمائش گاہ مخطوطات و نوادر) اطلاع دیتے ہیں کہ یہ نسخہ صایب کے مشہور شاگرد عارف تبریزی کا مکتوبہ ہے اور سنہ کتابت ۱۰۸۵ھ ہے۔ یہ نسخہ صایب کی نظر سے بھی گزر چکا ہے اور مختلف صفحوں کے حواشی پر اس نے اپنی غزلیں "لراقمہ" لکھ کر اپنے قلم سے بڑھائی ہیں۔ سرورق کے پیشانی پر "یا معین من لا معین لہ" اور کچھ آیات قرآنی درج ہیں۔ یہ نسخہ شاہی کتب خانہ کی زینت رہا ہے۔ ۱۱۲۶ھ کا عرض دیدہ موجود ہے۔

● ایتھے (۱۶۰۶) میں بھی دیوان صایب کا ایک نسخہ محفوظ ہے۔ جس کے ترقیمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا کاتب بھی عارف تبریزی ہے اور اس کی کتابت خود صایب کی زیر نگرانی ہوئی ہے۔

● اس نسخہ کے بارے میں پروفیسر مختار الدین احمد کی اطلاع ہے "اس پر صایب کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ ۱۰۷۰ھ سے قبل کا لکھا ہوا ہے۔ اس نسخہ کی تین اہمیتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ مصنف کی وفات سے تقریباً ۱۵ سال قبل اس کی کتابت ہوئی۔ اس بنا پر صایب کے کلام کی تاریخی ترتیب میں بیحد مفید ہے۔ دوسری بات یہ کہ یہ مکمل دیوان صایب کی نظر سے گزر چکا ہے اور اس نسخہ پر اس کی تصحیحات درج ہیں۔ تیسری اہمیت یہ ہے کہ بہت سی غزلیں دیوان کے حواشی پر صایب نے اپنے قلم سے درج کی ہیں۔ یہ نسخہ شاہی کتب خانوں میں رہ چکا ہے۔ اور اس پر مختلف تحویلداروں کی تحریریں درج ہیں۔

● یہ نسخہ حبیب گنج کلکشن (نمبر ۴۷/۵۲) میں محفوظ ہے۔ کاتب کا نام اگرچہ نسخہ پر تحریر نہیں مگر سنہ کتابت ۱۰۸۳ھ بتایا ہے کہ یہ دیوان بھی صایب کی زندگی کا لکھا ہوا ہے۔ یہ نسخہ ۱۰۸۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک طرف تو صایب کے دیوان کی ضخامت جو کسی طرح ۱۰۰۰ یا کم از کم ۶۰۰ صفحات سے کم نہیں، دوسری طرف مصنف کے خود نوشت تین نسخے جن میں دو پر تو تاریخ کتابت درج نہیں تیسرے کی تاریخ کتابت ۱۰۸۳ھ ہے جب کہ اسی سنہ میں صایب نے اپنی نگرانی میں اور اپنے گھر پر عارف تبریزی سے اپنے دیوان کی کتابت کرائی۔ گویا خود بھی وہ دیوان کی کتابت کرتا رہا اور اپنے شاگرد عارف تبریزی سے بھی اپنی نگرانی

میں لکھواتا رہا۔ کیا صاحب کے لیے اتنی فرصت تجویز کی جاسکتی ہے؟ اس کے علاوہ چار نسخے عارف تبریزی کے مکتوبہ ہیں، جو بالترتیب ۱۰۸۰ھ، ۱۰۸۲ھ اور ۱۰۸۵ھ کے لکھے ہوئے ہیں، چوتھے پر تاریخ کتابت درج نہیں معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں استاد شاگرد کو سوائے دیوان نقل کرنے کے شاید اور کام نہ تھا۔ بہر حال یہ پوری تحقیق چاہتا ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب تمام نسخے سامنے ہوں۔

۶۔ **قصاید شمس الدین طبسی :** (۶۲۶ھ) شمس الدین طبسی کے قصاید کا مجموعہ جو ۷۲۱ کا مکتوبہ ہے۔ حبیب گنج کلکشن کا یہ قدیم ترین نسخہ ہے۔ یہ نسخہ شاہان دکن کے کتب خانوں میں رہا ہے۔ چنانچہ اس پر سلطان محمد قلی قطب شاہ، سلطان ابراہیم قطب شاہ وغیرہ کی مہریں ہیں۔

۷۔ **مثنوی معنوی :** مولانا روم کی مثنوی کا یہ ایک قدیم نسخہ ہے جو ۷۱۲ھ کا مکتوبہ ہے گویا مصنف کی وفات کے صرف چالیس سال بعد لکھا گیا ہے جیسا کہ حسب ذیل ترقیمہ سے معلوم ہوتا ہے:

"تم المجلد الثالث من کتاب المثنوی المعنوی بعون الخالق القوی فی ثانی عشر من شہر ربیع الاول سنۃ اثنی عشر و سبعمائۃ"

اس نسخہ پر متعدد مشاہیر کی مہریں ہیں۔ ان میں ایک مہر شہنشاہ اورنگ زیب عالم گیر کی بھی ہے۔ اس پر ایک مہر دفتر ۱، ۲، اور ۳ پر کسی فاضل کے حواشی بھی ہیں۔

۸۔ **منتخب مثنوی مولانا روم :** مثنوی معنوی کا یہ انتخاب محمد سعد عظیم آبادی کا کیا ہوا ہے۔ "باغ گلیں" سے اس تاریخ تالیف ۱۱۰۵ برآمد ہوتی ہے۔ نیز ۱۱۰۶ھ میں بعہد اورنگ زیب اس کی کتابت ہوئی۔ اس پر ایک مہر یوسف علی خاں کی ہے اور دوسری مہریں سلیمان جاہ اور امجد علی شاہ کی۔

۹۔ **مثنوی مجمع البحرین :** مولفہ شمس الدین کاتبی نیشاپوری متوفی ۸۳۸۔ اس نسخہ پر قطب شاہی خاندان کے تین بادشاہوں کی مہریں ہیں۔ سلطان محمد قطب شاہ، سلطان ابراہیم قطب شاہ اور محمد قلی قطب شاہ۔

۱۰۔ **مثنوی گوے وچوگان :** مولفہ محمود العارفی اس کا دوسرا عنوان "حال نامہ عارفی" بھی ہے۔ اس کی تاریخ تکمیل ۸۴۲ھ ہے۔ یہ نسخہ خطاطی کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ جس کا کاتب میر علی الکاتبی ہروی ہے۔ اور تاریخ کتابت ۹۲۶ھ جو ۹۱۱ھ تک سلطان حسین مرزا کے دربار میں رہا۔ خط نستعلیق میں کمال رکھتا تھا۔ ۹۵۱ تک بقید حیات تھا۔ اس کے خطاطی کے نمونے قریب قریب دنیا کے سبھی حصے میں پائے ہیں۔ یہ نسخہ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کو فتح گولکنڈہ کے موقع پر ۱۰۹۸ھ میں حاصل ہوا تھا۔ اس پر ایک تصویر خانہ کعبہ کی ہے اور دوسری مسجد نبویؐ کی۔ ترقیمہ کاتب حسب ذیل ہے:

"کتبہ العبد الفقیر المذنب علی الحسینی الکاتب غفر اللہ ذنوبہ وستر عیوبہ فی اوایل شہر ربیع اول سنۃ ست وعشرون وتسع مائۃ بمدینۃ اطراۃ۔"

اس کے سرورق پر متعدد مغل امرا کی تحریریں اور مہریں ہیں۔ ان میں ایک تحریر یہ ہے:

"کتاب گوی وچوگان بخط استاد الکاتب ملا میر علی بابتہ فتح گولکنڈہ غزہ ذی الحجہ سال سی ویکم جلوس اقبال تحویل سہیل نمودہ۔"

یہ سہیل شاہی کتب خانہ کا انچارج تھا، اور تمام مخطوطات اسی کے تحویل میں دیے جاتے تھے۔

۱۱۔ **دیوان امیر شاہی:** مجموعہ غزلیات آقا ملک بن جمال الدین امیر شاہی سبزواری متوفی ۸۰۷ھ مکتوبہ فتح چند۔ اس نسخہ پر حسب ذیل سلاطین کی مہریں ہیں:

(۱) آصف الدولہ (۲) نصیر الدین حیدر اور امجد علی شاہ بادشاہ اودھ۔

۱۲۔ **دیوان آرزو:** سراج الدین علی خاں آرزو متوفی ۱۱۶۹ھ کی غزلوں کا مجموعہ اس کے سرورق پر صلاح الدین خاں فدوی محمد شاہ بادشاہ غازی، امجد علی شاہ اور واجد علی شاہ کی مہریں ہیں۔

۱۳۔ **کلیات حزیں:** علی بن ابی طالب متخلص بہ حزیں، متوفی ۱۱۸۰ھ کے کلام کا مجموعہ۔ یہ نسخہ شاعر کے خود نوشت نسخہ کی نقل ہے، جو نواب احمد خاں بنگش کے کتب خانہ کے لیے ۱۱۷۵ھ میں نقل کیا گیا تھا۔ اس کے سرورق پر نواب احمد خاں بنگش کی حسب ذیل تحریر ہے:

"ظل سبحانی، خلیفۃ الرحمانی حضرت احمد شاہ ابدالی کلیات شیخ علی حزیں کہ مصنف برائے فرستادہ نواب قطب الدولہ قطب الملک بدست خود تحریر نمودہ، حرفے از کلام خود نگذاشت۔ فقیرے بضاعت المخاطب بخطاب سلطانی بہ نواب احمد خاں بنگش در ریاست عطیہ سلطانی بہ خضر خانی بلدہ فرخ آباد منقول کنانیدہ بعدہ داخل کتب خانہ احقر شد۔ الفقیر احمد خاں ۱۱۷۵ھ۔"

خطاطی کے اعلیٰ نمونے

۱۴۔ جواہر میوزیم مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں اطہر کی ایک البم محفوظ ہے جو ۲۵ اوراق پر مشتمل ہے۔ اس میں عراقی کے تین ترجیع بند اور ایک ترجیع اوحدی کا اور ایک خواجہ کرمانی کا ہے۔ علاوہ حسن خط کے اس کی تاریخی اہمیت یہ ہے کہ جہانگیر کے شاہی کتب خانہ میں رہی ہے، چنانچہ اس کے پہلے صفحہ پر جہانگیر کی حسب ذیل تحریر ہے:

"بہ پنجم آذر سنہ ۱ داخل کتابخانہ این نیازمند درگاہ الہی در دار الخلافہ آگرہ شد۔ حررہ نور الدین جہانگیر

سنہ ۱۰۱۴ھ ابن اکبر بادشاہ۔"

اس کے علاوہ اور بھی مغل امرا کی تحریریں ہیں۔ مثلاً ملا حبیب اللہ، محمد ہاشم، منعم بیگ، مراد بیگ، عبدالوہاب، اعظم بیگ وغیرہ۔ ترقیمہ کاتب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ البم ۸۸۰ھ میں بمقام ہرات لکھی گئی۔

کاتب نسخہ اظہر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کا تعلق تبریز سے تھا۔ وہاں سے ہجرت کرکے وہ ہرات آیا۔ یہاں اس کو بڑا اعزاز ملا، اور تیموری سلاطین بائسنغر مرزا، سلطان ابراہیم مرزا، سلطان الغ بیگ، سلطان ابوسعید بن محمد بن میران شاہ کے درباریوں میں شامل ہوگیا۔ مشہور خطاط سلطان علی مشہدی اس کے شاگردوں میں تھا۔

۱۵۔ **دیوان حافظ:** یہ نسخہ اول الذکر کاتب کے شاگرد سلطان علی مشہدی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ جو ۸۷۳ھ سے ۹۱۱ھ تک سلطان حسین مرزا اور اس کے وزیر میر علی شیر نوائی کے درباریوں میں رہا۔ اس کی خطاطی کے نمونے بہت کم ملتے ہیں۔ نسخہ کے ترقیمہ میں اس نے اپنا نام تو دیا ہے، لیکن سنہ کتابت نہیں دی۔

۱۶۔ **مثنوی یوسف زلیخا:** مکتوبہ سلطان حسین بن جمشید ۹۶۳ھ بمقام ہرات۔ یہ نسخہ بھی سابق الذکر نسخوں کی طرح خطاطی کا ایک بہت اچھا نمونہ ہے۔

۱۷۔ **تیمور نامہ:** ہاتفی متوفی ۹۲۷ھ، مکتوبہ محمد علی الکاتبی ۹۹۴ھ۔ ترقیمہ حسب ذیل ہے۔

"باتمام رسید و بحسن اختتام انجامید این درلآلی از منظومات مولانا عبداللہ ہاتفی فی تاریخ شہر رجب المرجب سنہ ۹۹۴ کتبہ العبد المذنب محمد الکاتب۔"

۱۸۔ **کلیات سعدی شیرازی:** متوفی ۶۹۱ھ۔ خطاطی کے لحاظ سے ایک نادر الوجود مخطوطہ ہے جس کا کاتب جمال کافی ہے اور سنہ کتابت ۸۱۴ھ۔ ترقیمہ کاتب:

"علی ید العبد الضعیف الفقیر الحقیر جمال کافی کاتب فی تاریخ اربع عشر محرم الحرام سنہ ۸۱۴ھ۔"

۱۹۔ **خمسہ نظامی:** مکتوبہ حسین عبداللہ بمقام شیراز سنہ ۸۶۳ھ۔ یہ نسخہ ۱۷ تصاویر پر مشتمل ہے جو مصوری کا ایک اعلیٰ نمونہ ہیں۔

۲۰۔ **دیوان حافظ شیرازی:** مکتوبہ عبدالرحمٰن الکاتب۔ سنہ کتابت ۹۷۱ھ۔ یہ نسخہ تمام تر مطلا و مذہب ہے۔ ایرانی طرز کی تین تصاویر اس میں شامل ہیں۔ نسخہ پر مختلف امراء کے جو نوٹ ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مغل سلاطین کے کتب خانوں میں رہا ہے۔ اس پر ایک مضمون پروفیسر خلیق احمد نظامی کا مجلہ فکر و نظر جولائی ۱۹۶۱ء میں شائع ہوا تھا۔

۲۱۔ **نفحات الانس:** مولفہ نورالدین عبدالرحمٰن جامی۔ یہ نسخہ میر ماہ میر عرب کا مکتوبہ ہے اور سنہ

کتابت ۱۰۰۵ھ۔ مطلا و مذہب ہے۔ خط نہایت پاکیزہ۔ اس کے ہر ورق پر کسی فاضل کے ہاتھ کے توضیحی حواشی ہیں۔ آخری صفحہ کے زیریں حصہ پر شاہ وجیہ الدین گجراتی کی مہر ہے۔

(۱ میر ماہ میر کلنگی کا بھتیجہ تھا جو میر علی ہروی کے ان سات شاگردوں میں تھا۔ جنھوں نے فن خطاطی میں نام پیدا کیا

۲۲۔ **مذکر احباب:** نوائی کی مجالس النفائس کا یہ ایک ضمیمہ ہے، جس کا مولف بہاء الدین حسن، خواجہ نقیب الاشراف بخاری ہے۔ جس نے سلطان عبداللہ بہادر خاں ازبک کے عہد سلطنت میں بمقام بخارا ۹۷۴ھ میں اس کی تکمیل کی۔ یہ ضمیمہ ان شعرا، سلاطین، امرا و علماء کے تذکرہ پر مشتمل ہے جو ۱۰ ویں صدی ہجری میں بخارا میں سکونت پذیر تھے۔ خطاطی کے لحاظ سے یہ ایک بڑی نادر چیز ہے۔ اس کا کاتب میرک ہے اور سنہ کتابت ۹۸۰ھ مقام کتابت بخارا۔

۲۳۔ **لوائح جامی:** یہ نسخہ سنہری جدولوں کے اندر زرافشاں کاغذ پر لکھا ہوا ہے۔ نستعلیق کا ایک قابل ذکر نمونہ ہے۔ اس کا کاتب محمد محسن الھروی ہے اور سنہ کتابت ۱۰۰۲ھ۔ یہ نسخہ ۱۰۹۵ھ میں اورنگزیب کے شاہی کتبخانہ میں آیا۔ جیسا کہ حسب ذیل نوٹ سے معلوم ہوتا ہے:

”لوائح گذرانیدہ میر معز چہار دہم ربیع الثانی ۱۰۹۶ھ داخل کتابخانہ سرکار عالی شد۔“

یہ نسخہ کچھ عرصہ کے لئے شایستہ خاں کو بھیجا گیا تھا جو ۱۰۹۷ھ میں واپس آگیا۔ اس پر حسب ذیل مغل امرا کی مہریں ہیں:

”کریم الملک ۱۰۹۲ھ، سید محمد تقی ۱۱۰۳، قابل خاں خادم شاہ عالمگیر۔“

۲۴۔ **کریما یا پند نامہ سعدی:** اس کے نسخے کثرت کے ساتھ ملتے ہیں اور متعدد مرتبہ شائع ہو چکا ہے۔ مگر پیش نظر نسخہ خطاطی کے اعلیٰ معیار اور مرصع و مطلا ہونے کی وجہ سے منفرد حیثیت رکھتا ہے۔

۲۵۔ **درج الدرر:** مولفہ امیر سید اصیل الدین عبدالرحمٰن عبداللہ بن عبدالرحمٰن الحسینی الشیرازی، متوفی ۸۸۲ھ۔ اس کتاب کا یہ واحد مخطوطہ ہے۔ جو ایک مشہور عالم اور سیرت نگار ملا مسکین ہروی متوفی ۹۰۷ھ، مولف کتاب ”معارج النبوی“ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اس کا سنہ کتابت ۸۸۹ھ ہے یعنی مصنف کی وفات سے صرف چھ سال بعد۔ یہ نسخہ حسب ذیل حیثیتوں سے بہت اہمیت رکھتا ہے:

(۱) قدیم ترین نسخہ ہے (۲) اس کا کاتب ایک مشہور مولف اور فاضل ہے۔ (۳) کاتب نے مخطوطہ کے بارہ اجزا میں سے ہر جز کی ابتدا میں اس کی تاریخ تالیف اور مقام تالیف کو واضح طور پر بیان کیا ہے۔ (۵) تین مقامات پر سال کتابت دیا ہے، اور اس کے سرورق پر امانت خاں اور لطف اللہ خاں خانہ زاد شاہ عالمگیر کی مہریں ہیں۔

۲۶۔ **شرح ورد التقرب فی حزب التوسل:** مولفہ مولانا ولی اللہ بن احمد علی الحسینی فرخ آبادی

متوفی ۱۲۴۹ھ صاحب نزہتہ الخواطر نے ان کا تذکرہ کیا ہے اور ان کی تصانیف سے متعدد کتابیں گنائی ہیں جن میں سب سے مشہور "تاریخ فرخ آباد" ہے۔ میرے علم کی حد تک یہ اس کتاب کا واحد نسخہ ہے جو ۸۶۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۲۰۴ھ میں مولف نے اس کی تکمیل کی۔ اس کا اختتام حسب ذیل قطعہ پر ہوتا ہے، جو عقیدت میں ڈوبا ہوا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

اے سید انام درود جناب تو — وردِ زبان ماست مہ و سال و صبح و شام
از بہر تو چہ تحفہ فرستیم ما زدور — نزدیک ما ہمیں صلوۃ است والسلام

اس کے حاشیہ پر خود مولف کے قلم سے حسب ذیل نوٹ ملتا ہے جو قابل غور ہے:

"شب ھیزدہم ماہ ربیع الاول ۱۲۲۴ھ: بہ ڈیا دیدہ شد کہ مولف بحضور مواجہہ روضۂ منورہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سر عجز و نیاز بر زمیں نہادہ ایں ابیات می خواند: اے سید انام ... و از اں جانب بلطف و عنایت ارشاد می شود کہ بنام چہار کساں فاتحہ خواندہ باشد بارے عرض می کند کہ در روضہ مطہرہ منورہ شریفہ جناب سہ کسے است چہارم کدام است؟ از اں جانب ارشاد می شود کہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالی عنہا۔"

۲۷۔ **کلیات سعدی:** متوفی ۶۹۱ھ۔ یہ ایک قدیم ترین نسخہ ہے جو مولف کے انتقال کے ۳۰ سال بعد لکھا گیا ہے۔ کاتب کا نام جمال سکاکی ہے۔

۲۸۔ **مجموعہ کتاب الخواتیم:** شیخ سعدی مذکور کی غزلیات کا مجموعہ جو اس لحاظ سے نادر ہے کہ اس کی کتابت ۷۰۵ھ میں ہوئی ہے۔

۲۹۔ **دیوان بدر چاچ:** بدر چاچ یا بدر شاش فارسی کا مشہور شاعر ہے جس کا انتقال ۷۴۶ھ میں ہوا ہے۔ یہ نسخہ شاعر کے انتقال سے ۱۳ سال قبل کا مکتوبہ ہے جس کی سنہ کتابت ۷۳۳ھ ہے۔

۳۰۔ **دیوان حسن سجزی:** متوفی ۷۲۷ھ۔ اس کے ترقیمہ میں کاتب کا نام تو مٹا دیا گیا ہے لیکن سنہ کتابت ۸۲۶ھ اس میں صاف نظر آتا ہے۔

۳۱۔ **دیوان ابن یمین:** فارسی کے مشہور شاعر ابن یمین متوفی ۷۶۹ھ کی غزلیات کا مجموعہ۔ اس کے دیوان کے بارے میں یہ روایت متواتر ہے کہ جنگ خواف میں وہ ضائع ہو گیا تھا، چنانچہ میر خواند نے "روضۃ الصفا" میں اور عبد الرزاق نے "مطلع السعدین" میں یہی روایت نقل کی ہے۔ رضا قلی ہدایت مجمع الفصحاء میں لکھتا ہے:

"دیوانش در فتنہ سربداراں از میاں رفتہ۔"

لیکن دوسری طرف یہ بھی ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ دیوان ابن یمین کے جو نسخے ملتے ہیں وہ بلاشبہ ابن یمین ہی کے ہیں چنانچہ جہاں تک پیش نظر نسخہ کا تعلق ہے ہم دیکھتے ہیں کہ اس میں وہ تینوں شعر ملتے ہیں جو شبلی نے اپنی تالیف "شعر العجم" میں غلام علی آزاد کے حوالے سے نقل کئے ہیں۔ وہ شعر یہ ہیں :

سرمہ اے دیدہ ہر دم اشک غماز مرا — تا نسازد فاش پیش مردمان راز ترا

زخود بیگانہ بودن در رہ عشق — بر آں معشوق طبع آشنائی است

عشق تا در دل آدم نہ در آمد نمود — بادہ پر شور نشد تا کہ بمستان نرسید

اس کے بعد صرف یہ کہا جا سکتا ہے کہ ابن یمین کا یہ دوسرا دیوان ہے جو پہلے دیوان کے ضایع ہو جانے کے بعد اس نے مرتب کیا ہے۔ اس دیوان کے مطالعہ سے یہ ایک نیا انکشاف یہ ہوتا ہے کہ ابن یمین کے متعدد اشعار معمولی سی تبدیلی کے بعد حافظ شیرازی کے دیوان میں ملتے ہیں۔ مثال کے طور پر چند اشعار پیش کرتا ہوں :

ابن یمین	حافظ
ساقی بریز جرعہ وصلت بکام ما	ساقی بنور بادہ برافروز جام ما
کز شربت فراق تو تلخ است کام ما	مطرب بگو کہ کار جہاں شد بکام ما
اے باد اگر بکوئے نگارم گذر کنی	اے باد اگر بگلشن احباب بگذری
زنہار عرضہ دہ بنگانش پیام ما	زنہار عرضہ دہ بنگانش پیام ما
شاید برابری نہ کند در دم حساب	ترسم کہ صرفہ نبرد روز باز خواست
نان حلال زاہد و آب حرام ما	نان حلال شیخ ز آب حرام ما
ما دیدہ ایم در رخ خوباں جمال حق	ما در پیالہ عکس رخ یار دیدہ ایم
یعنی کہ ہمت عین حقیقت مجاز ما	اے بے خبر ز لذت شرب مدام ما
گذشت توبہ و تقویٰ و رفت زہد و صلاح	صلاح و توبہ و تقویٰ ز ما مجو زاہد
بیار بادہ کہ در جام بادہ ہست فلاح	ز رند و عاشق و مجنوں کسے نیافت صلاح
سحرم بادہ ز خمخانہ وحدت دادند	دوش وقت سحر از غصہ نجاتم دادند
مست کردند ہمہ جام محبت دادند	واندران ظلمت شب آب حیاتم دادند

اس سلسلہ میں یہ امر ذہن میں رہے کہ حافظ شیرازی ابن یمین کی وفات کے ۲۲ سال بعد تک زندہ رہے۔ اس کے

اس سرقہ کی نسبت حافظ ہی کی طرف دی جا سکتی ہے۔

۳۲۔ **کلیات عماد فقیہ کرمانی :** متوفی ۷۷۲ھ۔ یہ کلیات شاعر کے ہر قسم کے کلام پر مشتمل ہے۔ نسخہ نہایت قدیم ہے۔ اس کے متعدد اوراق کے حاشیہ پر بایزید ملک حسین کے ہاتھ کے لکھے ہوئے حافظ کے اشعار ملتے ہیں۔ ورق ۸۵ الف کے حاشیہ پر حیدر محمد الحسینی کی ایک تحریر مورخہ ۸۸۱ ملتی ہے اور دوسری مورخہ ۸۸۸ھ۔

۳۳۔ **دیوان کمال خجندی :** متوفی ۸۰۳ھ۔ یہ نسخہ عادل شاہی امیر ملک صندل مصنف برج نورس کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ جسکی تاریخ کتابت ۱۰۰۹ھ ہے۔

۳۴۔ **دیوان روز بہان صبری :** شاہ طہماسپ کے دور کا شاعر ہے۔ میرے علم کی حد تک یہ اس کے دیوان کا واحد نسخہ ہے۔

۳۵۔ **کلیات عرفی شیرازی :** متوفی ۹۹۹ھ۔ عرفی کی کلیات کے دو نسخے ملتے ہیں۔ ان میں پہلا نسخہ عبدالصمد کا مکتوبہ ہے۔ جس کی سنہ کتابت ۱۰۲۶ھ ہے۔ یعنی شاعر کی وفات سے ۲۷ سال بعد۔ دوسرے نسخہ کا کاتب محب علی ہے اور سنہ کتابت ۱۰۰۷ھ۔ ان میں اول الذکر نسخہ کا مرتب محمد وسیم سراج ہے، جس نے عبدالرحیم خانخاناں کے حکم سے ۱۰۲۶ھ میں اس کو مرتب کیا۔ اس پر ماثر رحیمی کے مرتب عبدالباقی کا دیباچہ بھی ہے۔

۳۶۔ **کلیات فیضی :** متوفی ۱۰۰۴ھ۔ فیضی کے کلام کا یہ قدیم ترین مخطوطہ ہے۔ جس کی سنہ کتابت ۹۹۵ھ ہے۔ یعنی شاعر کی وفات سے ۹ سال قبل۔ افسوس ہے کہ کسی عقل کل نے اس کو تین حصوں میں الگ الگ عنوانات دے کر مجلد کرا دیا۔ جس کی وجہ سے مجھے اس پر بڑی محنت کرنا پڑی۔ اس لئے کہ یہ تینوں الگ الگ رکھی ہوئی تھیں۔ جب میں نے تینوں کو یکجا کیا تو معلوم ہوا کہ ایک ہی سلسلہ سے ایک ہی کاتب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں اور ایک ہی مسطر ہے، ایک ہی سائز ہے۔ سنہ کتابت اس کے آخری حصہ میں تھا۔ اس کے سرورق پر علی مظفر خاں فدوی محمد شاہ بادشاہ غازی کی مہر ہے۔

۳۷۔ **کلیات طالب آملی :** یہ نسخہ شاعر کا خود نوشتہ ہے۔ اس لئے کہ اس میں جگہ جگہ اس کے ہاتھ کی اصلاحیں ہیں جو خود شاعر نے اپنے قلم سے کی ہیں۔

۳۸۔ **دیوان بیدل :** مرزا عبدالقادر بیدل عظیم آبادی، متوفی ۱۱۳۳ھ کے فارسی کلام کا مجموعہ یہ نسخہ اس لحاظ سے خاص اہمیت رکھتا ہے کہ شاعر کی زندگی یعنی ۱۰۹۸ھ کا مکتوبہ ہے۔ اس کے سرورق پر انند رام مخلص کی مہر ہے۔ مہر کے نیچے یہ عبارت ہے :

"دستخط حضرت بیدل علیہ الرحمۃ فقر انند رام مخلص از نظر مرزا صاحب گذرانیدہ و ایں معنی بصحت رسیدہ۔"

۳۹۔ **صولت عثمانیہ:** مصنفہ مولوی عبدالحمید ملقب بہ شیریں سخن رنجیت پوری ضلع لکھنو بشاھنامہ فردوسی کی بحر میں ایک طویل مثنوی ہے، جس میں حضرت عثمان بن عفان خلیفہ سوم کے دور حکومت کے فتوحات اور اہم واقعات کو نہایت شاعرانہ پیرایہ میں نظم کیا ہے۔ ترقیمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مثنوی نواب محمد علی آف ٹونک کے حکم سے لکھی گئی تھیں۔ اس کی سنہ کتابت ۱۳۰۸ھ اور تعداد صفحات ۴۷۴۔ ابتدا اس طرح ہے:

"بنام خداوند پاک و صمد۔ خداوند خلق از ازل تا ابد۔"

۴۰۔ **مجموعہ رسایل:** خواجہ محمد بن خواجہ محمود متخلص بہ فانی متوفی ۱۰۱۶ھ کے مکتوبہ قبل ۱۱۱۵ھ یہ مجموعہ حسب ذیل چھ رسایل پر مشتمل ہے۔ اس کے ورق ۲۶ الف پر عبداللہ بن علی العکاشی الطبیب کی ایک تحریر ہے۔ جس کی تاریخ کتابت ۱۱۱۵ھ ہے۔ اس کے نیچے محرر سطور کی مہر ہے۔ اسی سے متصل دائیں طرف صاحب ذخیرہ سید قطب الدین حسن خاں کی تحریر ہے۔

۴۱۔ **مفتاح الفیض:** مولفہ حسن بن طاہر جونپوری متوفی ۹۰۹ھ۔ یہ نسخہ ۱۱۶۷ھ کا لکھا ہوا ہے۔ اور ۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

۴۲۔ **حقیقۃ الحقایق:** مولفہ عبدالباقی بن عبدالسلام المعروف بہ باقی باللہ متوفی ۱۰۱۴ھ۔ یہ ایک مختصر رسالہ ہے جو ۱۲۶۰ھ کا مکتوبہ ہے اور چھ صفحات پر مشتمل ہے۔ مولانا آزاد لائبریری میں اس کے تین نسخے ہیں۔ مگر تینوں میں اس کا عنوان "حقیقت توبسوائے تست" اور مولف کا نام "سید حسن رسول نما" دیا ہوا ہے۔ اس غلط فہمی کی وجہ ہے کہ مولف نے ابتدائے کتاب میں "سید حسن رسول نما سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا ہے حقیقت توبسوے تست۔

۴۳۔ **رموزات:** مولفہ عبدالجلیل بن عمر الصدیقی الکھنوی متوفی ۱۰۱۰ھ۔ یہ نسخہ ۱۱۰۱ھ کا مکتوبہ ہے۔ اور ۲۶ صفحات میں ہے۔ پروفیسر الوالو (340) نے اس کو مجہول المولف لکھا ہے۔

۴۴۔ **تفسیر الرموز المعروف بہ کاشف الرموز:** مولفہ شاہ محمد امیر مولفہ و مکتوبہ ۱۲۶۵ھ۔ نسخہ بخط مؤلف۔

۴۵۔ **شرح سوال کمیل و جواب علی بن ابی طالب:** یہ نسخہ قاسم علی اخگر حیدر آبادی نے اپنی

تصنیف کے طور پر اپنے ہاتھ سے خوشخط لکھ کر مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی کو ھدیۃً بھیجا تھا، لیکن ایوانو (۲: ۱۲۵۰) میں بعینہ اسی عنوان کا ایک رسالہ عبدالرزاق کاشی متوفی ۷۳۰ھ نسبت سے مذکور ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسی مخطوطے کی نقل اخگر حیدرآبادی نے اپنی تالیف کے طور پر مولانا مذکور کو ہدیہ کی تھی۔

۴۶۔ **ملفوظات اخی جمشید راجگیری:** متوفی ۸۴۲ھ؛ مولفہ یحییٰ بن علی اصغر بن عثمان الحسینی۔ یہ نسخہ ۱۱۷۹ھ کا مکتوبہ ہے اور ۲۲۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ میرے علم کی حد تک یہ ایک واحد مخطوطہ ہے۔

اخی جمشید نویں صدی ہجری کا اکابر صوفیا میں تھے۔ جلال الدین حسین البخاری سے کسب فیض کیا۔ شیخ ان کو اخی جمشید نویں صدی ہجری کے اکابر جو چنانچہ یہی ان کا لقب ہوگیا۔ (یہ راجگیر قنوج کے نواح میں ہے)۔

۴۷۔ **مکتوبات شیخ مسعود بنام اخی جمشید مذکور:** یہ رسالہ ۳۲ صفحات میں ہے۔

۴۸۔ **مکتوبات محب اللہ الہ آبادی:** متوفی ۱۰۵۸ھ، یہ وہ مکتوبات ہیں جو مولف نے ملا محمود جونپوری متوفی ۱۰۶۲ھ کے نام لکھے ہیں۔

۴۹۔ **مکاتیب داراشکوہ و محب اللہ الہ آبادی:** یہ نسخہ ان مکتوبات پر مشتمل ہے جو داراشکوہ نے محب اللہ الہ آبادی کو لکھے تھے اور محب اللہ الہ آبادی نے ان کے جوابات دیے تھے۔ یہ ۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

۵۰۔ **انیس المحققین فی تاریخ المرشدین المہدیین:** مولفہ مولانا غلام علی آزاد بلگرامی متوفی ۱۲۰۰ھ۔ اولیائے ھند کے تذکرہ پر مشتمل ایک اہم تالیف۔ یہ مخطوطہ ۱۸۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

۵۱۔ مبلغ الرجال مولفہ عبیداللہ بن خواجہ محمد باقی باللہ معروف بہ خواجہ کلاں متوفی ۱۰۷۴ھ۔ یہ ایک مختصر مگر معلوماتی رسالہ ہے جو مولف کی زندگی ہی کا لکھا ہوا ہے۔ یعنی ۱۰۶۶ھ اس کے صفحات کی تعداد ۴۷ ہے۔

۵۲۔ **تحفۃ الاحبار فی مناقب آل العبا:** مولفہ امیر جمال الدین عطاءاللہ بن فضل اللہ الحسینی المتوفی ۱۰۰۰ھ۔ مکتوبہ ۱۱۱۶ھ

۵۳۔ **تحفۃ العجائب:** یہ رسالہ زکریا بن محمود قزوینی متوفی ۶۸۲ھ کی تالیف "سبعۃ اقالیم" (عربی) کا خلاصہ ہے۔ بابر کے عہد حکومت ۹۲۶ھ میں علی طاہر نے یہ خلاصہ کیا ہے۔ اس کی سنہ کتابت ۱۰۴۲ھ ہے۔

۵۴۔ **تحفۃ الھند:** مولفہ مرزا جان بن فخرالدین محمد۔ یہ رسالہ ہندوستانی موسیقی، فنون جمیلہ کی مختلف اشکال اور علم قیافہ کے بیان میں ایک نادر رسالہ ہے، جو کوکلتاش نے اپنے فرزند جہاندار شاہ کی تعلیم کے لیے لکھوایا تھا۔ اس کا سنہ کتابت ۱۲۶۴ھ اور تعداد اوراق ۳۶۹ ہے۔

۵۵۔ **چہار باب**: مولف شاہ اہل اللہ بن عبدالرحیم دہلوی متوفی حدود ۱۱۸۷ھ۔ عقاید و اعمال کے بارے میں ایک مختصر رسالہ ہے۔

۵۶۔ **کلمۃ الحق**: مولفہ غلام یحییٰ بہاری متوفی بعد ۱۱۸۴ھ۔ یہ رسالہ مسئلہ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کی بحث میں ہے۔ اس کے پہلے صفحہ کی پیشانی پر ترچھی لائنوں میں مرزا مظہر جان جاناں کی توقیع ہے جو انہوں نے اس رسالہ پر تحریر کی ہے۔ صاحب تذکرہ علماء ہند (۲۴۷) نے مولف مذکور کا سنہ وفات ۱۱۸۰ھ دیا ہے لیکن یہ اس بنا پر صحیح نہیں مانا جا سکتا کہ اس رسالہ کا سنہ تصنیف جو مولف نے دیباچہ میں دیا ہے ۱۱۸۴ھ ہے۔ دفع الباطل مولفہ شاہ رفیع الدین اسی رسالہ کی رد میں ہے۔

۵۷۔ **جامع الحقایق**: مولفہ شاہ محمود اورنگ آبادی، متوفی ۱۱۷۵ھ۔ یہ کتاب شاہ مسافر غجدوانی کے سوانح حیات پر مشتمل ایک واحد نسخہ ہے۔ مولانا حبیب الرحمان خاں شروانی اس نسخہ کے بارے میں لکھتے ہیں: "اس کتاب کا اصل نسخہ تکیہ حضرت بابا شاہ مسافر قدس سرہ بمقام اورنگ آباد تھا۔ وہاں سے میں نے لے کر اس کو پڑھا اور پڑھ کر حیدرآباد میں نقل کرائی" اس کے نیچے مولانا کے دستخط ہیں۔

۵۸۔ **حدایق الیقین فی فضایل امام المتقین**: دیباچہ میں مولف نے کسی مقام پر اپنا نام نہیں دیا۔ البتہ ورق ۱۰ب پر سلطان ابوالمظفر شاہ طہماسپ صفوی (۹۳۰ھ-۹۸۴ھ) کا ذکر اس نے "ایدہ اللہ تعالیٰ" کے الفاظ کے ساتھ کیا ہے۔ اس سے اتنا ضرور معلوم ہو جاتا ہے کہ مولف ۱۰ویں صدی ہجری کے فضلاء میں تھا۔ صاحب الذریعہ (۶: ۲۹۲) نے اس کتاب کا مولف مولا ابوطالب الدستر آبادی، متوفی ۹۸۴ھ کو لکھا ہے۔ لیکن ساتھ ہی وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ مصنف کا نام اس میں مذکور نہیں ہے۔

۵۹۔ **خیر الکلام**: مولفہ عبدالواحد بن محمد سعید خازن متوفی ۱۱۰۰ھ یہ رسالہ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی پر اعتراضات کی تردید میں ہے۔

۶۰۔ **درود طوسی معہ دعائے اعتصام**: مولفہ شیخ نصیرالدین المحقق الطوسی متوفی ۶۷۲ھ۔ اس کے اوراق کی تعداد ۲۱ ہے۔ بین السطور ترجمہ فارسی۔

اصل نسخہ پر کسی مقام پر اس کا کوئی عنوان نہیں دیا گیا۔ لیکن دراصل یہ چودہ درودوں کا مجموعہ ہے۔ جو چہاردہ معصومین (نزد شیعہ) یعنی حضرت رسول خداؐ، حضرت فاطمہ زہراؓ اور حضرات ائمہ اثنا عشرؑ سے مخصوص ہیں۔ اس کے نسخے مختلف کتابخانوں میں الگ الگ عنوانات کے ساتھ ملتے ہیں، چنانچہ خدا بخش لائبریری کے فہرست نگار

نے اس کو اعتصام دوازدہ امام کے عنوان سے دیا ہے۔ دیکھئے ۷۴ ۲: ۸/۷، بہار لائبریری (۲: ۷۷) نے اس کو دعاء دوازدہ امام کے عنوان سے مجہول المولف لکھا ہے۔ برلن (۲: ۳۶۴۹) میں یہی درود "دعاء اعتصام" کے عنوان سے مجہول المولف ہے، لیکن اس کا صحیح اور جامع عنوان جیسا کہ ہم نے دیا ہے۔ "درود طوسی" ہے۔ اس کی ابتدا میں ایک مختصر دعا ہے، جو دعاءِ اعتصام کہلاتی ہے اس کے بعد چودہ درود ہیں۔ چنانچہ بعض نسخوں میں یہ درود مع دعاء اعتصام کے ملتا ہے اور بعض نسخوں میں بغیر دعا کے اسی درود کے ایک دوسرے نسخے کو کاتب نے ابن العربی کی تالیف قرار دیا ہے۔

۶۱۔ **رشحات عین الحیاۃ**: مولفہ ملا حسین واعظ کاشفی متوفی حدود ۹۳۹ھ۔ اس کے متعدد نسخے مختلف کتابخانوں میں پائے جاتے ہیں، لیکن یہ نسخہ اس لحاظ سے اہم ہے کہ حیدر علی سلطان میسور کے کتبخانے میں رہا ہے۔ لیکن زوال میسور کے بعد یہ فروخت ہوگیا اور مختلف وسائط سے گذرتا ہوا مولانا آزاد لائبریری تک پہنچا۔

۶۲۔ **شرح قصیدہ لامیہ**: حضرت علی بن ابی طالب کی منقبت میں حزین، متوفی ۱۱۸۰ھ کا یہ ایک مشہور قصیدہ ہے۔ اس کے شارح بھی وہی ہیں۔ پروفیسر ایوانوی نے اس قصیدہ کا مولف حضرت علی کو لکھا ہے۔

۶۳۔ **شوکت حیدری**: مولفہ حیدر شکوہ ابن عم بہادر شاہ ظفر۔ حضرت علی بن ابی طالب کی منقبت میں یہ ایک مثنوی ہے۔ اس کا سنہ تالیف حسب ذیل شعر سے ۱۲۷۰ھ برآمد ہوتا ہے:

"رقم کردہ ام حیدر ایں سال نظم بردلواصب شدہ مثنوی۔"

۶۴۔ **کشف الحقایق**: مولفہ عزیز بن محمد النسفی، متوفی ۶۶۱ھ مکتوبہ ۱۰۰۹ھ۔ اس کا ایک نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال میں محفوظ ہے۔ مگر اس کی ابتدا اس سے قدرے مختلف ہے۔ لیکن عنوانات سب وہی ہیں، جو پیش نظر نسخے میں دیکھئے۔ (۱۰۷۹ھ)

۶۵۔ **مجموعۂ عالمگیری**: مولفہ عبدالخالق بن عطاء اللہ الھروی (۱۱۰۹ھ)۔ یہ ۶۵۰ صفحات پر مشتمل ایک معلوماتی تالیف ہے۔ جو تین مقاصد پر مشتمل ہے۔ اس کے پہلے دو مقصد سیرت، تذکرہ خلفاء اربعہ نیز صحابہ کرام واہل بیت بشمول ایمہ اثنا عشر کے تذکرہ پر مشتمل ہیں۔ دوسرے مقصد کا قسم ثانی صوفیہ کرام کے حالات اور صوفی عقاید کے بیان میں ہے۔ تیسرا اذکار صوفیا کے بیان میں ہے۔ یہ نسخہ مولف کا خود نوشت ہے۔

رجسٹر میں اس کا اندراج مقاصد ثلاثہ کے عنوان سے ہے۔ اسلئے کہ پوری کتاب تین مقاصد پر مشتمل ہے۔

۶۶۔ **مجموع سلطانی مجہول المولف**: اس نسخہ کا کاتب شیخ محمد ہے اور سنہ کتابت ۱۰۸۴ھ پوری کتاب

۱۸۰ صفحات پر مشتمل ہے جو فقہ کے پیچیدہ مسائل کے بیان میں ہے۔ اس کے مقدمہ میں کہا گیا ہے کہ یہ کتاب سلطان محمود غزنوی (۳۰۸-۴۲۱) کے حکم سے فقہاء کی ایک جماعت نے مرتب کی تھی۔ لیکن اصل کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی زبان خالص متاخرین کی زبان ہے اور وہ بھی ہندوستانی طرز کی۔ اس بنا پر اس کو کسی طرح محمود غزنوی کے زمانہ کی تالیف نہیں قرار دیا جا سکتا۔

۶۷۔ **مجموعہ ترکیب بند، قصاید و مثنویات**: یہ مجموعہ مرزا اسد اللہ خاں غالب دہلوی کے ترکیب بند اور قصاید و مثنویات پر مشتمل ہے۔ غالب کے فارسی کلام کا یہ مجموعہ اس حیثیت سے بالکل نادر ہے کہ اس میں متداول قصاید و مثنویات سے کافی اختلاف ہے۔ ہندوستان کے مشہور محقق اور ناقد قاضی عبدالودود صاحب نے اس کا مطالعہ کرنے کے بعد غالب پر ایک مقالہ بھی لکھا تھا۔ اس مجموعہ میں سب سے پہلا ترکیب بند، مولانا السید الحسین بن السید دلدار علی نصیر آبادی لکھنوی کی وفات پر لکھا تھا۔

۶۸۔ **مخزن الغرایب**: مولفہ احمد علی الہاشمی ولد شیخ غلام محمد بن مولوی محمد حاجی یہ کتاب قدیم وجدید شعراء کے حالات میں ایک جامع تالیف ہے۔ پروفیسر ~~صاحب~~ اس مخطوطہ کے مولف کے بیان میں ایک بڑے تسامح کا شکار ہوئے ہیں۔ انھوں نے مولف کا نام تو صحیح دیا ہے لیکن اس کے باپ کا نام وہ فضیلت مآب لکھتے ہیں۔ حالانکہ یہ لفظ نام سے قبل ایک لقب کے طور پر آیا ہے اور اس کے بعد مولوی محمد حاجی بھی ہے۔ اس کا سنہ کتابت ۱۲۲۴ھ ہے۔ (ڈاکٹر محمد باقر نے مرتب کر کے "ش" تک شائع کر دیا ہے)

۶۹۔ **مطالع الہند**: مولفہ سلامت علی خاں طبیب بن محمد عجیب ملقب بہ حذاقت خاں یہ تالیف فلسفہ اولی و طبیعات، علم ہندسہ، علم حساب، علم ہئیت، علم موسیقی نیز ہندوستان کی بعض رسوم و عادات کے بیان میں ہے۔

۷۰۔ **معارف العوارف**: عوارف المعارف مولفہ شیخ شہاب الدین عمر بن محمد السہروردی، متوفی ۶۳۲ کا فارسی ترجمہ۔ مترجم کا نام ورق ۲ ب پر ابن علی بزغش عبدالرحمن مذکور ہے۔ یہ نسخہ ۱۰۹۸ھ کا مکتوبہ ہے۔

نوٹ:۔ سہروردی کے بارے میں اکثر ارباب علم کو دھوکا ہو جاتا ہے۔ اس لیے میں یہ عرض کر دوں کہ اس لقب کے تین بزرگ ہوئے ہیں۔ ایک "آداب المریدین" کے مولف، جن کا انتقال ۵۶۳ھ میں ہوا ہے۔ دوسرے شہاب الدین یحییٰ بن حبش مولف "حکمۃ الاشراق" جن کو شیخ مقتول بھی کہا جاتا ہے۔ تیسرے "عوارف المعارف کے مولف"۔

۷۱۔ **مفاتیح الاعجاز شرح گلشن راز**: محمود شبستری متوفی ۷۲۰ھ کی مشہور مثنوی گلشن راز کی شرح جس کا شارح محمد بن یحییٰ نور بخشی متوفی ۹۱۲ھ۔ اس کا سنہ کتابت ۸۸۰ھ ہے، یعنی شارح کی وفات سے ۳۲ سال قبل اور سنہ تالیف سے تین سال بعد۔

۷۲۔ **ملفوظات تیموری یا واقعات تیموری**: امیر تیمور کی خود نوشت سوانح عمری جو ترکی سے فارسی میں منتقل ہوئی۔ مترجم کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ یہ ترجمہ ۱۰۴۷ھ میں شاہ جہاں بادشاہ کو پیش کیا گیا تھا۔

۷۳۔ **ملفوظات خواجہ خورد**: خواجہ عبداللہ بن عبدالباقی نقشبندی ملقب بہ خواجہ خورد، متوفی ۱۰۷۵ھ کے ملفوظات کا مجموعہ۔ اس کی سنہ کتابت ۱۱۱۱ھ یعنی صاحب ملفوظات کی وفات سے ۳۶ سال بعد۔

۷۴۔ **ملفوظات شاہ وجیہ الدین گجراتی علوی**: متوفی ۹۹۸ھ، مکتوبہ شیخ بہادر بن دولت محمد سنہ ۱۰۴۹ھ، تعداد اوراق ۱۲۴۔

۷۵۔ **مناقب فخریہ**: مولفہ عماد الملک غازی الدین خاں فیروز جنگ نظام۔ یہ رسالہ مشہور صوفی فخر الدین اورنگ آبادی کے مناقب کے بیان میں ہے۔ اس کا سنہ تالیف جمع مناقب فخریہ سے ۱۲۰۱ھ نکلتا ہے۔ یہ نسخہ ۱۲۰۲ھ کا لکھا ہوا ہے۔

اس کتاب کے بارے میں اہل علم حضرات کو یہ بتا دوں کہ اس کا مولف بہت معمولی پڑھا لکھا تھا اور مولانا کے مریدوں میں تھا۔ اس نے اپنے پیر کے مناقب اور کرامات میں ایسی ایسی دور از کار باتیں لکھی ہیں جو کسی طرح عقل میں نہیں آسکتیں۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی نے اپنی تصنیف تاریخ "مشائخ چشت" میں اس کے بہت حوالے دیے ہیں۔ اسی کا ایک دوسرا نسخہ ہے جس میں مترجم کا نام افضل بخاری ہے اور کاتب ہدایت اللہ، سنہ کتابت ۱۲۲۰ھ۔ اس کے ابتدائی دو صفحات مطلا و مذہب ہیں۔

۷۶۔ **عماد السعادۃ**: مولفہ غلام علی خاں نقوی بن سید محمد اکمل خاں۔ یہ نوابان اودھ کی تاریخ ہے۔ جو ابتدا سے ۱۲۲۲ھ تک کے واقعات پر مشتمل ہے۔

۷۷۔ **ہفت احکام**: مولفہ محب اللہ بن مبارز الہ آبادی، متوفی ۱۰۵۸ھ۔ تصوف کے مسائل پر مشتمل ایک علمی تالیف۔ یہ پورا رسالہ ۱۴ صفحات میں ہے۔

۷۸۔ **صبح صادق**: مولفہ مرزا محمد صادق، صادق اصفہانی متوفی ۱۰۶۱/۱۶۵۱ھ۔ یہ تاریخ کی ایک قابل ذکر کتاب ہے جو ابتدائے آفرینش سے شاہجہاں بادشاہ کے عہد تک کے واقعات پر مشتمل ہے۔ پوری کتاب چار اجزا میں ہے۔ پیش نظر نسخہ اس کا تیسرا حصہ ہے، جو بے حد نایاب ہے۔ پروفیسر ریو (۸۸۹/۳) کی اطلاع کے مطابق یہ جز دفتر وزارت لندن کے کتب خانہ کے علاوہ کہیں موجود نہیں۔

۷۹۔ **مرآۃ آفتاب نما:** مولفہ عبدالرحمن مخاطب بہ شاہ نواز خاں دہلوی۔ اس کا سنہ کتابت ۱۲۱۹ھ ہے۔ یعنی سنہ تصنیف کے صرف ۲ سال بعد۔ اس کے اور نسخے بھی پائے جاتے ہیں، لیکن یہ نسخہ سب سے قدیم ہے۔

۸۰۔ **حقیقت ہائے ہندوستان:** مولفہ لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی۔ اس کا سنہ تصنیف ۱۲۰۴ھ ہے اور سنہ کتابت ۱۲۰۸ھ۔ نسخہ مصنف کی نظر سے گذر چکا ہے۔ چنانچہ اس کی تحریر اور دستخط موجود ہیں۔

۸۱۔ **تاریخ حقی:** مولفہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ۔ ہندوستان کی یہ ایک مختصر تاریخ ہے۔ جو معزالدین محمد بن سام متوفی ۶۰۲ سے عہد اکبری تک کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے۔ نسخہ کا سنہ کتابت ۱۰۳۰ھ ہے، یعنی مولف کی وفات سے ۲۲ سال قبل۔

۸۲۔ **حال نامہ بایزید انصاری:** مولفہ علی محمد بن ابوبکر قندھاری۔ بایزید عہد اکبری کے مشہور بزرگ تھے اور پیر روشن ضمیر کے لقب سے مشہور تھے۔ یہ کتاب روشنیہ تحریک کی بہترین تاریخ ہے۔

۸۳۔ **تاریخ گزیدہ:** مولفہ خواجہ حمداللہ مستوفی۔ اصل نسخہ کے پہلے صفحہ پر عہد اکبر کے مشہور شاعر ابوالفیض فیضی کی تحریر مع دستخط اور مہر ثبت ہے۔ تحریر یہ ہے:

"مالک ھذا التاریخ النجیب بالھیئۃ الصحیحۃ الصریحۃ ابوالفیض فیضی"

اسی صفحہ پر دوسری جگہ اس کے دستخط ہیں۔ اس پر ایک مہر محمد اسحاق کی بھی ہے جس کی عبارت یہ ہے: "تابع شرع محمد اسحاق" یہ نسخہ سائنٹیفک سوسائٹی اور سر سید احمد خاں کے پاس بھی رہا ہے اور دونوں کی مہریں ہیں۔

۸۴۔ **طبقات اکبری:** مولفہ خواجہ نظام الدین احمد بخشی۔ اس کا کاتب عبدالحق قریشی ہے، اور سنہ کتابت ۱۰۰۲ھ بحیات مولف۔

۸۵۔ **جمعات شاہیہ:** مصنفہ شاہ عالم/سید محمد بن عبداللہ (۸۷۶ھ/۱۴۷۱ء) افسوس ہے کہ اس کا کوئی مکمل نسخہ نہیں۔ ذخیرہ آفتاب میں اس کی صرف چھٹی جلد ہے، جو ۷۴ جمعات پر مشتمل ہے۔ درمیان میں ورق ۱۲۴ سے ۱۴۲ تک مختلف شجرے ہیں، جو سب کے سب مولف کتاب سے ملتے ہیں۔ صاحب تذکرہ علمائے ہند نے اس کا مولف سید مقبول عالم احمد آبادی گجراتی کو لکھا ہے جن کا سنہ وفات ۱۰۴۵ھ/۱۶۳۵ء ہے، لیکن کتاب کا سنہ تصنیف ۸۷۶ھ/ ۱۴۷۱ء دیتے ہیں۔ گویا مولف کی وفات سے ۱۶۹ سال قبل۔

۸۶۔ **خمسہ نظامی:** نظامی گنجوی متوفی ۵۳۵ھ/۱۱۴۱ء کی پانچ مثنویوں کا مجموعہ۔ جس کی سنہ کتابت ۹۶۳ھ/۱۵۵۵ء ہے۔ تعداد اوراق ۳۸۰۔ اس کے ابتدائی دو دو صفحات مطلا و مذہب ہیں۔ خط نہایت پاکیزہ۔ ایرانی طرز کی

سات تصاویر ہیں۔ اس کے سرورق پر ممتاز حسین جونپوری کی حسب ذیل تحریر ہے:

" میں نے اس کتاب کو دیکھا۔ یہ ایرانی خوشنویس اور مصور کے زور قلم کا یادگار نمونہ اور نادر الوجود چیز ہے۔"

ممتاز حسین جونپوری ۲۴ اگست ۱۹۴۳ء

اس کے نیچے مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی کی ایک تحریر ہے جس میں انھوں نے اس نسخہ کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔

آخر میں آپ کی ضیافت طبع کے لیے کچھ ایسے مخطوطات کا بھی تعارف کرادوں، جو تیرھویں صدی ہجری میں سنی شیعہ اختلافی مباحث پر لکھی گئی ہیں۔ یہ تالیفات اگرچہ بنیادی طور پر مناظرہ کی ہیں۔ مگر ان کے مولفین نے بڑی عرق ریزی کی ہے اور تحقیقات کے دریا بہائے ہیں۔ آج اگر یہ تمام لٹریچر مہیا ہو جائے تو ریسرچ اسکالرس کو بہت بڑی سہولت ہو جائے گی۔ دوسرا فائدہ ان کا یہ بھی ہے کہ آج کے ذہن ان کے مطالعہ سے ایک دوسرے کے بہت قریب آسکتے ہیں۔ اب اگرچہ رجحانات تیزی سے بدل رہے ہیں پھر بھی ہمیں اپنے اسلاف کے کارناموں کو بھلانا نہ چاہیئے۔

۸۷۔ **اجوبہ اسئلہ عشرہ:** مولفہ شاہ عبدالعزیز دہلوی۔ یہ رسالہ ان دس سوالات کے جواب میں ہے جو سنی اور شیعوں کے درمیان کچھ اختلافی مسایل سے متعلق ہیں۔ مثلاً روافض، تعاذف عائشہ، امامت تفضیلیہ، سب مروان وغیرہ۔ اس کے آخر میں سورہ علی معہ ترجمہ و تفسیر اردو مذکور ہے۔

تفضیلیہ سے مراد وہ فرقہ ہے جو پہلے تین خلفا پر حضرت علی کو ترجیح دیتا ہے۔ باقی تمام عقاید اہل سنت سے متفق ہے۔

۸۸۔ **رسالہ در رد شیعہ از مولف مذکور:** رسالہ میں مصنف کا نام کسی مقام پر مذکور نہیں۔ نہ اصل متن میں نہ دوسری کتابیاتی مصادر میں لیکن مصنف نے درمیان میں اپنی ایک تالیف "تفسیر فتح العزیز" کا حوالہ دیا ہے جس سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کے مولف بھی شاہ عبدالعزیز ہیں۔ اس کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ رسالہ انھوں نے اپنی مشہور تصنیف "تحفۂ اثنا عشریہ" کے بعد لکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تحفہ سے ان کی دل کی پوری طرح تشفی نہیں ہوئی تھی۔ اسی عنوان کا ایک رسالہ شیخ احمد فاروقی مجدد الف ثانی کا بھی ہے۔

۸۹۔ **فتویٰ تعزیہ داری از مولف مذکور:** یہ رسالہ تعزیہ داری کے عدم جواز پر ہے جو ۱۲۴۴ھ کا مکتوبہ ہے۔

۹۰۔ **جواب استفتا از ابو اسماعیل دہلوی:** یہ رسالہ اس استفتا کا جواب ہے جو ایک شیعہ مجتہد نے کیا تھا۔

۹۱۔ **نزھتہ اثنا عشریہ:** مولفہ مرزا محمد بن عنایت احمد خاں شہید رابع متوفی ۱۲۲۵ھ، مکتوبہ سید ابوالقاسم امداد حسین ابن حسن خاں، سنہ کتابت ۱۲۷۵ھ بمقام بلگرام۔

نزھتہ کی یہ پہلی جلد ہے جو تحفۂ اثنا عشریہ کے باب اول کا جواب ہے، جس میں انھوں نے مذہب شیعہ کے حدوث پر

بحث کی ہے۔ اس کی نویں جلد تحفہ کے باب نہم (فقہیات) کا جواب ہے۔ یہ دونوں جلدیں قطب الدین کلکشن مولانا آزاد لائبریری میں محفوظ ہیں۔ اس کی مکمل نو جلدیں ۱۲۵۵ھ میں کلکتہ سے شائع ہوئی تھیں۔ مگر اب بالکل نایاب ہیں۔

۹۲۔ **رجوم الشیاطین :** مولفہ امیر احمد علی احمد کالپوی۔ یہ کتاب سابق الذکر کتاب "نزہۃ اثنا عشریہ" کے باب نہم کی رد میں ہے۔ نسخہ میں اول و آخر کسی مقام پر مولف کا نام مذکور نہیں، لیکن رد شیعیت اس عنوان کی صرف ایک ہی کتاب ہے، جس کے مولف امیر علی کالپوی ہیں، صاحب الثقافۃ الاسلامیۃ فی الہند نے مولف کا نام افراد علی کالپوی دیا ہے۔

۹۳۔ **بارقہ ضیغمیہ :** مولفہ سلطان العلماء السید محمد بن السید دلدار علی لکھنوی، متوفی ۱۲۸۴ھ۔ اس کا سنہ کتابت ۱۲۳۶ھ ہے یعنی مولف کی وفات سے ۴۸ سال قبل۔ یہ کتاب متعین یعنی متعۃ الحج و متعۃ النساء کی بحث میں ہے جو "تحفہ اثنا عشریہ" کی رد میں ہے۔

۹۴۔ **صولت غضنفریہ و شوکت عمریہ ملقب بہ کرہ صفدریہ :** مولفہ رشید الدین خان شاگرد صاحب "تحفہ اثنا عشریہ" یہ سابق الذکر تصنیف بارقہ ضیغمیہ کی رد میں ہے۔ مولف نے اپنی اس تالیف میں ان احادیث کی تاویل کی ہے۔ جو "متعۃ النساء" کے جواز میں کتب اہل سنت میں وارد ہوئی ہیں۔ اس کی تردید اولاً مفتی محمد قلی متوفی ۱۲۶۰ھ نے لکھی جس کا نام "الشعلۃ النظریہ" ہے۔ اس کے بعد مصنف مذکور نے اس کا ایک دوسرا جواب لکھا۔ اسی جلد میں اسی مصنف کی دوسری کتاب برق خاطف و رعد قاصف شامل ہے جو واقعہ افک سے متعلق کچھ مباحث پر مشتمل ہے۔ دوسری کتاب "ذوالفقار" مصنفہ السید دلدار علی نصیر آبادی لکھنوی ہے، جو "تحفہ اثنا عشریہ" کے بارھویں باب کا جواب ہے۔ جس میں شاہ عبدالعزیز نے تولا اور تبرا پر بحث کی ہے۔

۹۵۔ **شواہد فدکیہ :** مولفہ السید اکرم علی متوفی ۱۲۵۰ھ۔ یہ کتاب مصنف نے سلامت علی بنارسی کی تبصرۃ المسلمین کے مبحث فدک کی رد میں لکھی ہے۔ اس کا سنہ تالیف حسب ذیل شعر سے ۱۲۲۷ھ برآمد ہوتا ہے:

ذوالفقار امام اول خواہ — سر طاغی و ذوالفقار علی

۹۶۔ **صوارم الہیات ج ۲ :** مولفہ مولانا السید دلدار علی، یہ کتاب تحفہ کے باب پنجم (الٰہیات) کی رد میں ہے جو ۱۲۳۵ھ میں کلکتہ سے چھپی تھی مگر اب بالکل نایاب ہے۔ اس مخطوطہ کی سنہ کتابت ۱۲۸۸ھ ہے اور تعداد صفحات ۴۲۶ ہے۔

۹۷۔ **رسالہ بجواب مکتوب عاشق علی خاں شیعی در باب خطبہ شقشقیہ :** خطبہ شقشقیہ حضرت علیؓ کا ایک مشہور اور محل بحث خطبہ ہے۔ یہ رسالہ اسی خطبہ پر عاشق علی خاں کے دلایل کی رد میں ہے۔

۹۸۔ **حسام الاسلام :** مصنفہ مولانا دلدار علی مذکور۔ یہ کتاب "تحفہ" کے باب ششم (نبوت) کی رد میں ہے۔

۹۹۔ **بصارۃ العین**: مولفہ ابواسماعیل دہلوی۔ یہ رسالہ سلطان العلماء السید محمد کی تالیف "ثمرۃ الخلافہ" کے جواب میں ہے جس میں مؤلف نے یہ ثابت کیا ہے کہ "حسین کا قتل جائز ہے اور یزید کی خلافت حق ہے"۔ ابواسماعیل دہلوی نے اس رسالہ میں اس کی تردید کی ہے۔

۱۰۰۔ **کشف الشبہہ عن حکم المتعہ**: مولفہ احمد بن محمد علی بن محمد باقر البہبہانی متوفی ۱۲۳۵ھ۔ یہ ایک مختصر رسالہ ہے جو تحفہ کے مبحث متعہ کی رد میں ہے۔ اسی جلد میں اس کا جواب بھی شامل ہے، جس کے مؤلف کوئی فاضل ظہور الحق ہیں۔ اس کا عنوان "جواب کشف الشبہہ عن حکم المتعہ" ہے۔ اس کے سرورق پر اسی کاتب کے قلم سے حسب ذیل دو شعر ملتے ہیں:

ظہور الحق اگرچہ مفسدم خواند — چراغ کذب را نبود فروغ
بگویم مصلحش بہر مکافات — دروغ را جزا باشد دروغ

اس کے بعد ۱۲ صفحات پر مشتمل آخر الذکر رسالہ کی تردید ہے۔ جس کا عنوان ہے "جواب ایرادات کشف الشبہہ عن حکم المتعہ۔

جناب محمود حسن قیصر کے مقالہ میں مذکور عربی فارسی نوادر ابجدی ترتیب سے ایک نظر میں سامنے آجائیں اس کے لیے ہم نے ایک اشاریہ بھی بنا دینا ضروری سمجھا جو پیش خدمت ہے :

فارسی

ایزادات

کتاب خانہ حبیب گنج

جو اب علیگڑھ مسلم یونیورسٹی کی مولانا آزاد لائبریری کا حصّہ بن گیا ہے

- علیگڑھ کے ایک کتابخانے کی دلچسپ کہانی
- شاہی کتابخانوں کی کتابیں حبیب گنج میں
- حبیب گنج کی مزید کہانی

علیگڑھ کے ایک کتابخانے کی دلچسپ کہانی

بانیٔ کتب خانہ نواب صدر یار جنگ حبیب الرحمن خاں شروانی کی زبانی

یہ تو یاد نہین کہ میری عمر اس وقت کیا تھی، مگر یہ کہہ سکتا ہون کہ محض بچہ تھا جب یہ دیکھتا تھا کہ والد مرحوم کو کتابون کا اور کتاب دیکھنے کا شوق تھا، شب کو ایک معین وقت پر کھانے سے پہلے کتاب دیکھتے تھے، زیادہ تر فارسی کی تاریخین مثلاً تاریخ فرشتہ، سیر المتاخرین، یا ادب اردو، مثلاً بوستان خیال، گفتگو مین اکثر بادشاہون کے تاریخی واقعات بیان فرماتے، دوپہر کو لیٹ کر سونے سے قبل بھی کتاب دیکھتے، جب مین اردو پڑھنے لگا تو مرزا غالب کی اردوے معلی کا نسخہ مجھ کو عنایت ہوا تھا، مین اس کو دیکھتا، کچھ سمجھتا، بہت کچھ نہ سمجھتا، تاہم دیکھے جاتا اور اتنا دیکھتا کہ والد مرحوم تنگ آجاتے، منع فرماتے، ذوق ادب کی یہ بنیاد تھی ایک کتاب فروش تھے عبد الرحیم نامی، ذہنی گٹھری لیکر مکتب مین درسی کتابین بیچنے آتے، درسی کتابون کے سوا چھوٹی چھوٹی اردو نظم کی کتابین دکھا کر شوق دلاتے کہ بچے خریدین، مثلاً نور نامہ حضرت بلال کا قصہ، جملہ معترضہ، ہم کتابین دیکھتے تو کہتے جاتے لڑکو! مصطفائی یا نظامی مطبع کی کتاب لینا تو لکشور کی نہ لینا، یہ صحیح کتاب کا اہتمام تھا، درسی کتابون کی قیمت تو بزرگون کی سرکار سے ملتی، غیر درسی کی خود دینی ہوتی، اتوار کے دن ہمارے یہان بازار لگتا تھا، اس مین پیسے ملتے تھے، انھین مین سے اس کام مین صرف ہوتے، خوب یاد ہے کہ ایک بار کتاب فروش کے ایک روپیہ چھ آنہ میرے ذمہ واجب ہو گئے، میرے پاس صرف چھ پیسے تھے، تقاضا کے بعد دھمکی دی کہ خان صاحب سے کہون گا، یہ بڑی دھمکی تھی، قرض کی چیز لینا سخت جرم تھا، اس رات جو فکر رہی وہ اب تک یاد ہے، دوسرے روز کچھ کتابین واپس دین، کچھ

بدلے مین دین یا اس کے پیسے دیئے جب تقاضا ہلکا ہوا بچپن کے اسی شوق کا یہ اثر تھا کہ رات کو زنانہ مین یہ شغل ہوتا کہ کوئی چادر یا جانماز مل جاتی تو لپیٹ کر گٹھری بنائی جاتی اور کتابین بیچی جاتین ابا میان دیکھکر تعجب کرتین،

بہرحال یہ شوق کتابین دیکھنے کا عبدالرحیم موصوف نے لگایا تھا، غرض استعداد کے ساتھ کتابون کا معیار بھی بڑھتا گیا، اب نور نامہ وغیرہ تو موجود نہین البتہ ان سے خریدی ہوئی شرح سہ نثر ظہوری وغیرہ کتابین موجود ہین، ان مین سے بعض پر ۱۳۱۰ھ درج ہے، انھین کتابون کی خریداری کے ساتھ اردو دواوین کا شوق ہوا، ایک واقعے کی مدد سے یاد آتا ہے کہ ۱۹۰۳ء تک سو سوا سو کتابین جمع ہو چکی تھین، ایک صندوق پلنگ کے پاس رہتا تھا، اس مین یہ کتابین اور لکھنے پڑھنے کا سامان رہتا، اسی طرح کتابین بڑھتی رہین، جب علٰحدہ کمرہ رہنے کو ملا تو والد مرحوم نے اس مین ایک الماری کتابون کے واسطے بنوا دی، یہ الماری جب تک بھری نہ تھی، یہ اس وقت کا ذکر ہے کہ قطبی وغیرہ کتابین پڑھتا تھا، ۱۹۰۵ء مین انگریزی پڑھنے کے لئے آگرہ گیا، وہان قلمی کتابین دیکھنے اور خریدنے کا موقع ملا، یاد آتا ہے کہ سب سے پہلے قاضی ابوبکر کا رسالہ ساحت خریدا، واقعات بابری کا ایک نادر قلمی نسخہ آگرہ کالج کی لائبریری مین تھا، عم محترم مرحوم کی اجازت سے اس کی نقل ۱۹۰۶ء مین کرائی، اسی زمانہ مین علامہ شبلی مرحوم سے ملاقات ہوئی، ان کے فیض صحبت سے وسعت نظر پیدا ہوئی، ٹونک، رامپور وغیرہ کے کتابخانون کے حالات سنے،

یہی زمانہ تھا کہ والدہ مرحومہ کے معالجے کے سلسلے مین دلی جانا اور رہنا ہوا، خریداری کتب کا شوق ساتھ تھا، مولوی سلیم الدین خانصاحب مرحوم بہت وسیع پیمانہ پر قلمی کتابون کے فروخت کا کاروبار کرتے تھے، قیمت پوری لیتے تھے، ان سے ملا بعض کتابین خریدین، ایک کباڑی کے یہان سے کشف الحجاب فی علم الاصطرلاب کا عمدہ نسخہ خریدا، اسی کی معرفت بعض اور کتابین اور خوشخط قطعات خریدے، قطعات کا یہ پہلا شوق اور خریداری تھی، جملۂ معترضہ، زر زرگشتہ کا تجربہ ہوا، حکیم سعد الدین صاحب ہمارے یہان

لکھنؤ کے ایک طبیب تھے حکیم یعقوب صاحب مرحوم کے شاگرد، اس عہد کی تہذیب کے مطابق خوشخط تھے خط اس کی باقاعدہ مشق کی تھی میں نے دلی کے قطعات کا سرمایہ ان کو دکھایا تو بہت شوق سے دیکھ کر بہت خوش ہوئے جو قطعے استادوں کی نشانی ان کے پاس تھے وہ مجھکو عنایت کر دیے اب تک انکی یادگار کی تصریح کے ساتھ کتابخانہ میں محفوظ ہیں،

آمدم برسر مطلب، جو قلمی چیز خریدی جاتی علامہ مرحوم کو دکھائی جاتی جس سے کرتے اور کوشش فرماتے کہ نگاہ بلند ہو، انہیں کے ذریعے سے لکھنؤ کے قلمی کتاب فروشوں سے سابقہ ہوا، ان کو مولانا خاطر کر کہتے تھے وہ کتاب ایسی دکھائے کہ نہ لینا ممکن نہ ہوتا، قیمت ایسی طلب کرتے کہ دیوالیہ کر دیتے، اب بھی ان کتابوں کی قیمت دیکھتا ہوں تو گرانباری محسوس ہوتی ہے، لکھنؤ کی مدد سے قلمی کتابوں کا سرمایہ بڑھتا گیا، دوسرے مقامات سے بھی کتابیں ملتی رہیں، اب اتنا سرمایہ ہو گیا تھا کہ رہنے کے کمرے میں چار دو چھوٹی بڑی الماریاں کتابوں سے معمور پیش نظر رہتی تھیں حفاظت سے رکھنا ترتیب دینا تھوڑی بہت مرمت سب اپنے ہی ہاتھ سے کرتا،

ایک بار استاذ العلما مولانا لطف اللہ صاحب مرحوم کے ایک صاحبزادے کی شادی مولویانہ طرز پر علیگڑھ میں ہوئی میں بھی حاضر ہوا، عجب عالم تھا، تلامذہ کا کثیر مجمع تھا جن میں بڑے بڑے علما بھی شامل تھے مثلاً مولانا شاہ سید محمد علی صاحب، مولانا محمد حسن صاحب، مولانا عبدالغنی صاحب، مولانا عبدالجلیل صاحب، لطف یہ تھا کہ مہمانوں کے سامان پہنچانے پر ہر طرف مولوی ہی مولوی نظر آتے تھے پلنگ، پانی کے برتن غرض جملہ اشیا اہل علم ہی کے ہاتھ سے پہنچ رہی تھیں، میرے یہاں جب سامان لانے لگے تو معذرت کی کہ آپ نہ لائیں ایک صاحب نے جو واقف تھے ہنس کر کہا کہ یہاں مولویوں کے سوا اور ہے کون جو تمہارے لئے سامان لائیگا، غرض ان حضرات میں سے بعض کو میں نے تکلیف دی کہ شادی کے بعد میرے غریب خانہ پر لائیں، کرم فرمایا، کتابخانہ دیکھا، متعارف فنون کا اتنا سرمایہ فراہم ہو چکا تھا کہ قابل تحسین ٹھہرا،

مولانا سید محمد علی صاحب اور علامہ شبلی کی تشویق سے بیرونی ممالک کی کتابون کے خریدنے کا شوق ہوا، ندوۃ العلماء کے جلسون کے سلسلے مین کانپور جانا ہوتا تو مولوی نور الدین مرحوم اور مولوی سلیمان صاحب تاجر کتب مصریہ کی فہرستین دیکھکر کتابین خریدی جاتین،

قدم آگے بڑھا تو بمبئی مصر شام اور یورپ سے کتابین آنے لگین، متفرق طور سے بھی کتابین اور نادر کتابین ہاتھ آتی رہین، یہ ارزان مل جاتین، مثلاً مباحث مشرقیہ امام رازی کا نسخہ ایک بیوہ شریف زادی کے یہان سے تین روپیہ کو ملا، الہ آباد سے ایک صاحب نے ایک بیوہ کا مال گلستان کا نادر مصور نسخہ بے طلب بھیجدیا جب دس روپیہ قیمت بھیجی تو دعا و شکریہ بھی ملا، جو نادر کتاب ہاتھ آتی علامہ شبلی مرحوم کو مطلع کرتا وہان سے تحسین آتی، یاقوت مستعصمی کا لکھا ہوا کلام مجید کا نسخہ ہاتھ آیا، تو نیاز نامے کے جواب مین فرمایا گاؤن مین بیٹھے ہوئے بغداد تک چھاپے مارتے ہو، اس کلام مجید کے دستیاب ہونے کا واقعہ بھی شنیدنی ہے،

ایک علمی و درویشی خاندان کے ایک صاحبزادہ نے روش خاندانی بدل کر باپ کی موجودگی مین سرمایہ علمی پر دست درازی شروع کردی، ایک بار ایک نادر نسخہ معمولی دامون پر یہان فروخت کر گئے، چلتے وقت کتابدار سے کہا کہ یہ تو معمولی چیز تھی ہمت ہو تو ایک چیز لاؤن کہا گیا ضرور، دوبارہ آئے تو یاقوت مستعصمی کے ہاتھ کا لکھا ہوا وہ نادر روزگار نسخہ لائے کہ آنکھین کھل گئین، ظفر خان شاہجہانی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی یہ عبارت اس پر تھی بقلم یاقوت مستعصمی کہ بہتر ازین نوشتہ اند، ہدیہ چالیس روپیہ لے گئے، چند روز بعد اہل خاندان کو خبر ہوئی، وہ اس کے ذریعہ سے زیادہ نفع کے امیدوار تھے، بعد مشورہ چالیس روپیہ بھی دیگر صاحبزادہ کے والد کو یہ چالیس بھیجا، مین ایک جگہ عزیزداری مین گیا ہوا تھا، وہان ملے، تخلیہ کی فرمائش کی کھٹک گیا، تنہائی مین لڑکے کی نالائقی کا شکوہ فرماکر دریافت کیا کہ آیا کلام مجید کا نسخہ حبیب گنج پہونچنے کی خبر صحیح ہے، مشکل کا سامنا ہوا، آپ خیال کرسکتے ہین کہ شوق کا تقاضا کیا ہوا ہوگا، دل نے کہا کہ خطاب

کرنے والے سید مجاہد کلام مجید کا جھوٹ بولنا روا نہیں، صاف واقعہ کہہ دیا اور واپسی کا وعدہ کیا سید صاحب یہاں تشریف لائے تو نسخہ واپس کر دیا چہ تو فرمایا وقف ہے حفاظت نہ ہو سکی تو تمہارے پاس امانتہً رکھوا دونگا، آگے سنئے، صاحبزادہ للعصر مین ہدیہ کر گئے تھے خود بزرگوار نے بارہ روپیہ مین گروی رکھدیا مجھ کو کسی ذریعے سے معلوم ہوا تو زر رہن بھیجکر نسخہ اپنے پاس منگوا لیا، سید صاحب نے پھر کرم فرمایا نسخہ پھر حوالہ کر دیا گیا اس مرتبہ ان کے زرطلب عزیز ایک ریاست مین لے گئے اور ساڑھے گیارہ سو روپیہ مین ہمیشہ کے لئے اپنے آپ سے اس عزیز کو جدا کر دیا مین نے اس واقعہ کا پہلا حصہ علامہ شبلی سے بیان کیا تو فرمایا تمھاری شرافت تمھارے شوق پر غالب آئی،،

جب حیدرآباد مین تعلق ہوا تو وہاں بھی عمدہ موقعے کتابون کے حاصل کرنیکے ملے، خود اپنے بزرگون کے کتابخانون کے سرمایہ سے بھی اضافہ ہوا ہے، منجملہ ان کے بعض نادر نسخے ہین، مثلاً تفسیر جلالین کا ایک نسخہ عہد قطب شاہی کا نفیس لکھا ہوا، تاناشاہ کے بعض حاشیے اس پر درج ہین،

داستان بالا سے معلوم ہوا ہوگا کہ یہ میرا مختصر کتابخانہ نصف صدی سے زیادہ کی تلاش کا سرمایہ ہے الحمد للہ اس مین ایک بھی نسخہ سرقہ یا ناجائز ذریعے کا حاصل کیا ہوا نہیں ہے، بلکہ ایسا ہوا ہے کہ فروشندہ نے ناواقفیت سے کم قیمت مانگی مین نے زیادہ دام دیئے، بہت سی کتابین نقل کے ذریعہ سے بھی حاصل ہوئی ہین، سفر حج مین حرمین شریفین مین بھی کتابین ہاتھ آئین، احباب اور اعزہ کے ہدایا نے بھی سرمایہ بڑھایا، تحفۂ اثنا عشری کا نسخہ منشی احتشام علی صاحب کا عطیہ ہے جو خود شاہ صاحب نے صحیح کرا دیا تھا، بعض دفعہ حماقتین ہوئین جن پر اب تک افسوس ہے، ایک حماقت سن لیجئے، بوستان سعدی کا ایک نسخہ ایک مشہور خطاط (غالباً اسحٰق) کے ہاتھ کا لکھا ہوا، بفرمایش شاہی کئی مغل بادشاہون کی مہرین اور دستی عبارتین لکھی ہوئی ہین، جنمین جہانگیر اور شاہجہان شامل تھے، اس کی آراستگی قابل دید تھی، تین سو روپیہ قیمت تھی، ایک دوست نے بھیجا، چند روز رکھا رہا، معلوم نہین دماغ ان ایام مین صحت کے کس درجہ مین تھا، کہ نہ لیا،

واپس کردیا، جو دان دوست نے خرید لیا، اب میں ہون اور وہ دوست طرح طرح سے بہلاتا ہون، مگر اُن کا دل نہیں پسیجتا، اگر معارف کے قارئین کرام میں سے کوئی صاحب میری مدد فرمائیں تو ان کا نام بھی بتا دون،

کتابون کے جمع کرنے میں زیادہ اہتمام قلمی نسخون کا رہا ہے، مطبوعہ علمی وفنی کتابیں جمع کی ہیں، معمولی کتابون سے تعداد بڑھانا کبھی پیش نظر نہیں رہا،

اس تمام تجربے سے قدیم زمانہ کے علمی وکتابی شوق کا جو اندازہ ہوا ہے اس کے مقابلہ میں عہد حاضر کی بے ذوقی بلکہ بد ذوقی دیکھکر دل دکھتا ہے،

اس وقت کتابخانہ میں کل جلدیں ۳۱۷۳ ہیں، ان میں سے ۳۱۱۱ مطبوعہ ہیں اور ۶۲ قلمی، اب ایک وسیع عمارت بھی اس سرمایہ کے لئے تنگی کر رہی ہے، جو ایک اوسط پیمانے کے صندوق سے شروع ہوا تھا،

ترتیب فن وار ہے، کتابیں عربی فارسی اور اردو تینون زبانون کی ہیں، انگریزی کی بھی ۱۷۰ ہیں جو فہرست بالا سے خارج ہیں، فہرستیں ایک سے زیادہ مرتب ہو چکی ہیں اور بعض ہنوز زیر ترتیب ہیں، سرمایہ الحمدللہ برابر ترقی پذیر ہے، حال میں دلی کے ایک کباڑی کے یہان سے قدیم مطبوعات کے بہت سے نسخے ملے ہیں، ؎

ہنوز آن ابر رحمت در فشان است

خم و خمخانہ با مہر و نشان است

—— مقالات شروانی/ ۲۸۳-۲۸۸

شاہی کتابخانوں کی کتابیں حبیب گنج میں

(صدر یار جنگ)

۱۔ کلام اللہ المجید کے پانچ ورق بخط کوفی ۱۸۴۳ء میں جب لارڈ ایلنبرا کے عہد میں ملک سندھ کا الحاق ہوا تو وہاں کے کتابخانے سے ایک کلام مجید کے نسخہ کے پچاس یا ساٹھ ورق مال غنیمت میں کلکتہ آئے، یہ نسخہ مختلف بادشاہوں کے کتابخانوں میں رہ چکا تھا جن کی مہریں اور دستخط اُس پر ثبت تھے منجملہ اُن کے شاہجہاں بادشاہ کے قلم کی یہ عبارت درج تھی،

"بخط شاہ مردان بیک ہزار مہر طلائی ہدیہ نمودہ شد"

شاہجہاں کی مہر بھی تھی، مولوی سمیع الدین خانصاحب رئیس کاکوری اس زمانے میں نواب گورنر جنرل کے میر منشی تھے، مولوی صاحب موصوف نے گورنر جنرل کی اجازت سے یہ پانچ ورق بطور تبرک اپنے جدا کر لئے مولوی صاحب کے خاندان سے حبیب گنج پہنچے، حالات بالا کی تصدیق بقلم مولوی صاحب موصوف ان اوراق کے ہمراہ داخل کتابخانہ حبیب گنج ہوئی ہے،

۲۔ حصن حصین امام جزری ۸۹۰ھ کا لکھا ہوا نسخہ وفات مصنف کے ستاون برس بعد کا لکھا ہوا، میرک شاہ مرحوم محدث مشہور کے قلم کے حواشی خط نسخ جیبہ مطلا، کاغذ سمرقندی، شاہزادہ اعظم شاہ کی پیشکش عالمگیر بادشاہ کے حضور میں ۱۱۱۵ھ مطابق سنہ جلوس میں عالمگیر بادشاہ کے قلم کا صاد ثبت ہے، شاہی امرا تحویلداران کتابخانہ کی مہریں ہیں، جا بجا تحریر ہیں

۳۔ مثنوی گوے و چوگان ملا عارفی، پوری کتاب استاد مشہور ملا میر علی کاتب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی خط بھی زمانہ کمال خطاطی کا بمقام ہراۃ ۹۲۶ھ میں لکھی گئی، اول یہ کتاب قطب شاہیوں کے کتابخانہ میں رہی جب عالمگیر بادشاہ نے گولکنڈہ فتح کیا، تو تیموری کتابخانہ میں داخل ہوئی، کتاب پر شاہی کتاب خانے کی جو عبارت درج ہے، وہ ان

بیانات کی شاہد ہے، گردشِ زمانہ سے قیمتِ کتاب میں جو تغیرات ہوئے، وہ عبرت افزا ہیں،
عالمگیری کتابخانہ کا اندراج قیمت دو ہزار روپیہ ہے، ۱۱۹۶ھ میں دو سو دس روپئے میں فروخت ہوئی، اس کے بعد
۱۲۹۳ھ میں قطب الدولہ نے ڈھائی سو روپے میں خریدی، میرے یہاں ۱۳۲۱ھ میں ایک سو ستر روپیہ میں آئی،

۴۔ مثنوی مولینای رومؒ ۷۱۲ھ کا لکھا ہوا نسخہ، مولانا کی وفات ۶۷۲ھ میں ہوئی، اس طرح یہ نسخہ وفاتِ مولینا
کے چالیس برس بعد لکھا گیا، جہاں تک علم ہے، اس سے زیادہ قدیم نسخہ میونخ کے کتابخانے میں ہے جو ۷۰۶ھ
کا لکھا ہوا ہے، برٹش میوزیم کا نسخہ ۷۱۸ھ کا ہے، کتابخانہ حبیب گنج کا نسخہ عالمگیر بادشاہ کے کتابخانے کا ہے،
اس پر چار مہریں بادشاہ ممدوح کی ہیں، جن میں الفاظ محمد اورنگ زیب بادشاہ ثبت ہیں، یہ مہریں مدور ہیں،

۵۔ لوائح مولینا جامیؒ، عنوان طلائی لاجوردی، مطلا و مذہب، کاغذ ختی زرافشاں، حاشیہ زرافشاں،
مختلف رنگ، خط استادانہ، کاتب محمد محسن الہروی، محررۂ ذی قعدہ ۱۰۰۳ھ، لوحِ کتاب پر حسب ذیل عبارت درج ہے،

"لوائح بابت گذرانیدہ میر معز چہاردہم ربیع الثانی ۱۰۹۶ھ داخل کتابخانہ سرکار عالی شد"

اس عبارت کے اوپر قابل خان خانہ زاد عالمگیر بادشاہ کی مہر ہے، ایک اور اندراج سے معلوم ہوتا ہے،
کہ امیر الامراء شایستہ خاں کے اموال کی بابت ۳۸ سنہ جلوس میں داخل ہو کر محمد باقر کی تحویل میں سپرد کی گئی، اس کے
بعد متعدد تحویلوں اور جائزوں کی عبارتیں درج ہیں، یہ بھی معلوم ہوتا ہے، کہ ۱۰۹۶ھ (مطابق ۲۷ سنہ جلوس)
میں امیر الامراء شایستہ خاں کو مرحمت ہوئی، ان کے انتقال کے بعد ۳۸ سنہ جلوس میں مکرر داخلِ کتابخانہ شاہی
ہوئی، ایک اور اندراج سے ۴۳ سنہ جلوس میں بھی داخلِ کتابخانہ شاہی ہونا واضح ہوتا ہے،

۶۔ منہاج العابدین امام غزالیؒ، مجدولی تقطیع، متن مفروش بہ طلا، خوشخط نسخ، کاغذ باریک، یکتا، شاہزادہ
محمد معظم شاہ عالم بن عالمگیر بادشاہ غازی کے کتابخانے کی، آخر میں شاہزادہ ممدوح کی مہر ہے، جو بالآخر تخت
پدری پر بیٹھے،

۷۔ کلام مجید تقطیع اوسط، دو صفحہ اول طلائی مینا کار، اعلیٰ نمونۂ تذہیب، کاغذ گجراتی زرافشاں بوٹوں کے، ام مطلا، بہ خط ولایت، کاتب ابو الفتح بن احمد القاری، فرخ سیر بادشاہ کے کتبخانہ کا یہ نسخہ ہے،

۸۔ شرح قصیدۂ لامیۃ العجم بخط نسخ غیر جید، بیت اللہ کے سامنے ۱۰۲۰ھ میں لکھی گئی، آخر میں عبارت درج ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے، کہ "بہ حکم خزانہ مولینا السید الجلیل الملک الاصیل .... مولینا سید ادریس (الفاظ بخط طلائی) بن حسن اعلی اللہ ظلہ یہ کتاب لکھی گئی، (اس کا تعلق خاندان شریف مکہ مکرمہ سے ہے) انقلاب زمانہ کے بعد یہ نسخہ میر غلام علی آزاد بلگرامی کے کتبخانہ میں بھی رہا،

۹۔ دیوان خواجہ آصفی، خوشخط ایرانی قلم، جدول مطلا و مذہب، بین السطور مطلا، کاغذ فتی ختائی رنگ، دو صفحہ اول طلائی کار لاجورد، عبارت ذیل اس پر درج ہے:

"کتب خانہ مبارک سلطان محمد صفوی ملقب بہ سلطان محمد خدابندہ دام ملکہم و ختمتم در ۹۴۵ھ قمری فقیر اسمٰعیل ترکان تحویلدار"،

اس کتاب پر گورنر کونسل کے بخط انگریزی دستخط ہیں،

۱۰۔ صحیح بخاری المجلد الاول خط عرب، کاغذ سمرقندی، سنہ کتابت درج نہیں، آخر میں دو تحریریں ۱۰۸۰ھ کی ہیں، لوح کتاب پر طلائی شمسے میں عبارت ذیل خط نسخ شنگرفی میں لکھی ہوئی ہے،

"جلد اول صحیح بخاری بخط نسخ عرب در آخر کتاب بخط حضرت شیخ المحدثین عفیف الدین کازرونی است جلد سیاہ و ترنج سرخ و جدول طلا و نبشتہ باتہ فتح شہر محمد آباد المعروف بہ بیدر، حجت کتبخانہ معمورہ عالم پناہ ابراہیم عادل شاہ داخل شدہ ۹ شعبان ۱۰۲۳ھ"

شیخ عفیف الدین کازرونی شارحین صحیح بخاری میں سے ہیں، کشف الظنون میں ان کا اور ان کی شرح کا ذکر ہے،

۱۱- مشکوٰۃ المصابیح، خط نسخ جید، کاغذ باریک چکنا، مطلا و مذہب، فہرست بخط طلائی، لکھی ۸۶۳ھ میں شہر بیدر میں لکھی گئی، کاتب ابوسعید بن حسین تاجر مشہور بہ مال امیری، عبارت لوح کا ایک حصہ محو شدہ ہے تاہم اسقدر واضح ہے، کہ یہ کتاب سلطان محمود شاہ بہمنی سلطان بیدر کی نذر کی گئی؛ وفات محمود شاہ بہمنی ۹۲۴ھ (فرشتہ)

۱۲- تفسیر جلالین، تقطیع کلاں، مطلا و مذہب، بخط کلام اللہ نسخ شنگرفی، خط تفسیر شکستہ تعلیق، ۱۰۹۵ھ میں رضی الدین محمد تفرشی نے دارالسلطنت حیدرآباد میں بعہد تاناشاہ لکھی، اس تفسیر میں دو جگہ سلطان ابوالحسن قطب شاہ عرف تاناشاہ کے حاشیے ہیں،

۱۳- مثنوی مجمع البحرین، قصہ ناظر و منظور کاتبی نیشاپوری، تقطیع خورد، خوشخط، خط سمرقندی قدیم، کاغذ سمرقندی اس پر تین سلاطین قطب شاہی کی مہریں ہیں، ایک سلطان محمد قطب شاہ کی، ؎

مہر سلیمان ز حق گشتہ میسر مرا، نقش نگین دل شد صفدر حیدر مرا"

مہر کے درمیان یہ الفاظ ہیں، "العبد سلطان محمد قطب شاہ"

دوسری سلطان محمد قطب شاہ کی، ؎

کسے کہ ساخت نقش نگین مہر آل بعیم، بود سپہر کرم قطب شاہ ابراہیم،

تیسری محمد قلی قطب شاہ کی، اس میں درج ہے، "العبد محمد قلی قطب شاہ"،

۱۴- دیوان امیر شاہی سبزواری، خوشخط نستعلیق جلی قلم، کاغذ گلابی، تقطیع اوسط، کاتب فتح چند، بے تاریخ کتابت، اس پر تین مہریں ہیں، ایک مہر مربع کلاں بخط سیاہ، نواب آصف الدولہ بہادر کی، دوسری مربع نصیر الدین حیدر کی، تیسری امجد علی شاہ کی، (دونوں خوشخط شنگرفی) نواب آصف الدولہ کی مہر کی عبارت،

"یحییٰ خاں بہادر ہزبر جنگ آصف الدولہ"

شاہ نصیر الدین حیدر کی مہر کی عبارت، ؎

"خوش ست مہر کتب خانۂ سلیماں جاہ، بہر کتاب مزین چو نقش بسم اللہ،

امجد علی شاہ کی مہر :

تاریخ مہر شد چوں شد مزین بر کتاب   خاتم امجد علی شاہ زمان عالیجناب ،

۱۵۔ بوستان شیخ سعدی شیرازی، خوشخط، جدول زر و سرخ، مورخہ ۱۲۰۶ھ بے اسم کاتب؛ شاہان اودھ کی مہریں، ایک نصیر الدین حیدر کی، دوسری امجد علی شاہ کی: تیسری واجد علی شاہ کی عبارت مہر واجد علی شاہ :

ثابت و پر نور بادا تا فروغ آفتاب   خاتم واجد علی سلطان عالم بر کتاب

اس پر جارج بیلی رزیڈنٹ لکھنؤ کے دستخط و مہر بھی ہے، دستخط انگریزی ۱۸۱۰ء بخط نسخ طغرائی،

۱۶۔ تاریخ فارس، خط جلی صاف کاتب خانہ زاد بارگاہ آسماں جاہ سلطانی حسین علی، تاریخ کتابت ۱۲۳۰ھ، رابرٹ پارٹر (؟) ایک سیاح پیٹرس برگ سے فتح علی شاہ قاچار کے عہد میں ایران گیا، تین برس وہاں رہا، اس کا یہ سفرنامہ ہے، اس میں علاوہ ایران کے روسی شہروں کا بیان بھی آگیا ہے،

غازی الدین حیدر بادشاہ لکھنؤ کے حکم سے محمد صالح نے کرشن موہن انگریزی داں کی مدد سے فارسی میں ترجمہ کیا، دیباچے میں لکھا ہے کہ

> ہر روز جس قدر ترجمہ کیا جاتا شاہی ملاحظہ میں پیش ہوتا، خود بدولت کی اصلاح کے بعد درج کتاب ہوتا، اسی طرح ساری کتاب شاہی اصلاح سے مزین ہے،

اس نسخے پر شاہان اودھ کی چار مہریں ہیں، ایک نصیر الدین حیدر کی، دو امجد علی شاہ کی ایک اوپر ایک آخر میں، چوتھی واجد علی شاہ کی، متعدد جائزے ہیں،

شاہی کتب خانوں کا گوشوارہ جنمیں مذکورہ بالا کتابیں رہیں	سلاطین تیموریہ ہندوستان (سات)، شاہان صفویہ ایران (ایک)، شریف مکہ مکرمہ (ایک)، سلاطین بہمنیہ بیدر (دو) قطب شاہی (تین)، عادل شاہی (ایک)، بادشاہان اودھ (تین)

جملہ ۱۸، دو کتابیں شمار میں مکرر ہیں، جو دو دو کتب خانوں میں رہیں،

—— مقالات شیروانی / ۳۱۲ - ۳۰۶

حبیب گنج کی مزید کہانی

شعبۂ عربی علی گڑھ کے پروفیسر بدرالدین علوی کی زبانی

نواب صاحب نے اپنے یہاں کی ہر کتاب کا مطالعہ کرکے اس کی خصوصیات نوٹ کی ہیں، اور متعدد اقسام کی فہرستیں خود اپنے ہاتھ سے مہینوں محنت شاقہ کرکے ترتیب دی ہیں، فہرست کی ترتیب کے زمانے میں ڈیڑھ بجے دن تک نیز لو کی حالت میں برآمدے میں بیٹھے رہتے تھے، کتابوں کے حصول کا شوق اس واقعہ سے ملاحظہ کیجئے، کپڑا خریدنے کے ارادے سے دہلی گئے ہوئے ہیں، ایک بزاز کی دوکان پر بیٹھے ہیں، بزاز کپڑے پیش کررہا ہے، ایک اجنبی شخص ایک کتاب لے کر دوکان کے پاس آتا ہے، اس سے پوچھتے ہیں کیا کتاب ہے، وہ بجائے جواب کے کتاب ہاتھ میں دے دیتا ہے، دیکھتے ہیں تو دیوان فغانی ہے، فوراً اس کو خرید لیتے ہیں، بزاز متحیر ہے کہ کپڑے چھوڑ کر کدھر لگ گئے، بالآخر دیوان فغانی ہاتھ لگنے کی خوشی میں کپڑے کی خرید اس وقت ملتوی کردی جاتی ہے، یہ سارا واقعہ جلد کے سادہ کاغذ پر نوٹ ہے،

کتب خانے کی فہرستیں جن کا ابھی ذکر ہوا، دو طریقے کی تیار فرمائی ہیں، ایک تو یہی معمولی طریقہ پر جس میں کتابوں کو باعتبار علوم وفنون اور باعتبار زبان لکھا جاتا ہے، دوسرا طریقہ باعتبار اہمیت خصوصیت ہے، چونکہ آخرالذکر میرے ذوق کی چیز ہے، اس لئے مضمون میں اسی پر روشنی ڈالوں گا،

اس فہرست میں دو عنوانات ہیں، ہر عنوان ایسا ہے کہ اس پر مستقل مضمون لکھا جاسکتا ہے،

(۱) اس میں وہ کتابیں ہیں، جو طلائی کام کے لحاظ سے ممتاز ہیں، مختلف زمانوں میں اور مختلف

ممالک میں کس کس طرح طلائی کام ہوتا تھا؛ اس سلسلے کی کتابوں پر نظر ڈالنے سے سب بیک وقت سامنے آجاتا ہے: میں صرف چند چیزوں کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں، ایک نسخہ کلام اللہ کا بتقطیع کلاں اس قدر اعلیٰ کام کا ہے، کہ اس کی خوبی صرف دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے، دوسری چیز مثنوی گوے و چوگان ہے؛ اس کا کام بھی قابلِ دید ہے، علاوہ بریں یہ کتاب میر علی کاتب مشہور خطاط کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے تاریخ کتابت ۹۲۲ھ، تیسری چیز ایک اور قرآن مجید کا نسخہ ہے، جس میں ہر پارہ پورے ایک ورق پر لکھا ہے، اس قدر آسان اور خوشخط ہے کہ تعریف نہیں ہو سکتی، چوتھی چیز کریما کا نسخہ ہے، طلائی کام کے ساتھ ساتھ خط نہایت پاکیزہ، اور یہ پورا نسخہ مطلّا ہے،

(۲) اس میں اعلیٰ درجہ کے خطاطوں کی لکھی ہوئی کتابیں ہیں، جن میں میر عماد اور امیر تقی کے نام خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں،

(۳) اس میں وہ کتابیں ہیں، جو بڑے لوگوں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں، مثلاً شاہجہاں کے وزیر آصف خان اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی وغیرہما،

(۴) اس میں قدیم جلد سازی کے نمونوں کے اعتبار سے کتابیں رکھی گئی ہیں، انگل کا ایرانی جلد کا ایک نسخہ کلام اللہ کا خاص اہمیت رکھتا ہے، اور یوں تو سب ہی نمونے قابلِ دید ہیں،

(۵) اس میں وہ کتابیں رکھی ہیں، جن کا تعلق بادشاہوں سے رہ چکا ہے، مثلاً ایک نسخہ صحیح بخاری کا، جو سلطان ابراہیم عادل شاہ کے کتب خانہ میں رہ چکا ہے، یہ نسخہ دیگر خصوصیات کا بھی حامل ہے، محمد گازرونی کا خط اور معاینہ ۱۰۰۳ھ اس پر تحریر ہے، دوسری تفسیر جلالین بقلم رضی الدین محمد تفرشی کاتب بمقام حیدرآباد ۱۰۸۱ھ، کاتب سلطان ابو الحسن تاناشاہ سے استفسار کرتا ہے، اور بادشاہ کے جواب کو بھی لکھتا ہے،

(۶) اس میں وہ کتابیں ہیں جو بادشاہوں کو مالِ غنیمت میں ملی ہیں،

(۷) جن کتابوں پر مقام تحریر درج ہے، وہ اس میں آ گئی ہیں، مثلاً حرمین شریفین، بغداد، تبریز، بخارا، دمشق، سمرقند، مراغہ، مشہد وغیرہ، غرض کوئی ایسا اسلامی ملک نہیں ہے، جہاں کی لکھی ہوئی کتاب اس میں موجود نہ ہو، ایک کتاب کعبہ شریف کے سامنے ۹۰۲ھ میں لکھی گئی ہے، جس کا نام ہے ایجاد القلم، شرح لامیۃ العجم، اس کتاب پر میر غلام علی آزاد بلگرامی کے ہاتھ کی بھی تحریر ہے، جس کی تاریخ شوال ۱۱۵۸ھ ہے، دوسری کتاب شرح عقائد جلالی ہے جو بخارا میں لکھی گئی، تیسری کتاب مطول ہے، جو بمقام ہرات ۹۴۳ھ میں لکھی گئی، میں نے مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر چند نام لئے ہیں:

(۸) اس میں مہروں کے مختلف نمونے دکھائے گئے ہیں، جو ایسے عجیب و غریب ہیں، کہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے،

(۹) اس میں کتابوں کو باعتبار اقسام خطوط دکھلایا ہے، جملہ اقسام خطوط مثلاً نسخ، نستعلیق، شکستہ، خط ایرانی، وغیرہ وغیرہ کی کتابیں موجود ہیں، ان میں سے صرف ایک دیوان حافظ کا ذکر کرتا ہوں جو قوام شیرازی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے،

(۱۰) میں کاغذ کے اقسام کے اعتبار سے کتابوں کو تقسیم کیا ہے، زرافشانی گجراتی کاغذ پر ایک نسخہ کلام اللہ کا ہے، جو فرخ سیر بادشاہ دہلی کے کتب خانے میں رہ چکا ہے، عربی کاغذ پر ایک کتاب شراح القاری ہے، جو خود مصنف کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے، نام علی بن عثمان ابن فتح متوفی ۸۰۰ھ، حریری کاغذ پر شہنامہ قاضی خیاض بہت خوشخط لکھی ہوئی ہے، سنہ کتابت ۱۰۱۲ھ، خوقندی، صدیکر، استنبولی، سمرقندی وغیرہ جملہ اقسام کے کاغذوں پر لکھی ہوئی کتابیں موجود ہیں،

(۱۱) اس سلسلہ میں وہ کتابیں ہیں جو خود مصنفین کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں، مثلاً امام صوفیہ ابوالقاسم قشیری متوفی ۴۶۵ھ کا ایک رسالہ عیون الاجوبہ فی فنون الاسولہ خود ان کے قلم کا لکھا ہوا ہے، اس سلسلہ میں حسب ذیل کتابیں اور قابل ذکر ہیں،

ارتیاح الاکباد بارباح فقد الاولاد، مصنفہ علامہ حافظ شمس الدین سخاوی متوفی ۹۰۲ھ اس کتاب پر خود مصنف کے قلم کے حواشی ہیں،

کلمات طیبات، تعلیم جہان آرا، دختر شاہ جہان بادشاہ ۱۰۶۳ھ۔

ایک کتاب ملا شوستری کی خود ان کے قلم کی لکھی ہوئی ہے، متعدد کتابیں خود مصنف کے نسخوں سے نقل شدہ ہیں؛ مثلاً شیخ شہاب الدین سہروردی مقتول کی شرح حکمت الاشراق، میر باقر داماد کی ایماضات، شارح جغمینی کی شرح ملخص، سعدی شیرازی کی کتاب الخواتیم ۸۸۸ھ، شیخ فیضی کی کلیات ۱۰۰۳ھ شاہ عبدالعزیز صاحب کی تحفہ اثنا عشریہ وغیرہ،

(۱۲) وہ کتابیں جو اساتذہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں، یا ان کے تحشیہ، تصنیف یا کسی اور حیثیت سے ان سے تعلق رکھتی ہیں، مولانا بزرگ علی صاحب، مفتی عنایت احمد صاحب، قاضی عبدالرحمن صاحب پانی پتی، مولانا مفتی لطف اللہ صاحب اور مولوی عبدالغنی خان صاحب رحمہم اللہ اس عنوان کا سرمایہ ہیں، یہ عنوان ثابت کرتا ہے کہ نواب صاحب کو اپنے اساتذہ سے خاص شغف ہے، اس سلسلہ میں ایک نسخہ ترمذی کا قابل ذکر ہے، جو قاضی عبدالرحمن صاحب پانی پتی کی ملک رہ چکا ہے، اس نسخہ پر ۱۲۹۰ھ کی تحریر ہے،

عنوانات حسب ذیل ہیں،

(۱۳) اس میں وہ کتابیں ہیں، جو بلحاظ خط نادر ہیں، مثلاً کلام اللہ بخط کوفی، اس کے صرف پانچ ورق حبیب گنج کے کتب خانہ میں ہیں، نواب صاحب نے ان ورقوں کے فوٹو بھی لے لئے ہیں، اس نسخے کے متعلق شاہجہان بادشاہ کے قلم کی شہادت ہے، کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دست مبارک کا لکھا ہوا ہے،

(۱۴) نویں صدی ہجری کے قبل کی لکھی ہوئی کتابیں اس عنوان کے تحت میں ہیں، مثلاً اختیار دواوین حمیدی بحتری و ابو تمام، از عبدالقاہر جرجانی سنہ کتابت ۵۷۸ھ اور المستجاد من فعلات الاجواد

یہ نسخہ ڈاکٹر کرنیکو مشہور مستشرق کی ستایش اور تحسین حاصل کر چکا ہے،

(۱۵) اس مین وہ کتابین ہین جو نواب صاحب کے رشتہ دارون سے تعلق رکھتی ہین،

(۱۶) اس مین وہ کتابین ہین، جن کو تعلق سلاطین کے دربار سے ہے،

کتابون کے علاوہ قدیم زمانہ کے مشہور خطاطون کی لکھی ہوئی کثرت وصلیان اور قطعات ہین جن کا تفصیلی تذکرہ مشکل بھی ہے اور طویل بھی، اُن کی خوبی قابلِ دید ہے،

ان کے علاوہ ایک بڑا ذخیرہ ان قدیم قلمی تصویرون کا ہے، جو اپنے بنانے والون کے کمال کا ثبوت دے رہی ہین، ان تصویرون کی خوبی محو حیرت بنا دیتی ہے، مسٹر ایل، ڈی، کر۔کلایترک صاحب کے بموجب تین چیزون کا ذکر کیا جاتا ہے،

(۱) شاہ عباس صفوی کی لڑکی کی تصویر، کاغذ پر تصویر اور فارسی عبارت ہے، حاشیے پر بیل بوٹے ہین، جو کپڑے پر ہین، لیکن کاغذ اور کپڑے کو ایسا وصل کیا ہے، کہ امتیاز کرنا سخت دشوار ہے،

(۲) ایک پھول کی تصویر اس خوبی سے کھینچی ہے، کہ ہم جیسے غیر مبصر اس کی داد دینے سے قطعاً قاصر ہین، لیکن یورپ کے مبصرین نے اس کی پوری قدرشناسی کی، چنانچہ انگلستان کے ایک بڑے شخص نے کسی ذریعہ پر اس کا جیب گنج مین ہونا معلوم کر کے پچھلے سال اس کا فوٹو لیا اور اپنی ساتھ لیتا گیا،

(۳) نوابان اودھ کے زمانہ کا ہندوستان کا ایک نقشہ ہاتھ کا کھینچا ہوا جو ہمارا شہادت دینا ہے اس زمانے کے جغرافیہ کے نقشون کا ہم پلہ ہے، یعنی ایک نقشہ مین جتنی چیزین دکھلائی جاتی ہین وہ سب اس مین موجود ہین، اور ایک چیز مستزاد ہے جس سے نقشہ بنانے والے کی مصوری کا کمال معلوم ہوتا ہے، اور جس نے اس نقشہ کو زندگی صف مین لا کر کھڑا کر دیا ہے کہ ہمالیہ پہاڑ کے نقشہ مین مختلف اقسام کے جانور جو ہمالیہ کے مختلف حصون مین ہوتے ہین، اپنے اپنے مقام پر اپنی اصلی شکل مین بنائے ہین،

سر ہارکورٹ بٹلر یو پی کے گورنر کو کسی طریقے پر اس نقشے کا علم ہوا، تو گرویدہ ہو کر اس کی نقل مانگی، دہلی مین ایک ماہر فن نے ۵۰۰ سو روپے مین نقل تیار کرنے پر آمادگی ظاہر کی، مگر ظاہر ہے کہ نقل اصل سے کہین کمتر ہوتی، اس لئے اتنا خرچ اس پر غیر ضروری سمجھ کر معمولی نقل جو بیس روپے مین تیار ہوئی، نواب صاحب نے گورنر صاحب کو بھیج دی،

الغرض یہ کتب خانہ ایسی جگہ ہے جہان ہر علم و فن کے دلدادہ کو اپنے مذاق کی چیزین بکثرت ملتی ہین، اور جہان ایک صحیح ذوق کا آدمی مدت دراز تک بہت دلچسپی کے ساتھ وقت گذار سکتا ہے؛

ــــ معارف، شمارہ ۶ ، جلد ۶۲

علی گڑھ کا ایک اور کتابخانہ

اب صرف ایک یاد

آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے چند نادر الوجود مخطوطات

عبد الحمید خاں کے قلم سے

مولوی عبد الحمید خان صاحب ریڈر شعبۂ فارسی جامعۂ عثمانیہ حیدرآباد دکن

گذشتہ فروری میں کانفرنس کے سالانہ جلسہ سے فراغ کے بعد حضرت قبلہ نواب صدر یار جنگ بہادر مدظلہٗ العالی کے ارشاد سے کتبخانہ سلطان جہان منزل کا فارسی ذخیرہ دیکھنے کی مسرت حاصل ہوئی، جناب ممدوح کا حکم تو یہ تھا، کہ عربی اور فارسی کتابوں کی فہرست از سر نو مرتب کر دی جائے، مگر میرے حیدرآباد لوٹنے میں صرف چار روز رہ گئے تھے، تین روز کی قلیل مدت میں سب کو فن وار ترتیب دینا اور مختصر سا مختصر نوٹ لکھنا بھی دشوار تھا، اس لئے اپنی حالیہ مشغلہ اور دلچسپی کے لحاظ سے فارسی کتابوں میں نفس اُن کی نایابی یا ان کی تحریر کی قدامت یا خط کی خوبی وغیرہ کسی حیثیت سے جو نادر اور کمیاب نسخے نظر آئے، خاص کر ان پر عاجلانہ مشاہدہ کے بعد جیسے کچھ توضیحی نوٹ بن پڑے لکھ کر جناب ممدوح کی خدمت میں پیش کر دئے، میں جانتا ہوں کہ ان میں بہت کچھ اضافہ کی گنجایش ہے، جس کو مجھ سے زیادہ فرصت اور قابلیت رکھنے والے اصحاب انشاء اللہ پوری کر دینگے،

پھر بھی اس ناچیز کی حوصلہ افزائی کے لئے جناب ممدوح نے از راہ بزرگانہ شفقت یہ عبارت تحریر فرمادی جس کو تبرک کے طور پر میں نے اپنے پاس رکھ لیا ہے،

"میں نے فہرست ہذا پڑھی، کاوش اور تحقیق سے لکھی گئی ہے، جس کی بابت شکریہ بجانب فہرست نگار کا نفرنس ادا کیا جاتا ہے،"

(حبیب الرحمن سکریٹری)

مندرجہ کتابوں پر میرے اپنے ترتیبی نمبر ہیں، کتابخانہ کی فہرست میں ان کے نمبر اور ہیں،

وما توفیقی الا باللہ،

(۱) مثنوی ولدی در بیان اسرار احدی، اس مجموعہ میں دو مثنویاں ہیں، جو حضرت مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمہ کے فرزند حضرت سلطان ولد کی تصنیف ہیں،

پہلی مثنوی کا وزن "فاعلاتن مفاعلن فعلن" ہے،

سلطان ولد نے اس کی جو وجہ تصنیف لکھی ہے: وہ انہی کے الفاظ میں زیادہ لطف دیگی،

"غرض از انشاء این مثنوی ولدی در بیان	(ترجمہ ملخصاً) مثنوی ولدی در بیان اسرار
اسرار احدی آن بود کہ حضرت والدم و	احدی لکھنے کی غرض یہ تھی کہ حضرت والد
شیخم سلطان العلماء والعارفین جلال الحق	نے اپنی مثنوی میں پچھلے اولیاء کے جو قصے
والدین محمد بن محمد بن الحسین البلخیؒ، در مثنوی	ان کی کرامات و مقامات بیان کئے ہیں،
خود قصہ ہای اولیاء گذشتہ را ذکر کردہ است و کرامات و مقامات	اس سے ان کا مقصد اپنے کرامات و مقامات
ایشان را بیان فرمودہ غرضش از قصہ ہای ایشان اظہار کرامات	اور ان اولیاء کے (کرامات و مقامات)
و مقامات خود بود و از آن اولیائی کہ ہمدل و ہمدم و ہمنشین او	کا اظہار تھا، جو ان کے ہم دل، ہمدم اور
بودند مثل سلطان المحققین سید برہان الدین	ہمنشین تھے اس لئے اپنے اور ان کے

محقق ترمذی، وسلطان المحبوبین المعشوقین
شمس الدین تبریزی وقطب الاقطاب
صلاح الدین زرکوب قونوی وزبدۃ
الاولیاء والسالکین، حسام الدین چلپی
ولد اخی اخی ترک قونوی ......
احوال خود را واحوال ایشان را بواسطہ
قصہ ہای پیشین را آنجا درج فرمود،

خوشتر آن باشد کہ سر دلبران
گفتہ آید در حدیث دیگران

لیکن چون بعضے را آن فطانت وزیرکی
نبود کہ منشہ ذتہ حال را فہم کنند وغرض او را
بدانند، درین مثنوی مقامات وکرامات
حضرتش وازان صاحبان کہ ہمدم او بودند
...... شرح کردہ شد تا مطالعہ کنندگان
ومستمعان را معلوم شود کہ آن ہمہ احوال او
ومصاحبانش بودہ است تا شبہہ وگمان
از ایشان برود،

احوال کو پچھلے بزرگون کے قصون کے
پردہ مین درج کیا، لیکن چونکہ بعض
لوگون مین اتنی زیادہ سمجھ نہین ہوتی
کہ ان حالات اور ان کو پردہ مین
بیان کرنے کی غرض کو سمجھ سکین،
اس لئے اس مثنوی مین حضرت والد
اور ان کے ہمدم صاحبون کے مقامات
وکرامات کی تشریح کی گئی ہے تاکہ پڑھنے
اور سننے والون کو معلوم ہو جائے کہ
(قصون کے پردہ مین بیان کئے ہوئے)
حالات خود ان کے اور ان کے ہم نشینون
کے ہین، اور ان کے متعلق جو شبہات دل
مین ہون دور ہو جائین،

اس مثنوی کا آغاز ابتدائے ربیع الاول سنہ ۶۹۰ھ مین ہوا، اور تکمیل اسی سنہ کی چوتھی جما
کو یعنی دو مہینے مین ختم ہوئی،

مطلع این بیان جان افزا | بود در شش صد و نود یارا
گفته شد اول ربیع اول | گر ز دون گشت این نگو ز طول
مقطعش هم شدست اے فاخر | چارمین مه جمادی آخر

دوسری مثنوی کی بحر وہی ہے، جو مثنوی مولانا روم کی ہے، اس کی وجہ تصنیف یہ لکھتے ہیں کہ

بزرگے از بزرگان اہل دل بطریق اعتقاد داشت عا کرد و التماس نمود کہ بوزن الٰہی نامہ خواجہ سنائی رحمۃ اللہ علیہ کتابے انشا فرمودہ تو قع است کہ بر وزن مثنوی خداوندگار مولانا قدس سرہ العزیز مثنوی انشا فرمائید جہت خاطر دوستان کہ بران وزن الا خواندن بسیار خو کردہ اند، و این وزن در طبیعتشان نشستہ است کتابے دیگر بباید، از براکہ ہر نظم کہ گفتہ آید بطریق تتبع و تشبہ حضرتش بودہ است ہم بر این وزن کتابے ساختن اولی بود زیرا کہ حسن متابعت و مشابہت درین اجمل و اکمل است بموجب التماس آن بزرگ و جہت آن کہ نسبے بحضرت مولانا قدس سرہ العزیز مخصوص و منسوب است این مثنوی را نام رباب آغاز کردہ شد

(خلاصہ ترجمہ) اس مثنوی کے لکھنے کا سبب ہوا کہ ایک اہل دل بزرگ نے عقیدتمندانہ درخواست کی کہ خواجہ سنائی کی مثنوی الٰہی نامہ کے وزن پر تو آپ نے ایک مثنوی لکھ دی ہے (مگر) ہم کو امید ہے، کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ کی مثنوی کے وزن پر ایک مثنوی اور لکھ دیں گے، ان احباب کی خاطر جو اس وزن کے اشعار ہمیشہ پڑھتے رہنے سے اس کے خوگر ہو گئے ہیں، اور یہ وزن ان کے دل نشین ہو گیا ہے، نیز اس لئے کہ آپ کے ہر نظم میں آپ نے حضرت مولانا کا تتبع اور تشبہ ملحوظ رکھا ہے اس وزن پر دوسری مثنوی لکھنے سے متابعت اور مشابہت کا مقصد زیادہ بہتر اور مکمل صورت میں پورا ہو جائے گا، اس بزرگ کے التماس سے اور اس لئے

بجی کہ (لفظ) نے حضرت مولانا رحمہ اللہ
کے ساتھ مخصوص ومنسوب ہے، اس
ثنوی کو زبانِ کے لفظ سے شروع کیا گیا،

اس ثنوی کا آغاز سنہ ہجری میں ہوا، اور تکمیل تقریباً ۵ مہینہ میں اسی سنہ کی ذی الحجہ کو،

رو و لہ خامش کش این سر دراز … گرچہ داری در درون دریاے راز
غرۂ شعبان شدہ آغاز کتاب … در سنہ سبع مائۃ بہر ثواب
در سلخ ذی حجہ شد ہم این تمام … تا نماند بر خرد معنی عسام

دونوں ثنویوں میں ہر نظم سے پہلے چند سطری نثر کے عنوانات ہیں، جن میں ان چیزوں کی مختصر تشریح ہے جن پر اشعار میں خیال آرائی کی گئی ہے،

دونوں کے سلاست اور پختہ انداز اور چست بندش میں مصنف کے کمال شاعری اور پختہ مشقی کی دلیل ہیں، پہلی ثنوی کا انداز بیان، مولانا رحمہ اللہ کی ثنوی سے اس قدر ملتا جلتا ہے کہ اگر دونوں کے اشعار ملا دیئے جائیں تو فرق کرنا دشوار ہو جائے گا،

پہلی ثنوی کے دیباچہ میں اپنی غزلیات اور ان میں حضرت مولانا کے خیالات اور اسلوب بیان کے ساتھ تتبع، خود نہ لکھنے کا بھی ذکر کیا ہے، یہ ثنوی حجم میں دوسری ثنوی سے کم ہے:

اس مجموعہ کی تقطیع متوسط ہے، جلد، لیکن کاغذ اور خط بالکل یکساں ہے چند صفحوں کے سوا جو بخط نستعلیق ہیں ساری کتاب نسخ میں ہے، اور ایک ہی شخص کی لکھی ہوئی معلوم ہوتی ہے، کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا صرف تاریخ اور سنہ کتابت لکھ کر چھوڑ دیا ہے،

تمت الکتاب سہ شنبہ روز سیزدہم ماہ محرم الحرام سنہ اثنین و ستین و سبعمائۃ

(سنہ ۷۶۲ ہجری)

یہ مجموعہ ہر اعتبار سے قیمتی اور قابلِ قدر ہے،

(۲) تحفۃ الاخبار، یہ مدراس کرناٹک اور میسور کے مقامی حالات کی عمدہ تاریخ ہے جس کو منشی غلام حسین خان نے ایلیٹ صاحب گورنر مدراس کے عہدِ حکومت مین لکھا ہے، اس مین پانچ فصلین ہین،

پہلی فصل مین ان رؤسائے کرناٹک کے حالات ہین جو عہد عالمگیری سے سنہ ۱۲۱۵ ہجری تک برسر امارت رہے ہین،

دوسری فصل مین مدراس کے گورنرون اور ان کے طرز حکومت کا ذکر ہے،

تیسری فصل مین انگریزی قوانین کے متعلق اظہار رائے کیا گیا ہے،

چوتھی فصل مین انگریزون کی معاملہ فہمی اور عدل و انصاف کا بیان ہے،

پانچوین فصل مین کرناٹک کے قدیم جاگیردارون اور بعض رؤسا کے حالات ہین، یہ حالات و واقعات کس حد تک صحیح اور قابلِ اعتماد ہین، اس کا فیصلہ تاریخ دان ہی بہتر کر سکتا ہے،

زبان صاف و روان ہے، کاغذ قدیم سبزی مائل، خط عمدہ اور تقطیع بڑی ہے صفحات کی تعداد ۱۲۸، سنہ تصنیف سنہ ۱۲۳۳ھ مطابق سنہ ۱۸۱۵ء نسخہ مکمل و بے عیب ہے،

(۳) لغاتِ عالمگیریہ، فہرست مین اس کا نام صحاح اللغات غلط درج ہوا ہے، مصنف فاضل خان امرائے عالمگیری مین سے ہے، غالباً دربار شاہی مین تحفۃً پیش کرنے کی غرض سے جیسا کہ دیباچہ مین اشارہ کیا ہے۔

"خانہ تحفہ والدہ یہ الی الملک العلام ......"

لکھ کر اس کا نام تحفہ عالمگیریہ رکھا ہے،

یہ لغت کی ایک محققانہ اور مبسوط کتاب ہے، قرآن مجید، احادیث، رجال و انساب کے لغات نیز مشائخ کے ان محاورات کی تشریح جن میں علماء کو اختلاف رہا ہے، بہت خوبی سے کی ہے، جن الفاظ کے ساتھ تاریخی واقعات یا مذہبی خیالات وابستہ ہیں، ان کو پوری تفصیل اور جامعیت سے لکھا ہے، مصنف کو زبان اور بیان پر پوری قدرت حاصل ہے یہ کتاب کمیاب ہے، دیکھا تو نہیں سنا ہے کہ اس کا ایک نسخہ کتاب خانہ آصفیہ میں بھی ہے، تقطیع بڑی ہے، کاغذ قدیم خانی مگر خط زیادہ قدیم نہیں معلوم ہوتا، ناقص الآخر ہونے سے سنہ کتابت کا پتہ نہیں چلا،

(۴) مکتوبات حضرت امام ربانیؒ، اس کتاب کا جامع اور مؤلف یار محمد بدخشی طالقانی ہے، بہت عمدہ اور بہ خط نسخ ہے، محمد شاہ بادشاہ دہلی کے عہد میں کسی امیر ہدایت اللہ خان نامی کی فرمائش سے لکھا گیا، کاتب کا نام محمد بیگ ہے، سنہ و تاریخ کتابت نمبر ۵ رجب سنہ جلوس، آخری صفحہ پر سید غلام خواجہ جمالی کی مہر اور انہی کے قلم کی لکھی ہوئی عبارت ہے،

"بدست خود مہر کردم شب ۱۷ صفر المظفر سنہ ۱۲۷۵ھ"

(۵) تصحیح لغات فرس، یہ کتاب شاہ طہماسپ صفوی کے عہد کی تصنیف ہے، مصنف حسین وفائی نے دیباچہ میں لکھا ہے، کہ اس کے لغات تین رسالوں سے ماخوذ ہیں، جن میں سے ایک محمد بن محمد فخر الدین ہندوشاہ منشی نے خواجہ محمد غیاث الدین محمد رشید کے نام پر لکھا ہے، دوسرا شمس فخری نے امیر شیخ ابو اسحٰق بن امیر محمود شاہ انجو کے نام پر، تیسرا شمس الدین محمد کشمیری نے،

اکثر لغات کے شواہد میں اساتذہ کے اشعار بھی درج کئے ہیں، یہ لغت ہے تو مختصر، مگر بہت مفید اور بصیرت افروز ہے، خاص بات یہ ہے کہ ایران میں تصنیف ہوا، ورنہ فارسی کے اکثر مروجہ لغات ہندوستان

مین تصنیف ہوئے ہین.

تقطیع چھوٹی کاغذ باریک اور خط پختہ ہے. ۱۰ ارشوال ۹۷۱ھ مین بمقام احمد نگر لکھا گیا ہے.

(۶) درمجالس، مصنفہ سیف ظفر برہان، یہ کتاب ۳۳ ابواب پر مشتمل ہے، ابتدائی دس بابون مین حضرت آدم علیہ السلام سے حضور سرور کائنات علیہ افضل التحیات تک انبیا کے فضائل ہین، باقی مین مذہبی قصص وحکایات، کاتب کا نام محمد طاہر ابن محمد حسین بن شمس الدین محمد ہے، لاہور مین ۴ رجب سنہ جلوس عالمگیری مین لکھی گئی، نسخہ صاف اور خوشخط ہے،

(۷) ابیات من کلمات الصوفیہ، یہ ایک چھوٹا سا چھوٹی سی تقطیع پر قدیم چھپا ہوا رسالہ ہے جس کو مصنف نے کسی امیر عبد اللہ خان کے دربار تک رسائی کا وسیلہ بنانے کے لئے لکھا ہے، چھوٹی چھوٹی حدیثون، اقوال صحابہ اور کلمات صوفیہ کا مفہوم چار چار مصرعون مین ادا کیا ہے، اوپر جلی خط مین حدیث یا قول صحابی یا کلمات صوفیہ لکھے ہین، اور ان کے نیچے چار مصرعے، دیباچہ عربی مین ہے جس کا صرف ایک ورق رہ گیا ہے، اور کتاب کے آخر مین لگا ہوا ہے،

شاعر کے نام، تخلص اور زمانہ کا پتہ نہین چلا، کلام کا انداز ایرانی ہے، اور طباعت بھی وہین کی معلوم ہوتی ہے،

(۸) جنت الفردوس، مذہبی رسالہ ہے، اس کی ۱۳ فصلین ہین جن مین نماز، قرآن خوانی، ذکر، صبر وغیرہ کے فضائل درج ہین، کاغذ اور خط معمولی ہے، مصنف کا نام اور سنہ تصنیف معلوم نہ ہوسکا، صرف اتنا ظاہر ہوا کہ حاجی ابن ترک سلطان کمال الدین کے ایما سے لکھا گیا ہے،

(۹) رسالہ در فقہ فارسی، اول اور آخر سے ناقص ہے، اس کے مصنف کے نام اور سنہ تصنیف کا پتہ نہ چل سکا، ص ۱۰۱ کے بعد والے دو صفحے غائب ہین، نکاح، وصیت، اور قصاص وغیرہ کے مختصر بحوالۂ کتب وائمہ مختصر لکھے ہین، مسائل کے ضمن مین بعض ائمۂ فقہ کے حالات بھی درج کر دیئے ہین جن کو

خانی قدیم اور رسم الخط نسخ ہے، اور موجودہ صفحات کی تعداد ۱۰۲ ہے، بحیثیت مجموعی رسالہ بہت اچھا اور کارآمد ہے،

(۱۰) گمنام رسالہ، فہرست میں اس کا نمبر ۳۰ ہے، آگے گمنام لکھا ہوا ہے، اس مجلد میں پہلا رسالہ فقہی مسائل کا عربی میں ہے، جس کے نام اور مصنف کا پتہ نہ چلا، دوسرا رسالہ شیخ علی متقی کے رسالہ العبارۃ الفصیحہ فی الوعظ والنصیحۃ کا پہلا حصہ ہے، مصنف کا پورا نام علی بن حسام الدین مشہور بہ متقی ہے، جلد سازی کی غلطی سے صفحہ ۵ اور ۶ کے درمیان ۵ ورق کسی اور رسالہ کے آگئے ہیں، جو عربی میں ہیں، کاغذ چکنا اور قدیم ہے، تقطیع چھوٹی اور خط معمولی،

(۱۱) بدائع الانشاء اس کتاب کے سابق مالک عبدالغنی صاحب نقشبندی چشتی قادری ساکن نلگنڈہ (ریاست حیدرآباد دکن) نے سرورق پر ایک مختصر سے نوٹ میں داد تحقیق یہ دی ہے کہ بادشاہ ہمایوں نے اپنے فرزند عزیز قرۃ العین رفیع الدین حسینی کی تعلیم و تربیت کے لئے میر منشی یوسفی سے تصنیف کرائی، لیکن مصنف لکھتا ہے، کہ

"این رسالہ ایست مسمی بہ بدائع الانشاء مشتمل بر محاورات خطابی وجوابی کہ جہت فرزند عزیز قرۃ العین رفیع الدین حسین طال عمرہ و سائر طالبان در حیز عبارت و قید کتابت می آید"

اس عبارت کے انداز اور الفاظ کی نوعیت سے صاف ظاہر ہے، کہ یوسفی نے اپنے ہی بیٹے اور دوسرے طلبہ کے لئے یہ انشاء لکھی ہے، ہمایوں بادشاہ کا کوئی بیٹا رفیع الدین حسین نامی نہ تھا،

مقدمہ میں قابل مصنف نے انشاء کی تقسیم اس طرح کی ہے:-

"فن انشاء منقسم می شود، بدو قسم یکے توقیعات کہ مضامین آن منطوی بر اشتملہ و

احکام سلاطین و حکام است، و دیگر محاورات کہ تراکیب آن مواد و صور مکاتبات مفاوضات است"

"محاورات منقسم می شود بہ سہ قسم از براے آنکہ خالی ازان نیست کہ رتبۂ مکتوب الیہ از کاتب بلند تر است یا فروتر یا مساوی است اگر بلند تر است مرافعات گویند اگر فروتر است رقائع و اگر مساوی است مراسلات، و ہر یک ازین اقسام ثلثہ منقسم می شود بہ خطابی و جوابی"

نمونہ کے طور پر جتنے خطوط اور مراسلات درج کئے ہیں، ان میں الفاظ کا حسن انتخاب، فقروں کا در و بست، ان کی شستگی اور پختگی، مصنف کی اعلیٰ قابلیت اور پختہ مشقی کا روشن ثبوت ہے، سنہ تصنیف مصنف کے ان اشعار سے ۹۲۰ھ نکلتا ہے،

آین نامہ کز دست فن انشار بنظام   کردہ خردش بدائع الانشاء نام
تکرار کنی چو نام او را یک بار   شک نیست کہ رہ بری بہ سال تمام

بحساب جمل "بدائع الانشاء" کے اعداد ۴۶۰ ہوتے ہیں، جن کی تکرار سے ۹۲۰ ہجری نکلتا ہے،

یہ کتاب بہت کمیاب ہے، یاد اگر غلطی نہیں کرتی، تو اس کا ایک نسخہ صرف رامپور کے کتب خانہ میں سنا گیا ہے، واللہ اعلم بالصواب،

صفحات کی تعداد ۲۰۴ ہے، افسوس ہے کہ اخیر کے ۲۹ صفحے آدھے آدھے دیمک کی نذر ہو گئے ہیں کاغذ خانی قدیم اور دبیز ہے، خط نہایت عمدہ اور پختہ نستعلیق،

(۱۲) خمسۂ نظامی اب تک جتنے خمسے نظر سے گذرے، ان میں یہ خمسہ ہر لحاظ سے بہترین ہے اس مجموعہ میں ۵ مثنویاں ہیں،

مخزن اسرار، خسرو شیرین، لیلی مجنون، ہفت پیکر، سکندر نامہ اور شرف نامہ، مثنوی ہفت پیکر میں سات رنگین تصویریں بھی ہیں، جن کے رنگ و طرز سے معلوم ہوتا ہے، کہ راجپوتانہ کے انداز میں بنوائی گئی ہیں، خط ایرانی ہے، نہایت صاف اور بے عیب، قلم کی شان اول سے آخر تک ایک ہے، جدولیں طلائی ہیں، شروع کے دو صفحے ایرانی نقاشی اور نازک ترین مو قلمکاری کا بہترین نمونہ ہیں،

مجموعہ کے آخری صفحہ پر کاتب نے اپنا نام اور سنہ کتابت لکھا تھا، مگر کسی احمق نے اس کو اس بری طرح مٹایا ہے، کہ پتہ چلانا ناممکن ہو گیا ہے، ملاحظہ ہو :-

"قد فرغ الکاتب عن تسوید ھذہ الکتاب بعون الملک الوھاب
خمسۃ حضرت شیخ الاسلام قطب المحققین شیخ نظامی قدس سرہ
العزیز علی ید العبد الضعیف الی رحمۃ اللہ الغنی ....
غفر ذنوبہ و ستر عیوبہ فی عاشر شھر ربیع الاول بسنۃ ۹۶۳ھ
ثلاث و ستین و تسعمائۃ"

کاتب کی فطرت اور وراثتی روایت کے خلاف ہے، کہ وہ جابجا تصرف نہ کرتا جائے، اس تصرف بیجا و بیجا میں بھی اتفاق سے شعر زمین سے اٹھ کر آسمان پر پہنچ جاتا ہے، ورنہ اکثر و بیشتر تو آسمان سے کھنچ کر زمین ہی پر آ رہتا ہے،

ان پانچوں مثنویوں کے جستہ جستہ مقامات خصوصاً وہ حصے جو جامعہ کے نصاب کے سلسلہ میں برسوں سے زیر نظر چلے آ رہے ہیں، غور دیکھے، حیرت بھی ہوئی، اور مسرت بھی، کہ یہ مجموعہ متداول اغلاط سے پاک ہے،

(۱۳) دیوان حافظ: سورت میں ایک مشہور امیر نواب غلام بابا خان گذرے ہیں، جن کے نام مرزا نواب کے ستون، رخنہ دار ورے محلی اور عود ہندی میں موجود ہیں، یہ بے نظیر نسخہ انہی کے کتابخانہ

کا ہے، جو ۱۹۱۹ء میں مولوی انوار احمد زبیری مرحوم سفیر کانفرنس کو ان کے زمانہ قیام سورت میں نواب ممدوح کے پوتے نواب میر حفیظ الدین احمد خان نے عطا کیا تھا، ہر ورق پر نواب میر غلام بابا خان مرحوم سی آئی ای کی مہر ثبت ہے، اور اس سے اگلے صفحہ پر انوار احمد صاحب مرحوم کا لکھا ہوا یہ نوٹ ہے:

"این نسخہ نادر دیوان حافظ از کتاب خانہ نواب میر غلام بابا خان" مرحوم سی آئی ای بہ اجازت نواب زادہ میر حفیظ الدین خان صاحب گرفتم و داخل کتب خانہ سلطان جہان منزل کردم"

(خاکسار انوار احمد زبیری مارہروی مقام سورت ۲ جنوری ۱۹۱۹ء)

اس کے نیچے نواب میر حفیظ الدین احمد خان نے یہ تحریر لکھ دی ہے:-

"بپاس خاطر محبی انوار احمد صاحب بخشیدم"

(عاصی سید حفیظ الدین خان)

دیوان کے آغاز میں وہی دیباچہ ہے، جو اکثر مطبوعہ نسخوں میں پایا جاتا ہے، آخری صفحہ پر ایک جگہ عبارت بے جوڑ ہو گئی ہے، غالباً کاتب نے کچھ حصہ سہواً چھوڑ دیا ہے، تقطیع متوسط، کاغذ سرخی مائل بادامی بہت دبیز، ہر صفحہ پر طلائی افشان سے ظاہر ہوتا ہے، کہ کسی شائق امیر کے لئے لکھا گیا ہے، تمام جدولیں رنگین، اور طلائی ہیں، خط بہترین نستعلیق ہے، ابتدا کے ۱۰ صفحوں پر کہیں کہیں روشنائی اڑ گئی ہے، بعض صفحات پر آب رسیدگی کے نشانات بھی ہیں، کہاں اور کب لکھا گیا کس نے لکھا، یہ کچھ پتہ نہ چلا، بہر حال نسخہ بہت قدیم اور نادر ہے،

(۱۴) شرح قران السعدین، یہ حضرت امیر خسرو کی مشہور مثنوی قران السعدین کی نہایت بہترین شرح ہے، جو بعض احباب کی فرمائش سے حضرت شیخ نور الحق محدث دہلوی نے لکھی ہے، یہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اکبر تھے، تیسیر القاری شرح صحیح بخاری کے سوا آپ کی

اور تصانیف بھی ہین جن مین سے ایک تحقیق الرویا عربی مین ہے، غیر مطبوعہ اور کمیاب ہے، اس کا ایک نسخہ خانقاہ مجددیہ سرہند شریف مین موجود ہے، حضرت شیخ نور الحق حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ سے بیعت تھے، اور خرقہ خلافت حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا، مکتوبات امام ربانی (جلد سوم) مین مکتوب سوم انہی کے نام ہے،

اس شرح کو اول سے آخر تک حضرت شیخ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ نے ملاحظہ فرما کر جا بجا جو کمی رہ گئی ہو گی، اُسے پورا کرایا ہے، خود فرماتے ہین،

"القصہ تا بزیور قبول .... آن ادب آموز

نکتہ سنج سخن نگردید، بہ نظر اعتماد نہ سنجیدم و شایستہ اعتبار ندانستم و بر بسیاری از لطائف

کہ از کوتہی اندیشہ بدان نرسیدہ بودم آن رموز دان کل آگہی داد"

اس کی تکمیل کی تاریخ حضرت نے خود تحریر فرمائی ہے،

شکر للہ کہ بانجام رسید　　　　شرح ابیات قران السعدین

مشرقی از پئے تاریخ تمام　　　　برہ تعمیہ رفتی نہ بعین

چشم عیب از میان بردارند　　　　میشود شرح قران السعدین"

شرح قران السعدین کے اعداد ۱۰۹۳ ہوتے ہین، ان مین سے ع کے ۷۰ نکال دینے کے بعد ۱۰۲۳ھ رہتے ہین،

کاتب کے نام اور سنہ کتابت کا کہین ذکر نہین تقطیع درمیانی ہے، کاغذ خانی خط صاف اور پختہ کہین کہین کرم خوردہ ہے، بڑا نادر اور قیمتی نسخہ ہے،

(۱۵) یوسف زلیخا جامی ولایتی کاغذ پر ایرانی خط مین لکھا ہوا نہایت خوشخط اور صاف ستھرا نسخہ ہے، اول اور آخر مین کچھ ورق غائب ہین، بہت قدیم لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے،

(۱۶) منطق الطیر، اس مجموعہ کے متن مین تو حضرت شیخ فریدالدین عطار کی مشہور مثنوی منطق الطیر ہے، اور حاشیہ پر پندنامہ کاغذ و کتابت معمولی،

(۱۷) نمبر ۵۴ (مندرجۂ فہرست)، یہ مذہبی قصص و مباحث کا مختصر سا رسالہ ہے، مصنف اور کاتب یا سنہ کا نہ ابتدا مین ذکر ہے، نہ اخیر مین،

(۱۸) نمبر ۲۵ (مندرجۂ فہرست) اس رسالہ کا نہ نام معلوم ہوسکا نہ یہ کہ کس نے اور کب لکھا، زیادہ تر انبیاء علیہم السلام کے حالات اور عجائبات خلق مذکور ہین،

(۱۹) تفسیر حسینی اس کی دونون جلدین بخط نسخ ہین، آیات سرخی سے لکھی گئی ہین، اور تفسیر سیاہی سے، پہلی جلد سولہوین پارہ تک ہے، دوسری قُل اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاس تک، سب سے اخیر کا ایک صفحہ غائب ہے، اس لئے سنہ کتابت وغیرہ کا پتہ نہ چلا، تقطیع بڑی ہے، کاغذ حنائی چکنا اور مضبوط،

(۲۰) المعتمد فی المعتقد، یہ کتاب ابوبکر سعد زنگی والی شیراز (۶۲۳ھ ۔ ۶۵۸ھ) کے عہد کی تصنیف ہے، مصنف نے اس دور کے مسلمانون کے ضعف ایمانی اور اسلامیات کی طرف سے غفلت و لاپروائی کا شکوہ کرتے ہوے ایسی کتابون کی ضرورت پر زور دیا ہے، جن مین تمام ضروری اعتقادی مسائل صاف اور آسان زبان مین لکھے گئے ہون،

ابوبکر سعد زنگی کے نام پر معنون کرنے کی وجہ یہ بتائی گئی ہے۔

"تا وقع آن در دلہاے عوام افزون تر باشد خطرآن در دیدہا بحکم تقلید بزرگ تر ازین وجہ آن را بہ ذکر بندہ برگزیدہ خدا بہ پادشاہی بقیہ صالحہ ملوک و سلاطین اسلام، بادشاہ نیاز مندوین ترحم دل درویش نواز مظفر سلطان اتابک ابوبکر سعد زنگی کہ ہموارہ درنظر و کنف خداے باد معنون گردانید"

سرورق پر مصنف کا نام امام تورپشتی یا تورپشتی لکھا ہوا ہے، کتاب میں تین باب ہیں، اور ہر باب میں دس فصلیں ؛

باب اول در ایمان بخدائے عزوجل،

باب دوم در ایمان بہ فرشتگان وکتابہا وپیغمبران،

باب سوم در مسائل اعتقادی، برموجب کتاب سنت واجماع امت،

مسائل آسان اور مدلل عبارتوں میں لکھے ہیں، اس نوعیت کی کتابیں بہت کم دیکھنے میں آئیں، کس سنہ میں لکھی گئی اس کا پتہ نہیں چلا خط صاف اور عمدہ ہے، صفحات کی تعداد ۱۴۴ ہے،

(۲۱) منظر الحق فی اباحۃ السماع، یہ رسالہ کمال صفی حسینی قزوینی کی تصنیف ہے، جو سید السادات حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کے معتقدین میں سے تھے، ناواقف لوگوں کو روایات اور اصطلاحات فقراء کے رد وانکار سے بچانے کے لئے لکھا گیا ہے، خط پختہ ونستعلیق ہے، آخری چند صفحے ضائع ہو گئے ہیں، اس لئے سنہ کتابت وغیرہ کا پتہ نہ چلا،

(۲۲) کلیات حزین، اس مجموعہ میں پہلے قصائد ہیں، پھر بترتیب ابجد غزلیات، غزلوں کے بعد رباعیات وقطعات ہیں، سنہ کتابت وغیرہ کا پتہ نہ چل سکا، بظاہر بہت زمانہ کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے، شروع کے دو صفحوں پر خود شیخ حزین کا مؤلفہ دیباچہ ہے، کاغذ ولایتی ہے، کھردرا سفید، خط نستعلیق،

(۲۳) نزہۃ الارواح: مصنفہ رکن الدین حسین بن عالم بن ابوالحسن حسینی، تصوف وسلوک میں ہے، ... فصلیں ہیں، جن میں مبداء سلوک معرفت، سلوک، مقامات سلوک، نصیحت سالک، ہدایت، ... وحدت اور نفس وغیرہ کے مباحث ہیں،

عبارتیں مغلق اور موٹے موٹے لغات سے بھری ہوئی ہیں، آخری صفحہ کی تھوڑی سی عبارت

ملاحظہ ہو:-

"مصنف این بدیع لطایف و مولف این غرایب و ظرایف فقیر حقیر حسین بن عالم بن ابن الحسن الحسینی ...... کہ این غرائین ابکار یعنی نفائس افکار .... این صحیفہ بعد ازان کہ از مسند مستقر فطرت بمستودع خلقت نزول کردہ اندازہ کمال طراوت و نہایت لطافت بغایتے رسید کہ صیانت در شہور سنہ احدی عشر و سبعمائیہ (۷۱۱) مشاطہ نشاط فکر بر بساط این بساط گوش و گردن ہر یک را بزیور فصاحت و بلاغت متوشح و موشح ساخت"۔

عبارتِ مذکورہ میں سنہ تصنیف ۷۱۱ بتایا گیا ہے، کتاب دبیز بادامی کاغذ پہ ہے، تقطیع متوسط اور خط معمولی ہے، آخر سے چند صفحات غائب ہیں،

(۴۴) الجمعات الشاہیہ جلد ششم، اس کتاب میں نوین صدی کے ایک برہانی رفاعی بزرگ سید محمد بن عبد اللہ ملقب بہ شاہ عالم - ہفتہ وار صحبتوں کے حالات اور افادات کو کسی معتقد نے جو اپنے آپ کو "جامع کنوز محمدیہ، جامع ملفوظ مبارک، اور جامع ملفوظات محمدیہ" کے لقب سے یاد کرتا ہے، جمع کیا ہے، زیر نظر حصہ یکم محرم ۸۸۰ روز جمعہ کے مذاکرے سے شروع ہو کر ۳۰ ذی الحجہ سنہ مذکورہ کے جمعہ پر ختم ہوا ہے،

ہر جمعہ کی صحبت میں شیخ برہان الدین ملقب بہ میان مخدوم قاری خاص اور جامع کنوز محمدیہ کا ذکر ضرور آیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ بالالتزام حاضر مجلس رہا کرتے تھے، کہیں کہیں خواجہ کریم الدین، دو شیخ فریدین دولت شاہ کا بھی ذکر ہے، ایک جمعہ کی مجلس میں باشندگان احمد آباد کے ہجوم کا ذکر بھی ہے، اس سے قیاس ہوتا ہے کہ یہ صحبتیں احمد آباد میں ہوا کرتی تھیں،

اس حصہ میں برہانی زنانیا منسوب بہ قطب عالم سید برہان الدین) کے خاندان کے مختلف

نسخون کے ۴۴ تجربے درج ہیں، اور چند رسالے جیاد وغیرہ کے متعلق ہیں :

حضرت قطب عالم کے متعلق حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی اخبار الاخیار (مجتبائی) کے صفحہ ۱۶۰ پر لکھتے ہیں :-

حضرت قطب عالم نبیرۂ مخدوم جہانیان سید جلال بخاری ست از وطن اصلی خود بہ گجرات منتقل توطن اختیار کرد و نام او سید برہان الدین ست و مشہور در زبان خلائق آن دیار بہ قطب عالم است، روضۂ او سہ کروہی از حید آباد ست، وفات او ہشتم ذی حجہ سنہ سبع خمسین وثمان مایۃ است "

وقت کی تنگی کے باعث کتاب کو بالاستیعاب دیکھنے کا موقع نہ ملا، جستہ جستہ جن عنوانون پر نظر پڑی ان میں سے چند یہ ہیں :-

حقیقت فکر، اثبات رویۃ ملائکہ، قلب سلیم، روز قیامت، مناقب صحابۂ کرام، صبر و شکر، مراقبہ، عبودیت، استقامت، فراست، خوت، حقوق والدین،

ان میں سے ہر ایک پر حضرت شاہ عالم کے ارشادات بڑے عالمانہ اور محققانہ ہیں، جامع کتاب ہر موقع پر جن القاب اور جس ادب و احترام سے ان کا نام لیتا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت موصوف بڑے بلند پایہ عالم اور بڑے عالی مرتبہ صوفی تھے، اور خواص و عوام سب ان کا انتہائی ادب کرتے تھے،

فرصت سے بغور مطالعہ کرنے والے کو اس کتاب میں ایسے مسائل ملین گے، جن کو ترد ائد سے الگ کرکے یک جا کر دیا جائے، تو تصوف سے ذوق رکھنے والون کے لئے بہت مفید اور دلچسپ ثابت ہون گے،

کتاب میں نہ کہین جامع کا نام ملا، نہ کاتب کا، نہ سن کتابت ' البتہ سرورق پر ان اصحاب

کے نام مع سنین کے درج ہیں، جن کے قبضہ میں نسخہ رہ چکا ہے،

۱۔ من نعم اللہ علی عبدہ ابن شیخ بہاء الدین:

۲۔ مالک ملوک اہل بیت النبوی ابوالحسن الحسینی نقشبندی مہر یہ ہے "خادم درگاہ ابوالحسن دیوانہ"

۱۱۶۲ھ ہجری، خادم ابوالحسن ۔۔۔۔ درگاہ ادیوانہ،

۳۔ رسالہ ہائے حضرت شاہیہ از کتاب خانہ نواب نیک عالم خان خواجہ عباد اللہ ہدیہ گرفتہ، مدبراج، بتاریخ غرۂ جمادی الاول ۱۱۶۲ھ ہجری،

۴۔ این رسالہ جعبات شاہیہ جلد ششم از خواجہ عباد اللہ تا نیا احال فقیر حقیر حسین الدین حسینی بتاریخ غرۂ جمادی الثانی ۱۱۹۰ھ ہجری ہدیہ گرفتہ مہر میر حسین ۱۱۶۳ھ ہجری،

عبدالحمید خاں

ریڈر شعبۂ فارسی، جامعہ عثمانیہ حیدرآباد کے قلم سے

مزمل لائبریری کے نادر مخطوطات

ڈاکٹر عطا خورشید کے قلم سے

> علیگڑھ کے نامور فرزند نواب رحمت اللہ خان شروانی نے اپنی علم دوستی
> کی مجبوری اور اپنے والد مرحوم نواب مزمل اللہ خان کی یاد میں ان کے نام منسوب
> کر کے یہ کتابخانہ قائم کیا ہے۔ اور اس طرح حبیب گنج کے بعد علیگڑھ
> میں ایک اور ایسا ذاتی ذخیرہ وجود میں آگیا ہے جو تشنگان علم و ادب
> کو دور دور سے اپنی طرف بلاتا رہے گا۔

سرسید نے اپنے رفقا پر فخر کرتے ہوئے کہا تھا۔

فلک یک مطلع خورشید دارد باہمہ شوکت — ہزاراں مطلع ہا دارد گریبانے کہ من دارم

انہیں رفقا میں شروانی خاندان کے نامور فرزند عنایت اللہ خاں شروانی اور آپکے حقیقی بھتیجے نواب محمد مزمل اللہ خاں شروانی کے نام بھی ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔

نواب محمد مزمل اللہ خاں شروانی کی ولادت ۱۸۶۳ء میں ہوئی۔ آپکے والد کا نام حاجی غلام احمد تھا۔ نواب محمد مزمل اللہ خاں کے ایام طفولیت میں ہی آپکے والد کا انتقال ہو گیا۔ آپ نے اپنے چچا عنایت اللہ خاں شروانی کی نگرانی میں پرورش پائی جو ایک علم دوست بزرگ تھے اور سرسید کے حامی اور دست راست تھے۔ انھوں نے کالج کو بڑی بڑی مالی امداد بھی دی تھیں جن کا ثبوت یونیورسٹی میں چاہ عنایت (کنواں) سنگین خوارہ، کمرے اور اسٹریچی ہال کے کتبہ جات ہیں۔

نواب محمد مزمل اللہ خاں بچپن سے سرسید کی صحبت میں رہے۔ ۱۸۸۹ء میں آپ پہلی بار کالج کے ٹرسٹی منتخب ہوئے۔ اس کے بعد کالج سے یونیورسٹی ہوتے تک اور اپنی وفات (۱۹۳۸ء) تک وہ مسلسل اس ادارے

سے وابستہ رہے اور اس ادارے کے انتظام و انصرام میں دخیل رہے۔ نیز اس ادارے کو مالی عطیات سے بھی نوازتے رہے۔ وہ اپنی داد و دہش اور قومی درد مندی و خدمات کے لیے "حاتم یوپی" کے نام سے مشہور تھے۔ مسلم اداروں کو مالی امداد کے علاوہ غیر مسلم اداروں کو بھی مالی عطیات سے نوازتے تھے۔

نواب محسن الملک کے زمانہ سکریٹری شپ میں آپ ان کے جوائنٹ سکریٹری مقرر ہوئے چونکہ نواب محسن الملک اکثر علی گڑھ سے باہر دورہ پر رہتے تھے اسلیے نواب مزمل اللہ خاں ہی ان کا کل کام انجام دیتے تھے۔ نواب وقار الملک اور نواب محمد اسحٰق خاں کے زمانہ میں بھی آپ جوائنٹ سکریٹری رہے اور ان حضرات کی عدم موجودگی میں آپ ہی سکریٹری کا کام کرتے تھے

۱۹۲۰ء میں جب کالج کو یونیورسٹی کا چارٹر ملا، آپ اس کے فاؤنڈیشن کمیٹی کے ممبر مقرر ہوئے ۱۹۲۲ء تا ۱۹۲۲ء، ۱۹۲۴ء، ۱۹۲۵ء اور ۱۹۲۶ء میں وقتاً فوقتاً قائم مقام وائس چانسلر رہے۔ جنوری ۱۹۲۷ء سے فروری ۱۹۲۹ء تک مستقل وائس چانسلر رہے۔

نواب محمد مزمل اللہ خاں ایک اعلیٰ منتظم، قومی درد رکھنے والے اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے خواہاں، سرسید تحریک کے ہم نوا، سیاسی بصیرت کے حامل اور علماء و صلحاء سے تعلق رکھنے والے اسلامی شعائر کے پابند انسان تھے۔

آپ کو شعر و شاعری سے بھی ذوق تھا، مرزا داغ دہلوی سے تلمذ تھا۔ اس رشتہ سے علامہ اقبال سے بھی تعلق تھا اور خط و کتابت بھی تھی۔ مزمل تخلص کرتے تھے۔ آپ کا دیوان" درج لوئے فصاحت" کے نام سے مولوی معتدی خاں شروانی نے مرتب کرکے ۱۹۵۵ء میں شائع کرادیا۔

یونیورسٹی کے کاموں سے فرصت پاکر آپ اپنا زیادہ وقت کتب بینی میں صرف کرتے تھے۔ آپ نے اپنا ذاتی کتب خانہ بھی قائم کیا تھا جس میں اردو، فارسی و عربی مطبوعات کے علاوہ مخطوطات بھی تھے۔ یہ کتبخانہ آپکے انتقال (۱۹۳۸ء) کے بعد آپ کے علم دوست صاحبزادے نواب رحمت اللہ خاں شروانی کے انتظام میں آیا۔

نواب رحمت اللہ خاں شروانی کی ولادت ۱۹۲۹ء میں ہوئی۔ آپ کی تعلیم علیگڑھ میں ہی ہوئی۔ والد کے انتقال کے بعد ریاست کے انتظام و انصرام آپکے ہاتھوں میں آگیا جسے آپ نہایت ہی خوش انتظامی کے ساتھ چلاتے رہے ہیں۔

آپ کا واحد شوق کتابیں جمع کرنا اور کتب بینی ہے۔ آپ فارسی، عربی اور انگریزی زبانوں پر بھی قدرت کاملہ رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے کتب خانے میں اردو کے علاوہ دیگر زبانوں کی کتابوں کی تعداد بھی اچھی

خاص ہے۔ آپ نے اپنے کتاب خانے کو سائنٹفک اور جدید انداز سے ترتیب دیا ہے۔ اگرچہ ذاتی کتب خانوں میں آج بھی پرانے طرز پر کتابیں رکھی جاتی ہیں لیکن ایسے کتب خانوں میں مزمل اللہ خاں لائبریری کو ایک خاص مقام حاصل ہے کیوں کہ اس کی کیٹلاگنگ اور کلاسیفیکیشن جدید طرز پر (AACR2 & D.D.C) کی گئی ہے اس طرح یہ ذاتی لائبریری کسی بھی سرکاری ریسرچ لائبریری کے مدمقابل رکھی جا سکتی ہے۔

نواب محمد مزمل اللہ خاں لائبریری کی خصوصیات میں سے ایک بڑی خصوصیت اس کے مخطوطات کا ذخیرہ ہے۔ اس ذخیرہ میں اردو، فارسی و عربی کے تقریباً پندرہ سو مخطوطات ہیں جن میں مصنف کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے نسخے، مصنف کے عہد کے لکھے ہوئے نسخے، مصنف سے قریب العہد نسخے، بادشاہوں کے کتب خانوں کے نسخے، بادشاہوں، شہزادوں اور شہزادیوں کے زیر مطالعہ رہنے والے نسخے، غرض اس ذخیرے میں نادر و نایاب نسخوں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے۔ ایسے نادر و نایاب نسخوں میں سے چند نسخوں کا تعارف یہاں مقصود ہے۔

الکشاف اس کتب خانے کا ایک قدیم اور اہم نسخہ زمخشری کی تفسیر الکشاف ہے۔ یہ نسخہ نہ صرف قدیم ہونے کی حیثیت سے اہمیت کا حامل ہے بلکہ اس کا طویل سفر بھی اس کی انفرادیت کا ایک حصہ ہے۔ مختلف علماء، صلحاء، صوفیا اور بادشاہوں کے مطالعہ میں رہنے کے سبب بھی یہ نسخہ نوادرات کے زمرے میں آتا ہے۔ شیخ سعدی شیرازی کی ایک تحریر اس نسخے کو اہم اور نادر بنانے میں نمایاں رول ادا کرتی ہے۔ اس نسخے میں سب سے قدیم مہر ۱۱۰۰ میلادی کی ہے جو ایک ترکی بادشاہ حسین آفندی کی ہے۔ دوسرا سنہ شیخ سعدی کی تحریر کا ہے یعنی ۵۵۶ھ۔ پھر یہ نسخہ اصفہان آیا جہاں کی ایک یادداشت آخری صفحے پر تحریر ہے۔ اس کے بعد یہ نسخہ مکہ پہنچا جہاں شریف مکہ محمد عبداللہ بن حمید الحنبلی کے پاس رہا۔ پھر یہ نسخہ ہندوستان آیا اور بادشاہ اکبر کے کتب خانے کی زینت بنا اور اکبر کے بعد دیگر مغل بادشاہوں کی مہریں بھی اس کی اہمیت کو چار چاند لگاتی ہیں۔

شیخ سعدی شیرازی کی تحریر ایک تاریخی اہمیت کی حامل ہے جیسا کہ اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ حملۂ بغداد کے وقت یہ نسخہ شیخ سعدی کے زیر مطالعہ تھا۔ اس قتل و غارت گری کا نقشہ انھوں نے اپنی اس یادداشت میں کھینچا ہے اگرچہ اس کی روشنائی اب معدوم ہوتی جا رہی ہے لیکن کوشش بسیار کے بعد جس حد تک پڑھا جا سکا وہ تحریر ہدیۂ قارئین کی جا رہی ہے تاکہ جہاں شیخ سعدی جیسی عظیم ہستی کی تحریر منظر عام پر آئے وہیں تاریخ اسلام کے ایک بھیانک حادثہ کی معاصر شہادت بھی مورخین کی نظروں میں آجائے۔

کتاب الکافی فی الکحل (عربی) | طب پر ایک اہم اور قدیم نسخہ ہے۔ اس کے مصنف خلیفہ بن ابی المحاسن الاسراری الحلبی الکحال / رہرون بن الحکیم موفق الدولہ ابن ابی الحسن الحلبی ہیں۔ اس کے کسی دوسرے نسخے کی کوئی اطلاع نہیں ہے۔

زمانہ قدیم میں دماغ و آنکھ کے آپریشن کے لیے جو آلات استعمال کیے جاتے تھے ان کی رنگین تصویریں بھی بنائی گئی ہیں نیز دماغ کی بھی ایک واضح تصویر ہے جس میں اس کے اندر کے عضلات واضح دکھلائے گئے ہیں۔

سرورق پر کئی شاہی مہریں ہیں جن میں شاہجہاں اور اورنگزیب کی مہریں صاف پڑھی جاتی ہیں تیسرا تحریر جو پڑھی جاتی ہے وہ عبداللہ بن عین الملک بن حیدر علی الشیرازی کی ہے۔ اس کے اوپر غالباً ان کی مہر ہے جو مٹادی گئی ہے۔ سب سے اوپر بائیں گوشہ پر یہ تحریر ہے۔

"ہدیہ من جانب مولوی عبدالاحد خاں بوساطت مولوی نذیر حسن صاحب انبیٹھوی"

سنہ کتابت کہیں بھی درج نہیں ہے۔

صحیح البخاری (عربی) | صحیح البخاری کا یہ نسخہ شاہان مغلیہ کے کتب خانے کی زینت رہا ہے۔ سرورق پر کئی شاہی مہریں ہیں لیکن مٹادی گئی ہیں صرف داخلی کتب خانہ کی یادداشت اور بادشاہوں کی "عرض دیدہ شد" باقی رہ گئی ہیں۔ ان مہروں میں صرف جہانگیر کی ایک مہر پڑھی جاتی ہے اور شاہجہاں کی سنہ جلوس ١٦ کی ایک مہر پڑھی جاسکتی ہے۔ ایک تحریر جو مٹانے والے کی نظروں سے محفوظ رہی وہ درج ذیل ہے:

"صحیح بخاری با سر لوح مجدول و مطلا بابت اموال کوکلتاش خاں مرحوم بست و ہشتم شہر ذی حجہ سنہ ۲ بتحویل محافظ خاں شد"

نفحات الانس | مصنفہ ملا نورالدین عبدالرحمن جامی (م ۸۹۷ھ) چند قدیم نسخوں میں سے ایک قدیم نسخہ ہے۔ یہ مصنف کے انتقال (۹۰۴ھ) کے تقریباً ۲۸ سال بعد یعنی ۹۳۲ھ میں لکھا گیا۔ سرورق پر جہانگیر اور شاہجہاں کی مہریں ہیں۔

مثنوی معنوی | مصنفہ مولانا جلال الدین رومی (م ۶۷۲ھ) یہ ایک قدیم نسخہ ہے۔ اس کے دفتر اول کے اخیر میں کتابت کا سنہ ۸۵۸ھ تحریر ہے۔

مثنوی نل دمن | مصنفہ شیخ ابوالفیض فیضی۔ مصنف کے انتقال (۱۰۰۴ھ) کے ۱۱ سال بعد لکھی گئی۔ ترقیمہ حسب ذیل ہے:

"ھذا نسخہ نلدمن تصنیف شیخ فیضی تحریر ذوالحجہ والنظر ۱۰۱۵ھ" تم بالخیر

دیوان واقف لاہوری | واقف لاہوری کے دیوان کا یہ نسخہ شاعر کی زندگی (م ۱۱۹۵ھ یا ۱۲۰۳ھ) میں ہی ۱۱۶۰ھ میں لکھا گیا۔

قصائد سلمان ساوجی (م ۷۷۸ھ) | خط تعلیق میں لکھا ہوا نسخہ ہے۔ سنہ کتابت کہیں تحریر نہیں لیکن تحریر کی قدامت نویں صدی ہجری کے لکھے ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

شرح سفر السعادت مسمیٰ بسلوک طریق الافادہ | مولفہ شیخ عبد الحق بن سیف الدین محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ۔ یہ نسخہ مولف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اس کا سال تصنیف ۱۰۱۶ھ ہے اور اس نسخہ کی کتابت ۱۰۲۰ھ ہے۔ ترقیمہ کی عبارت حسب ذیل ہے:

"... وہذا آخرما اراد اللہ من ہذا العبد الضعیف المسکین عبد الحق بن سیف الدین تعلیقہ علی شرح الکتاب المستطاب واللہ اعلم بالصواب واللہ المرجع والمآب تم تسوید ہذا الکتاب بین الصلوٰتین من یوم الاثنین الرابع والعشرین من شہر جمادی الاول سنہ ست عشر والف والحمد للہ ثم تم مقابلہ ہذا النسخہ علی ید مولفہ الفقیر الی اللہ عبد الحق بن سیف الدین بن سعد اللہ صبح یوم الاثنین السابع والعشرین من جمادی الآخرہ سنہ الف وعشرین من ہجرۃ سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وصحبہ اجمعین وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین"

مثنوی فنون عشق | مولفہ غلام محی الدین مبتلا و عشق۔ سال تالیف ۱۱۹۰ھ۔ سال کتابت ۱۲۶۵ھ یہ مبتلا وہی ہیں جن کا تذکرہ "طبقات سخن" کافی مشہور ہے۔ اس مثنوی کے صرف دو ہی نسخوں کا پتہ چل سکا۔ اول نسخہ ہذا اور دوسرا پروفیسر رضی الدین احمد (سابق پروفیسر ترد پتی یونیورسٹی) کی ملک ہے۔

تذکرہ مرآۃ الخیال | مولفہ شیر خاں لودی۔ یہ تذکرہ ۱۱۰۲ھ میں ترتیب دیا گیا۔ اور یہ نسخہ ۱۲۵ھ میں نقل کیا گیا۔

قرآن مجید | خط بہار میں لکھا ہوا یہ نسخہ کافی قدیم معلوم ہوتا ہے کیوں کہ اعراب میں جزم (ر) کے لیے دائرہ (٥) کا استعمال کاتب نے کیا ہے۔

قرآن مجید | قرآن مجید کا یہ نسخہ ۱۰۶۰ھ میں لکھا گیا ہے جیسا کہ اس کے ترقیمہ سے ظاہر ہے:

"بتاریخ سیزدھم شہر ذیقعدہ کتبہ حضرت نور شاگرد میاںجی عبداللہ ساکن رامپور عفی اللہ عنہما ۱۰۶۰ ھجری صلی اللہ علیہ وسلم۔"

یہ نسخہ اورنگ زیب کی شہزادی زیب النساء کی ملکیت تھا جسے اس کے حکم سے اس کے استاذ عزیز اللہ کو عطا کیا گیا تھا جیسا کہ پہلے صفحہ کے حاشیہ پر لکھی ہوئی اس تحریر سے پتہ چلتا ہے:

"آمدہ از کتب خانہ لاہور۔
بحکم سرکار زیب النساء شاہزادی ابوالمظفر محی الدین محمد اورنگزیب بہادر عالمگیر بادشاہ غازی او ستاد عزیز اللہ شاہ امام را عطا شد۔
بتاریخ پنج و بست شہر رمضان المبارک ۱۰۷۳ھ ہجری صلی اللہ علیہ وسلم
مہتمم کتب خانہ خاص سرکار زیب النساء خادم وسیم بیگ عفی عنہ ۲۵ رمضان ۱۰۷۳ھ۔"

••

علیگڑھ مسلم یونیورسٹی کی مولانا آزاد لائبریری

چند اہم مخطوطات کے نمونے / چند اہم مشاہیر کی تحریریں

نہج البلاغہ، کتاب ۵۲۸ھ

صحاح جوہری، تحریر ۶۲۸ھ

فیضی، تحریر عہد اکبر

جہاں گیر، تحریر ۱۰۱۴ھ

صائب، تحریر ۱۰۸۳ھ، ۱۰۸۵ھ

احمد خاں بنگش، تحریر ۱۱۳۵ھ

آزاد بلگرامی (م ۱۲۰۰ھ)

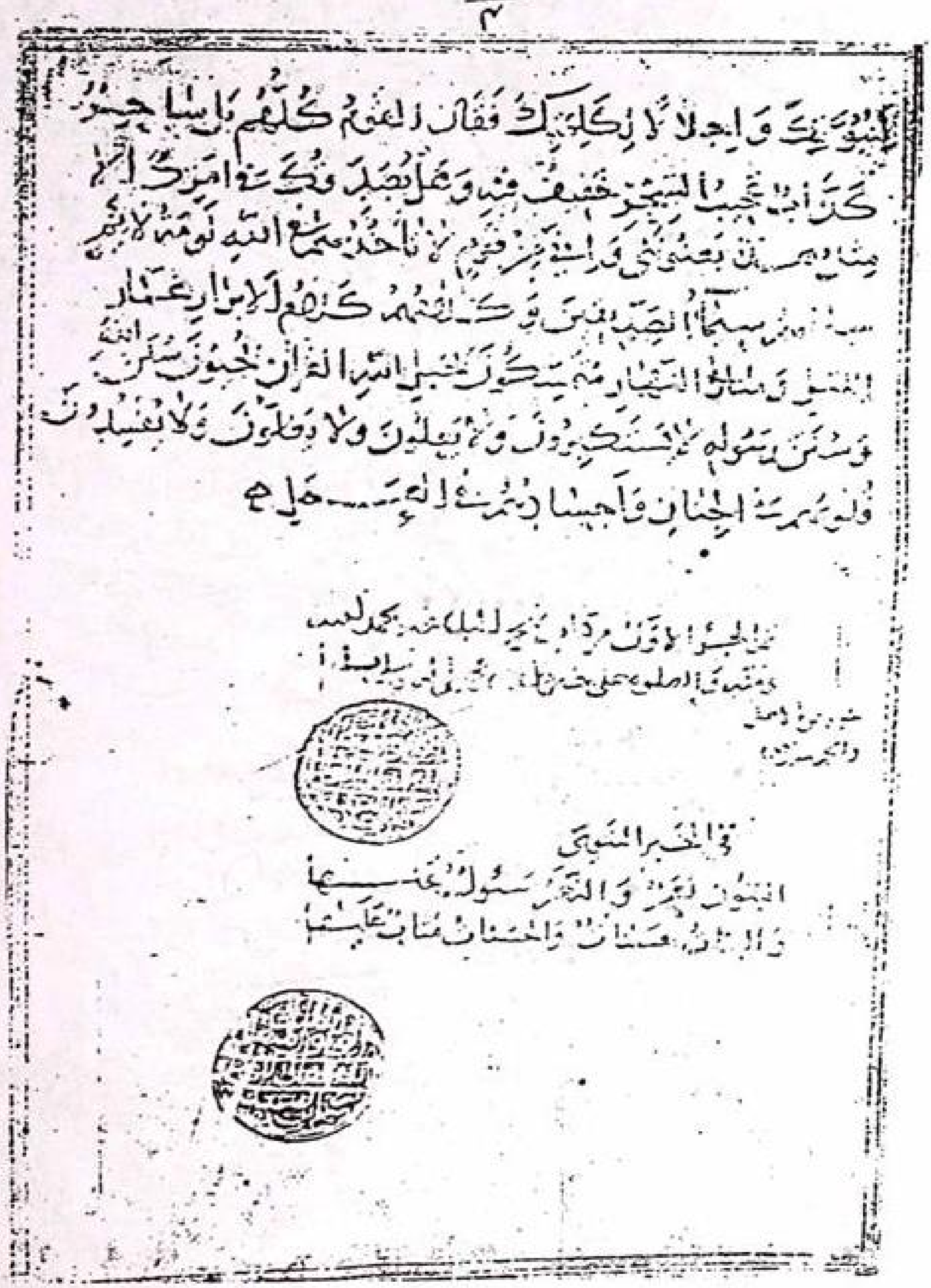
علی الکاتب، ۹۲۶ء

کاتب سلطان حسین ہروی، ۹۶۳ھ

سر سید (م ۱۸۹۸ء)



نهج البلاغة مکتوبه ۵۳۸ هجری مجلد اول ، پہلا صفحہ



111/4

[illegible] النبوة [illegible] فقال القوم كلهم بل ساحر
كذاب عجيب السحر خفيف فيه وهل يصدقك في أمرك إلا
مثل هذا يعنونني وإني لمن قوم لا تأخذهم في الله لومة لائم
سيماهم سيما الصديقين وكلامهم كلام الأبرار عمار
الليل ومنار النهار متمسكون بحبل القرآن يحيون سنن الله
وسنن رسوله لا يستكبرون ولا يعلون ولا يغلون ولا يفسدون
قلوبهم في الجنان وأجسادهم في العمل

[illegible]

تم الخبر [illegible]

[illegible]

نہج البلاغہ مجلد اول ، آخری صفحہ



نہج البلاغة جلد دوم۔ پہلا صفحہ



الجزء الاول من الصحاح

في اللغة

تاليف ابي نصر اسمعيل بن حماد الجوهري

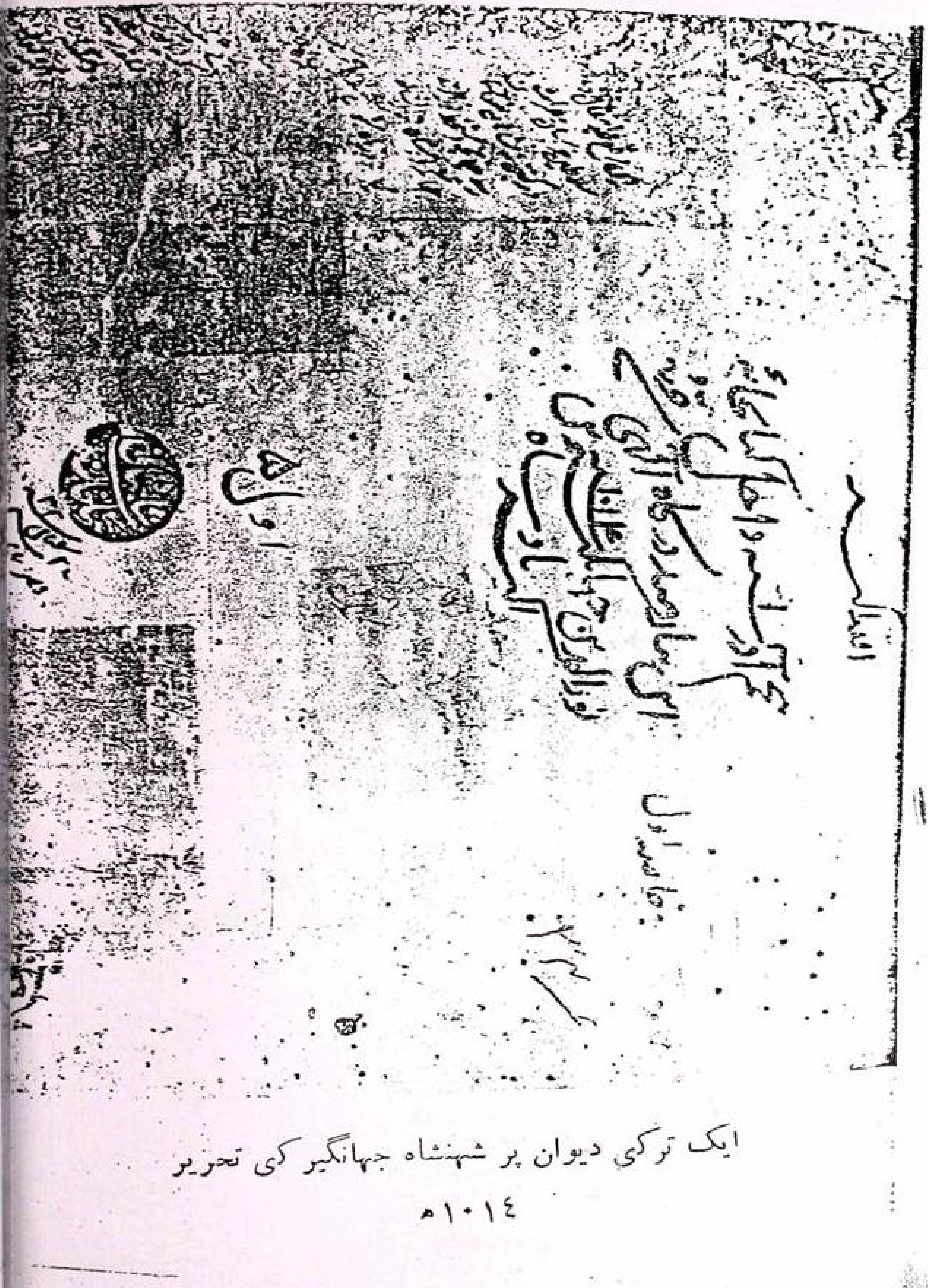
رضي الله عنه

صحاح جوهری

مکتوبه ۶۴۸هـ



تاریخ گزیدہ پر فیضی کی تحریر
مہر اور دست خط



ایک ترکی دیوان پر شہنشاہ جہانگیر کی تحریر

١٠١٤م

۱۱۱/۹



دیوان صائب بخط صائب

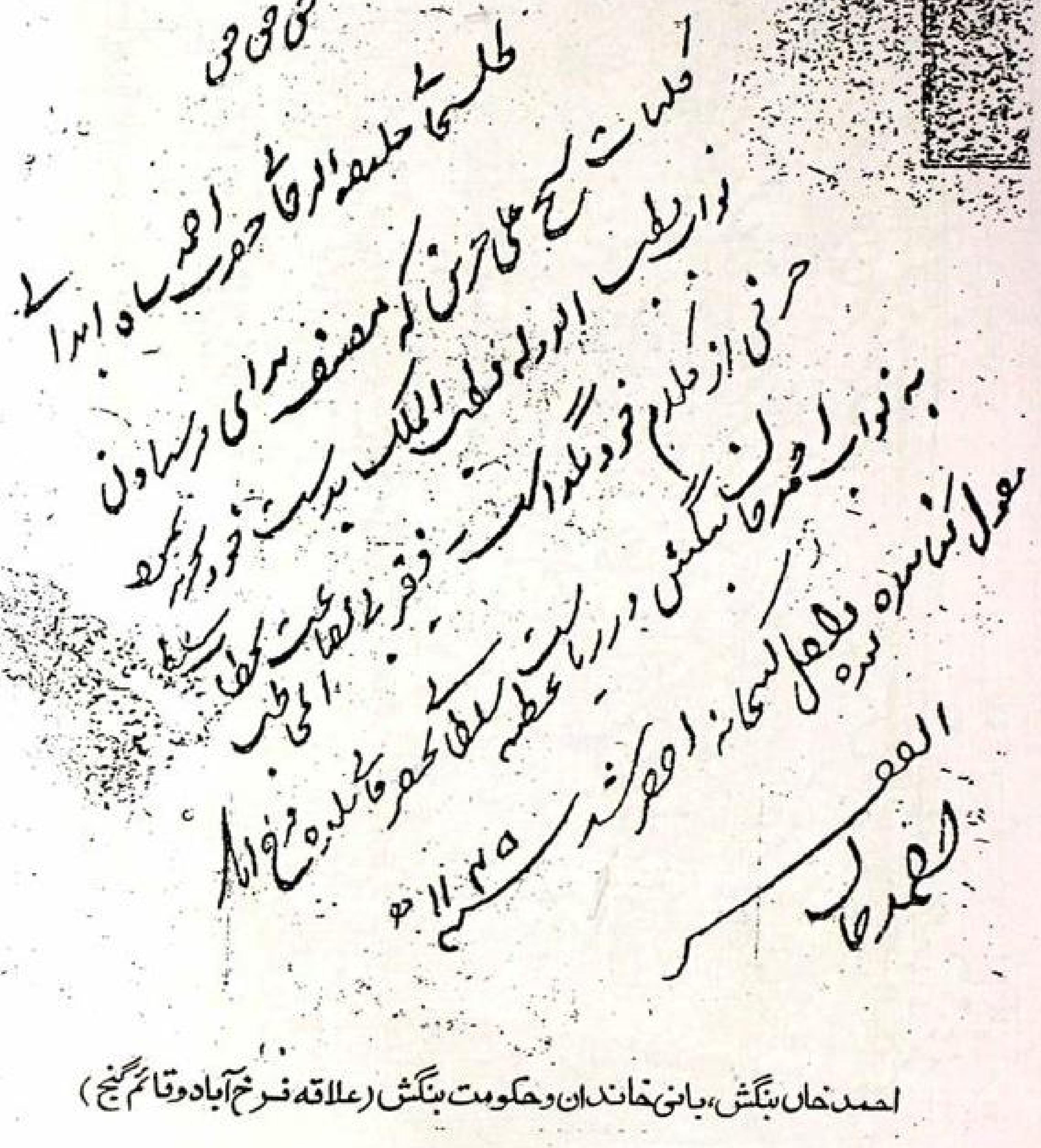
مکتوبه ۱۰۸۳ه در اصفهان



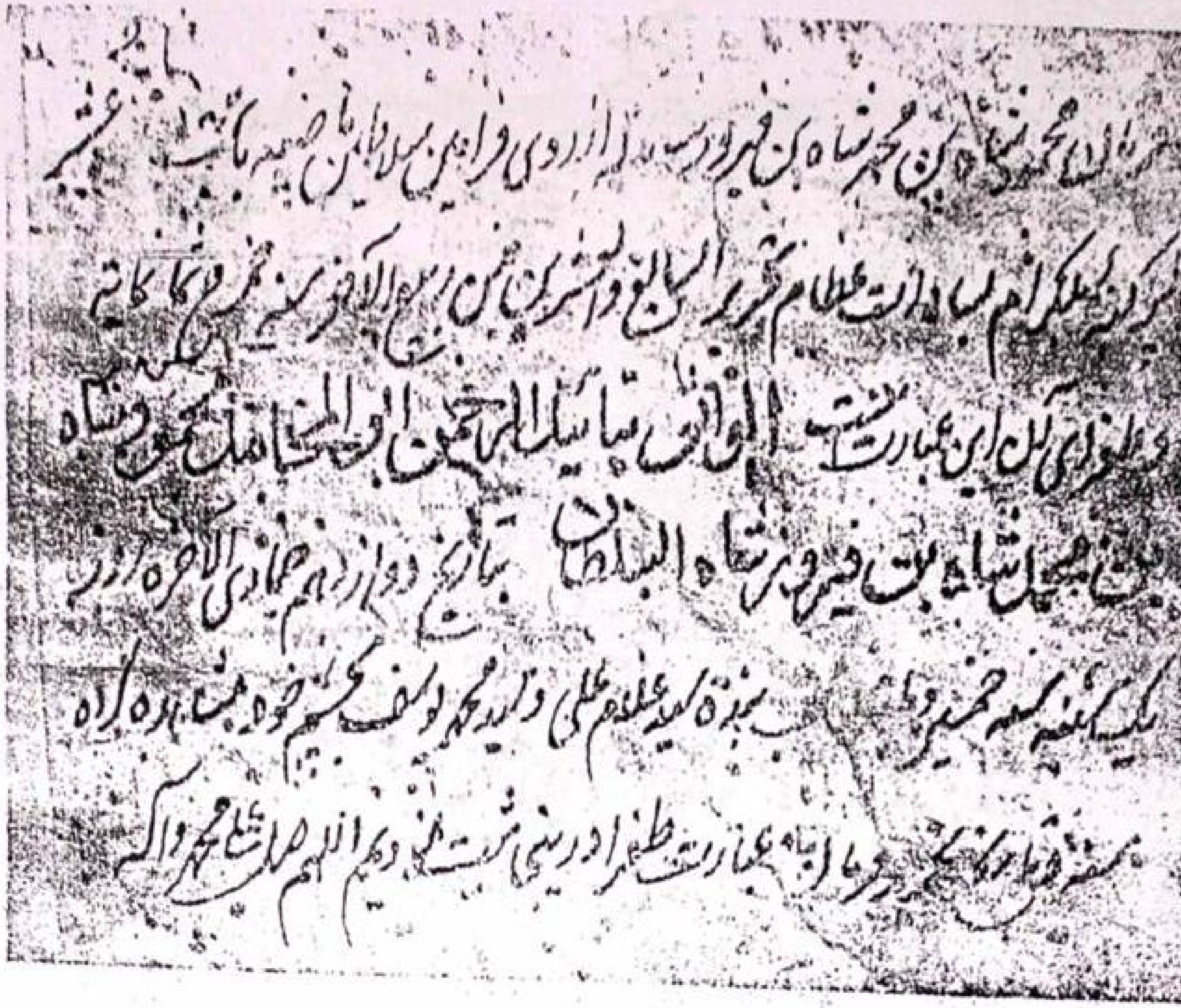
دیوان صائب

مکتوبہ عارف تبریزی در ۱۰۸۵ھ

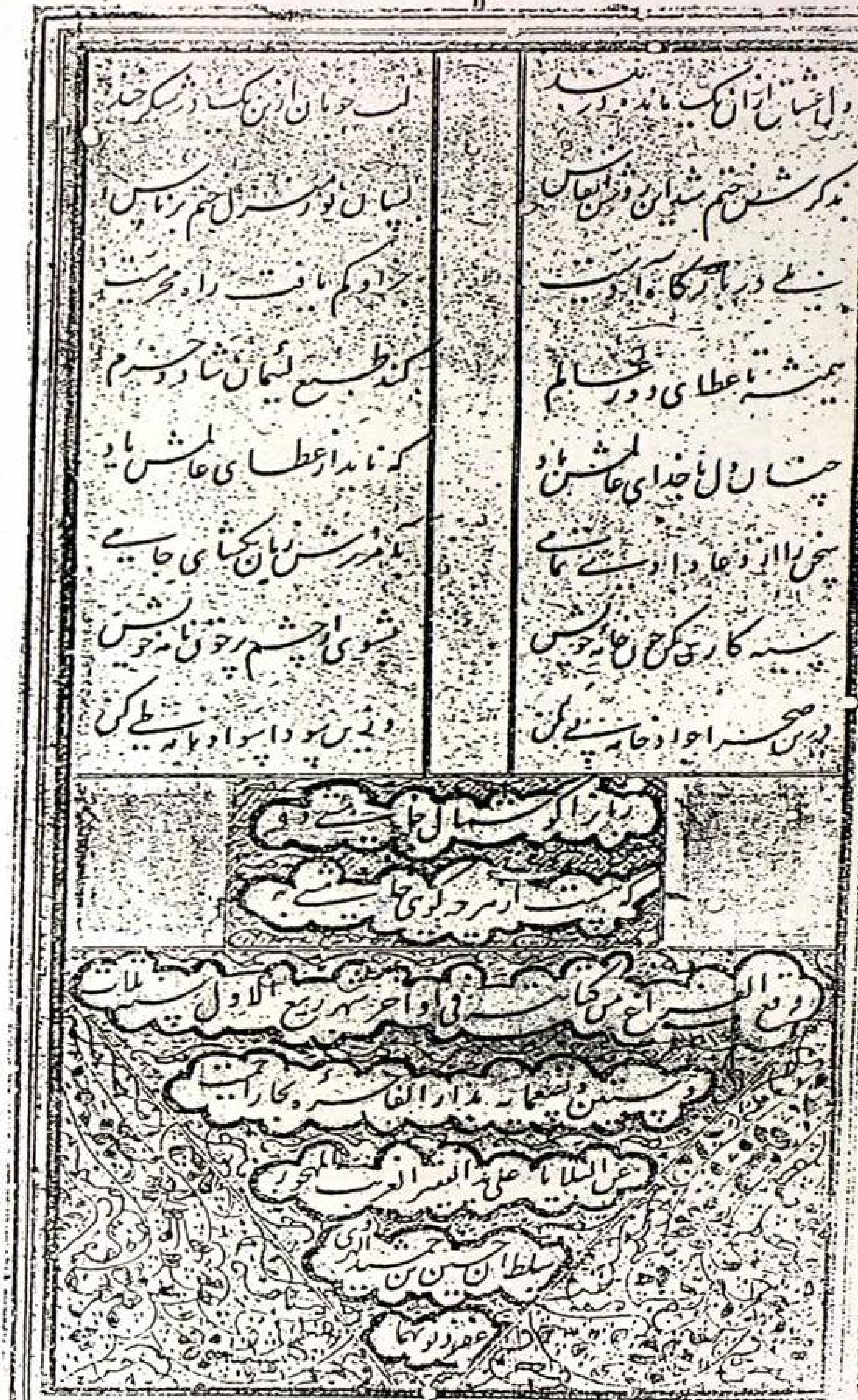
پر صائب کی تحریر



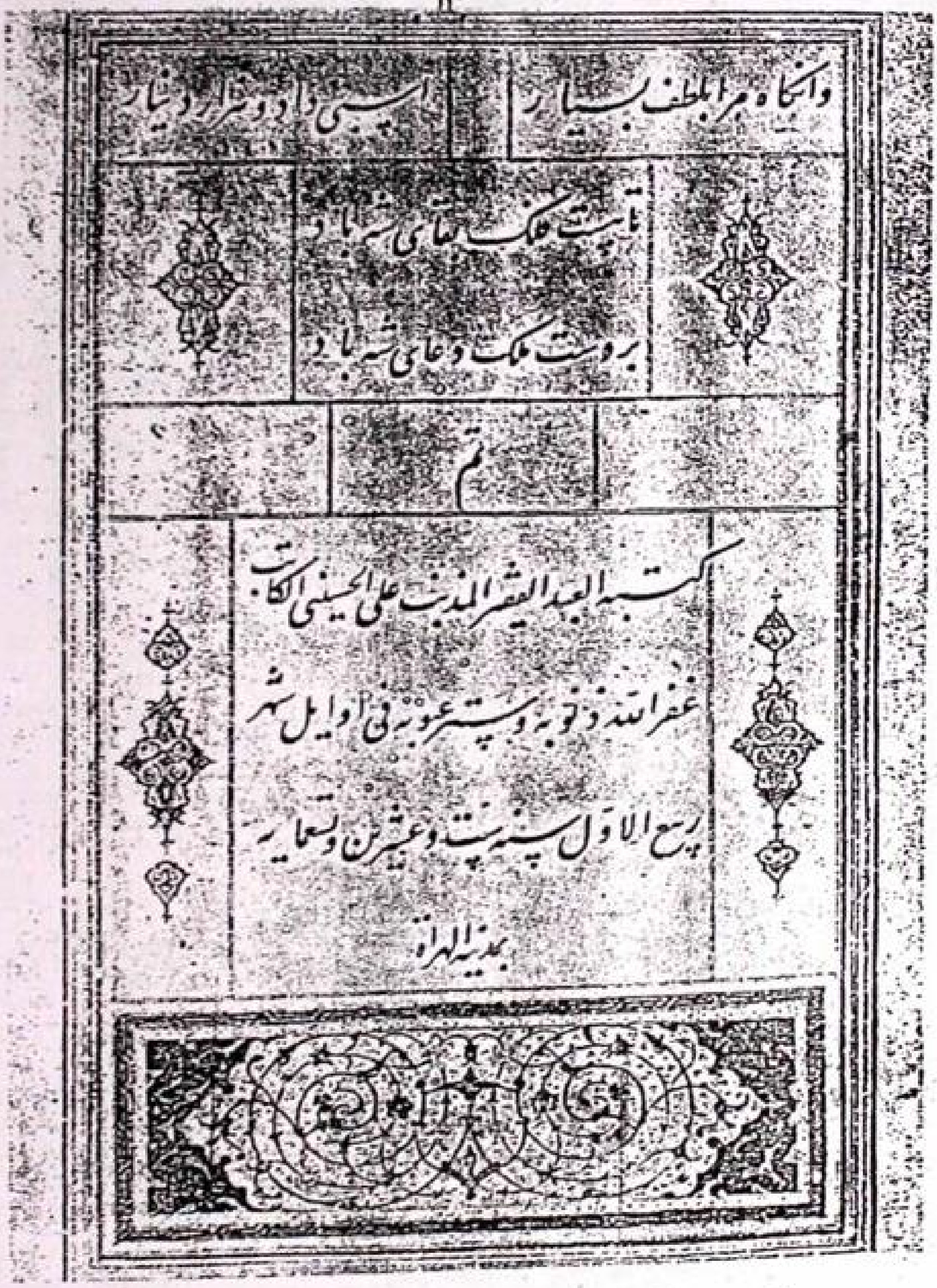
احمد خاں بنگش، بانی خاندان وحکومت بنگش (علاقہ فرخ آباد وقائم گنج)



عکس تحریر علامۂ آزاد بلگرامی متوفی ۱۲۰۰ ہجری



نمونهٔ خط سلطان حسین هروی


وآنگاه مرا بلطف بسیار / اسپی داد و هزار دینار

تا هست فلک بقای شه باد / بر دوست ملک دعای شه باد

تم

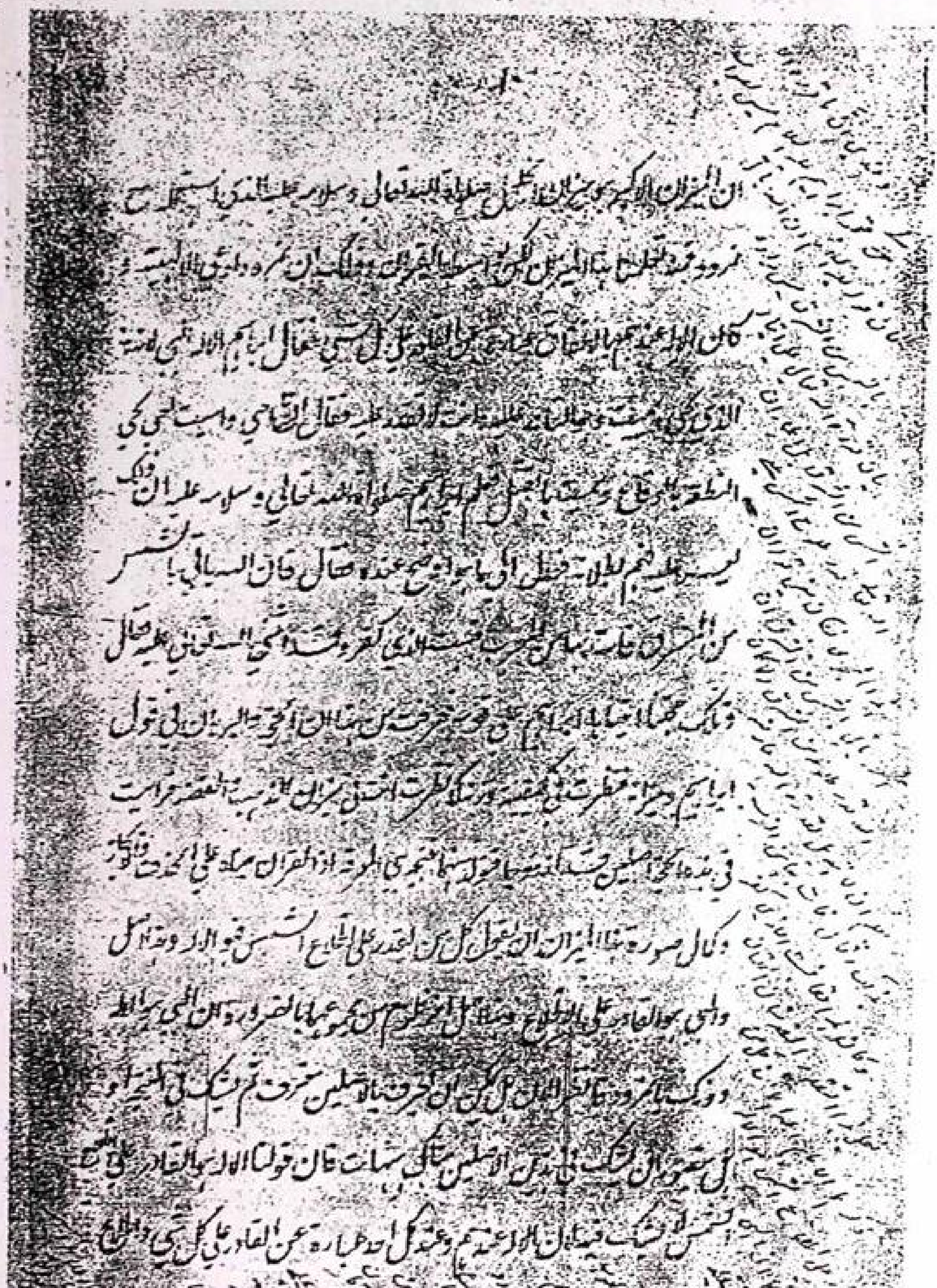
کتبه العبد الفقیر المذنب علی الحسینی الکاتب
غفر الله ذنوبه وستر عیوبه فی اوایل شهر
ربیع الاول سنه ست و عشرین و تسعمایه
بمدینة الهراة

مثنوی «گوی و چوگان» مکتوبه میر علی الکاتب هرات ۹۲۰ هجری

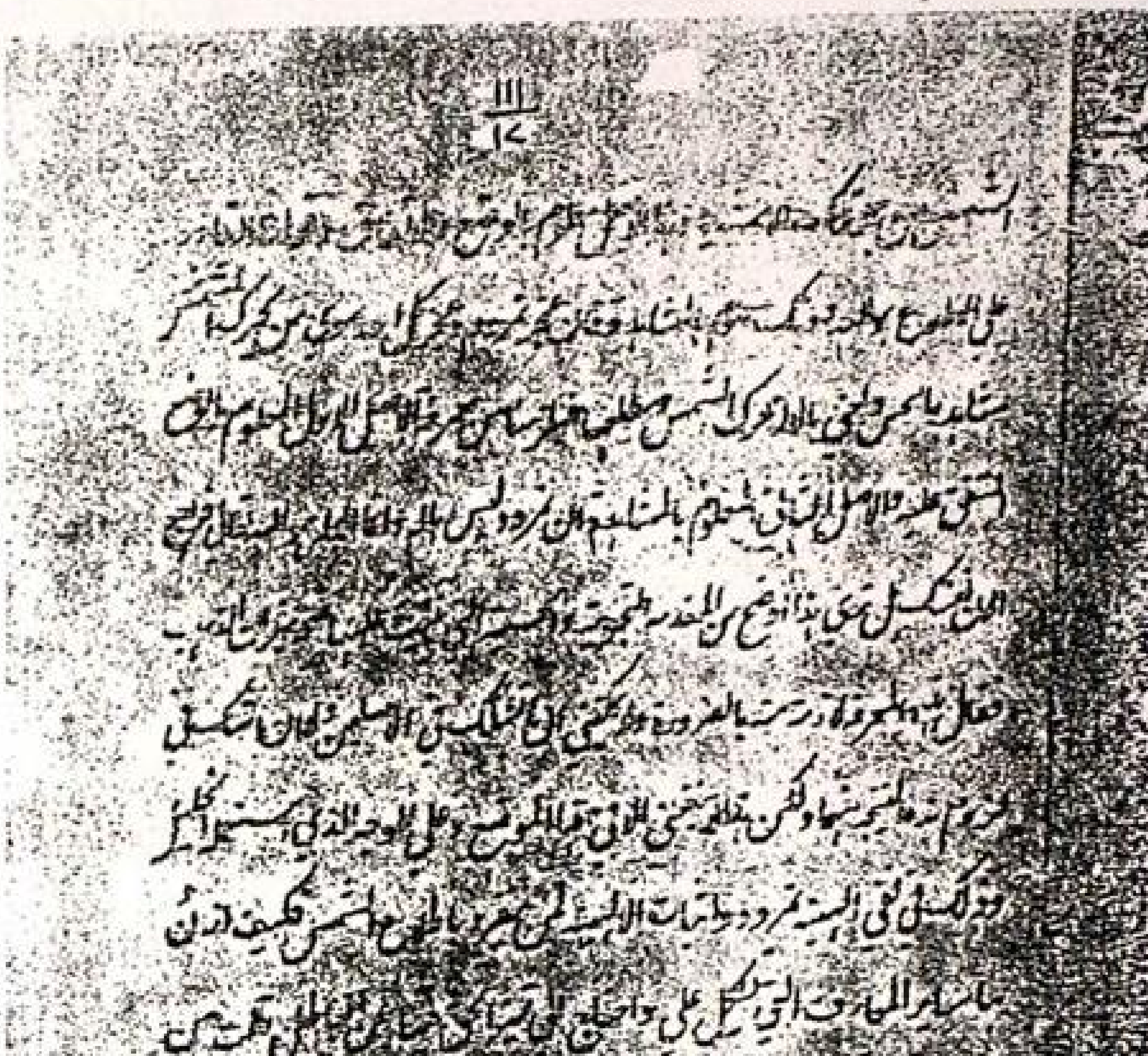


مثنوی «گوی و چوگان» مکتوبہ میر علی الکاتب کا پہلا صفحہ

111/16



القسطاس المستقیم پر سرسید کی تحریر



سرسید کی تحریر (حاشیہ پر جاری)

حیدرآباد کے کتابخانے

- آصفیہ لائبریری
- کتابخانۂ سالار جنگ
- کتابخانۂ سعیدیہ

آصفیہ لائبریری

پروفیسر ایس۔ ایم امام الدین (ڈھاکہ) کے قلم سے

ایس ۔ ایم ۔ امام الدین (ڈھاکہ)

حیدرآباد دکن کے ایک ذی اثر امیر، نواب محبوب علی خاں نظام الملک آصف جاہ ششم اور ان کے صاحبزادے نواب علی عثمان علی خاں نظام الملک آصف جاہ ہفتم کے استاد اور وزیرِ تعلیم نواب عماد الملک سید حسین بلگرامی نے ۱۳۰۹ھ مطابق ۹۲-۱۸۹۱ء میں آصفیہ لائبریری کی بنا ڈالی۔ اس کی شروعات ۱۶۰۰ کتابوں سے ہوئی اور وزارتِ تعلیم کا ایک کمرہ اس کے لیے مخصوص کر لیا گیا تھا۔ ۹۳/۱۸۹۲ء میں مشہور فاضل حکیم محب حسین کے انتقال کے بعد اُن کا ذاتی ذخیرہ خرید کر اضافہ کر دیا گیا۔ چار سال بعد مہاراجہ سرکشن پرشاد کی سرکردگی میں ایک لائبریری کمیٹی قائم کی گئی۔ مولوی تصدق حسین کاظمی کنتوری کو لائبریرین مقرر کیا گیا اور لائبریری ایک علیحدہ عمارت میں منتقل ہو گئی۔ کتابوں کی خریداری اور انتظامی امور کے لیے روپے دیئے گئے اور لائبریری کے دروازے عوام کے لیے کھول دیئے گئے۔ ۱۹۳۲ء میں افضل گنج میں ایک وسیع پیمانے پر لائبریری کی عمارت بننے کا آغاز ہوا اور اس کی نگرانی کے لیے مولوی عباس حسین کاظمی کنتوری جانشین دلیر تصدق حسین کو مقرر کیا گیا۔ اس وقت آصفیہ لائبریری میں کُل ۸۰،۰۰۰ ہزار کتابیں تھیں۔ جن میں تقریباً ۸ ہزار مخطوطات تھے۔ مولوی عباس حسین کے انتقال پر مولوی حمید المظفر کو لائبریرین مقرر کیا گیا، پھر ڈاکٹر عبدالمجید خاں اُن کی جگہ مقرر ہوئے۔ اس لائبریری کے مخطوطات کا کیٹلاگ چار جلدوں میں اردو زبان میں اور مُفصّل کیٹلاگ فارسی زبان میں دو جلدوں میں شائع ہو چکا ہے۔

اس لائبریری کے کیٹلاگ میں جسے ۱۹۳۶ء میں میر عثمان علی خاں بہادر نے مرتب کرا کے شائع کیا تھا آٹھ لاکھ مخطوطات و مطبوعات کا ذکر ہے۔ اس کا مشرقی ذخیرہ برصغیر میں تیسرے نمبر پر ہے۔ پہلا نمبر خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری بانکی پور کا ہے اور دوسرے نمبر پر ذخیرۂ رامپور ہے۔

عربی، فارسی اور اردو مطبوعات و مخطوطات کے علاوہ یہاں ترکی، بھاکھا، ہندی، تلنگی، دکھنی، اردو، انگریزی اور فرانسیسی زبانوں میں بھی کچھ کتابیں موجود ہیں۔

اہم عربی مخطوطات

رسائل جالینوس، ترجمہ اسحاق بن حنین بن اسحاق۔ کتاب السرّ الربانی فی علم المیزان، از واصل جلدکی سرّ المکنون و درّ المسنون سنِ کتابت ۸۰۹ھ/۱۴۰۷ء ہے۔ کاتب سلیمان حنفی الفلکی۔ رسالہ بالینس فی تطہیر، ترجمات

بر مذکورہ بسن میں مذکورہ کاتب کی۔ اصلاح المنطق (لغت) از ابو یوسف یعقوب بن اسحاق السالک (م: ۵۶ - ۸۵۵ھ)

ربیع الابرار (محاضرات)، یعقوب اللہ محمود بن الزمخشری۔ مقامات حلبی (محاضرات) شیخ شمس الدین الحلبی۔

فارسی مخطوطات

ظفر نامہ (تاریخ) شہاب غازانی۔ شرح صحیح البخاری جلد سوم، سراج الدین ابو حفص

قوت لایموت، حکیم نقل علی معروف شفائی خان۔ حصن المعین، تاریخ لکھنؤ۔ اساس القواعد فی

اصول الفوائد، عربی، علم الحساب

مصنفین کے خود نوشت نسخے

ام التواریخ، اردو مصنفہ سید ظہور الحسن گلاوٹھی ضلع بلند شہر کی تصنیف ہے۔ ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء

رسالہ فی الاخلاق، از احمد بن عبد الرضا۔ شرح نصاب الصبیان، فارسی خطوط (انشاء) از محمد بن فصیح۔

اساس ریاست کرناٹک، فارسی، از محمود جنگ مولوی خیر الدین خان بہادر ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء۔ دیوان

خمسہ، فارسی مصنفہ میر محمد مقیم سلمی شیرازی (کیمیا) اور دوا سازی (Materea Medica)

دوسرے اہم مخطوطات جن کے کاتب کا نام درج ہے۔ مندرجہ ذیل کتابیں قابل ذکر ہیں۔

قرآن مجید حمائل: کاتب ملا علی قاری۔

قصہ روح وبدن: فارسی، تصوف، مصنفہ فضولی، کاتب: میر گلاں خوشنویس (۱۲۱۷ھ / ۲-۱۸۰۲ء)

کشف المحجوب: فارسی، تصوف از علی بن عثمان بن علی الغزنوی، کاتب: عبد الباقی۔

ادعیہ و اوراد: کاتب، عبد الباقی حداد

ادعیہ جوشن کبیر و دیگر احراز: عربی، کاتب: محمد افضل (۵-۱۱۰۵ھ / ۹۴-۱۶۹۳ء) دوسرے

نسخے کے کاتب محمد حسین بن محمد امین مشہدی۔

وہ مخطوطات جنھیں مصوری کے ذریعہ Illustrate کیا گیا ہے۔

مقالات زہراوی: عربی یونانی ادویۂ از ابو القاسم خلف بن عباس الزہراوی (۹۹۵ھ / ۵۸-۱۰۵۷ء)

ترجمہ سالوتر: فارسی، جانوروں کے طبی علاج، مصنفہ عبد اللہ بن صفی (۱۰۱۰ھ / ۸-۱۶۰۷ء) کتابت ۱۰۵۸ھ / ۱۶۴۸ء

عجائب المخلوقات: فارسی، حیوانات و نباتات، ترجمہ: ملا عبد الرشید المعروف بہ بایزید بستگی سنہ کتابت

۱۰۰۶ھ/۹۸-۱۰۹۷ء۔

علم حیوانات: تصویروں کے ساتھ جانوروں کی افزائش نسل۔

مقالات: (Dioscoridisan) علم حیوانات ونباتات پر رنگین تصاویر

شاہنامہ فردوسی (دو جلد): کاتب ہری رام پنڈت، ۱۲۲۸ھ/۲۱-۱۸۲۰ء، نایاب تصاویر۔

تاریخ شمشیر خانی: مصنف توکل بیگ ولد تلک بیگ، کتابت ۱۲۵۹ھ/۴۳-۱۸۴۲ء تصاویر کے ساتھ۔

بے نقط الفاظ میں لکھے گئے مخطوطات مندرجہ ذیل ہیں:۔

موارد الکلام: مصنف حسن علی، ۱۲۴۱ھ/۲۶-۱۸۲۵ء سواطع الالہام: تفسیر ابوالفیض فیضی۔

خوشخط لکھے گئے مخطوطات میں مندرجہ ذیل موجود ہیں:۔

قرآن مجید مذہب: کتابت ۱۳۱۰ھ/۹۲-۱۸۹۲ء منقش سنہری کی بہترین مثال۔ روضۃ الشہداء (نسخہ چہارم)، ملا حسین بن علی واعظ الکاشفی، کتابت ۹۱۰ھ/۵-۱۵۰۴ء۔ جواہر التفسیر: فارسی، ساڑھے چار پارے قرآن کی تفسیر۔ مشکوۃ المصابیح: مصنف شیخ ولی الدین ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب: ۲۷/۲۷-۱۲۳۶ء۔ دیوان اسعد آفندی: اسعد آفندی کا فارسی و ترکی کلام، خوبصورت سنہرے الفاظ میں۔ خمسہ امیر خسرو دہلوی: م: ۲۵ھ/۱۳۲۵ء، کتابت ۸۹۲ھ/۱۴۸۷ء خوشخط حروف میں۔ کلام مجید: خط بہاری۔ اخلاق ناصری معہ فرہنگ: از خواجہ ناصر الدین محمد بن محمد طوسی، نقل ۱۰۸۵ھ/۷۵-۱۶۷۴ء انشاء خلیفہ: (فارسی) خلیفہ شاہ محمد قنوجی۔ تحفۃ الاحرار: (تصوف) از مولانا عبدالرحمن جامی (۸۹۸ھ/۱۴۹۲ء) ایرانی نسخی انداز میں۔ گلستان سعدی: ۹۷۰ھ/۶۳-۱۵۶۲ء سنہرے حروف میں کتابت ہے۔

دکنی اردو میں لکھی گئی مندرجہ ذیل کتابیں یہاں موجود ہیں۔

خزانۂ عبادات (منظوم): از شاہ محمد دکنی (م: ۱۱۶۵ھ/۱۷۵۲ء) نقل ۱۲۹۰ھ/۷۴-۱۸۷۳ء نفائس المنن فی ذکر فضائل سیدنا ابوالحسن (سوانح) از مولوی محمد علی حیدر کاکوری۔ قصہ زیتون یعنی جنگ نامہ محمد حنیف (مثنوی) مصنف فضل بن محمد کتابت ۱۲۵۰ھ/۳۵-۱۸۳۴ء۔

مندرجہ ذیل وہ قلمی کتابیں ہیں جو سلاطین دہلی یا مغل بادشاہوں کی نگرانی میں تالیف کی گئیں۔ یا ان کے کتب خانوں میں رہ چکی ہیں، ان پر ان کے دستخط یا کتب خانے کی مہر بھی موجود ہیں۔

پندنامہ فیروز شاہی: فارسی، عہد فیروز شاہ تغلق (حنفی مسلک پر)۔ معدن الشفائی

سکندر شاہی: از وزیر اعظم میاں بھوا بن خواص خاں، عہد سلطان سکندر لودی بن بہلول لودی، کتابت ۱۲۰۰ھ/ ۱۷۸۶ء ۔ فرہنگ سکندری (ترکی، فارسی ڈکشنری) مرتب محمود بن ضیاء الدین محمد، عہد سلطان سکندری ۔ کلیاتِ مشادان (ادویہ)، از مہاراجہ چندر لال، عہد بادشاہ ہمایوں ۔ گوہر مراد (فلسفہ) فارسی از عبد الرزاق بن علی بن حسین الاہیجی، عہد شاہ عباس صفوی (اس پر ۱۰۶۰ھ/۱۶۶۵ء درج ہے) ۔ تحفۃ الملوک (تعبیر نامہ) فارسی از حنفیہ بن احمد، عہد شہنشاہ اکبر میں بیرم خاں اپنے بیٹے عبد الرحیم خانخاناں کو دی ۔ تعبیر الرؤیا: مصنفہ ابو ریحان اندلسی، کتب خانہ بیرم خاں اور عبد الرحیم خانخاناں میں رہ چکی ہے ۔ فوائد الانسان (منظوم) فارسی (یونانی ادویہ پر)، شہنشاہ اکبر کے اشارہ پر اس کا نام "فوائد الانسان" رکھا گیا ۔ تاریخ ۱۰۳۰ھ/۱۶۲۰ء ۔ مجموعہ رسائل حالات بطرس وغیرہ: یسوع مسیح کے اصحاب پر، شہنشاہ اکبر کے کتب خانے میں رہ چکا ہے ۔ فوائد معدہ فی تدبیر ضعف معدہ (طب یونانی)، فارسی، از حکیم رضی خاں بن قطب الدین خاں، عہد شہنشاہ اکبر میں (۱۰۵۰ھ/ ۹-۱۶۰۸ء) اس پر تاریخ درج ہے ۔ سیرت مسیح: از رومن کیتھولک پادری ژیروم ژیویر نے شہنشاہ اکبر کے ایما پر ۱۰۱۲ھ/ ۹-۱۶۰۸ء میں تصنیف کی تھی ۔ نگار دانش: ابو الفضل کی تصنیف "عیار دانش" سے کہانیوں کا انتخاب ہے ۔ مقصود القاری، (فن تجوید) فارسی، مؤلف نور الدین محمد قاری، عہد جہانگیر میں ۔ کشف المحجوب (تصوف) مصنفہ علی بن عثمان بن علی الغزنوی ۱۰۵۲ھ/ ۳-۱۶۴۲ء شاہ جہاں کے دستخط ہیں ۔ رسالۃ الخاقانیہ: عربی، شاہ جہاں کے معاصر عبد الحکیم بن شمس الدین (م: ۱۰۶۷ھ/۱۶۵۶ء) نے مرتب کی ۔ دیوانِ ادیب صابر: از حکیم شہاب الدین احمد بن اسمٰعیل ترمذی (م: ۵۴۶ھ/ ۵۲-۱۱۵۱ء) المعروف ادیب صابر ۔ نقل عہد شاہ جہانی میں ہوئی ۔ دیوان برہمن ۔ از برہمن، جو عہد شاہ جہاں کا شاعر تھا ۔ شرح چغمینی: (ریاضی) از محمود بن عمر چغمینی ۔ عہد اورنگ زیب (۱۱۱۲ھ/ ۱۷۰۰-۱ء) میں نقل ہوئی ۔ دستور الحج: عالمگیر کے انیسویں جلوس شاہی میں اس کا مواز نہ ہوا ۔ لیکن اس کی تصنیف قبل کی ہے ۔ ملفوظاتِ خواجہ بندہ نواز (تصوف)، فارسی، خواجہ بندہ نواز گیسو دراز (م: ۸۲۵ھ/ ۱۴۲۲ء) کے ملفوظات ہیں ۔ اورنگ زیب کے کتب خانے کی مہر ثبت ہے ۔ تفسیرِ امینی: اورنگ زیب کے حکم سے محمد امین الصدیقی العلوی الحسینی نے تصنیف کی ہے ۔ اوراد چشتیہ: فارسی از عبد الرحمٰن چشتی (۱۰۶۴ھ/ ۵۴-۱۶۵۳ء) عالمگیر بادشاہ کی مُہر ثبت ہے ۔ تحفۃ الاطباء: (یونانی دوا سازی) فارسی، شیخ احمد قنوجی نے اورنگ زیب کے عہد میں تالیف کی (۱۲۰۷ھ/ ۹۳-۱۷۹۲ء) تاریخ درج ہے ۔ مثنوی اشک و آہ: (مثنوی) فارسی، مصنفہ امیر خسرو دہلوی، شاہ عالم بادشاہ کی مُہر ثبت ہے ۔ تجربیات ناصری: عربی، اصل کتاب کے پہلے حصے کی تیسری نقل ہے ۔ شاہ عالم بادشاہ کے کتب خانے کی مُہر ثبت ہے ۔ فتاوی عجائب البرکات:

عربی، مصنفہ ابوالبرکات بن شیخ حسام الدین بن شیخ سلطان بن شیخ ہاشم بن مولانا جمال خاں مفتی دہلی (محمد شاہ تیموری بادشاہ دہلی کے ہم عصر تھے)۔ اس کی نقل ۱۲۰۰ھ/۸۶-۱۷۸۵ء میں ہوئی۔ **سلسلۃ الذہب**: از مولانا عبدالرحمن جامی (م: ۸۹۸ھ/۹۳-۱۴۹۲ء) دہلی کی شاہی کتب خانے کی مہر اس پر ثبت ہے۔ **جامع الاطباء**: (یونانی دواسازی) فارسی، مصنفہ نورالدین محمد عبداللہ حکیم عین الملک شیرازی، محمد شاہ کے عہد میں اس کی نقل ہوئی۔ **جاربردی حاشیہ شافیہ**: عربی قواعد، مصنفہ احمد بن جاربردی (متوفی ۶۹۲ھ/۹۳-۱۲۹۲ء) اس کی نقل ۱۰۹۸ھ/۸۷-۱۶۸۶ء میں ہوئی۔ شاہی کتب خانہ دہلی میں رہ چکی ہے۔ **پراگندہ دانش**: واجد علی شاہ کی معزولی کے بعد آداب دربار کے موضوع پر فارسی میں یہ کتاب تصنیف کی گئی اور انھیں پیش کی گئی۔ یہ غالباً مصنف کا خود نوشت نسخہ ہے۔

••

(ڈاکٹر امام الدین کے انگریزی مضمون سے خلاصۃً ترجمہ کیا گیا۔)

کتابخانۂ سالار جنگ

سالار جنگ میوزیم کا ایک بھولا بسرا گوشہ

سالار جنگ اول نواب میر تراب علی خاں (۱۸۲۹ء - ۱۸۸۳ء) سے پہلے ان کے دادا علی زماں خاں (دیوان) اور ان سے قبل ان کے خسر میر عالم وزیر اعظم عہد نظام حیدرآباد آصف جاہ ثانی سالار جنگ خاندان کے اکابر رہ چکے ہیں۔ سالار جنگ اول نے تین نظاموں، ناصر الدولہ، افضل الدولہ اور محبوب علی خاں کے عہد حکومت میں وزیر اعظم رہے۔ ان کے بعد سالار جنگ ثانی (۱۸۶۲ء - ۱۸۷۹ء) چند سال وزیر اعظم رہے۔

سالار جنگ میوزیم و لائبریری کے بانی نواب میر یوسف علی خاں سالار جنگ سوم (۱۸۸۹ء - ۱۹۴۹ء) ۱۹۱۲ء میں وزیر اعظم ہوئے اور ۱۹۱۴ء تک اسی خدمت پر فائز رہے۔ ساری عمر شادی نہیں کی اور نوادرات کے جمع کرنے میں لگے رہے۔ انکے بارے میں مبارز الدین رفعت نے لکھا۔

گورا رنگ، اونچا قد، چھریرا بدن، بڑی بڑی غلافی آنکھیں، چوڑا سینہ، پتلی کمر، اونچی پیشانی، گول ترا سر۔ اتنا بڑا کہ ان کے سر کے لئے ترکی ٹوپی خاص طور آرڈر دیکر بنوائی پڑتی تھی۔ دانت چمکیلے اور خوبصورت تھے جن کے صاف رکھنے کا وہ بڑا اہتمام کرتے تھے۔ سر پر انگریزی بال، ڈاڑھی صاف، باریک مونچھیں۔ وہ بڑے جامہ زیب آدمی تھے۔ کپڑوں کی تراش خراش میں نئی نئی جدتیں کرتے تھے اور ان کی جامہ زیبی کی وجہ سے یہ جدتیں حیدرآباد کے فیشن میں داخل ہو جاتی تھیں۔ عام طور پر وہ قراقلی کی ایرانی وضع کی ٹوپی پہنتے تھے لیکن اس کی تراش میں ذرا سی جدت سے کام لیا اور وہ سالار جنگی ٹوپی کے نام سے مشہور ہو گئی۔ شیروانی کے سینے کی جیبوں پر تکونی پردہ لگوایا اور اس کی نوک جیب کے بیچ میں گھنڈی سے لگائی۔ شیروانی کے گلے میں ہک لگانے کی جگہ کاج دیکر قمیص کے بٹن استعمال کئے۔ اور یہ سب جدتیں حیدرآباد کی خوش پوش دنیا میں مقبول رہیں۔

نواب میر یوسف علی خاں سالار جنگ حیدرآبادی شائستگی اور تہذیب کا ایک بہت اچھا نمونہ تھے۔ ملنے میں اپنے سے چھوٹوں سے انکسار برتتے۔ اپنے سے بڑے اور برابر کے لوگوں سے وقار سے ملتے۔ ان میں قدیم امارت کی بہت سی خوبیاں موجود تھیں۔ انھیں مطالعہ کا شوق تھا۔ اور ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ اردو تو خیر ان کی مادری زبان ہی تھی انگریزی اور فارسی بہت عمدہ لب ولہجہ میں بولتے تھے۔ حیدرآباد کی قدیم روایات کے مطابق مذہب کے معاملے میں وہ بڑے بے تعصب تھے۔ ان کے دوستوں میں ہر مذہب اور ہر فرقے اور ہر عقیدے کے لوگ شامل تھے۔ یہی حال ان کے ملازموں کا تھا۔

نادر چیزیں جمع کرنے کا شوق

سیاسی زندگی میں ناکامی اور خانگی زندگی میں نامرادی کا صدمہ دیکھنے کے بعد نواب میر یوسف علی خاں سالار جنگ سوم کی زندگی بڑی سونی اور اداس ہو گئی تھی۔ اس اداس اور سونی زندگی کو بہلانے کے لئے انھوں نے نادر اور خوبصورت چیزیں جمع کرنی شروع کیں۔ انہیں بچپن ہی سے نوادرات جمع کرنے کا شوق تھا۔ لڑکپن ہی سے وہ اپنے کھلونے اور دوسری خوبصورت چیزیں بڑی احتیاط سے محفوظ رکھتے آئے تھے۔ ان کے پاس ان کے آبا و اجداد کے جمع کئے ہوئے نوادرات کا اچھا خاصا ذخیرہ پہلے ہی سے موجود تھا۔ بے کاری میں یہ شوق اور ابھرا اور آگے چل کر وہ اس میں ایسے ڈوبے کہ یہی ان کی زندگی کا تنہا مشغلہ بن کر رہ گیا۔ خدا نے انہیں نوادرات کے پرکھنے کی نظر بھی خوب دی تھی۔ موتی اور جواہرات کی پرکھ میں تو ان کی

آنکھ کا جواب نہ تھا۔ خطاطی کے استادوں کا خط پہچاننے میں بھی انھیں کمال حاصل تھا۔ خطاطی کا کوئی نمونہ ہو، دیکھ کر بتا دیتے تھے کہ فلاں استاد کا قلم ہے۔ میر علی ہروی اور عبدالرشید دیلمی کا خط انھیں بہت پسند تھا۔ اس سلسلہ میں کوئی کتاب فروش دھوکا دینا چاہتا تو بڑی آسانی سے اس کا جعل پکڑ لیتے تھے۔ مشہور خطاط یاقوت المستعصمی کے ہاتھ کے لکھے ہوئے قرآن کے وہ بڑے شیدائی تھے۔ اس کے لئے بڑے سے بڑا ہدیہ دینے سے دریغ نہ کرتے تھے۔ قلمی تصویروں کے پرکھنے میں بھی انھیں حیرت انگیز مہارت حاصل تھی۔ پرانی قلمی تصویروں کی نقل چاہے کتنی ہی مکمل کیوں نہ ہو ان کی آنکھ اس کا نقلی ہونا پہچان لیتی تھی۔ قالین کے ٹانکے اور پھندنے دیکھ کر بتا دیتے تھے کہ یہ کہاں کے بنے ہوئے ہیں۔ انھوں نے اپنی زندگی میں ہر طرح کے نوادر جمع کئے اور نوادرات کا کوئی شعبہ نامکمل نہیں چھوڑا۔ قلمی کتابیں، خطاطی کے نمونے، مشرقی اور مغربی استادوں کے ہاتھ کی بنی ہوئی تصویریں، خوبصورت برتن، ہیرے جواہر اور قیمتی پتھروں کی بنی ہوئی چیزیں، فرنیچر، مجسمے، تاریخی یادگاریں، ہتھیار، صنعت کے نادر نمونے حد یہ کہ کھلونے تک انھوں نے جمع کئے۔ انھوں نے نوادرات کا اتنا زبردست ذخیرہ جمع کر لیا تھا کہ دنیا میں اکیلے ایک شخص نے شاید ہی نوادرات کا اتنا بڑا ذخیرہ اکٹھا کیا ہو۔

میوزیم بنانے کا خیال

نواب میر یوسف علی خاں سالار جنگ سوم اپنے جمع کئے ہوئے نوادرات کو ایک الگ مستقل وسیع عمارت میں ترتیب سے سجانا چاہتے تھے کبھی انھیں خیال آتا کہ اس عمارت کی شکل ماسکو میں رو سی زاروں کے محل کریملن جیسی ہو کبھی اس کے لئے کسی اور عظیم الشان عمارت کی نقل تجویز ہوتی اپنے مجوزہ عجائب گھر کی عمارت کے نقشے ہی بنوانے پر انھوں نے کم و بیش ایک لاکھ روپے خرچ کئے تھے کبھی وہ عجائب گھر پونے میں اور کبھی اوٹی میں کھولنا چاہتے اور کبھی حیدرآباد میں اڈکمیٹ یا سرورنگر میں بنوانے کا خیال کرتے۔ لیکن اس طرح کی عمارت بنوانے کی پوری مقدرت رکھتے ہوئے بھی وہ ایسی عمارت بنوا سکے اور نہ اپنے نوادرات کو اس میں سجا سکے وہ خوب سے خوب تر کی تلاش ہی میں رہے۔ وہ اُن نقشوں میں سے کسی ایک کو پسند کر سکے اور نہ ہی جگہ کا انتخاب کر سکے ان کا خیال تھا کہ اس طرح کا عجائب گھر قائم کرنے کا وقت نہیں آیا ہے۔ انھیں موزوں وقت کا انتظار ہی رہا۔ ایسا وقت ان کی زندگی میں کبھی نہ آسکا۔ اور وہ اپنے نوادرات کو اپنے مختلف محلوں کے کوٹھوں ہی میں بند چھوڑ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ان کے انتقال کے بعد یہ کوٹھے کھولے گئے اور عجائب گھر کے لئے چیزوں کو چھانٹا جانے لگا تو یہ دیکھ کر حیرت ہوتی تھی کہ واٹر فیلڈ کے مشہور عالم کارخانے کے نفیس جھاڑ فانوس ادنیٰ قسم کے جھاڑ فانوس کے انبار میں رکھے ہوئے تھے منگ دور کے لاجواب چینی گلدان چینی کے معمولی ظروف کے پیچھے رکھے ملے۔ ان کا بہترین فرنیچر ان کے سرورنگر کے محل کے ایک لمبے دالان میں جمع کر دیا گیا

تھا۔ یہیں انھوں نے میسور کے بنے ہوئے ایک کم قیمت سٹ کے درمیان ڈرسڈن
کارخانے کا بنا ہوا ملکۂ فرانس میری انٹونیٹ کا سنگھار ٹیبل رکھ چھوڑا تھا۔
کافور کی بو دینے والی بیش قیمت الماری ایک معمولی سی بڑی الماری کے پیچھے
گرد سے اٹی ہوئی ملی۔ انہیں ہمیشہ اس بات کا اندیشہ لگا رہتا تھا کہ کہیں آرٹ
کے یہ بیش قرار خزانے ان کے ہاتھ سے نکل نہ جائیں۔ اس لئے انھوں نے اپنے
نوادرات کو نمایاں کئے بغیر کچھ عجیب ترتیب کے ساتھ رکھ چھوڑا تھا۔

میوزیم کی تشکیل

۱۹۴۹ء کے مارچ کی دوسری تاریخ کو نواب میر یوسف علی خاں سالار جنگ سوم نے قلب کی حرکت بند ہو جانے سے اچانک انتقال کیا۔ عجیب اتفاق ہے اسی دن قدرت نے حیدرآباد کی ایک اور مایۂ ناز ہستی یعنی بلبل ہند مسز سروجنی نائیڈو کو بھی ہم سے چھین لیا۔ انتقال کے وقت ان کی عمر لگ بھگ ساٹھ برس کی تھی۔ ان کا کوئی قریبی وارث نہ تھا۔ اس لئے حکومت ہند نے ایک خصوصی آرڈی نِنس کے ذریعہ ان کی پوری جائداد کو ایک وقف کمیٹی کے سپرد کر دیا، نواب صاحب مرحوم کے نوادرات کا انمول ذخیرہ بھی اس جائداد کے ایک حصہ کی حیثیت سے کمیٹی کے نگرانی میں آگیا۔ اس کمیٹی کی سفارش پر حکومت نے نواب سالار جنگ مرحوم کے جمع کئے ہوئے نوادرات کو ایک میوزیم کی شکل میں ترتیب دینے کی اسکیم کو منظور کر لیا۔ مسٹر نکلٹ حکیم مسٹر وی سی کر اور مسٹر ارنالڈ بیارن جیسے ماہر اس کام پر لگائے گئے۔ دو سال کی لگاتار محنت کے بعد یہ عجائب گھر سج کر تیار ہو گیا۔ اس طرح نواب سالار جنگ مرحوم کا عمر بھر کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوا اور آخر کار ۱۶ ڈسمبر ۱۹۵۱ء کو وزیر اعظم ہند پنڈت جواہر لال نہرو کے مبارک ہاتھوں سالار جنگ میوزم کا افتتاح ہو گیا۔

سالار جنگ میوزیم کا محل وقوع

"سالار جنگ میوزیم" نواب سالار جنگ مرحوم کے شہر کے اس محل میں قائم کیا گیا ہے جو "دیوان کی دیوڑھی" کے نام سے مشہور ہے۔ اسی محل میں نواب سالار جنگ عمر بھر رہے اور اسی میں وہ اللہ کے پیارے ہوئے۔ پرانی وضع کا یہ دو سو برس کا پرانا محل مشرقی نوادرات کی نمائش کے لئے بہت ہی موزوں ثابت ہوا۔ محل کی عمارت میں تھوڑی بہت تعمیر و ترمیم کے بعد اس میں تمام مشرقی نوادرات کو بڑے سلیقے کے ساتھ سجا دیا گیا ہے۔ اسی محل کے بعد کے بنے ہوئے جدید طرز کے حصے میں مغربی نوادرات سجائے گئے ہیں۔ دونوں حصوں کو ملا کر تمام نوادرات اسی محل کے چھوٹے بڑے اڑتیس کمروں اور برآمدوں میں رکھے ہوئے ہیں۔ میوزیم کی سب سے قیمتی چیزیں جن میں جواہرات سے مرصع شاہان مغلیہ کے ہتھیار، جہانگیر کا طلائی ساغر، سلطان التمش کی یشب کی رحل وغیرہ پرانے محل کی نچلی منزل کے ایک الگ کمرے میں رکھی ہیں جو "یشب کا کمرہ" یا (Jade Room) کہلاتا ہے۔ اس کمرے کو خاص اہتمام سے ڈکیتی سے محفوظ بنایا گیا ہے۔ اور تمام بیش قیمت چیزوں کو دیوار کے اندر خاص طور پر تیار کی ہوئی الماریوں میں سلیقہ کے ساتھ چن دیا گیا ہے۔ یہ کمرہ میوزیم کا سب سے خوبصورت اور سب سے زیادہ سجا ہوا کمرہ ہے۔

نادر قلمی کتابیں

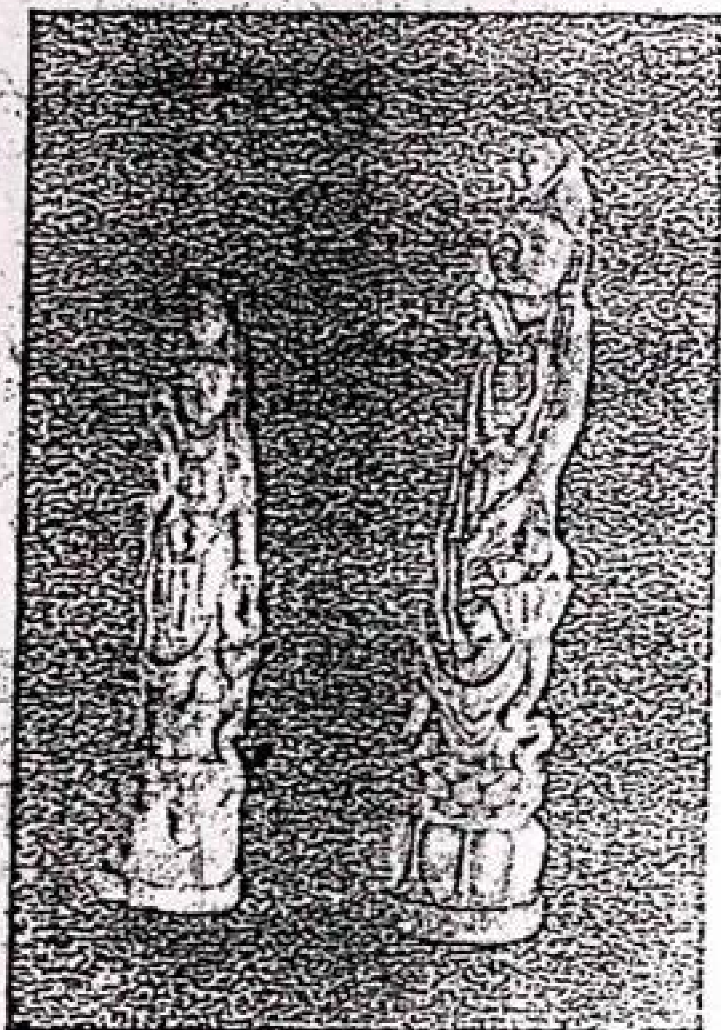
نواب سالار جنگ مرحوم کو آرائش و زیبائش کی چیزیں ہی جمع کرنے کا شوق نہیں تھا بلکہ علم و ادب سے بھی انہیں گہرا لگاؤ تھا۔ ان کا اپنا زبردست ذاتی کتب خانہ بھی تھا جس میں اردو، فارسی، عربی، عبرانی، انگریزی، فرانسیسی، اطالوی، جرمن اور دوسری زبانوں کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ ہزاروں کتابیں تھیں۔ ان میں اردو، فارسی اور عربی کی بعض قلمی کتابیں حد درجہ نایاب اور نادر روزگار سمجھی جاتی ہیں۔ سالار جنگ اسٹیٹ کمیٹی کے فیصلے کے مطابق ان کے کتب خانے کی یورپی زبانوں کی کتابیں جامعہ عثمانیہ اور کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد کو عارضی طور پر دیدی گئی ہیں۔ نایاب اور نادر قلمی کتابوں کو شوکیسوں میں سجا کر اب سالار جنگ میوزیم میں رکھا گیا ہے۔ ان میں سب سے پہلے تو قرآن مجید کے متعدد نسخے ہیں جو اپنی خطاطی، طلاکاری اور نقش و نگار کے لحاظ سے اپنی آپ نظیر ہیں۔ ایک قرآن دنیائے اسلام کے مشہور ترین خطاط یاقوت المستعصمی کے ہاتھ کا لکھا ہے۔ جلال الدین ابوالدر یاقوت المستعصمی بن عبداللہ رومی تیرہویں صدی کے آخری عباسی خلیفہ بغداد المستعصم باللہ کے دربار کا خطاط تھا۔ اگرچہ خط نسخ کی ایجاد ابن مقلہ کا کارنامہ ہے لیکن اس خط کو مکمل کرنے اور اس میں نازک نوک پلک بنا بنا کر اسے دوسرے تمام خطوط سے ممتاز بنانے کا سہرا یاقوت ہی کے سر ہے۔ یاقوت کے لکھے ہوئے قرآن کے نسخے بہت ہی کم ملتے ہیں۔ ان میں سے ایک نادر نسخہ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد میں اور ایک نسخہ کتب خانہ بخش نائکی یونیورسٹیہ میں

بھی موجود ہے۔ اور یہ دونوں نسخے نہایت درجہ بیش قیمت سمجھے جاتے ہیں۔ سالار جنگ میوزیم میں یاقوت کے ہاتھ کا لکھا ہوا جو قرآن مجید موجود ہے وہ شاہان مغلیہ کے مطالعہ میں رہ چکا ہے۔ چنانچہ اس کے پہلے صفحہ پر شہنشاہ جہانگیر اور شہنشاہ شاہجہاں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی دستخطی عبارتیں اس بات کی شہادت دے رہی ہیں ۱۹۵۰ء میں نوادرات کے ایک بہت بڑے امریکی ماہر سالار جنگ

سالار جنگ میوزیم



یاقوت کے ہاتھ کے لکھے ہوئے قرآن مجید
کا پہلا صفحہ جس پر جہانگیر اور شاہجہاں کی
دستخطی عبارت ہے



چین کی بنی ہوئی ہاتھی دانت کی پتلیاں

میوزیم دیکھنے آئے تھے وہ اس کلام مجید کو دیکھ کر لوٹ پوٹ ہو گئے۔ اور اس کو خریدنے کے لئے تیس ہزار ڈالر (تقریباً ایک لاکھ بیالیس ہزار پانچ سو روپے) کا پیش کش بھی کیا تھا۔ قرآن مجید کے اس نسخے کی جلد بھی نہایت درجہ منقش ہے اور قدیم مشرقی جلد سازی کا ایک نادر نمونہ ہے۔

کتابوں میں ایک نادر کتاب جو فارسی زبان میں لکھی گئی ہے "روضۃ المحبین" ہے۔ روضۃ المحبین کا یہ نسخہ مشہور خطاط میر علی ہروی کا لکھا ہوا ہے۔ میر علی الکاتب ہرات کا رہنے والا اور ایران کے آخری تیموری بادشاہ سلطان حسین بایقرا کے دربار کا شاہی خطاط تھا۔ خطاطوں میں اس

کا درجہ بہت اونچا مانا جاتا ہے۔ اس خطاط کے ہاتھ کا لکھا ہوا مثنوی یوسف زلیخا کا ایک نسخہ کتب خانہ خدا بخش بانکی پور پٹنہ میں بھی موجود ہے میر علی ہروی کے کمال اور اس کی قدر و منزلت کا تھوڑا بہت اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ بانکی پور والے نسخہ کو عبدالرحیم خانخاناں نے شہنشاہ جہانگیر کے حضور میں بطور نذر پیش کیا تھا۔ اور اس وقت اس کی قیمت ایک ہزار اشرفی قرار پائی تھی۔ میر علی ہروی کی دیدہ زیب خطاطی کے سوا اس نسخے کی ایک اور خصوصیت اس کے اندر کی تصویروں میں جنہوں نے اسے آرٹ کا ایک بے بہا خزانہ بنا دیا ہے۔ یہ تصویریں ایران کے سب سے بڑے مصور بہزاد کے قلم کا اعجاز ہیں۔ بہزاد بخارا کے سلطان عبدالعزیز خاں کے دربار کا شاہی مصور اور شہنشاہ بابر کا ہم عصر تھا بابر اپنی تزک میں اس کی مصوری کے بارے میں تفصیل کے ساتھ اظہار خیال کیا ہے۔ روضۃ المحبین کی بعض تصویروں میں بہزاد نے سنہرے پس منظر میں ہرے بھرے درختوں کے جھنڈ دکھا کر گہرائی کے تصور کو اس خوبی کے ساتھ پیش کیا ہے کہ بے اختیار منھ سے واہ نکل جاتی ہے۔ اس پس منظر کی وجہ سے انسانی شکلیں ابھر کر پیش منظر میں آگئی ہیں حالانکہ ایرانی مصوری کے بارے میں عام طور پر یہی خیال ہے کہ اس میں گہرائی کا اظہار نہیں ہوتا۔ یہ کتاب سلطان عبدالعزیز والی بخارا کے شاہی کتبخانے کیلئے تیار کی گئی تھی۔

نادر کتابوں میں ایک اور نادر قلمی کتاب ایران کے مشہور صوفی شاعر مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ کی کتاب "لوائح جامی" کا ایک قلمی نسخہ ہے۔ یہ نسخہ شاہ طہماسپ کے خطاط میر عماد حسینی

قزوینی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ عماد نہایت درجہ نفیس اور حد درجہ دیدہ زیب خطِ نستعلیق کا ماہر تھا۔ کہتے ہیں ایران کے زبردست صفوی بادشاہ شاہ عباس اعظم کو جو عماد کا ہم عصر تھا میر عماد کے ہاتھ کے لکھے ہوئے شاہنامے کے نسخے کی بڑی خواہش تھی۔ اس خواہش کی تکمیل کے لئے اس نے عماد کے پاس ستر تومان (سونے کا سکہ) بھیجے ایک سال گزر جانے کے بعد شاہی قاصد اس کے پاس پہنچا تو عماد نے شاہنامہ کے ابتدائی ستر شعر لکھ کر اس کے حوالے کئے اور کہلا یا کہ جو معاوضہ مجھے ملا تھا اس میں بس اتنے ہی شعر لکھے جاسکتے تھے۔ یہ سن کر شاہ عباس نے برہمی کے ساتھ عماد کے لکھے ہوئے ورق اسے لوٹا کر ستر تومانوں کا مطالبہ کیا۔ میر عماد نے ستر شعروں کے ستر ٹکڑے کئے اور انھیں اپنے ستر شاگردوں میں بانٹ دیا۔ ہر شاگرد نے ایک ایک تومان استاد کے نذر کیا اور بادشاہ کی بھیجی ہوئی رقم لوٹا دی گئی۔ کہتے ہیں شہنشاہ شاہجہاں میر عماد کے خط کا بڑا شیدائی تھا اور ہر اس شخص کو جو میر عماد کے ہاتھ کی لکھی ہوئی چیز پیش کرتا "یک ہزاری" کا منصب عطا کرتا تھا۔

ان کتابوں کے سوا یہاں قطب شاہی بادشاہوں کے دکھنی کلام کے نادر و نایاب دیوان بھی ہیں۔ بیجاپور کے بادشاہ سلطان ابراہیم عادل شاہ ثانی کی لکھی ہوئی کتاب "نورس نامہ" کا ایک بیش بہا نسخہ بھی اس مجموعہ میں شامل ہے۔ اس نسخہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ کتاب کا متن فارسی رسم خط کے سوا دیوناگری خط میں بھی لکھا ہے۔ ان کے سوا دوسرے دکھنی

شاعروں کی نادر و نادر و کم یاب کتابیں بھی یہاں دیکھی جاسکتی ہیں۔

میوزیم میں مصوری کے نایاب نمونے، قیمتی مجسمیں، ہتھیار، فرنیچر، ظروف، قالین اور قیمتی کپڑے، سونے چاندی کے کھلونے، ہاتھی دانت کی مورتیاں، گھڑیاں اور گھڑیال، منسی اشیاء، بچوں کے کھلونے، قیمتی پتھر موجود ہیں۔

(سالار جنگ میوزیم: تعارفی کتابچہ سے اقتباس)

کتبخانۂ سعیدیہ حیدرآباد دکن

(از جناب محمد غوث صاحب، ایم اے، ایل ایل بی، حیدرآباد دکن)

گذشتہ ماہ رجب میں "کتب خانۂ سعیدیہ" کے نام سے حیدرآباد دکن میں ایک خاص علمی ادارہ کا افتتاح عمل میں آیا ہے، علمی دنیا سے اس کو متعارف کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے، کیفیت ذیل اسی مقصد سے مرتب کی گئی ہے،

مفتی محمد سعید خاں مرحوم کتب خانہ کا نام مفتی محمد سعید خان مرحوم کے نام سے منسوب ہے، مرحوم سے حیدرآباد اور جنوبی ہند کے ارباب علم بخوبی واقف ہیں، مفتی صاحب مرحوم کا علوم ظاہر و باطن میں کمال اور ان کے مذہبی شغف اور تقدس نے ان کا نام زندۂ جاوید بنا دیا ہے، ۱۳۱۲ھ میں جب ان کا انتقال ہوا تو سرکار نظام نے جریدۂ اعلامیہ کے ذریعہ یہ امر تسلیم فرمایا تھا کہ "عہدۂ افتاء کو ان کی ذات سے اعزاز حاصل تھا"

کتبخانہ کے متعلق کیفیت قلم بند کرنے سے قبل نامناسب نہ ہوگا، اگر مفتی صاحب مرحوم کے اجداد کے حالات بھی مختصراً قلم بند کئے جائیں،

آباء و اجداد مفتی محمد سعید خان مرحوم کا خاندان ان عربی النسل خاندانوں میں سے ہے، جنھوں نے براہ راست عرب سے سواحل ہند میں توطن اختیار کیا، جنوبی ہند میں اس خاندان کو جو علمی اور مذہبی وجاہت حاصل ہے وہ مسلّم ہے، اس وجاہت کے جو دہلی میں مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کے ممتاز خاندان کو حاصل ہے، جتنی حسن

کے خاندان کو یہ خاص شرف حاصل ہے کہ مسلسل سولہ پشتوں سے ان کا یہ خاندان جنوبی ہند میں مذہب و علم کی خدمت گذاری میں مصروف ہے،

مخدوم اسحٰق خاندان کے جد اعلیٰ مخدوم اسحٰق کے جو کچھ حالات موجود ہیں، ان سے ظاہر ہے کہ اشاعت اسلام ان کا خاص مشغلہ تھا، ان کی تیسری پشت میں قاضی احمد تھے، قاضی احمد کی اولاد میں مولانا حبیب اللہ بیجاپوری ایک مشہور عالم اور شاہ صبغتہ اللہ بیجاپوری کے خلیفۂ اعظم تھے،

قاضی محمود قاضی احمد کے فرزند قاضی محمود جن کی اولاد میں مفتی محمد سعید خاں بھی ہیں، عادل شاہی دور حکومت میں گوا کے قاضی تھے، مولانا جامی قدس سرہٗ کے یہ معاصر تھے اور دونوں میں سلسلۂ مکاتبت جاری تھا،

نظام الدین احمد کبیر قاضی احمد کے پوتے نظام الدین احمد کبیر کو علم حدیث سے خاص شغف تھا، انھوں نے شیخ عوض بن سقاف سے سند حدیث حاصل کی تھی، یہ سلسلہ ہندوستان کے متعارف سلسلوں سے علٰحدہ ہے، اس سلسلہ کی بنا پر اجازت و سند حدیث کا تسلسل خاندان میں ڈھائی سو سال سے اباً عن جد چلا آرہا ہے جو ایک خاص خصوصیت ہے،

نظام الدین احمد کبیر کی اولاد میں مولانا محمد حسین قادری امام المدرسین، مشہور مدرسہ بیدر کے ایک نامور استاد گذرے ہیں،

نظام الدین احمد صغیر نظام الدین احمد صغیر جو نظام الدین احمد اول کے پوتے تھے، ارکاٹ میں داروغۂ عدالت کی خدمت پر مامور تھے، ان کی تصانیف میں ایک عربی رسالہ ابنار الاذکیا یہ تحبیب الطیب والنساء الی سید الانبیاء محققانہ رسالہ ہے،

محمد غوث شرف الملک ان کے پوتے مولانا محمد غوث شرف الملک دیوان ریاست کرناٹک، مدراس کے ایک مشہور اور ممتاز فرد گذرے ہیں، مولانا شرف الملک علامہ بحر العلوم کے ارشد تلامذہ میں شامل تھے، انکی ایک تالیف نثر المرجان فی رسم خط القرآن ضخیم جلدوں میں اپنے فن کی بے مثل کتاب ہے، یہ کتاب مجلس اشاعت العلوم

حیدرآباد نے طبع اور شائع کی ہے،

مولانا عبدالوہاب اور قاضی بدرالدولہ مولانا شرف الملک کے دو فرزند تھے، بڑے فرزند مولانا عبدالوہاب، مدارالامرا، دیوان ریاست کرناٹک، فن رجال کے مستند مولف ہیں، چھوٹے فرزند مولانا صبغۃ اللہ، قاضی بدرالدولہ ہیں، قاضی صاحب نے اگرچہ معقولات کی بھی تکمیل کی تھی، لیکن ان کو اصلی ذوق مذہبی علوم سے تھا، بلند پایہ مؤلف کی حیثیت سے انھوں نے اپنا نام یادگار چھوڑا ہے،

مفتی محمد سعید خان حیدرآباد میں مفتی محمد سعید خان مرحوم، قاضی بدرالدولہ کے ہی فرزند ہیں، مفتی صاحب ۱۲۸۶ھ میں نواب سر سالار جنگ اول کی طلبی پر حیدرآباد آئے اور عدالت کے مختلف اعلیٰ عہدوں پر کام کیا،

خاندانی کتب خانہ مفتی صاحب مرحوم کو کتابوں سے جو انتہائی شغف تھا اس کی زندہ یادگار ان کا یہ بے مثل کتب خانہ ہے،

واضح ہو کہ مفتی صاحب مرحوم کا کتب خانہ خاندانی کتب خانوں کا ایک حصہ ہے، خاندان کے موجودہ کتب خانوں کی بنا قاضی محمود مرحوم نے قائم کی تھی ۹۹۵ھ میں ان کا انتقال ہوا ہے، قاضی صاحب سے قبل کتابوں کا جو ذخیرہ مہیا تھا وہ کسی ندی کے عبور کرتے وقت طغیانی سے تلف ہو گیا، اس نقصان کے بعد قاضی صاحب نے از سر نو کتابوں کی فراہمی کا بیڑا اٹھایا، ان کے بعد سے آج تک خاندان میں کتابیں برابر جمع ہوتی آئی ہیں، کتب خانہ سعیدیہ بھی اسی قسم کی کوشش کا ایک نمونہ ہے،

مفتی محمد سعید خان مرحوم نے اپنا نایاب اور قیمتی کتب خانہ اپنے نواسے مولوی محمد غوث مرحوم کو دیا تھا، مولوی محمد غوث مرحوم جن کا دو ایک سال قبل طاعون میں انتقال ہوا، اس امر کے کوشاں تھے کہ اس کتب خانہ سے استفادۂ عام کا انتظام کریں، لیکن اول تو مالی مشکلات سے مجبور رہے، پھر اجل آگئی ان کے انتقال کے بعد یہ احساس قوی تر ہو گیا کہ ان کے علمی خزانہ کی حفاظت اور ارباب علم کی لئے اس سے استفادہ کا انتظام، علوم اسلامیہ کی بہترین خدمت گذاری ہے، مرحوم کی بیوہ اور ان کی

کمسن لڑکی کو اس علمی اور خاندانی یادگار کو اپنے سے جدا کرنا کسی طرح پسند نہیں ہے، ان کے بڑے ایثار اور فراخ دلی کی بدولت اور مرحوم کے برادر نسبتی وہمشیر زادہ مفتی صاحب، حافظ عبدالعظیم صاحب کی ان تھک محنت اور سارے مصارف کی بابجائی کی ذمہ داری لینے کی وجہ سے اب اس گنجِ علم سے استفادہ عام آسان ہوگیا ہے،

کتابوں کے اقسام | کتب خانہ سعیدیہ میں جو کتابیں جمع ہیں وہ تین قسم کی ہیں،

۱- ارکانِ خاندان کی تالیفات،

۲- ارکانِ خاندان کی نقل کردہ کتابیں،

۳- ارکانِ خاندان کی خرید کردہ کتابیں،

خاندانی تالیفات | ۱- طغیانی میں کتابوں کا ذخیرہ تلف ہوجانے کے بعد قاضی محمود نے تالیفات کا سلسلہ بھی شروع کر دیا، ان کے فتاویٰ کا مجموعہ اس سلسلہ کی پہلی کڑی ہے، ان کے فرزند قاضی رضی الدین مرتضیٰ نے "تحفۃ الحقیر" نامی کتاب فن معانی وبیان میں مرتب کی ہے، اور خود ان کے ہاتھ سے ۹۹۰ھ میں لکھا ہوا نسخہ اس کتب خانہ میں موجود ہے،

بعد ازاں ہر نسل میں اربابِ خاندان نے جن میں خود مفتی محمد سعید خان مرحوم بھی شامل ہیں، عربی، فارسی، اردو اور دیگر السنہ میں حدیث، فقہ، سیرت، عقائد، کلام، تاریخ، اخلاق، ہیئت، تجوید، ادب، صرف ونحو، کتب سماوی وغیرہ مختلف علوم پر مسلسل کتابیں تالیف کی ہیں، ان کی مجموعی تعداد چار سو سے متجاوز ہے بعض کتابیں تو طبع ہوگئی ہیں، لیکن بڑا حصہ غیر مطبوعہ ہے، اس قسم کی اکثر کتابوں کے مسودے یا اصلی نسخے یا نقلیں اس کتب خانہ میں محفوظ ہیں، تفصیل موجب تطویل ہے،

اکابر خاندان کی مہیا کردہ کتابیں | ۲- اکابر خاندان کی نقل کردہ کتابیں،

خاندان کے اصحاب علم نے ۱۲ پشت سے کتابوں کے ہزار ہا نسخے خود اپنے ہاتھ سے نقل کئے ہیں،

جہان کہیں ان کو جانے کا موقع ملا وہاں انھوں نے کتابوں کی نقل میں اپنے وقت کا بہت بڑا حصہ صرف کیا، اس نوعیت کی فی الوقت ۲۱۶ کتابیں کتب خانہ میں مخزون ہیں، ان کتابوں کی خود ناقلوں نے بعد نقل نسخہ منقول بہا سے مقابلہ کر کے تصحیح بھی کی ہے، فن واری تعداد ذیل میں درج کیجاتی ہے،

۱	تفسیر،	۴	۱۵	طب،	۱
۲	تجوید،	۱	۱۶	ادعیہ،	۵
۳	حدیث،	۳۶	۱۷	اخلاق،	۳
۴	اصول حدیث،	۱	۱۸	ادب،	۶
۵	سیرت،	۲۲	۱۹	بلاغت،	۲
۶	رجال،	۱	۲۰	عروض،	۲
۷	فقہ،	۹	۲۱	صرف،	۹
۸	فرائض،	۱	۲۲	نحو،	۱۴
۹	اصول فقہ،	۱	۲۳	لغت،	۲
۱۰	کلام،	۲۸	۲۴	تاریخ،	۵
۱۱	حکمت،	۱	۲۵	تذکرہ،	۴
۱۲	اصطرلاب	۲	۲۶	مناقب،	۸
۱۳	ہیئت،	۵	۲۷	تصوف،	۱۴
۱۴	منطق،	۹	۲۸	متفرقات (مثل رسم الخط وغیرہ)	۱۸

بعض بزرگون کے نام مع ان کے مخطوطات کی تعداد کے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں،

۱۔ نظام الدین احمد بن حسین لطف اللہ (ابتدائی بارہویں صدی میں انتقال ہوا ہے) ۲۰ مخطوطات

۲- نظام الدین احمد بن محمد عبد اللہ المتوفی ۱۱۹۳ھ ۳۲ مخطوطات

۳- محمد غوث شرف الملک بن ناصر الدین محمد المتوفی ۱۲۳۸ھ ۲۸ "

۴- صبغۃ اللہ قاضی بدر الدولہ بن محمد غوث المتوفی ۱۲۸۰ھ ۴۴ "

۵- مفتی محمد سعید خاں بن قاضی بدر الدولہ المتوفی ۱۳۱۴ھ ۲۴ "

اس موقع پر اس امر کا اظہار بھی بے موقع نہیں کہ اگر ارباب خاندان کو کوئی ناقص کتاب دستیاب ہوتی، تو اس کی تصحیح کرلیجاتی، اگر کتاب فہرست مضامین سے معرا ہوتی تو اکثر اس کی بھی تکمیل کرلیجاتی اسی طرح سیاہی خوردہ صفحات کو از سرنو لکھ لینا، کرم خوردہ مقامات پر الفاظ کا تکملہ وغیرہ، غرض کتاب کو درست اور مکمل بنانے میں وہ سب امور عمل میں لائے جاتے جن کی ضرورت محسوس ہوتی،

اس وقت بزرگان خاندان کے چند مخطوطات کی مختصر تفصیل نامناسب نہ ہوگی،

۱- شرح قصیدہ بردہ تالیف علامہ محلی بخط احمد بن خلیل اللہ ۹۶۳ھ،

۲- ترجمہ فارسی چہل حدیث بخط خلیل اللہ بن عطاء اللہ بن احمد در ۹۸۴ھ،

۳- الکافیہ تالیف ابن الحاجب بخط نظام الدین احمد بن حسین لطف اللہ ۱۰۵۳ھ،

۴- شرح الحکم العطائیہ، تالیف ابوعبداللہ المالکی بخط نظام الدین احمد بن حسین لطف اللہ ۱۰۹۶ھ،

۵- حکم العرفانیہ فی اقتباسات القرانیہ تالیف شیخ علی متقی بخط محمد عبداللہ بن نظام الدین احمد ۱۱۴۳ھ،

۶- مناقب الامام الشافعی تالیف الرازی بخط نظام الدین احمد بن محمد عبداللہ ۱۱۴۳ھ،

۷- لطائف الاعلام باشارات اہل الالہام تالیف عبدالرزاق القاشانی بخط نظام الدین احمد بن محمد عبداللہ ۱۱۶۱ھ،

۸- عوارف المعارف تالیف شیخ شہاب الدین السہروردی بخط نظام الدین احمد بن محمد عبداللہ ۱۱۶۱ھ

۹- الاذکار تالیف الامام النواوی، بخط ناصر الدین محمد بن نظام الدین احمد،

۱۰۔ الصحاح (فی اللغۃ) تالیف ابو نصر الجوہری بخط محمد غوث شرف الملک بن ناصر الدین محمد ۱۲۳۲ھ،

۱۱۔ الشفار تالیف قاضی عیاض بخط صبغۃ اللہ قاضی بدرالدولہ بن محمد غوث ۱۲۷۸ھ

۱۲۔ تلخیص الحبیر فی تخریج اخبار الرافعی الکبیر تالیف ابن حجر عسقلانی بخط عبدالوہاب مدار الامراء ابن محمد غوث ۱۲۶۰ھ،

۱۳۔ الموطا (امام مالک) بروایت ابو مصعب بخط مفتی محمد سعید خان بن قاضی بدرالدولہ ۱۲۷۹ھ

۱۴۔ ادب المفرد تالیف امام بخاری بخط مفتی محمد سعید خان ۱۲۷۸ھ،

۱۵۔ عمل الیوم واللیلہ بروایت ابن السنی بخط غلام محمد شرف الدولہ بن عبدالوہاب ۱۲۹۶ھ

ارباب خاندان نے جہاں کتابیں خود نقل کی ہیں، وہاں کاتبوں کو اجرت دے کر کثرت کمیاب کتابوں کو نقل بھی کرایا ہے، مفتی محمد سعید خاں مرحوم نے تو اس کا خاص اہتمام کیا تھا، اپنی آمدنی کا بڑا حصہ وہ اس مد میں مستقل طور سے صرف کرتے رہتے تھے، اس قسم کی کتابوں کا بھی بڑا ذخیرہ کتب خانہ سعیدیہ میں محفوظ ہے، اس قسم کی بعض کتابوں کا تذکرہ نامناسب نہ ہوگا،

۱۔ الجامع لاحکام القرآن تالیف ابو عبداللہ القرطبی، ۴ جلدوں میں تا سورۂ عنکبوت بخط محمد قاسم علی حیدرآبادی ۱۳۰۱ھ سے ۱۳۰۶ھ تک،

۲۔ التفسیر تالیف ابن حاتم پارہ ۸، ۹، ۱۰ تا آخر سورۃ الرعد بخط عبدالرحیم الکابلی در مدینہ منورہ ۱۳۱۰ھ (اس کتاب کے چار ابتدائی اجزا مفتی محمد سعید خان کے برادر مولوی خلیل اللہ صاحب نے نقل کئے ہیں)

۳۔ الاسماء والصفات تالیف البیہقی ۱۲۹۸ھ،

۴۔ مسند امام احمد حنبل محمد قاسم علی حیدرآبادی اور ایک دوسرے صاحب کے قلم سے،

۵۔ الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ تالیف ابن حجر عسقلانی بخط محمد قاسم علی ۱۲۹۵ھ،

۶۔ شواہد التوضیح والتصحیح لمشکلات الجامع الصحیح تالیف محمد بن عبداللہ الطائی الجانی بخط محمد قاسم علی

۷ - علل الواردہ فی احادیث النبویہ تالیف الدار قطنی جلد ثالث و خامس ۱۳۰۹ھ ،

۸ - تہذیب الکمال فی اسماء الرجال تالیف زکی الدین المزی مکمل ،

۹ - احیاء العلوم تالیف الغزالی مکمل ، بخط غلام محمد بن صبغۃ اللہ (عرف محمد صاحب کاتب) ۱۲۶۳ھ در ۱۰ جلد

۱۰ - عقود الزبرجد علی مسند احمد تالیف السیوطی ۱۲۹۹ھ ،

غرض اس طرح نقل و کتابت کے ذریعہ اہل خاندان نے علوم اسلامیہ کی مستند ترین کتابوں کا بہت بڑا ذخیرہ اپنے پاس جمع کر لیا ،

۳ - تیسری قسم ان کتابوں کی ہے جو خرید کر فراہم کی گئی ہیں ، اہل خاندان نے کارآمد اور نایاب کتابیں خریدنے میں بقدر استطاعت ہمیشہ سے توجہ کی ہے ، مفتی محمد سعید خان مرحوم کو بھی اس جانب بہت توجہ تھی ، اور ایسے مخطوطات جو ہر کتب خانہ کے لئے سرمایۂ امتیاز ہو سکتے ہیں ، انھوں نے بہت جمع کئے ، شیخ ابن حجر عسقلانی ، علامہ عینی ، علامہ سخاوی ، شیخ عبد الحق دہلوی ، مولانا عبد العلی بحر العلوم اور دیگر ما قبل و ما بعد علماء و شیوخ وقت کی لکھی ہوئی یا ان کے پاس پڑھی ہوئی کئی کتابیں کتبخانہ میں مخزون ہیں ،

سب سے قدیم مخطوطہ جو کتب خانہ میں محفوظ ہے وہ تاریخ دمشق تالیف ابو القاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ (ابن عساکر) المتوفی ۵۷۱ھ کا ایک حصہ ہے جس کی کتابت ۵۶۰ھ میں عمل میں آئی تھی ،

ذیل میں ہر صدی ہجری کے مخطوطات کا گوشوارہ درج کیا جاتا ہے ،

چھٹی صدی ہجری	۲	مخطوطات ،
ساتویں صدی ہجری	۱۱	مخطوطات ،
آٹھویں صدی ہجری	۱۶	"
نویں صدی ہجری ،	۳۱	"

دسوین صدی ہجری ،	۹۵	مخطوطات
گیارہوین صدی ہجری ،	۱۱۹	

تین مابعد صدیوں کی کتابیں تو بہت ہیں ان کے کسی گوشوارہ کے بیان کی کوئی خاص ضرورت محسوس نہین ہوتی ،

واضح ہو کہ ان صدیوں مین لکھی ہوئی اور بھی کتابین موجود ہیں لیکن ان پر سنہ کتابت درج نہیں ہے ، لیکن ان کی تعداد اس قدر ہے کہ ہر صدی سے دوسری صدی کے مخطوطات مین جو تناسب ہے اسی اعتبار سے ہر صدی کے مخطوطات میں دو دو چار چار مخطوطات کا اضافہ ہو جائیگا ،

چند نوادر | اس موقع پر بعض مخطوطات کا مختصر حال قلم بند کرنا بے موقع نہ ہوگا ،

۱۔ تاریخ مدینہ دمشق یہ کتاب ابن عساکر المتوفی سنہ ۵۷۱ھ کی تالیف ہے ، یہ نسخہ ان کے فرزند قاسم نے سنہ ۵۶۰ھ مین تحریر کیا ہے ، اور خود اپنے والد کے پاس اس کی قرأت کی ہے ، اس قرأت مین خود قاسم کے فرزند ابو الطاہر محمد بھی شریک تھے ، گویا دادا کے پاس بیٹے اور پوتے نے قرأت ختم کی ہے ، علاوہ ازین کتاب پر جو تحریرات ہیں ، ان سے واضح ہوتا ہے کہ سنہ ۵۶۵ھ مین خود ابن عساکر نے جامع مسجد دمشق مین ایک گروہ کثیر کو اس نسخہ کے ذریعہ درس دیا ہے ، اس جماعت میں جو اصحاب شریک تھے ، ان کی نام بہ نام تفصیل لکھی گئی ہے ،

دوسری دو اور تحریروں سے جو کتاب پر درج ہیں ثابت ہوتا ہے کہ ابو محمد القاسم نے سنہ ۵۷۱ھ اور سنہ ۵۹۰ھ میں بمقام جامع مسجد دمشق دوسری دو اور جماعتوں کو درس دیا ہے ، ان دونوں جماعتوں مین جو اصحاب شامل تھے ، ان سب کے اسمار بھی تفصیل سے لکھے ہیں ، اس کے علاوہ مابعد صدیوں میں دوسرے شیوخ نے بھی اس نسخہ کے ذریعہ درس دیا ہے ، اس کی تفصیل موجب تطویل ہوگی ،

افسوس ہے کہ نسخہ مکمل موجود نہین ہے ، ۱۴۲ وین جزو سے شروع ہو کر ۱۵۰ وین جزو پر کتبخانہ

کا یہ نسخہ ختم ہو گیا ہے،

۲۔ اسماء المبہمہ فی انباء المحکمہ تالیف الخطیب البغدادی المتوفی ۴۶۳ھ کتب خانہ میں جو نسخہ مخزون ہے وہ ۵۸۶ھ میں نقل ہوا ہے، ابتدا میں چند اوراق اور درمیان میں ایک ورق موجود نہیں تھا، قاضی بدر الدولہ نے اس کی تکمیل کر لی ہے،

۳۔ حرز الامانی و وجہ التہانی تالیف الشاطبی المتوفی ۵۹۰ھ (تجوید) اس کتاب کا جو نسخہ کتب خانہ میں مخزون ہے اس پر کوئی ترقیمہ درج نہیں ہے، البتہ یہ واضح ہے کہ یہ نسخہ ۶۴۳ھ سے قبل لکھا گیا ہے کیونکہ شہاب الدین ابو العباس احمد البعلبکی نے علامہ السخاوی کے پاس اس نسخہ کی قرأت ۶۴۳ھ میں ختم کی ہے، ختم کتابت اور اجازت کی عبارت خود علامہ السخاوی نے اپنے قلم سے لکھی ہے، علامۂ مذکور نے اس نسخہ کے ذریعہ دو مرتبہ اور درس دیا ہے، اور اجازت نامہ پر آخر میں اپنے دستخط کئے ہیں، علاوہ ازیں شہاب الدین ابو العباس نے بھی دو مرتبہ درس دیا ہے، اور عثمان بن نور الدین علی بن الدسوقی نے ابراہیم ابن محمد بن العماد المقری الشافعی کے پاس علحدہ درس لیا ہے، جس کی کوئی تاریخ درج نہیں ہے،

نسخہ خوشخط اور دبیز کاغذ پر لکھا گیا ہے،

۴۔ تفسیر قرآن مجید تالیف ابو بکر غالب بن عطیہ، کتب خانہ کا یہ نسخہ جلد اول پر مشتمل ہے جو ابتدائے سورۂ آل عمران کے اختتام تک شامل ہے، یہ نسخہ دبیز کاغذ پر بمقام حلب ۷۲۵ھ میں لکھا گیا ہے، کاتب نے اپنا نام ابن عبد اللہ التجاجی لکھا ہے،

۷۷۲ھ میں بمقام حلب اس نسخہ کا جو شری عمل میں آیا اس کا ایک نوٹ مرقوم ہے، مشتری کا نام علاء الدین بن یحیی القفاص ہے اور بائع نے اپنا نام شہاب الدین ابراہیم بن بدر الدین الناسخ لکھا ہے،

۵۔ تسدید القوس فی تاریخ احادیث مسند الفردوس تالیف ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ یہ نسخہ خود مؤلف کا مسودہ ہے جو ۸۲۹ھ میں تکمیل پایا ہے، البتہ پہلا صفحہ جدید الخط ہے،

خاندان میں کتابیں ایک صاحب سے دوسرے صاحب پر جو منتقل ہوتی رہی ہیں، اس کی مثال میں اس کتاب پر تملک کی جو عبارتیں درج ہیں، ان کا نقل کرنا مناسب ہوگا،

۱۔ مما من اللہ بہ علی عبدہ عبد اللہ (صدارت خان) بن صبغۃ اللہ (بدر الدولہ) سنہ ۱۲۹۲ھ،

۲۔ جناب حضرت والد (بدر الدولہ) از نزد صدارت خان خرید فرمودند بعد در ترکہ حضرت مغفور باو شان رسیدہ در خریدی این جانب در آمد (مفتی) محمد سعید خان،

۶۔ شرح المواقف المواقف علم کلام کی معیاری کتاب ہے، قاضی عضد الدین نے ۷۵۶ھ میں یہ کتاب تالیف کی ہے، سید شریف الجرجانی نے ۸۰۷ھ میں اس پر شرح لکھی، کتب خانہ کا یہ نسخہ ۹۵۶ھ میں بمقام بلدہ بخارا لکھا گیا ہے، نسخہ بہت صاف اور بخط خفی لکھا گیا ہے، محشی بھی ہے، کتاب پر جو مہریں ثبت ہیں، وہ محو کر دی گئی ہیں،

۷۔ گلستان تالیف شیخ سعدی۔

کتب خانہ کا یہ مخطوطہ اپنے خط، کاغذ، نقش و نگار، تصاویر اور جلد کے اعتبار سے ہر طرح دل نواز اور باصرہ افروز ہے، اور مشرقی ذوق حسن کاری کا ایک بہت ہی دل آویز شہ کار ہے، افسوس ہے کہ کاتب کا نام محو کر دیا گیا ہے، لیکن ترقیمہ کی جو عبارت اب بھی باقی ہے وہ یہ ہے۔

"از کتابت خانۂ نواب مستطاب خانے صورت اتمام یافت، فی شہور ۹۹۲ھ علی ید العبد المذنب . . . . . ابن حسین الشریف الحسینی المشہدی"۔

۸۔ شمائل تالیف الترمذی،

شمائل ترمذی کا یہ نسخہ وہ ہے جس کے متعلق قاضی ارتضا علی خان نے کتاب کے پہلے صفحہ پر لکھا ہے کہ "المکتوب بخط الفاضل المحقق . . . . الشیخ عبد الحق دہلوی" کتاب کے ترقیمہ سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی، البتہ یہ ثابت ہے کہ سنہ ۱۰۳۲ھ میں اس کی کتابت عمل میں آئی، نیز دوسرے صفحہ پر جو عبارتیں مرقوم ہیں

ان سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ شیخ نے اس نسخہ کے ذریعہ دس مرتبہ درس دیا ہے، پہلا درس سنہ ۱۰۰۲ھ میں اصحاب درس جو تھے ان کے متعلق خود اصلی عبارت ملاحظہ ہو .... وقد اجزت روایتہ ..

...... للولدین العزیزین الصالحین ابی محمد تقی الدین عبد النبی وابی المجد جمال الدین نور الحق "

آخری درس سنہ ۱۰۴۸ھ میں دیا گیا ہے،

کتاب شروع سے آخر تک محشی ہے،

۹- شرح مسلم الثبوت، تالیف ملک العلما بحر العلوم مولانا عبد العلی،

اس نسخہ پر مفتی محمد سعید خان نے لکھا ہے کہ یہ وہ نسخہ ہے جو مولانا کے داماد مولوی علاء الدین نے خود مولانا کے پاس پڑھا تھا، اور اپنے قلم سے اس پر حواشی چڑھائے تھے، نیز یہ لکھا ہے کہ خود مولانا بحر العلوم نے بھی اکثر جگہ اپنے ہاتھ سے حواشی لکھے ہیں،

نسخہ کی ابتدا میں مولوی جمال الدین، بنبیسہ مولانا بحر العلوم نے لکھا ہے، کہ

" از متروکہ والد ماجد حضرت ملک العلما، مولانا علاء الدین احمد صاحب .... آمدہ"

اس عبارت کے نیچے اپنی مہر ثبت کی ہے، نسخہ کامل اور دو جلدوں میں ہے، بعد میں مفتی صاحب نے یہ نسخہ خرید لیا، چنانچہ انھوں نے لکھا ہے کہ

" قد جاء ھذا الکتاب بید الفقیر محمد سعید بالشراء الشرعی "

۱۰- صفات العاشقین۔ (فارسی نظم) تالیف ہلالی،

کتاب کا یہ نسخہ بھی خط، کاغذ، تصاویر اور نقش کے اعتبار سے مشرقی حسن کاری کا ایک دلپسند نمونہ ہے، ترقیمہ میں ناقل نے اپنا نام نہیں لکھا ہے، صرف سنہ کتابت لکھ دیا ہے جو سنہ ۹۸۶ھ ہے، آخر میں یہ عبارت درج ہے:-

" بہ قیمت یک ہزار و نہ صد و چہل و پنج روپیہ بمعرفت مرزا فرخ بیگ قاقشالی در تاریخ بست و پنج

محرم الحرام ۲۵ جلوس والاشاہیہ داخل کتب خانہ نمودہ شد

کتابوں کی مجموعی تعداد کتب خانہ سعیدیہ میں جو کتابیں فی الوقت موجود ہیں وہ زیادہ تر حدیث اور فقہ کی ہیں، دونوں علوم کی کتابوں کی مجموعی تعداد ۱۰۷۴ ہے، حدیث کی کتابوں کا ذخیرہ تو بہت ہی اہم ہے، حدیث، اصول حدیث، سیرت اور رجال کی کتابوں کی مجموعی تعداد ۵۷۳ ہے، ان میں ۱۴۱ مخطوطات ہیں، ان علوم کی عربی کتابوں کی تعداد ۵۰۳ ہے ان میں ۴۳۴ مخطوطات ہیں، باقی علوم کے متعلق فی الوقت اس قسم کی صراحت موجب تطویل ہوگی، مختصراً یہ کہ کتب خانہ میں جو کتابیں مخزون ہیں، ان کی مجموعی تعداد ۲۰۵۲ ہے ان میں تقریباً ۸۰ فی صدی عربی ہیں، مخطوطات کی تعداد ۱۹۷۳ ہے،

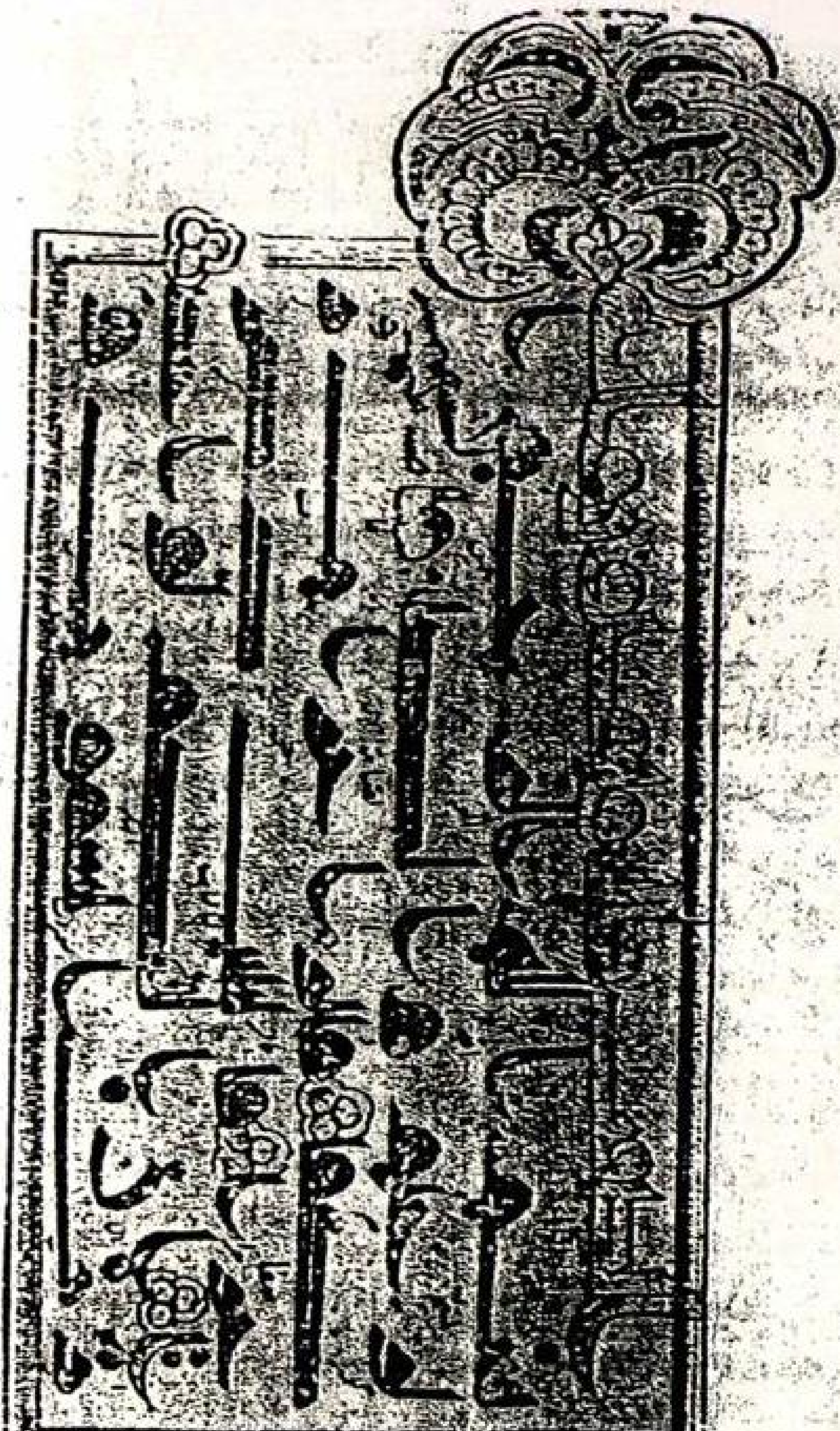
کتب خانہ کی فن وار فہرست مرتب کر لی گئی ہے، دوسری نوعیت کی فہرستیں بھی زیر ترتیب ہیں[1]

---

[1] کتب خانہ سے متعلق ہر قسم کی خط و کتابت ذیل کے پتہ پر کی جاسکتی ہے، مولوی عبدالعظیم صاحب کتب خانہ سعیدیہ جام باغ ترپ بازار حیدرآباد دکن،

سالار جنگ میوزیم

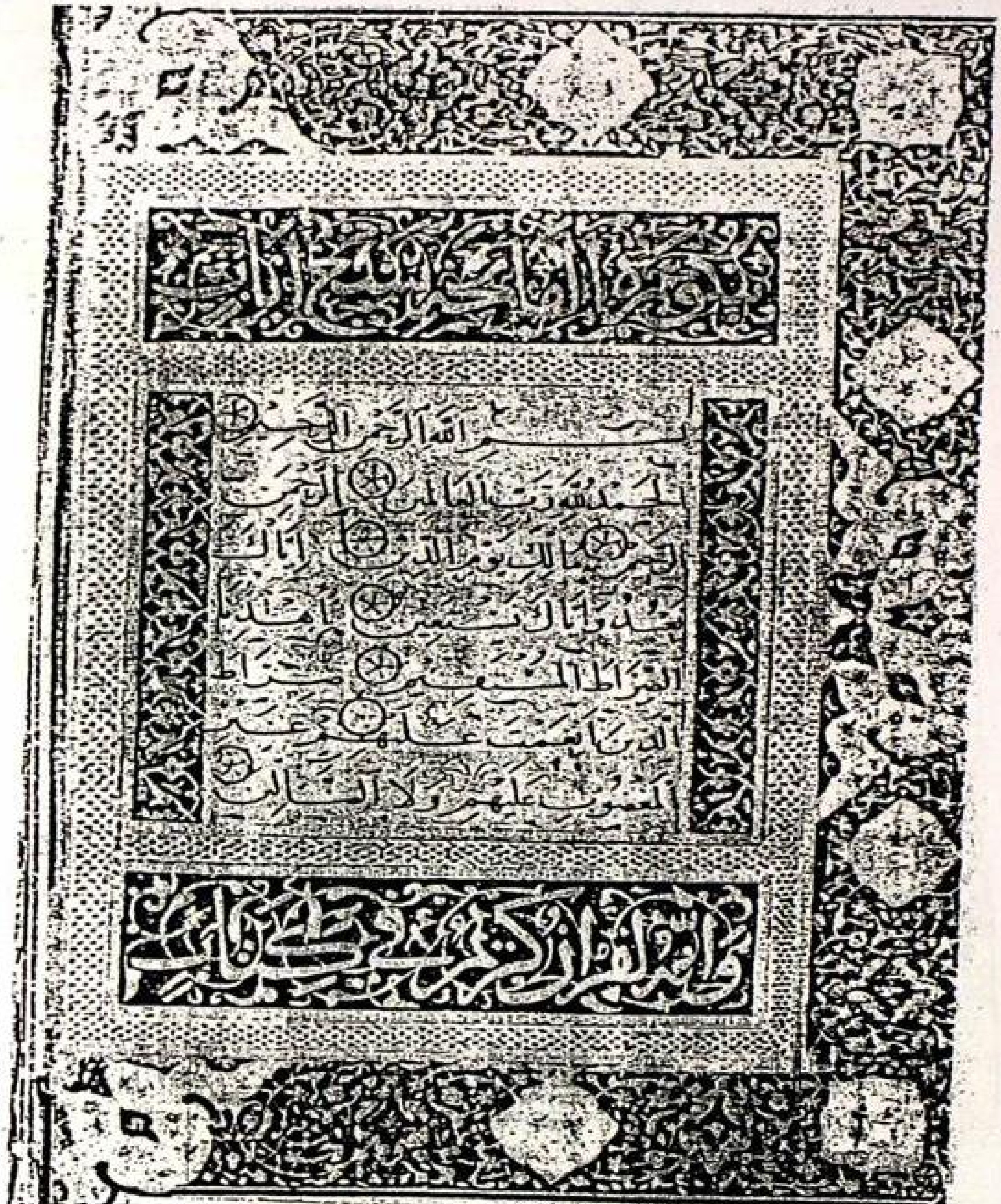
چند اہم مخطوطات کے نمونے/ چند اہم مشاہیر کی تحریریں



خط کوفی کا ایک نمونہ


امره على من يشاء من عباده ان انذروا انه
لا اله الا انا فاتقون خلق السموات والارض
بالحق تعالى عما يشركون خلق الانسان من
نطفة فاذا هو خصيم مبين والانعام
خلقها لكم فيها دفء ومنافع ومنها تاكلون
ولكم فيها جمال حين تريحون وحين تسرحون
وتحمل اثقالكم الى بلد لم تكونوا بالغيه الا
بشق الانفس ان ربكم لرءوف رحيم والخيل
والبغال والحمير لتركبوها وزينة ويخلق
ما لا تعلمون وعلى الله قصد السبيل ومنها
جائر ولو شاء لهديكم اجمعين هو الذي
انزل من السماء ماء لكم منه شراب ومنه
شجر فيه تسيمون ينبت لكم به الزرع
والزيتون والنخيل والاعناب ومن كل
الثمرات ان في ذلك لاية لقوم يتفكرون
وسخر لكم الليل والنهار والشمس والقمر
والنجوم مسخرات بامره ان في ذلك لايات
لقوم يعقلون وما ذرا لكم في الارض
مختلفا الوانه ان في ذلك لاية لقوم يذكرون
وهو الذي سخر البحر لتاكلوا منه لحما

خط کوفی کا ایک نمونہ

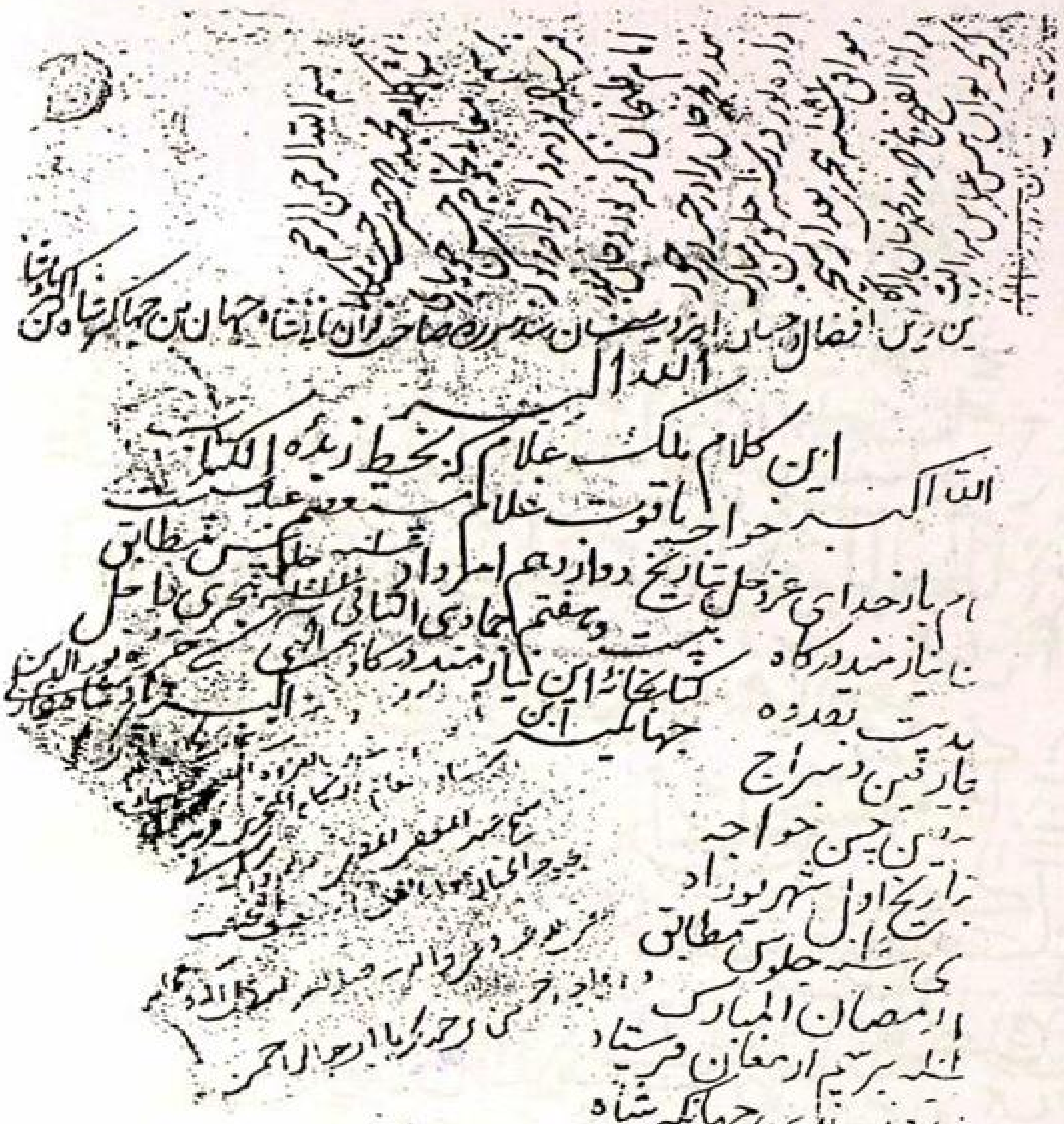


خط یاقوت مستعصمی

۱۳۶
۴



خط یاقوت مستعصمی



جہانگیر و شاہجہاں کی تحریریں

بسم الله الرحمن الرحيم

صححت هذا القرآن المجيد والفرقان الحميد بتصحيح نسخه

الأولياء الكرام وخلاصة الأتقياء العظام

الموفق بتوفيقات الباري الخواجه محمد يعقوب بن

الخواجه محمد يوسف بن الخواجه حسن الخراساني

أحسن الله إلينا وإليهم عملاً بمقتضى قوله تعالى

إن الله يأمركم أن تؤدوا الأمانات إلى أهلها راقم هذه

الحروف الراجي شفاعة النبي الحجازي محمد اورنگ زيب

بن شاه جهان بادشاه غازي

اورنگ زیب عالمگیر کی تحریر

خدابخش لائبریری

- خدابخش لائبریری کے بارے میں ۱۹۰۸ء کی ایک یادداشت
- خدابخش لائبریری
- خدابخش لائبریری کے عربی فارسی نادر مخطوطات
- خدابخش لائبریری کے فارسی نوادر

خدا بخش لائبریری کے بارے میں

۱۸۹۱ء کی ایک یادداشت

محمد علی خاں اثر رامپوری نے اخبار دبدبۂ سکندری'
(رامپور) کے ۱۸۹۱ء کے متعلقہ شمارہ سے نقل کرکے معاصر (پٹنہ)
(۱۹۵۲ء) میں شائع کردیا۔ یہ وہیں سے منقول ہے۔

شبلی نعمانی

ایک مدت سے ہم اس کتب خانہ کا شہرہ سنتے تھے۔ دہلی اور لکھنؤ میں بعض تاجر ہیں جو قلمی نایاب کتابیں جابجا سے بہم پہنچاتے ہیں اور ان کو نہایت گراں قیمت پر بیچتے ہیں۔ ہم جب کبھی ان سے ملے اور کمیاب نسخوں کی فرمائش کی تو انہوں نے کہا کہ اس قسم کی کتابیں سب سے پہلے مولوی خدابخش کے پاس جاتی ہیں، کیونکہ ہمارے ملک میں کوئی شخص ان سے زیادہ قیمت نہیں دے سکتا۔ ان باتوں نے ہم کو کتب خانہ مذکور کا نہایت مشتاق بنا رکھا تھا۔ اسی شوق نے آخر پٹنہ پہنچایا اور چار دن وہاں رہ کر ہم نے اس نادر کتب خانہ کی سیر کی۔ اس بات کا افسوس رہا کہ فرصت نہایت کم تھی۔ سیکڑوں بیش بہا کتابیں تھیں اور ہمارا یہ حال تھا کہ : بدان پروانہ می مانم کہ افتد در چراغانی

ممالک اسلامیہ میں جو مقامات اسلامی تصنیفات کے مخزن سمجھے جاتے ہیں وہ حرمین، قاہرہ، دمشق، قسطنطنیہ ہیں۔ قاہرہ کے کتب خانہ خدیوی کی فہرست تین جلدوں میں چھپ کر حال ہی میں شائع ہوئی ہے۔ قسطنطنیہ میں کم و بیش ۴۰ کتب خانے ہیں، جن میں سے اکثر کی فہرستیں کشف الظنون (مطبوعہ لندن) کے آخر میں ہیں۔ حرمین کے کتب خانے ہم نے خود دیکھے ہیں اور ان سے فائدہ اٹھایا ہے۔ ہندوستان میں بھی چند عمدہ کتب خانے موجود ہیں۔ اگرچہ ان کتب خانوں کی حیثیتیں اور خصوصیتیں مختلف ہیں اور اس وجہ سے ان میں موازنہ نہیں ہو سکتا۔ تاہم اجمالاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ مولوی خدابخش خاں کا کتبخانہ جس کا اس وقت ہم ذکر کر رہے ہیں اپنی خصوصیتوں کے لحاظ سے روم و مصر و عرب و ہند کے نامور کتب خانوں کی صف میں جگہ پانے کے قابل ہے۔ مولوی خدابخش خاں نے جس اہتمام اور زر خطیر کے صرف سے کتابیں بہم پہنچائی ہیں اس کی نظیر سے تمام ہندوستان خالی ہے۔ کیا یہ کچھ کم تعجب کی بات ہے کہ ایک معمولی حیثیت کا وکیل جس کے پاس کچھ جائداد نہیں اور جس کی آمدنی صرف ضلع کی وکالت پر محدود ہے، ایک کتب خانہ کی تیاری میں ڈیڑھ لاکھ روپیہ صرف کر دے۔ بے شبہ ایسا اولوالعزم شخص ان نامور قدیم مسلمانوں کا نمونہ قرار دیا جا سکتا ہے جن کی حوصلہ مندیوں کا ہم افسانہ سنایا کرتے ہیں۔

اس آرٹیکل میں ہم کتبخانہ کی ایک مختصر رپورٹ پیش کر کے ان خصوصیتوں کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ لکھتے ہیں جن کی وجہ سے کتب خانہ نے یہ ناموری حاصل کی ہے۔

کتب خانہ کی بنیاد اول مولوی خدابخش خاں صاحب کے والد مرحوم مولوی محمد بخش نے ۱۸۲۸ء میں قائم کی۔

۱۸۷۶ء میں جب انہوں نے انتقال کیا تو ایک ہزار چار سو کتابیں کتبخانہ میں موجود تھیں جن میں اکثر قلمی تھیں۔ انکی وفات کے بعد مولوی خدابخش خاں نے نہایت اہتمام سے ان پر توجہ کی۔ عرب، مصر، فرانس، لندن اور ہندوستان کے مختلف اطراف سے کتابیں بہم پہنچائیں۔ ۱۸۹۰ء تک وہ ایک پرائیوٹ کتبخانہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ ۲۴ نومبر ۱۸۹۰ء کو ایک عام جلسہ اس مکان میں منعقد ہوا جس کو مولوی خدابخش خاں نے لائبریری کی غرض سے تعمیر کرایا ہے۔ نواب احمد علی خاں جلسہ کے پریزیڈنٹ تھے اور شہر کے بڑے بڑے امراء و بزرگ شریک تھے۔ سکریٹری نے اول اس خط و کتابت کا مضمون پڑھا جو کتبخانہ کے انتظام کی بابت گورنمنٹ سے ہوئی تھی۔ پھر باتفاق رائے طے ہوا کہ کتبخانہ پبلک قرار دیا جائے اور فلاں فلاں اشخاص اس کتب خانہ کے ممبران انتظامی کمیٹی قرار پائیں (پٹنہ گزٹ مطبوعہ ۵ دسمبر ۱۸۹۰ء نے ان لوگوں کے نام تفصیلاً لکھے ہیں) دوسرا ریزولیشن یہ پاس ہوا کہ "سر اسٹوارٹ بیلی لفٹنٹ گورنر نے کتب خانہ کے ساتھ جو ہمدردی ظاہر کی ہے اور انکو مدد دی ہے، اس کے شکریہ کی چٹھی ان کی خدمت میں ارسال کی جائے۔"

کتبخانہ کی ماہوار آمدنی جو اس کے انتظامی مصارف کے لئے درکار ہے اس وقت تک سوا سو روپیہ کے قریب ہے۔ اس میں ۵۰ روپیہ ماہوار گورنمنٹ کی اعانت ہے جس کو لفٹنٹ گورنر سر اسٹوارٹ بیلی نے بذریعہ ایک ضابطہ چٹھی کے منظور کیا ہے۔ باقی ۷۵ روپیہ ماہوار کی جائداد میر ابو صالح زمیندار کرداخل ضلع گیا نے وقف کی ہے۔ اس کے علاوہ چندہ کا سرمایہ ہے، جس کی تعداد وصول شدہ اس وقت تک سات ہزار آٹھ سو آٹھ روپیہ ہے۔ اس سے پہلے ایک پبلک کتبخانہ کے لئے عام چندہ ہوا تھا جس میں دو ہزار پانچسو روپے جمع ہو گئے تھے یہ روپیہ گورنمنٹ میں جمع تھا۔ گورنمنٹ نے وہ رقم بھی اسی کتب خانہ کو عنایت کر دی۔ کتبخانہ کی بڑی خوش قسمتی یہ ہے کہ پٹنہ کے بڑے بڑے معزز رئیس اس کے حامی ہیں جن میں جناب قاضی سید رضا حسین کا نام بھی شامل ہے، جو اپنی قومی فیاضیوں کی وجہ سے ہر ایک قسم کی عزت اور شہرت کے مستحق ہیں۔ کتبخانہ کا مکان نہایت خوبصورت اور عالیشان ہے۔ ایک طرف کے برآمدہ کا تمام فرش سنگ مرمر کا ہے۔ باقی فرش سنگ سپید و سنگ سیاہ کی منبت کاری ہے۔ الماریاں نہایت قرینہ سے سجائی گئی ہیں۔ میز، کوچ اور بہت سی خوبصورت کرسیاں ہر کمرہ میں موجود ہیں۔

جس قدر کتابیں اس کتب خانہ میں موجود ہیں ان کی تین قسمیں قرار دی جاسکتی ہیں:

وہ کتابیں جو ہندوستان میں نایاب ہیں اور اپنے باب میں اعلیٰ درجہ کی تصنیفیں ہیں، ان میں سے چند کے نام یہ ہیں:

فن حدیث و رجال میں: اطراف مزی تمام و کمال در چہار جلد؛ النکت الظراف علی الاطراف لابن حجر؛ الادب المفرد بخاری؛ الالمام فی احادیث الاحکام لابن دقیق العید؛ کتاب العلل دارقطنی؛ کتاب الاسماء والصفات بیہقی۔

مستدرک حاکم ۔ جمع بین الصحیحین لعبد الحق الاشبیلی الاندلسی المتوفی ۵۸۲ھ ۔ تلخیص الحبیر لحافظ ابن حجر ۔ کاشف ذہبی ۔ بغیۃ العلماء والرواۃ السخاوی ۔ طبقات ابو یعلی ۔ طبقات اللغۃ ابن رجب حنبلی ۔ تاریخ ابن عساکر دمشقی ناقص ۔ مراتب الاجماع لابن حزم الظاہری ۔

ادبیات میں: تہذیب اللغات ازہری ۔ جمہرۃ ابن درید فی اللغۃ ۔ خصائص ابن جنی ۔ شرح دیوان متنبی از ابن جنی ۔ الجامع الکبیر لابن الاثیر الجزری ۔ شرح حماسہ از مرزوقی ۔ شرح سبعہ معلقہ از ابن نحاس ۔ شرح مفتاح سکاکی از سید شریف و علامہ تفتازانی ۔ نزہۃ الالباب ۔ کتاب المصادر لابی بکر محمد بن عبد اللہ التیمی ۔ برہان فی اعجاز القرآن لزکی الدین ابن ابی الاصبع ۔

فلسفہ وطب میں: شفاء ابو علی سینا تمام و کمال ۔ مجموعہ رسائل فارابی ۔ رسائل ارسطو ترجمہ عربی ۔ ملخصات افلاطون ۔ کلمات افلاطون ۔ رسالہ یعقوب کندی ۔ رسالہ اسکندر افرودیسی ۔ اثولوجیا ارسطو ۔ مختصرہ حکماء الاسکندریہ من کتب ارسطو ۔ مباحث مشرقیہ امام رازی ۔ کتاب سنان بن ثابت فی حرکات الشمس ۔ کتاب ارشمیدس ۔ تعلیقات بن سینا ۔ تلویحات شیخ الاشراق ۔ خمسہ باقر داماد ۔ شرح تلویحات لابن کمونہ ۔ کنز الفوائد حنین بن اسحاق ۔ من لا یحضرہ الطبیب لابی بکر الرازی ۔ کناش بقراط ۔ شرح عبد اللطیف بغدادی بر فصول بقراط ۔ کتاب الادویہ لدیاسقوریدوس ترجمہ ابن ابی اصیبعہ ۔ کتاب التشریح و الآلات لابن زہراوی مصور ۔ مسائل ابو ریحان بیرونی و ابراہیم بن سنان بن ثابت بن قرہ فی سایر اعمال الہندسہ ۔

ان کے علاوہ فقہ و اصول و قرأت میں اور بہت سی نایاب کتابیں ہیں جن کو ہم اختصار کی وجہ سے قلم انداز کرتے ہیں ۔

دوسری قسم کی وہ کتابیں ہیں جو نہایت قدیم زمانہ کی لکھی ہوئی ہیں اور بلحاظ قدامت کے ایک یادگار خیال کی جا سکتی ہیں ۔ قشیری کا ایک رسالہ ہے جو ۴۳۰ھ کا لکھا ہوا ہے ۔ ایک قرآن ہے جس پر سنہ کتابت نہیں لکھا ہے لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کے زمانہ کا لکھا ہے خط کوفی ہے اور کاغذ نہایت قدیم ہے ۔ جا بجا حروف اڑ گئے ہیں ۔ بہت بڑا قرینہ یہ ہے کہ تمام قرآن میں زیر زبر کوئی نہیں ہے ۔ اس کے علاوہ یہ ترتیب بھی نہیں ہے ۔ گمان ہوتا ہے کہ عبد اللہ بن مسعود کے نسخہ کی نقل ہے ۔ ان کے علاوہ اور متعدد کتابیں ہیں جو آٹھ آٹھ سو برس کی لکھی ہوئی ہیں ۔

تیسری قسم کی وہ کتابیں ہیں جو کسی مشہور کاتب یا خود مصنف کے زمانہ کی لکھی ہوئی ہیں یا بڑے بڑے علما کے استعمال میں رہی ہیں اور ان کے دستخط و اجازہ سے مزین ہیں ۔ ہمارے ملک میں تو اس قسم کی چیزوں کی چنداں قدر نہیں ہے لیکن یورپ میں ان چیزوں کو یادگار سمجھا جاتا ہے اور ان کے بہم پہنچانے میں لاکھوں روپے خرچ کیے جاتے ہیں ۔

تھوڑے دن ہوئے کہ لندن میں ایک قلمی کتاب ۱۴ ہزار روپیہ کو بکی جس کی خوبی صرف یہ تھی کہ وہ نہایت قدیم زمانے کی لکھی ہوئی تھی۔ جہاں تک ہم کو معلوم ہے ہندوستان میں صرف مولوی خدابخش خان ایسے شخص ہیں جنہوں نے ان چیزوں کے لئے زرِ خطیر صرف کرنے میں یورپ کے حوصلہ مندوں کا مقابلہ کیا ہے۔ اس قسم کی کتابوں میں ایک قرآن ہے جو یاقوت مستعصمی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ یاقوت مستعصم باللہ عباسی کے عہد کا مشہور خطاط تھا۔ دعائے سیفی کا ایک نسخہ بھی یاقوت کے ہاتھ کا لکھا ہوا موجود ہے۔ اس نسخہ پر کتب خانۂ شاہجہانی و عالمگیری کی مہریں ہیں۔ شاہجہاں کی مہر کے نیچے لکھا ہے "سی صد و پنجاہ و پنج روپیہ"۔ قصیدہ بردہ نوشتہ قاضی ظہیر اسے بھی جو انہوں نے بایزید یلدرم کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ شاہنشاہ نامہ جس کو محمد ثالث نے لکھوایا تھا تمام مطلا و مذہب اور کل معرکوں کی طلائی تصویریں بنی ہیں۔ تاریخ تیموریہ اس نسخہ پر شاہجہاں کے دستخط ہیں اور لوح پر لکھا ہے کہ "حکم والا صادر شد کہ قیمت این کتاب یکصد و پنجاہ مہر قرار یافت" اس میں بھی تمام معرکوں کی طلائی تصویریں بنی ہیں اور مختلف مصوروں کے ہاتھ کی ہیں۔ ہر موقع پر مصور کا نام بھی لکھا ہے۔ مولوی خدابخش خان نے یہ دونوں نسخے تین ہزار پانچسو روپیہ کو خریدے ہیں۔ بہت سی حدیث و فقہ کی کتابیں ہیں جن پر حافظ ابن حجر، جلال الدین سیوطی، ابن فہد ہاشمی، جمال الدین محدث اور بڑے بڑے اساتذہ کے دستخط ہیں اور حواشی ان کے ہاتھ کی لکھی ہیں۔

ابن عساکر کی تاریخ دمشق نہایت نایاب کتاب ہے۔ اس کی دو جلدیں یہاں موجود ہیں اور مصنف کے نسخہ مقروءہ سے منقول ہیں۔ دیوان جامی خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ باقر داماد و بہاء الدین عاملی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی بیاضیں ہیں۔ نہایۃ الادراک پر خود مصنف و جلال الدین دوانی و غیاث منصور کے دستخط ہیں۔ اس قسم کی سینکڑوں کتابیں ہیں۔

یہ کتب خانہ جس فیاضی اور زرِ خطیر کے صرف سے تیار ہوا ہے اس کے اندازہ کرنے کے لئے ہم بعض کتابوں کی قیمت لکھتے ہیں، جو مالک کتب خانہ نے ادا کی۔

قرآن مجید و جوشن کبیر ۱۰۰ عـــه ۔ شمائل شریف ۱۰۰ ۔ قرآن شریف ۱۰۰ ۔ جامع الاصول ۱۰۰ ۔ مجالس خسرو سعدی مزین بدستخط شاہجہاں ۱۰۰ ۔ کلیات خاقانی عـــه پونڈ ۔ شیوخ بخاری ۱۰۰ ۔ کتاب سیبویہ ۱۰۰ ۔ طبقات ابو یعلی نوشتہ ۶۳۷ط بالعین ۔

حقیقت یہ ہے کہ کتب خانہ پٹنہ اور پٹنہ والوں کے لئے بڑے فخر کی چیز ہے۔ بلکہ ہندوستان کے عام مسلمان اس پر فخر کر سکتے ہیں۔ ہم نے اس کی کیفیت کے بیان کرنے میں بہت اختصار سے کام لیا ہے جب اس کی فہرست جو آجکل زیر طبع ہے چھپ کر شائع ہو گی، تو لوگوں کو اس کی خوبیوں سے پوری اطلاع حاصل ہو گی۔ ہم مولوی خدابخش خان صاحب کو ان کی اس کامیابی پر دل سے مبارکباد دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ ان کے شہر میں ایسے لوگ پیدا ہوں جو اس دولت کی قدر کریں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔

خدا بخش لائبریری

از: عابد رضا بیدار

جب کبھی جہان کے گنے چنے مشاہیر کا کوئی بھی ذکر کیا جائے گا، خدا بخش کو اس کی مختصر ترین فہرست سے بھی نظرانداز کرنے کے لیے خاصی جسارت کی ضرورت پڑے گی۔ تاریخ کی گواہی کتنی مسلسل اور کیسی صاف اور واضح رہی ہے، لیکن کتنے ایسے مجذوب ہیں کہ جریدۂ عالم پر شاید جریدۂ عقبیٰ میں بھی حیاتِ دوام صرف انہیں پاک نفوس کا نصیب رہی ہے جو قرآن مجید کی اصطلاح میں شہید کہلاتے ہیں: اپنے اوپر گواہی قائم کر جانے والے! یہ شہیدِ عشق ہوں یا شہیدِ آرزو! کوئی ہدف سامنے ہو، کوئی لگن ہو جو اپنی ذات سے بالاتر ہو، جس میں دوسروں کے لیے کچھ کر جانے کی امنگ ہو ـــــ اور اس کے لیے اپنی ذات کا شجرِ ثمر لگا دیا جائے۔

اسی عشق اور شوقِ شہادت میں لوگوں نے کتنی ہی بار اسی عالم کے نقشہ کو بدلا ہے، کتنے ہی لوگوں نے اپنا اپنا عالم افکار تخلیق کیا ہے۔ ملکوں اور قوموں کو نئے نئے رنج پر ڈال دیا ہے، ایجادیں کی ہیں، نظریات بنائے ہیں۔ غرض کہ اس عالم رنگ و بو میں کم ہی کوئی نشان ایسا ملے گا جو کسی شہیدِ عشق کا نقشِ کف پا نہ رہا ہو، کوئی دھندلا گیا ہے کوئی اور چمک اٹھا ہے۔

یہ سب تو ہوا لیکن کتابوں کا ایسا شہید آپ کو خال ہی خال ملے گا، جو اچھی کتابیں اور ان پر مشتمل ایک اچھا کتاب خانہ بنانا اپنی زندگی کا مشن بنالے۔ جینا اور مرنا، کھانا اور پینا، اوڑھنا بچھونا سب کچھ کتابیں ہوں اور صرف کتابیں۔ مشہور مورخ جدوناتھ سرکار نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ وہ خواب بھی دیکھتے تھے تو قلمی کتابوں کے بارے میں۔

یہ چھپرہ (سیوان) صوبہ بہار کے ایک عالی حوصلہ علم دوست گھرانے کی کہانی ہے، جس نے تاریخ میں خدا بخش لائبریری کے عنوان سے اپنی جگہ ہمیشہ کے لیے محفوظ کرلی ہے۔ محمد بخش خاں کے بیٹے تھے خدا بخش خاں، ان کے بیٹے تھے صلاح الدین خدا بخش۔[1] تین نسلوں تک علم کا ذوق و شوق چلتا رہا۔ تین نسلوں تک ایک کتاب خانہ تخلیق کرنے اور پھر اسے بنانے سنوارنے میں ساری

---

[1] ان کے بعد کچھ دن صلاح الدین کے دوسرے بھائیوں نے سلسلہ جاری رکھا، لیکن پھر اصل ذوق و شوق خدا بخش کے بھتیجے قاسم حسن خاں کے حصہ میں آیا جنکا ۱۹۶۳ء میں انتقال ہوگیا۔ اس کے بعد سے خلا ہے

تو تیں صرف بچتی رہیں۔ محمد بخش خاں نے چند سو کتابیں اپنے لائق بیٹے کو ورثہ میں چھوڑیں۔ خدا بخش خاں نے اس مقدار کو چند ہزار تک پہنچا دیا۔ اور مشہور عالم مستشرق صلاح الدین خدا بخش نے ان قلمی کتابوں کی افادیت کو دو چند کرنے کے لیے کئی ہزار انگریزی، جرمن، فرانسیسی، زبانوں کی کتابیں، جو ان کا ذاتی ذخیرہ تھا، اس لائبریری کو نذر کر دیں۔

بادشاہ، نواب، راجہ، لوگ اپنے لامحدود ذرائع سے زر و جواہر کی طرح کتابیں بھی بآسانی جمع کر لیتے تھے، مگر داد دیجئے حبیب الرحمن صاحب شیروانی کو جنھوں نے علی گڑھ کے ایک معمولی قریہ میں بیٹھ کر کئی سو نادر قلمی کتابیں جمع کر ڈالیں اور داد دیجئے خدا بخش خاں کو، جنھوں نے محض وکالت کی کمائی میں کئی ہزار نادر قلمی کتابیں جمع کر لیں۔ اور انھیں ہم آپ سے داد لینا چاہیں گا اس بندۂ بے نفس کی اس عالی ہمتی کی کہ جس سبک خرامی سے اس نے یہ لعل و جواہر جمع کیے تھے، اسی ربانیت سے اس نے ہمیشہ کے لیے انھیں عوام کی ملکیت میں دے دیا۔ یہ ۱۸۹۱ء کی بات ہے جب ایک وقف نامہ میں حکومت وقت کے ساتھ معاہدہ کر کے یہ پورا کتب خانہ اورینٹل پبلک لائبریری بنا دیا گیا، صرف اس ایک تمنا شرط کے ساتھ کہ لائبریرین ہمیشہ ترجیحی طور پر خدا بخش خاں اور ان کے خاندان کا کوئی فرد رہے گا۔ لائبریری کے نام میں بھی اپنا یا اپنے خاندان کے کسی بزرگ کا نام لانا خدا بخش نے پسند نہیں کیا۔ یہ وہ قرض تھا جو خدا بخش خاں کے انتقال کے بعد بجا طور پر انھیں ادا کر دیا گیا۔

خدا بخش لائبریری، جس کا پورا نام "خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری" ہے، اور جو گھریلو لائبریری کے طور سے محمد بخش خاں اور ان کے بیٹے کے یہاں انیسویں صدی کے نصف آخر سے ہی کام کر رہی تھی، ۱۸۹۱ء میں اپنے موجودہ احاطہ میں ایک شاندار دو منزلہ بلڈنگ میں ایک باقاعدہ پبلک لائبریری کے طور سے منتقل ہوئی۔ اور اسی سال سے اس کی باقاعدہ تاریخ شروع ہوتی ہے۔ اس بلڈنگ کی اوپری منزل بہار کے تاریخی زلزلہ کی نذر ہو گئی۔ عمارتیں مزید درکار تھیں نہ کہ اور کم ہوتی جاتیں، اس لیے اسی احاطہ میں ایک نئی عمارت بھی بنوائی گئی، جس پر بیس پچیس سال ہوئے ایک منزل کا اضافہ کر دیا گیا۔[1]

۱۹۰۸ء میں اس کے سر وائسرائے لارڈ کرزن کے اشارے پر مشہور مستشرق سر ڈینی سن راس نے اس کے نوادر کی توضیحی فہرست (کیٹلاگ) بنوانے کا کام شروع کرا دیا جس نے اس لائبریری کو دنیا کے نقشے پر ایک ممتاز مقام دے دیا ہے، اور وہ ہنوز جاری ہے۔ اس فہرست سازی کے سلسلے میں جو لوگ خدا بخش لائبریری سے منسلک رہے ہیں، ان میں خان بہادر عبد المقتدر خاں، ڈاکٹر عظیم الدین احمد، حاجی معین الدین ندوی اور مولانا مسعود عالم ندوی قابل ذکر ہیں۔ فارسی اور عربی مخطوطات کی ابتک چھتیس جلدیں شائع ہو چکی ہیں ——— اور ہنوز نصف مخطوطات منتظر امکانات ہیں۔ ابتک جس طور سے کام ہوا ہے اس کے بموجب پورا کلکشن شاید ساٹھ جلدوں میں تمام ہو سکے گا۔ اور جس رفتار سے کام ہوا ہے اس کے اعتبار سے شاید اگلی صدی کی دوسری دہائی میں ختم

---

[1] اور اب سات آٹھ سال قبل اس عمارت کے ساتھ ہی ایک وسیع ایئر کنڈیشنڈ تین منزلہ عمارت بھی بن گئی ہے۔

ہو جائے کافی وقت لائبریری کے دو اسسٹنٹ ڈائرکٹر وصی احمد و اطہر شیر صاحبان بالترتیب فارسی اور عربی کی فہرست سازی کے لیے مقرر ہوئے۔ غنیمت ہے کہ عربی اور فارسی کی ان توضیحی فہرستوں کے ساتھ ساتھ مختصر ترین اندراجات کی حامل دستی فہرستوں کا کام بھی چلتا رہا جنکی بدولت مختصر طور سے ہی سہی سب کتابوں کے بارے میں کچھ نہ کچھ علم تو ہو ہی جاتا ہے۔ یہ دستی فہرستیں (ہینڈ لسٹ) عربی، فارسی اور اردو کے تقریباً تمام مخطوطات پر حاوی ہیں۔ تین تین جلدیں فارسی عربی کی ہیں اور ایک جلد اردو کی۔

لائبریری کے نوادر میں رسول کریمؐ کے قریبی عہد سو سال کے اندر کی ایک تحریر موجود ہے۔ یاقوت مستعصمی کے ہاتھ کے لکھے ہوئے قرآن مجید کے نسخے ہیں، اور پانچویں، چھٹی ساتویں ہجری کے تو کتنے ہی نوادر ہیں۔ مشاہیر کے اپنے دستخطی مسودے ہیں۔ مغل عہد کی مصوری اور ایرانی مصوری کے بہت سے شاہکار ہیں۔ حافظؔ کے دیوان کا وہ مشہور نسخہ ہے جس سے ہمایوں سے لیکر جہانگیر اور شاہجہاں تک یہ لوگ فال نکالا کرتے تھے، اور اس کے حاشیوں پر لکھ دیا کرتے تھے۔

مرحوم قرطبہ کے کتابخانے کی ایک نادر کتاب ہے جس کا موضوع سرجری ہے۔ حدیث کی وہ نادر کتاب ہے جس کے بارے میں خدابخش نے خواب دیکھا تھا کہ رسول کریمؐ اس کتاب کو کھولے ہوئے دیکھ رہے ہیں، اور وہ گھبرا کے اٹھے اور اس کمرے میں پہنچے تو کتاب میز پر کھلی پڑی تھی۔ مشہور صوفی سیف الدین باخرزی کی رباعیات کا نادر مجموعہ ہے۔ تاریخ خاندان تیموریہ کا شہیر مصور نسخہ ہے، جو عہد اکبر میں تیار ہوا۔ مصحفی کے دو اوین کا تقریباً مکمل ذخیرہ ہے۔ سوداؔ اور انشاؔ کے ان کی زندگی کے لکھے ہوئے اور قریب العہد دواوین ہیں۔ شمالی ہند کی قدیم ترین اردو نثر کے بعض نادر مخطوطات ہیں۔ پریس کے آغاز کے سو ڈیڑھ سو سال کے اندر چھپی ہوئی کئی نادر کتابیں ہیں جو شاید یورپ میں بھی خال خال ملیں۔ اسی طرح ترکی کی بعض نادر کتابیں قدیم رسم الخط میں محفوظ ہیں۔ اس وقت کے گورنر بہار ذاکر صاحب کی دلچسپی کے سبب ۱۹۶۲ء سے اس لائبریری کی تنظیم نو شروع ہوئی اور ۱۹۶۵ء میں ڈائرکٹر کی جگہ بنائی گئی۔ ۱۹۶۹ء کا ایکٹ پاس ہونے کے بعد ۱۹۷۰ء سے یہ لائبریری باقاعدہ مرکزی حکومت کے زیر نگرانی ایک خود مختار ادارہ کی حیثیت سے از سر نو عالم وجود میں آئی۔ اب اسے پارلیمنٹ نے "قومی اہمیت رکھنے والے ادارہ" کی حیثیت دیدی ہے۔ مالیات کی ذمہ داری تقریباً ایک اور سو کے تناسب سے بہار کی ریاستی حکومت اور مرکزی حکومت کے مابین گردش کرتی ہے۔

نئے انتظام کے ساتھ ہی اس کی علمی افادیت کو بڑھانے کی طرف بھی توجہ جاری ہے۔ اس ذیل میں پہلے ڈاکٹر اقبال حسین صاحب اور پھر پروفیسر کلیم الدین احمد کو ڈائرکٹر کے منصب کے لیے منتخب کیا گیا اور ان کے عہد میں لائبریری نے خاصی ترقی کی۔ ۱۹۷۳ء میں عابد رضا بیدار کو لائبریری کی خدمت سپرد کی گئی یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔

اس وقت لائبریری سے ہندستان اور بیرون ہندستان کے وہ تمام یا اکثر اسکالر فائدہ اٹھا رہے ہیں جو ہندستان کے ازمنۂ وسطیٰ کی تاریخ پر فارسی اور اردو ادبیات پر یا متعلقہ موضوعات پر کام کر رہے ہیں۔ لائبریری ایسے تمام کام کرنے والوں کو جو یہاں نہیں آسکتے ان کی فرمائش پر نوادر کے مائکروفلم یا فوٹو بھی مہیا کرتا ہے، جس کا لائبریری کے اندر انتظام ہے۔

لائبریری کو بڑھا کر فارسی عربی مخطوطات کی قومی لائبریری بنانے کا منصوبہ بھی شروع ہو گیا ہے اور تمام ہندستان کے مخطوطات کی غیر مطبوعہ فہرستوں کی نقول مہیا کی جا رہی ہیں اور منتشر نوادر کے فوٹو یا مائکروفلم حاصل کیے جا رہے ہیں۔

ذاتی ذخیروں میں محفوظ — اور صحیح معنوں میں غیر محفوظ — مخطوطات کے حصول کی کوششیں تیز کر دی گئی ہیں۔ نتیجہ میں عطیات اور خرید میں ان پچھلے بیس بائیس سال میں تقریباً دس ہزار اہم قلمی کتابیں اور اتنی ہی نادر مطبوعات اور تقریباً بیس ہزار نادر رسائل کا اضافہ ہو چکا ہے۔

لائبریری کی خوش نصیبی ہے کہ اسے ہندستان کے دو بڑے، اور اپنے اپنے حلقہ میں شاید سب سے بڑے، محققوں کا تعاون حاصل ہے۔ ایک پروفیسر سید حسن عسکری جو تاریخ ہند کے ازمنۂ وسطیٰ پر استناد کا درجہ رکھتے ہیں اور دوسرے مشہور محقق قاضی عبدالودود۔ ان کی نگرانی میں لائبریری کی ہمہ جہتی ترقی کی کوششیں ہوتی رہیں۔ لیکن ایک خصوصی کام جو چھیڑا گیا ہے اس کے لیے کچھ ایسے ہی سالک راہ مخطوطات درکار تھے، اور وہ یہ کہ اب لائبریری نے اپنے نوادر کی باقاعدہ اور مسلسل اشاعت کا ایک مستقل سلسلہ شروع کر دیا۔ ایک سہ ماہی خدا بخش لائبریری جرنل بھی ۱۹۷۷ء سے جاری ہے، جس میں لائبریری کے نوادر، بین الاقوامی خدا بخش سمینار کے مقالات اور روداد اور دوسری اہم تحریریں فارسی، عربی، اردو اور انگریزی زبانوں میں شائع ہوتی ہیں۔

(آواز، ۲۲ ستمبر)
(چند سطروں کا اضافہ ۱۹۹۰ء میں)

خدا بخش خاں بہادر

(سی۔ آئی۔ ای)

(از جناب مولانا حاجی معین الدین ندوی گیلانی پرنسپل مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ)

اگر بقائے نشان دوام حیات دوام ہے تو اس لحاظ سے خدا بخش خاں بہادر سی۔ آئی۔ ای بانی کتب خانہ مشرقی کو زندگی جاوید حاصل ہے۔ دنیائے علم وادب اپنے اس محسن کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی اور اہل وطن اپنے اس سپوت فرزند کو ہمیشہ سرمایۂ صد افتخار تصور کریں گے۔ وہ علم وادب کے عاشق تھے، اسی عشق نے ان کا نام باقی رکھنے کے لئے سطح دہر پر پائیدار ثبت کر دیا ہے ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

خدا بخش خاں مرحوم کا ایثار، ان کی قومی محبت، ان کی دینی غیرت اور سب سے زیادہ ان کی علمی و ادبی خدمات اس قابل ہیں کہ افراد قوم کے سامنے انہیں بار بار پیش کیا جائے اور ان کے مخلصانہ اور بے ریا طرز زندگی کو نمونۂ عمل بنانے کی ترغیب دی جائے۔ ان کے معاصرین میں نواب سر سید مرحوم اور نواب محسن الملک مرحوم کو غیر معمولی شہرت حاصل ہے لیکن درحقیقت ہمارے اس بہاری قائد اعظم نے جس خلوص اور ایثار کا نمونہ پیش کیا ہے وہ اپنی آپ نظیر ہے۔ اگر ایک طرف انہوں نے اپنی قوم کو بام عروج تک پہنچانے کے لئے دماغی و جسمانی مشقت برداشت کی، قومی فلاح و بہبود کے افکار میں شب بیداری کو اپنا شیوہ بنایا اور تحریر و تقریر سے قوم خفتہ کو جگانے کی کوشش کی تو دوسری طرف انہوں نے اپنی ساری کائنات اور اپنی تمام عمر کا اندوختہ "کتب خانہ مشرقی" کی صورت میں وقف عام کر دیا اور اس طرح انہوں نے اہل و عیال کے حقوق کو قومی ضرورت کے مقابلہ میں پس پشت ڈال دیا۔ ایک بڑے فرنچ فلسفی کا مقولہ ہے "میں اپنی ذات سے زیادہ اپنے خاندان کو، خاندان سے زیادہ وطن کو اور وطن سے زیادہ انسانیت کو محبوب رکھتا ہوں" خدا بخش خاں مرحوم کی زندگی درحقیقت اس مقولہ کی عملی تشریح ہے۔ ان کی زندگی میں خوش حالی و تنعم کے دور بھی گذرے ہیں، پھر فلاکت و افلاس کے خوفناک دن بھی آئے ہیں مگر تم دیکھو گے کہ اس بلند حوصلہ انسان نے نیکی و نفع رسانی خلائق کا دامن کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑا ہے ؎

باین رواق زبرجد نوشتہ اند بزر کہ جز نکوئی اہل کرم نخواہد ماند

خاندان

خدا بخش خاں مرحوم نسبی تفاخر کو پسند نہیں کرتے تھے مگر یہ واقعہ ہے کہ ان کا خاندان علمی و ادبی ذوق کے لئے ہمیشہ



خان بہادر خدا بخش خاں - مرحوم وکیل سی - آئی - ای - بانی اورنٹل پبلک لائبریری پٹنہ -

ممتاز رہا ہے، ان کے والد محمد بخش اپنے زمانہ کے ایک ممتاز وکیل تھے، قلمی کتابوں کے جمع کرنے کا غیر معمولی ذوق رکھتے تھے، فارسی زبان میں کافی دستگاہ حاصل تھی، عربی سے بھی ناآشنا نہ تھے۔ انہوں نے اپنے خاندانی حالات کے متعلق ایک بیاض لکھی ہے، اس بیاض کا ایک قلمی نسخہ کتب خانۂ مشرقی میں موجود ہے، اسمیں وہ اپنا نسب نامہ اس طرح درج فرماتے ہیں۔

"نسب نامہ بندہ محمد بخش خان این است کہ بندہ ولد جناب علی بخش مرحوم ابن شیخ رمضان علی ابن شیخ محمد باقر ابن قاضی شیخ ہبۃ اللہ مرحوم مغفور صدیقی نسباً و دہلی وطناً از دہلی آمدہ، و در مقام اوکھی ضلع سارن مقیم شدند الخ"

اس نسب نامہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا بخش خاں مرحوم کے مورث اعلیٰ قاضی شیخ ہبۃ اللہ نسباً صدیقی تھے اور دہلی سے ترک وطن کر کے سب سے پہلے صوبۂ بہار تشریف لائے اور مقام اوکھی ضلع سارن میں مقیم ہوئے، سر جدو ناتھ سرکار اپنی انگریزی تصنیف "اسٹڈیز ان مغل انڈیا" میں لکھتے ہیں کہ یہ قاضی ہبۃ اللہ وہی ہیں جو سلطان اورنگ زیب عالمگیر کے ملک کے علماء کے ساتھ فتاویٰ عالمگیری کی تدوین پر مامور ہوئے تھے مگر مسٹر صلاح الدین مرحوم اپنی انگریزی تالیف "My Father: His Life and Reminiscences" میں بجا طور پر اس خیال کی تردید فرماتے ہیں، تاریخی حیثیت سے اس کے متعلق کوئی ثبوت موجود نہیں ہے۔

ولادت اور تعلیم و تربیت

خدا بخش خاں مرحوم ۲ / اگست ۱۸۴۲ء میں بمقام چھپرہ تولد پذیر ہوئے۔ پیدائش کے تھوڑے ہی دنوں بعد ان کا خاندان بانکی پور منتقل ہو کر آگیا، یہاں والد بزرگوار کی نگرانی میں ان کی تعلیم و تربیت شروع ہوئی، عام دستور کے مطابق ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ پھر ۱۸۵۳ء میں مسٹر ٹراورس کے مشورہ سے جو اسوقت پٹنہ میں ڈسٹرکٹ جج کے عہدہ پر فائز تھے پٹنہ ہائی اسکول میں داخل کئے گئے۔ ۱۸۵۹ء میں جبکہ غدر کی ہنگامہ خیزی نے پٹنہ ہائی اسکول کو صفحۂ ہستی سے معدوم کر دیا، ہمارا یہ جوان ہمت طالب العلم تکمیل تعلیم کے خیال سے راہی کلکتہ ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ اسوقت کلکتہ اور پٹنہ کے درمیان ریلوے کا سلسلہ قائم نہیں ہوا تھا، موجودہ وسائل سفر کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھے، غرض مصائب و گرانباری مسافت کے لحاظ سے اسوقت تک "سفر صورت سقر دارد" کا مقولہ بالکل صحیح تھا لیکن خدا بخش خاں مرحوم کے دل میں قدرت نے تحصیل علم کا غیر معمولی جذبہ ودیعت کیا تھا، شوق کامل نے رہبری کی اور عزم راسخ نے بالآخر انہیں کلکتہ پہونچا دیا۔ وہاں نواب امیر علی خاں نے حرم علم کے اس حامی کو شفقت و محبت کے ساتھ اپنے گھر میں جگہ دی، اور سہ سالہ سعی پیہم کے بعد ۱۸۶۱ء میں انہوں نے کلکتہ یونیورسٹی سے انٹرنس کی سند حاصل کی، دل کا تقاضا تھا کہ وادی علم کی رہ نوردی ابھی منقطع نہ ہو مگر کلکتہ کی ناموافق آب و ہوا نے آگے بڑھنے کی اجازت نہ دی، بانکی پور واپس آئے اور وکالت کی سند حاصل کرنے کے لئے لا کلاس کی شرکت اختیار کی لیکن بے آزادی اور بے فکری کا زمانہ تمام ہو چکا تھا، شفیق باپ کے قوائے دماغی و عملی مضمحل ہونے لگے، اور رفتہ رفتہ تندرستی ایسی خراب ہوئی کہ بالآخر پیشۂ وکالت سے معذور ہو گئے، چونکہ آمدنی کا اور کوئی دوسرا ذریعہ نہیں تھا اسلئے بوڑھے باپ کی بیکاری سے پورے خاندان کی کفالت کا بار گراں نوجوان خدا بخش کے سر پر آ پڑا، اب ایک طرف لا کلاس کی حاضری تھی، اور دوسری طرف سارے کنبہ کی پرورش کے لئے روپیہ کمانے کی فکر، ہمارے اس اولوالعزم نوجوان نے غیر معمولی تندہی، قابل تقلید ثبات و استقلال اور

صبر اور تحمل کے ساتھ کشمکشِ حیات کی اس پہلی وادی کو طے کرنا شروع کیا۔ اسی زمانہ میں انہوں نے نائب منشی کے لئے درخواست دی مگر ناکام رہے پھر ڈسٹرکٹ جج کی پیشکاری کے لئے امیدوار ہوئے، اس میں کامیابی ہوئی مگر ڈسٹرکٹ جج مسٹر لیڈر سے نااتفاقی ہو جانے کے باعث اسے چھوڑنا پڑا۔ اس کے بعد ڈپٹی انسپکٹر آف اسکول کا عہدہ ملا مگر بہت جلد ہی اس سے بھی دست بردار ہونا پڑا۔ غرض [illegible]ء سے [illegible]ء تک گرداب مصیبت میں گرفتار رہے، ہر طرف سے ناکامی و نامرادی کا زور تھا مگر آپ اولوالعزم تھے۔ مشکلات بجائے پست ہمتی کے ان کے لئے زیادہ ہمت کا باعث ثابت ہوئے۔ وہ عرصۂ حیات کے تمام شدائد و عوائق کا مقابلہ کرتے ہوئے مردانہ وار آگے بڑھتے رہے۔ وہ اپنی خوشحالی کے زمانہ میں جب کبھی اس دور مصیبت کو، اسی عہد حرماں نصیبی کو اور اس ذہنی ہیجان کے زمانہ کو یاد کرتے تو آنکھیں پرنم ہو جاتیں۔ بہرکیف مصیبت کے دن ختم ہونے والے تھے ختم ہو گئے۔

وکالت

۱۸۶۸ء میں انہوں نے وکالت شروع کی۔ اس پیشۂ وکالت سے ان کے صحیفۂ حیات میں دفعتہً خوش قسمتی کا ایک نیا اور درخشاں باب کھل گیا، صرف دو سال کی قلیل مدت میں وہ پٹنہ کے نامی وکلا میں شمار کئے جانے لگے۔ ان کی یہ کامیابی غیر متوقع نہ تھی۔ ان کے والد محمد بخش پٹنہ بار کے نامی گرامی وکلا میں تھے۔ صالح فرزند کو لائق باپ کی پوری اہلیت و ذہانت وراثت میں ملی تھی۔ ایک کامیاب وکیل کے لئے جن اوصاف کی ضرورت تھی انہیں وہ تقریباً سب بدرجۂ اتم موجود تھے۔ غیر معمولی ذہانت، حاضر جوابی کے مخصوص ملکہ، عدیم النظیر قوت حافظہ، گفت و واقعات کی عجیب و غریب قدرت اور مدلل قوت بحث نے بالآخر انہیں میدان وکالت کا بہترین شہسوار ثابت کیا۔ خوش قسمتی ان پر مسکرائی، زر و جواہر کا بادل امنڈ پڑا اور عیش و تنعم کی باد بہاری سے وہ جس قدر لطف اندوز ہو سکے لذت اندوز ہوئے۔ اس دور اقبال میں ملک و قوم کی خدمت کا بھی کافی موقع ہاتھ آیا۔ ۱۸۷۷ء میں انہوں نے امور میونسپلٹی کے سلسلہ میں جو خدمت انجام دی، اس کے صلہ میں حکومت کی طرف سے ایک اعزازی سند اقدرت نامہ عطا ہوا۔ پھر جب انہوں نے لوکل سلف گورننگ باڈی کی بنیاد ڈالی تو پٹنہ ڈسٹرکٹ بورڈ کے وہ پہلے چیئرمین مقرر ہوئے۔ اس کے بعد ۱۸۸۰ء میں پٹنہ کے سرکاری وکیل بنائے گئے اور اسی سال خان بہادر کے خطاب سے سرفراز ہوئے۔ ۱۸۹۱ء میں انہوں نے کتب خانہ شرقی کی بنیاد ڈالی۔ قومی خدمات کے سلسلہ میں ان کا شاندار کارنامہ ہے جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

حیدر آباد کی ملازمت

۱۸۹۵ء میں نظام حیدر آباد نے تین سال کے لئے انہیں اپنی ریاست میں چیف جسٹس کا عہدہ عطا کیا۔ دوران قیام حیدر آباد میں انہوں نے اپنے کتب خانہ کے لئے مخطوطات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ فراہم کیا۔

علالت

۱۸۹۸ء میں حیدر آباد سے واپس آکر انہوں نے پھر وکالت شروع کی مگر فالج کے ایک ناگہانی حملے نے از کار رفتہ بنا دیا۔ اب اقبال کے بعد ادبار دنیا نے پھر اپنی منحوس صورت دکھائی، مگر قومی و ملکی خدمات کے صلہ میں حکومت ہند نے دستگیری کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ ۱۹۰۳ء میں سی۔ آئی۔ ای کا معزز خطاب ملا اور مبلغ دو سو روپیہ ماہانہ مشاہرہ پر کتب خانہ کی نظامت تفویض ہوئی۔ ادائے قرض کے لئے مبلغ آٹھ ہزار روپیہ کا یکمشت عطیہ مرحمت ہوا۔

علمی مشغلہ

پیشۂ وکالت کی غیر معمولی مصروفیت کے باوجود علمی مشاغل سے کبھی غافل نہیں رہے۔ کچہری سے آتے ہی کھانا کھاتے اور تھوڑی استراحت کے بعد اپنے کتب خانہ میں عزلت نشیں ہو جاتے اور کتب بینی، مضمون نویسی یا دوستوں احباب سے علمی و مذہبی مباحث پر گفتگو کرنے میں اپنا وقت صرف فرماتے۔ انہیں فارسی زبان میں غیر معمولی دستگاہ حاصل تھی۔ عربی میں بھی کافی استعداد رکھتے تھے خصوصاً اشعار اس کثرت سے یاد تھے کہ وہ عربی و فارسی اشعار گھنٹوں زبانی پڑھ سکتے تھے۔ فارسی میں دیوان حافظ اور مثنوی مولانا روم سے غیر معمولی شغف تھا۔ انہیں وہ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے اور بڑی پابندی کے ساتھ روزانہ تلاوت فرماتے تھے۔ عام ہندوستانی فارسی دانوں کے برخلاف انہیں فارسی تحریر پر بھی کافی قدرت حاصل تھی۔ بے تکلف لکھتے اور ایسی لکھتے کہ اہل زبان کی شان نظر آتی۔ ان کی مشہور آفاق فارسی تصنیف "محبوب الالباب" کے بعض حصے اس دعوی کی تائید میں پیش کئے جا سکتے ہیں۔ یہ درحقیقت کتب خانہ مشرقی کے عربی و فارسی مخطوطات کی ایک تفصیلی فہرست ہے۔ اس میں مصنفین کے حالات دیئے گئے ہیں اور ان کی تصنیفات پر عالمانہ انداز میں تبصرہ کیا گیا ہے۔ خدابخش مرحوم کو اس تصنیف پر بے انتہا ناز تھا۔ پہلی جلد تقریباً پانچ سو صفحات پر مشتمل ہے اور چھپ کر شائع ہو گئی ہے۔ افسوس ہے کہ وہ اس کا بقیہ حصہ مکمل نہ فرما سکے۔ اس محبوب الالباب کے علاوہ انہوں نے لارڈ منٹو کے سفرنامہ کو انگریزی سے فارسی میں ترجمہ کیا ہے۔ پروفیسر براؤن سے مکاتبت و مراسلت بھی فارسی ہی میں ہوا کرتی تھی۔

گو وہ ایک طرف عربی و فارسی کے ذی استعداد عالم تھے تو دوسری طرف انگریزی ادب سے بھی نا آشنا نہ تھے۔ انگریزی شعراء میں وہ شیکسپیر، بائرن (Byron) کو پسند کرتے تھے مگر شیلے (Shelley) کے سحر آگیں تغزل، کیٹس (Keats) کے اعلیٰ تخیل، ورڈسورتھ (Wordsworth) کی شیریں کلامی اور نکتہ سنجی، ٹینیسن (Tennyson) کی دلپسند بندش اور سوئنبرن (Swinburne) کی فلسفہ آمیز جادو طرازی سے بے خبر نہ تھے۔ متاخرالذکر کو وہ زور کلام میں قاآنی سے تشبیہ دیا کرتے تھے۔ گبن (Gibbon) کو وہ صرف پسند ہی نہیں کرتے تھے بلکہ اس سے گونہ محبت رکھتے تھے۔ اس نے عروج اسلام کے عنوان سے جو نظم لکھی ہے وہ انہیں زبانی یاد تھی۔ انجمن اسلامیہ پٹنہ کے خطبہ صدارت میں اس کے متعلق انہوں نے ایک مرتبہ اس طرح اپنا خیال ظاہر فرمایا تھا۔

"گبن نے آیات کریمہ کے ترجمہ کو پڑھ کر یہ عبارت اپنی تاریخ میں لکھی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ رسول اللہ نے پرستش (اصنام) اشخاص اور سیارہ کو اس معقول دلیل پر ممتنع کر دیا کہ جسکو عروج ہے اسکو زوال بھی ہے، جس شخص کے لئے طلوع ہے اوس کے لئے غروب بھی ضروری ہے، ہر متولد کے لئے موت ساتھ لگی ہوتی ہے اور ہر انقلاب پذیر چیز کا مادہ انحطاط و فنا توام ہے۔ اس کے بعد وہ یہ لکھتا ہے کہ مذہب اسلام وہ مذہب ہے کہ جسکو ایک موحد فلسفی بے تکلف قبول کر سکتا ہے۔"

مل (Mill) کی خود نوشتہ سرگذشت، گوئٹے (Goethe) کی صداقت و شاعری اور بینیونو سیلینی (Benvenuto Cellini) کی آٹو بیاگرافی کو انہوں نے مسٹر صلاح الدین مرحوم سے تمام و کمال

پڑھوا کر سنا تھا، انہیں مشاہیر کے حالات و سوانح سے غیر معمولی دلچسپی تھی، سر جدونا تھ سرکار لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ان سے مختلف علمی، ادبی اور تاریخی مسائل پر بہت دیر تک گفتگو رہی، کثرت معلومات کے لحاظ سے انہیں ایسا معلوم ہوا کہ گویا ان کے سامنے ایک بحر ناپیدا کنار موجزن ہے۔

سیاسی خیالات

سیاسی حیثیت سے وہ ہندوستان میں برطانوی حکومت کو نعمت غیر مترقبہ تصور فرماتے تھے، انہیں یقین تھا کہ اہل ملک، سردست تک حکومت خود اختیاری کے لائق نہیں ہوئے ہیں، ایسی حالت میں اگر برطانوی حکومت کا خاتمہ ہوا تو دوبارہ سازش و فرقہ، طبقہ خواص کی جہالت اور جنگجو اقوام کی حریصانہ چپقلش شدید، جو اس وقت ملک کے امن و امان کو خاک سیاہ کر دے گی، ان کا یہ دلی عقیدہ تھا کہ ملک کو نام نہاد سیاسی رہنمائی سے زیادہ اخلاقی و معاشرتی اصلاح کی ضرورت ہے۔ انہیں یقین تھا کہ "سوراج" اور "بائیکاٹ" کی تلقین کرنے والے ملک کو نقصان پہنچا رہے ہیں، ان کی اس معاندانہ روش سے حکمران طبقہ ناراض ہوگا اور اصلاح ملک کی رفتار ترقی سست ہو جائیگی، وہ فرمایا کرتے تھے کہ نصف درجن خوش بیان مقررین کی آتش بیانی ملک کو اس قدر فائدہ نہیں پہنچا سکتی جس قدر وہ حکومت وقت کی ہمدردانہ توجہ سے مستفید ہو سکتا ہے، وہ انگریزوں کی فرض شناسی، بردباری، ضبط نفس، استقلال اور دوسرے عمدہ صفات کی دل سے قدر کرتے تھے، انہیں برطانوی عدل و انصاف پر بہت زیادہ بھروسہ تھا، مطالبۂ حقوق کے لئے آئینی طرز احتجاج کو پسند کرتے تھے، انہیں امید تھی کہ اگر بعض ان شائستہ حکومت کو اصلاح کی طرف توجہ دلائی جائے تو وہ ضرور خیال کرے گی، انہیں یقین تھا کہ ملک میں برطانوی حکومت کے خلاف کچھ بہت زیادہ ناراضی موجود نہیں ہے، پنجاب کے واقعات اور بنگال کی انارکسٹ سوسائٹی کو چند نوجوانوں کی شوریدہ سری اور ناکام دماغی تصور فرماتے تھے لیکن انہیں خوف تھا کہ اگر حکومت اور رعایا کے درمیان غلط فہمی کا سلسلہ زیادہ عرصہ تک جاری رہا تو پھر اسکا ازالہ دشوار ہوگا، جنگ روس و جاپان کے واقعات کو وہ نہایت ہی دلچسپی کے ساتھ پڑھا کرتے تھے لیکن انہیں اس سے اختلاف تھا کہ جاپان کی کامیابی ہندوستانی نوجوانوں کے خیالات پر کچھ بہت زیادہ اثر انداز ہوئی ہے، وہ کہتے تھے کہ ہندوستانی جذبۂ حریت درحقیقت برطانوی طرز حکومت کا نتیجہ ہے، اس نے خود ہی اس ملک میں یورپین تہذیب و تمدن کی تخم ریزی کی ہے، جمہوریت پسندی اس تمدن کا جزو لاینفک ہے، اس بنا پر ضروری ہے کہ دائرۂ تعلیم کی توسیع کے ساتھ حقوق و اختیارات کے تفویض میں بھی فراخدلی کا ثبوت دیا جائے۔

مذہبی عقائد

خدابخش خاں مرحوم ایک راسخ العقیدہ اور پابند شریعت مسلمان تھے، نماز پنجگانہ کبھی فوت نہیں ہوئی، نماز صبح کے بعد خود بھی معمولاً تھوڑی دیر تلاوت قرآن فرماتے اور بچوں کو بھی ہمیشہ تلاوت قرآن کی تاکید کرتے، ان کے دل میں قرآن پاک کی جو غیر معمولی عظمت و وقعت تھی اس کا اندازہ اس سے ہوگا کہ جب صلاح الدین مرحوم بغرض تحصیل علم راہی انگلستان ہوئے تو شفیق باپ کے گرانقدر تحائف میں کلام مجید کا ایک نفیس نسخہ بھی تھا، جس کے ایک ورق پر حسب ذیل عبارت انہوں نے اپنے ہاتھ سے تحریر فرمائی تھی:-

"بروز روانگی ولایت بغرض تلاوت فرزند عزیز مذبحہ بخشیدہ ام۔ خداوند تعالیٰ ببرکت این مصحف شریف فرزند مذکورہ را در امن خود نگاہ دارد و بسلامتی ایمان فائز المرام بایں حقیر ملحق سازد۔ حررہ خدا بخش عفی عنہ مرقوم تاریخ ۲۴ اپریل ۱۸۹۳ء"

ایک سچے مومن کی طرح ان کا دل ہمیشہ خوف خدا سے لرزاں و ترساں رہتا اور وہ اکثر انتہائی خشوع و خضوع کے ساتھ حسب ذیل رباعی ورد زبان رکھتے ؎

ای مطلع آفتاب ذات احدی — صبح ازلی چراغ شام ابدی
کس نیست بجز تو دستگیر ما — یا ختم رسل فدا بیدی خذ بیدی

رسول اور آل رسول کی محبت سے ان کا خانۂ دل معمور تھا، نعتیہ غزلیں نہایت کثرت سے یاد تھیں، اور انہیں اکثر عالم وجد میں پڑھتے اور کیف بیخودی سے لذت اندوز ہوتے مگر اس سلسلہ میں جو بدعات اختراع کی گئی ہیں ان سے قطعاً متنفر تھے۔ عظیم آباد کے محرم کو اپنی عظمت و شوکت کے لحاظ سے غیر معمولی شہرت حاصل ہے، دسویں محرم کو شہر میں اطراف واکناف سے تماشہ بینوں کی تعداد کثیر مجتمع ہو جاتی ہے مگر خدا بخش خاں مرحوم نے کبھی اپنے بچوں کو محرم جلوس کے دیکھنے کی اجازت نہ دی، ان کا خیال تھا کہ تاریخ اسلام کے اس سب سے بڑے روح فرسا واقعہ کو یوم جشن بنانا اور اس کا سوانگ نکالنا نہ صرف حماقت بلکہ بہت بڑی بے ادبی اور گستاخی ہے، وہ روز عموماً تلاوت قرآن اور دوسری مذہبی کتابوں کے پڑھنے میں مشغول رہتے۔ انہیں زیارت حرمین کا بڑا اشتیاق تھا مگر افسوس ہے کہ ان کا یہ شوق پورا نہ ہو سکا۔

خدمت اسلام کا جذبہ

مستشرقین یورپ کی طرف سے اسلام اور تاریخ اسلام پر جو معاندانہ حملے ہوتے رہتے ہیں ان سے خدا بخش خاں مرحوم کو نہایت تکلیف پہونچتی تھی۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ یورپین اہل قلم مشرقی ممالک اور مشرقی اقوام کے دینی جذبات اور مختص المقام اطوار و خصائل کا صحیح اندازہ نہیں کر سکتے، مغرب میں مذہب جزو معاشرت ہے لیکن مشرق میں جزو حیات ہے، ایک مشرقی کے دل و دماغ پر مذہب کو جو اقتدار حاصل ہے ایک مغربی اس کے سمجھنے سے قاصر ہے، مشرقی خیالات، مشرقی روایات اور مشرقی جذبات مغرب کی روائی خیالات سے بالکل جداگانہ ہیں، چنانچہ اسلام اور بانی اسلام کے متعلق یورپین مصنفین سے بعض اسی بنا پر غلطی ہوئی ہے کہ وہ مشرقی خیالات و جذبات کے سمجھنے سے عاجز رہے ہیں، مشرق تو مغرب سے بہت دور ہے، حقیقت یہ ہے کہ خود مغربی اقوام کے لئے بھی باہم ایک دوسرے کے قومی خصائل کا سمجھنا دشوار ہے چنانچہ بیجہاٹ (Bagehat) کہتا ہے:-

"قومی خصلت ایک نہایت ہی غامض اور دقیق چیز ہے، ایسے لوگوں کے سامنے جنہیں تمہاری زبان کے سمجھنے میں دشواری پیش آتی ہے، جن کی مجلس میں تم اپنے آپ کو اجنبی تصور کرتے ہو اور جن کے متعلق تمہارا خیال ہے کہ وہ تمہاری باتوں کو اچھی طرح نہیں سمجھ سکتے، تم اس کی صحیح نمائش سے قاصر ہو"

غلط فہمی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ تاریخ اسلام کے مطالعہ میں اپنے ذاتی افکار و خیالات کو دخل انداز کیا جاتا ہے اور پھر اس پر توہمات باطلہ کی ایک عمارت کھڑی کر لی جاتی ہے۔ یہ کسقدر افسوسناک امر ہے کہ وان کریمر ([illegible]) جیسا لائق محقق عربوں کے قبول اسلام کی وجہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ دور اول کے جنگجو اسلام نے انہیں جیسا مال غنیمت کی امید دلائی تھی۔ اسیطرح ڈاکٹر گولڈ زیہر ([illegible]) جیسا فاضل اہل قلم محض اس بناء پر کہ بائبل اور اسلامی روایات میں جابجا توافق پایا جاتا ہے یہ رائے قائم کی ہے کہ اسلام میں جسقدر اچھی باتیں ہیں وہ تمام تر نصرانیت سے ماخوذ ہیں۔ لیکن اسے یاد نہیں رہا کہ عرب میں جس قسم کی نصرانیت پھیلی ہوئی تھی اسکی حالت نہایت زبون تھی چنانچہ ڈیوڈش ([illegible]) کہتا ہے:-

"اس زمانہ میں یہ ایک عام طریقہ ہو گیا ہے کہ اسلام میں جس قسم کی کوئی خوبی بھی نظر آئے اسکو عیسائیت کی طرف منسوب کر دیا جائے لیکن ہمارا خیال ہے کہ یہ نظریہ ایماندارانہ تحقیق پر مبنی نہیں ہے کیونکہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ میں عرب کی عیسائیت نہایت ہی ناگفتہ بہ حالت میں تھی"

مذکورہ بالا وجوہ و اسباب کی بناء پر خدا بخش خاں مرحوم کی یہ دلی خواہش تھی کہ یورپین مصنفین کی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جائے چنانچہ جب مسٹر صلاح الدین مرحوم بغرض تکمیل تعلیم راہی انگلینڈ ہوئے تو دیندار باپ کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ وہ جرمن اور فرنچ پڑھکر اسلامی نقطۂ نگاہ سے اسلام کی ایک مکمل تاریخ مرتب کریں۔

مذہبی رواداری

اگرچہ خدا بخش خاں مرحوم اسلام کے ایک سچے فدائی تھے اور اسکو مذاہب عالم میں سب سے بہتر اور مکمل خیال فرماتے تھے تاہم انہیں اس سے اختلاف تھا کہ جنت صرف مسلمانوں کے لئے مخصوص ہے۔ یہ ان کے تصور سے باہر تھا کہ خدا جسکے رحم و عدل و کرم کے اوصاف سے متصف ہے محض اسلئے بنی نوع انسان کے ایک بڑے حصہ کو داخل جہنم کریگا کہ اس نے اپنی پرستش کیلئے اسلام کے مقررہ طرز عبادت سے انحراف کیا۔ وہ معتقد تھے کہ نیکی اور عبادت الٰہی خواہ کسی رنگ و روپ میں ہو کبھی ضائع نہیں جاتی۔ اس سلسلہ میں وہ اکثر ثنائی اور دوسرے شعراء کے حسب ذیل اشعار سے استدلال کیا کرتے تھے

سخن کز بہر دین گوئی چہ عبرانی چہ سریانی
مکان کز بہر حق جوئی چہ جابلقا چہ جابلسا

شیخ کعبہ ہو کے پہونچا ہم کنشت دل میں ہو
درد منزل ایک تھی ٹک راہ ہی کا پھیر تھا

وفاداری بشرط استواری اصل ایماں ہے
مرے بت خانہ میں تو کعبہ میں گاڑو برہمن کو

مذہبی مباحث میں نہایت ہی بردباری سے کام لیتے تھے، ۱۸۹۴ء میں جب مسٹر صلاح الدین مرحوم تعطیل گرما بسر کرنے کے لئے انگلینڈ سے ہندوستان آئے تو ان سے اکثر مذہبی گفتگو رہتی، یورپ کے ملحدانہ ماحول نے نوجوان فرزند کے خیالات میں بڑی تبدیلی پیدا کر دی تھی، دیندار باپ کو اس سے تکلیف ضرور پہونچی گر چین بر جبیں ہونے کی بجائے انہیں ہدایت کی کہ

انگریزی میں سر ولیم میور کی "لائف آف محمد" کوئیلے کی "لائف آف محمد" اور ڈاڈ کی "بدھا، کرائسٹ اینڈ محمد" اور عربی میں ابن ہشام کی سیرت، قاضی عیاض کی کتاب الشفا، الملا، الاربلی کی وسیلۃ المتعبدین اور ابن قیم کی زاد المعاد پڑھ کر اپنے خیالات کی اصلاح کریں۔

اس مذہبی رواداری کا اثر یہ تھا کہ غیر مسلم احباب سے ان کے تعلقات نہایت ہی مخلصانہ تھے، خصوصاً ہندوؤں کی طرف میلان طبع بہت زیادہ تھا، وہ کہا کرتے تھے کہ ان کے جسم میں برہمنی خون کی آمیزش ہے، واقعہ یہ ہے کہ ان کے والد محمد بخش مرحوم کو بچپن میں ایک برہمنی عورت نے دودھ پلایا تھا، چنانچہ اس مادر مرضعہ کے جذبات مذہبی کا احترام ملحوظ رکھنے کے لئے محمد بخش مرحوم اور ان کے لائق فرزند خدا بخش مرحوم گائے کے گوشت سے ہمیشہ محترز رہے۔

خدا بخش خاں مرحوم نے اپنی ہر دلعزیزی سے فرقہ وارانہ مناقشات مذہبی کے دور کرنے میں بارہا قیمتی مدد پہونچائی، خصوصاً ۱۸۹۳ء میں فسادات گاؤکشی کے سلسلہ میں ایسی گرانقدر خدمت انجام دی کہ بنگالہ اور بہار کے لفٹنٹ گورنر سر انٹونی مکڈانل نے انہیں شکریہ کا ایک مخصوص خط لکھا۔

قومی خدمات

عظیم آباد کے مسلم رہنماؤں میں خدا بخش خاں مرحوم، قاضی رضا حسین مرحوم اور مولوی محمد حسن مرحوم کو امتیازی حیثیت حاصل تھی۔ ان تینوں میں باہم غیر معمولی اخلاص تھا، کم سے کم ہفتہ میں دو مرتبہ وہ ضرور باہم مجتمع ہوتے اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے متعلق تبادلۂ خیالات کرتے، یہ وہ زمانہ تھا کہ مسلمان انگریزی تعلیم سے متنفر تھے اور علمائے اسلام مسلمانوں کو اس سے باز رکھنے کے لئے انتہائی کوشش صرف کر رہے تھے، ان تینوں بزرگوں نے نہ صرف تندہی و جانفشانی کے ساتھ اس مخالفانہ سعی کا مقابلہ کیا بلکہ غریب مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت کو اپنے خرچ سے تعلیم دلا کر اشاد کام و نائز المرام بنایا۔

تاسیس کتب خانۂ مشرقی

قومی خدمات کے سلسلہ میں کتب خانۂ مشرقی کی تاسیس خدا بخش خاں مرحوم کا سب سے زیادہ مہتم بالشان کارنامہ ہے۔ پہلے گذر چکا ہے کہ ان کا خاندان علمی و ادبی ذوق کے لئے ہمیشہ ممتاز رہا ہے، ان کے والد محمد بخش مرحوم قلمی کتابوں کے جمع کرنے کا غیر معمولی ذوق رکھتے تھے، انہوں نے حالت نزع میں اپنے لائق فرزند خدا بخش خاں مرحوم کو وصیت کی کہ اگر زمانہ موقع دے تو خاندانی کتب خانہ کو ترقی دیکر رفاہ عام کے لئے وقف کر دیا جائے، سعادتمند فرزند نے بطیب خاطر و کمال گرمجوشی مرتے ہوئے باپ کی یہ آخری وصیت قبول کی، اس وقت قلمی کتابوں کی مجموعی تعداد چودہ سو تھی، ان میں سے بارہ سو خود محمد بخش مرحوم کی محصولہ تھیں اور تین سو انہیں وراثت میں ملی تھیں، خدا بخش مرحوم نے اسکو ترقی دیکر پانچ ہزار تک پہونچایا، ۱۸۹۱ء میں جبکہ مخطوطات کی مجموعی تعداد صرف تین ہزار تھیں سر الفریڈ کرافٹ (Sir Alfred Croft) کی ماتحتی میں ایک ماہر مخطوطات نے اسکی قیمت کا تخمینہ ڈھائی لاکھ روپیہ کیا تھا، مخطوطات کے علاوہ عربی، فارسی، اردو اور انگریزی مطبوعات کا ایک معتدبہ ذخیرہ بھی فراہم کیا گیا، مطبوعات کی قیمت کا اندازہ اس سے ہوگا کہ صرف انگریزی کتابوں کی مجموعی لاگت تقریباً ایک لاکھ روپیہ ہے، پھر اس گرانبہا سرمایہ کیلئے اسی ہزار روپیہ میں ایک شاندار عمارت بنوائی گئی اور ۱۸۹۱ء میں ۲۹ر اکتوبر کو پورا کتب خانہ مع زمین و عمارت ایک وقف نامہ

کی رو سے حکومت وقت کی سرپرستی میں قوم و ملک کے حوالے کر دیا گیا، بانیٔ کتب خانہ کی بے نفسی دیکھو کہ انہیں کتب خانہ کے نام کے ساتھ اپنے نام کا "بخش" بھی پسند نہ آیا، انہوں نے اس کا نام "اورینٹل پبلک لائبریری" رکھا، مگر پبلک نے ان کے اس زاہدانہ انکسار کو قبول نہیں کیا، ان کے والدین نے انہیں عطائے الٰہی تصور کر کے خدابخش کے نام سے موسوم کیا تھا، اہل ہند اس کتب خانہ کو خداوندی بخشش سمجھ کر "خدابخش لائبریری" کہتی ہے، ہندوستان میں اسکو اسی نام سے شہرت ہے اور وہ ہمیشہ اسی نام سے مشہور رہیگا۔

بانیٔ کتب خانہ کا غیر معمولی انہماک

اور

تائید غیبی کی بشارت

خدابخش خاں مرحوم کو اس کتب خانہ میں جو غیر معمولی انہماک تھا اس کے اندازہ کے لئے صرف یہی کافی نہیں ہے کہ انہوں نے اپنی ساری کائنات اور تمام عمر کی کمائی اس میں صرف کر دی، واقعہ یہ ہے کہ انہیں غیر معمولی دھن تھی، انتہائی محویت تھی اور ایک ایسی وارفتگی تھی جو آخری لمحۂ حیات تک قائم رہی، سفر ہو یا حضر، خلوت ہو یا جلوت، عالم خواب ہو یا عالم بیداری وہ ہر وقت اور ہمیشہ کتب خانہ کے افکار میں غلطاں و پیچاں رہتے، رات کو خواب بھی دیکھتے تو کتب خانہ ہی سامنے ہوتا، ۱۸۷۶ء میں جبکہ والد کی وفات کے بعد انہوں نے کتابوں کے جمع کرنے کا کام شروع کیا تو پہلے قلمی کتابیں نہایت ہی مختصر تعداد میں دستیاب ہوئی تھیں، ایک مرتبہ شب کے وقت انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں "اگر تم قلمی کتابوں کے متلاشی ہو تو ہمارے ساتھ آؤ" وہ ان کے ساتھ روانہ ہوتے ہیں اور ایک نہایت ہی شاندار عمارت کے پھاٹک پر پہونچکر رک جاتے ہیں، ان کے رہنما اندر داخل ہوتے ہیں اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آکر انہیں ایک نہایت ہی وسیع دالان میں لے جاتے ہیں، وسط دالان میں ایک نقاب پوش بزرگ تشریف فرما ہیں اور چاروں طرف ان کے احباب کا مجمع ہے، ان کے رہنما نقاب پوش سے بکمال ادب عرض کرتے ہیں "حضرت! یہ شخص قلمی کتابوں کے لئے آیا ہے" حکم ہوتا ہے "کتابیں دیدی جائیں" فرط انبساط میں آنکھیں کھل جاتی ہیں، اب نہ وہ عظیم الشان عمارت ہے، نہ وہ نقاب پوش بزرگ ہیں اور نہ وہ مجمع احباب ہے مگر اس خواب کے بعد ہی اطراف واکناف عالم سے مخطوطات کا سیلاب عظیم امنڈ آتا ہے اور پٹنہ کی سرزمین جواہر گرانمایہ سے مالا مال ہو جاتی ہے، خدابخش خاں مرحوم کا خیال تھا کہ وہ نقاب پوش بزرگ خود حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور مجمع احباب میں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے۔

کتب خانہ کی موجودہ عمارت مکمل و مرتب ہو جانے کے بعد وہ پھر ایک مرتبہ خواب میں دیکھتے ہیں کہ کتب خانہ کے سامنے سڑک پر ایک جم غفیر مجتمع ہے، گھر سے نکل کر کتب خانہ کے دروازہ پر آتے ہیں، لوگ انہیں دیکھکر تعجب سے کہتے ہیں، "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے کتب خانہ کا معائنہ فرما رہے ہیں، اور تم یہاں کھڑے ہو!" وہ بسرعت تمام مخطوطات کے کمرہ میں داخل ہو کر دیکھتے ہیں

کہ آپ تشریف لے جا چکے ہیں، مگر حدیث کی دو قلمی کتابیں میز پر کھلی پڑی ہیں، محرومیِ زیارت پر وفورِ تأسف سے آنکھیں کھل جاتی ہیں، اب نہ وہ مخطوطات کا کمرہ ہے اور نہ سڑک پر لوگوں کا ہجوم ہے، اس خواب کے بعد خدا بخش خاں مرحوم حدیث کی ان دونوں کتابوں کو نہایت عزیز رکھتے تھے، خیال تھا کہ شاید حضرت نے انہیں ملاحظہ فرمایا ہے، چنانچہ ان پر انہوں نے اپنے ہاتھ سے یہ لکھ دیا ہے کہ انہیں کبھی اور کسی حالت میں کتب خانہ سے باہر جانے نہ دیا جائے، مگر اس ممانعت کی کوئی وجہ نہیں لکھی ہے۔

خدا بخش خاں مرحوم کو کتب خانہ سے غیر معمولی محبت تھی، ان کی عمر کا زیادہ حصہ کتب خانہ کی چار دیواری اور کتابوں کی رفاقت میں بسر ہوا، انہیں ہر کتاب کا حلیہ، اسکی قیمت اور اسکی جگہ زبانی یاد تھی، وفات سے صرف دو دن پہلے جبکہ مرض نہایت اشتداد پر تھا اور حواس خمسہ جواب دے رہے تھے انہوں نے صحیح طور پر یہ بتا دیا کہ سنن ابی داؤد کا قلمی نسخہ فلاں الماری کے فلاں خانہ میں فلاں کتاب کے نیچے ہے۔

ہندوستان کے اسلامی کتب خانے

اگرچہ یہ صحیح ہے کہ شاہانِ مغلیہ کو علم و ادب کی سرپرستی میں بغداد، قاہرہ اور قرطبہ کے حکمرانوں کی طرح عظمت و شہرت حاصل نہیں ہے تاہم یہ واقعہ ہے کہ جب ان کی بربریت کا دور ختم ہوا اور چنگیز خاں کی اولاد حلقہ بگوش اسلام ہوئی تو انہوں نے علما کی ہمت افزائی میں نہایت نمایاں حصہ لیا، نصیر الدین طوسی، قطب الدین شیرازی، سعد الدین تفتازانی اور دوسرے بہت سے علما مغلیہ دورِ حکومت میں آسمانِ علم پر مہرِ درخشاں ہو کر چمکے اور مغل بادشاہوں کی فیاضیوں سے مالامال ہوئے، ہندوستان کی مغلیہ سلطنت بھی علم و ہنر کی سرپرستی میں نمایاں حیثیت رکھتی تھی، بانیِ سلطنت ظہیر الدین بابر ترکی اور فارسی میں یدِ طولیٰ رکھتا تھا۔ اس کے ترکی دیوان کا ایک نایاب نسخہ نواب رامپور کے کتب خانہ میں موجود ہے، ہمایوں بھی اپنی پریشانیوں کے باوجود علما کی قدر افزائی میں کوتاہ دست نہ تھا، اکبر نے اگرچہ خود تعلیم نہیں پائی تھی تاہم اگر اسکی علم پروری دیکھنا ہو تو آئینِ اکبری کے آخری ابواب پڑھو، جہانگیر خود توزک میں لکھتا ہے کہ اس نے یوسف زلیخا کا ایک نسخہ تیس ہزار روپیہ میں خریدا تھا، صرف اسی ایک واقعہ سے تم اسکی علمی قدردانی کا اندازہ کرو، کتب خانہ مشرقی نیز ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال میں ایسی متعدد کتابیں موجود ہیں جن پر شاہ جہاں نے چودہ سال کی عمر میں دستخط کئے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بعہدِ طفولیت سے بادۂ علم میں سرشار تھا، اورنگ زیب خود ذی علم تھا اور علماء کو محبوب رکھتا تھا اسکے رقعات میں علمی قدردانی کی متعدد شہادتیں موجود ہیں، غرض شاہانِ مغلیہ کی نوازش و علم گستری سے دہلی علم و ہنر کا مرکز بن گئی تھی، دہلی کے شہنشاہی کتب خانہ میں خطاطی و مصوری کے بہترین نمونے تیار کئے گئے اور چونکہ اندرون وسط ایشیا، ایران اور عرب میں طوائف الملوکی اور خونریز لڑائیوں کا غیر مختتم سلسلہ قائم تھا اسلئے وہاں کے علمی خزانے بھی دہلی منتقل ہو گئے پھر دکن میں قطب شاہی اور عادل شاہی حکومتیں نیست و نابود ہوئیں تو وہاں کے کتب خانے بھی دہلی کے شہنشاہی کتب خانہ سے ملحق ہو گئے، امرا و اہالیانِ منصب کے کتب خانے بھی اکثر ضبط ہو کر شہنشاہی کتب خانہ سے ضم ہو جاتے تھے، چنانچہ دربارِ اکبری کے ملک الشعرا فیضی نے وفات پائی تو اس کی ۴۳۰۰ کتابیں شہنشاہی کتب خانہ میں منتقل ہو گئیں، خلاصہ یہ ہے کہ دہلی کا شہنشاہی کتب خانہ اپنی عظمت و ندرت کے لحاظ سے عدیم النظیر تھا، اٹھارہویں صدی میں نوابانِ اودھ نے بھی قدردانی کا ہاتھ بڑھایا اور لکھنؤ کے کتب خانہ کو اچھی خاصی شہرت حاصل ہوئی، ریزیڈنٹ کی ایما سے

مشہور جرمن مستشرق مسٹر اسپرنگر نے اس کتب خانہ کے اردو اور فارسی مخطوطات کی ایک ضخیم فہرست مرتب کی تھی، ان دونوں کتب خانوں کے علاوہ اطراف و اکناف ملک میں اور بھی بہت سے کتب خانے موجود تھے مگر لکھنؤ اور دہلی کی تباہی اور غدر کی ہنگامہ آرائیوں میں مسلمانوں کے تمام قابل ذکر علمی خزانے غارتگروں کے دست تعدی سے تباہ و برباد ہو گئے۔

کتابیں کس طرح جمع ہوئیں

غدر کے موقع پر نواب رامپور نے انگریزوں کا ساتھ دیا تھا اس لئے لوٹ کا ایک معتدبہ حصہ انہیں دستیاب ہوا، انہوں نے انگریزی فوج میں اعلان کر دیا تھا کہ جو سپاہی کتابیں لا کر دیگا اسے ہر قلمی نسخہ کے معاوضہ میں ایک روپیہ ملیگا، خدا بخش خاں مرحوم نے قلمی کتابوں کے جمع کرنے کا کام بہت بعد کو شروع کیا پھر بھی ان میں اور نواب رامپور میں ایک عرصہ تک رقابت جاری رہی، مگر بالآخر پٹنہ کے ایک قلیل البضاعت وکیل کا ذوق علم والی رامپور کی دولت و امارت پر غالب آیا، انہوں نے ایک عرب متجسس کتب محمد مکی کو اٹھارہ سال تک پچاس روپیہ ماہانہ مشاہرہ پر ملازم رکھا، اس نے عرب، شام، مصر اور ایران کی خاک چھان ڈالی اور عربی کی نادر ترین قلمی کتابیں لا کر ڈھیر کر دیں، ہندوستان میں بھی ان کی فیاضی نے قلمی کتب فروشوں کو جوق در جوق ان کی طرف مائل کر دیا، وہ ہر کتب فروش کو جو پٹنہ آتا خواہ اس سے کچھ لیتے یا نہ لیتے دو چند ریلوے کرایہ دیا کرتے تھے، اسطرح ان کی شہرت تمام ہندوستان میں پھیلی اور ملک کے جس حصہ میں بھی کوئی قلمی نسخہ فروخت ہونے والا ہوتا وہ سب سے پہلے ان کے پاس لایا جاتا۔

عجیب و غریب اتفاقات

ایک مرتبہ کتب خانہ مشرقی کے ایک سابق جلد ساز نے نقب زنی کر کے کتب خانہ کی چند نادر ترین قلمی کتابیں چرائیں اور انہیں لاہور لے جا کر ایک کتب فروش کے حوالہ کیا، موخر الذکر نے نادانستگی میں یہ خیال کر کے کہ خدا بخش خاں سے زیادہ ایسی کتابوں کا قدردان اور کون ہے انہیں ان کے پاس بغرض فروخت پیش کیا، اسطرح چور کو سزا ملی اور حق بحقدار رسید کا مفہوم پورا ہوا۔

خدائی انصاف کا دوسرا حیرت انگیز واقعہ سنو، ایک مرتبہ پٹنہ کے ڈسٹرکٹ جج مسٹر جے بی ایلیٹ نے محمد بخش مرحوم سے قصائد کمال الدین اسمٰعیل اصفہانی کا ایک قلمی نسخہ مستعار لیا، صاحب بہادر کو کتاب بہت پسند آئی اور اسکو واپس دینے کی بجائے ایک بڑی رقم بطور قیمت دینے لگے، محمد بخش نے نہایت ہی ناگواری کے ساتھ اس تجویز سے انکار کیا مگر کرتے تو کیا کرتے، صبر کر کے خاموش ہو رہے، مسٹر ایلیٹ مخطوطات کے جمع کرنے کا غیر معمولی ذوق رکھتے تھے، انہوں نے بوڈلین لائبریری میں بہت سی کتابیں دی ہیں، جب وہ ملازمت سے سبکدوش ہو کر پٹنہ سے جانے لگے تو انہوں نے اپنی منتخب کتابوں کو ساتھ لے جانے کے لئے ایک صندوق میں بند کیا اور بقیہ کتابوں کو ایک دوسرے صندوق میں بند کرا کے ہدایت کی کہ انہیں اسیطرح سربمہر نیلام کر دیا جائے مگر نوکروں کی غلطی یا خدا کی قدرت سے ردی کتابوں کا صندوق صاحب کے ساتھ چلا جاتا ہے اور منتخب کتابوں کا صندوق کوڑیوں کے مول نیلام ہو جاتا ہے، محمد بخش مرحوم اسے خریدتے ہیں اور اسمیں قصائد کمال الدین کے علاوہ اور بہت سے نادر و نایاب جواہر گرانمایہ پاتے ہیں، چنانچہ "مجالس خمسہ" کا وہ نسخہ جس پر شاہجہاں کے

دستخط ہیں ان کی بیں طبتا ہے، خوشی سے باچھیں کھل جاتی ہیں اور فوراً از راہ تشکر سر بسجود ہو جاتے ہیں، دوسری طرف صاحب بہادر جب انگلینڈ پہونچکر کتابوں کا صندوق کھولتے ہیں تو زہ غم سے دم بخود ہو جاتے ہیں۔

ایک دن خدا بخش خاں مرحوم حیدرآباد میں ہائیکورٹ سے واپس آرہے تھے، مخطوطات کے تجسس میں ان کی نگاہیں والہانہ انداز کے ساتھ دکانوں پر ادھر ادھر پڑ رہی تھیں، ایک دکان پر بوسیدہ قلمی کتابوں کا ایک انبار نظر آیا؛ فوراً گاڑی رکواکر اتر پڑے، اس کوڑے کو اولٹ پلٹ کرکے دیکھا اور دکاندار سے قیمت دریافت کی، اس نے کہا "حضور! اگر کوئی دوسرا آدمی ہوتا تو کوڑا سمجھکر اسکو تین روپے میں دیدیتا مگر جب حضور کو اس سے دلچسپی ہے تو اسمیں یقیناً کوئی اچھی چیز ہوگی، اب میں بیس روپے قیمت لوں گا" پورا انبار خرید کر ساتھ لے آئے، اسمیں چند نہایت ہی نادر و نایاب کتابیں نکلیں، بعد کو صرف ایک کتاب کے لئے نظام حیدرآباد کی طرف سے چار سو روپے پیش کئے گئے مگر انہوں نے دینے سے انکار کیا۔

قومی نقطۂ نظر سے کتب خانہ کی اہمیت

یورپین سیاحوں کی یہ ایک مخصوص اور نہایت ہی پسندیدہ عادت ہے کہ وہ جہاں کہیں جاتے ہیں اپنے قومی میوزیم اور کتب خانوں کیلئے نادر مخطوطات، دلربا تصاویر اور دوسرے قیمتی تحائف فراہم کرنے کی کوشش کرتے ہیں چنانچہ اس طرح سے بوڈلین لائبریری، برٹش میوزیم، انڈیا آفس لائبریری اور یورپ کے دوسرے قومی اداروں میں نوادر کا ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع ہوگیا ہے۔

اٹھارہویں صدی میں جبکہ ایک طرف انگریز مدبرین اور انگریز سپاہی ہندوستان کو اپنے دائرۂ اقتدار میں لانے کی کوشش کر رہے تھے تو دوسری طرف کرکپٹرک (Kirkpatric) گلیڈوین (Gladwin) فٹز پیٹرک (Fitzpatric)، جوناتھن اسکاٹ (Jonathan Scott) اور دوسرے بہت سے یورپین فاضل یہاں عربی و فارسی مخطوطات کے شکار میں مصروف تھے، ان کی کوششوں سے نوادر کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہندوستان سے یورپ منتقل ہوگیا، ہمارے غیر مستطیع تشنہ کامان علم کے لئے یہ نہایت دشوار ہے کہ وہ یورپ جاکر اپنی پیاس بجھائیں، اس بنا پر خدا بخش خاں مرحوم کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ انہوں نے کتب خانہ مشرقی کی تاسیس سے بڑی حد تک ہماری ایک ضرورت رفع کردی ہے، صرف یہی نہیں بلکہ ہمارا جو سرمایہ یورپ پہنچ چکا تھا ان کی کوششوں سے اسکا ایک مختصر حصہ پھر ہندوستان واپس آگیا، چنانچہ اس کتب خانہ میں ڈی ساسی (De Sacy)، سر گور اوسلے (Sir Goreousley)، مسٹر بلاخمین (Mr. Blochmann) وغیرہم کے ملاوہ مخطوطات کی ایک کافی تعداد موجود ہے، بعض کتابوں پر فرانس کے ایک کتب خانہ کے طبلق چسپاں ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ باقی کتب خانہ کا دست تطاول صرف برطانیہ عظمی تک محدود نہ تھا۔

اطراف واکناف ملک میں اب تک عربی و فارسی مخطوطات کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے مگر وہ یا تو رفتہ رفتہ یورپ کے کتب خانوں میں منتقل ہو رہے ہیں یا اہل ملک کی بدمذاقی اور بے توجہی سے کیڑوں کی نذر ہوتے جاتے ہیں، خدا بخش مرحوم کی بڑی خواہش یہ تھی کہ بخیال استحفاظ و بغرض افادۂ عام اس قسم کے تمام مخطوطات کتب خانہ مشرقی کو دیدیے جائیں، چنانچہ ان کی درخواست پر نواب ولایت علی خاں، مولوی سید عبدالمجید رئیس ہندو ٹولی پٹنہ، میر عبدالغفور نواب اور بعض دوسرے رؤسائے ملک کے کتب خانے منتقل

جھکے ہیں، اسیطرح دیوان حافظ کا وہ بیش بہا نسخہ جسکو ہمایون اور جہانگیر نے مختلف مواقع پر فال کیلئے لینے کے لئے استعمال کیا تھا مولوی سبحان اللہ صاحب رئیس گورکھپور کا عطیہ ہے، ضرورت ہے کہ بانی کتب خانہ کی اس خواہش کو پایۂ تکمیل تک پہونچانے کیلئے بیش از بیش توجہ صرف کیجائے اور ملک کے منتشر علمی سرمایہ کو پٹنہ کے مرکزی کتب خانہ میں منتقل کرکے باہر جانے سے یا گرد کی نذر ہونے سے بچایا جائے۔

حکومت کی فیاضانہ سرپرستی

سنہ ۱۸۸۸ء میں خدابخش مرحوم نے ازراہ دوراندیشی کتب خانہ کو گورنمنٹ کی سرپرستی اور نگرانی میں دینے کے لئے سلسلہ جنبانی شروع کی، پٹنہ کے اوپیم ایجنٹ مسٹر کیمبل (Mr. Campbell, Opium Agent, Bihar) سے ان کے تعلقات نہایت دوستانہ تھے، ان کی تحریک پر اسی سال یا اسکے دوسرے سال سرچارلس لائل نے کتب خانہ کا معائنہ فرمایا، سرچارلس عربی وفارسی کے زبردست عالم تھے، کتب خانہ کے بیش بہا نوادر نے ان کی آنکھیں کھول دیں، انہوں نے نہایت موثر الفاظ میں حکومت بنگال کو اس کتب خانہ کی سرپرستی قبول کرنے کی ترغیب دی، چنانچہ سرچارلس ایلیٹ نے سرپرستی قبول کرکے سنہ ۱۸۹۱ء میں ملک کے لئے کتب خانہ کا باضابطہ افتتاح فرمایا، پھر سنہ ۱۸۹۳ء میں سرانٹونی میکڈانل نے ملاحظہ فرماکر غیر معمولی خوشنودی کا اظہار فرمایا، اس کے بعد سنہ ۱۹۰۳ء میں مدرسہ عالیہ کے لائق انگریزی پرنسپل سرایڈورڈ ڈینیسن راس کی تحریک پر ہندوستان کے نامی وگرامی وائسرائے لارڈ کرزن نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے اسکو مفتخر کیا، جسوقت وہ کتب خانہ میں داخل ہوئے تو یہ شعر وردِ زبان تھا ؎

اگر فردوس بر روئے زمین است	ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است

اس معائنہ کی یادگار میں "لارڈ کرزن ریڈنگ ہال" کی تعمیر عمل میں آئی، پٹنہ کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ مسٹر کنگ کو اس کتب خانہ سے غیر معمولی دلچسپی تھی انہوں نے اسکو ترقی دینے کے لئے ایک اسکیم مرتب کی تھی مگر افسوس ہے کہ ان کے تبادلہ کے ساتھ ہی اس اسکیم کا خاتمہ ہوگیا۔

لائبریری فنڈ کے نام سے کتب خانہ کی اپنی مستقل آمدنی حسب تفصیل ذیل ہے:۔

(۱) آمدنی ضلع کو ساموتو ذمیر ابوصالح مرحوم وقف کیا گیا	۳۰۰ روپیہ
(۲) نظام حیدرآباد کا سالانہ عطیہ	۶۰۰ روپیہ
(۳) امپیریل بنک کے حصوں کا منافع	۹۰۰ روپیہ
	۱۸۰۰ روپیہ

مصارف کتب خانہ کے لئے اٹھارہ سو روپیہ کی رقم نہایت ناکافی ہے اس بناء پر ازراہ سرپرستی حکومت کے بجٹ میں ہرسال ایک معقول رقم منظور کیجاتی ہے چنانچہ سال رواں کے بجٹ میں تقریباً دس ہزار روپیہ کی منظوری ہے۔

ترتیب و تدوین فہرست

راس صاحب کی تحریک سے سنہ ۱۹۰۳ء میں ترتیب و تدوین فہرست کی ابتداء ہوئی، خانبہادر مولوی عبدالمقتدر صاحب فارسی مخطوطات کے لئے اور ڈاکٹر کمال الدین عربی مخطوطات کے لئے مقرر کئے گئے، اول الذکر نے تقریباً چوبیس سال کی مسلسل

محنت و جانفشانی کے بعد سنہ ۱۹۳۰ء میں فارسی مخطوطات کی فہرست کو پایۂ تکمیل تک پہونچایا، عربی مخطوطات کی فہرست پہلے ڈاکٹر کمال الدین تھوڑے ہی دنوں کے بعد بغرض تکمیل تعلیم راہی انگلینڈ ہوئے، ان کے بعد ڈاکٹر عظیم الدین احمد صاحب کا تقرر عمل میں آیا مگر فہرست کی ایک ہی جلد مرتب کرنے پائے تھے کہ وہ بھی پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری کے لئے عازم یورپ ہوئے، [illegible] التوا کے بعد سنہ ۱۹۱۰ء میں ان کی جگہ مولوی عبدالحمید نے لی مگر مدونین کے تغیر و تبدل سے کام اسقدر پسماندہ ہو چکا تھا کہ صرف ایک آدمی سے عربی مخطوطات کی فہرست مکمل نہیں ہو سکتی تھی اسی بنا پر فروری سنہ ۱۹۴۲ء میں خاکسار کا تقرر عمل میں آیا، درحقیقت یہی وہ وقت ہے کہ جب سے عربی مخطوطات کی فہرست کا کام پوری تیزی اور تندہی کے ساتھ شروع ہوا، ممکن تھا کہ عربی مخطوطات کی فہرست بھی مکمل ہو کر ارباب علم کے ہاتھوں میں پہونچ گئی ہوتی مگر حکومت کی مالی دشواریوں کے باعث فروری سنہ ۱۹۳۰ء میں خاکسار کا عہدہ معرض التوا میں آگیا، خاکسار نے اپنی ہشت سالہ مدت ملازمت میں فہرست کی چھ جلدیں مکمل کیں اور ساتویں کا ایک مستند حصہ ہو چکا تھا کہ اس سے بحسرت و اندوہ دستکش ہونا پڑا، چونکہ ہمارے لائق دوست مولوی عبدالحمید ہنوز سرگرم کار ہیں اسلئے امید ہے کہ اب بہت جلدی عربی مخطوطات کی فہرست بھی مکمل ہو جائے گی۔

عربی و فارسی مخطوطات کی مذکورہ صدر فہرست جدید طرز پر انگریزی زبان میں مرتب کی گئی ہے۔ اسے علمی تحقیقات و معلومات کا ایک بیش بہا خزانہ سمجھنا چاہئے۔ مستشرقین یورپ اسکی تعریف میں رطب اللسان ہیں، یورپ اور امریکہ کے علمی و ادبی اخبارات و رسائل نے نہایت ہی وسیع الفاظ میں اس کی مدح سرائی کی ہے اور مغربی مصنفین نے اپنی تصنیفات میں اس کے حوالے دیکر مدونین کی تفتیش و تحقیق کی داد دی ہے مگر افسوس ہے کہ ہندوستان کے ارباب علم اس سے بالکل بے خبر ہیں۔ اسوقت تک اس فہرست کی پچیس جلدیں چھپ کر شائع ہو چکی ہیں۔ جو جلدیں لندن میں چھپی ہیں ان کی قیمت فی جلد سوا ۱ روپیہ ہے اور جو جلدیں کلکتہ میں چھپی ہیں وہ دس روپیہ فی جلد کے حساب سے فروخت ہوتی ہیں، انہیں زیادہ تر یورپ اور امریکہ کے اہل علم خریدتے ہیں، ہندوستان میں شاید ہی اب تک کسی نے خریدا ہو۔ اس فہرست کی جلدیں دنیا کے بعض ممتاز اداروں اور بڑے کتب خانوں کو مفت بھی دی جاتی ہیں۔

حکومت نے ہمیشہ کمال فراخ حوصلگی سے مدونین فہرست کی عرقریزی و جانفشانی کا معاوضہ ادا کر کے اپنی قدر دانی کا ثبوت دیا ہے، مولوی عبدالمقتدر صاحب کو پرونشیل سروس عطا ہوا، پھر سلیکشن گریڈ میں ترقی دیگئی نیز پہلے خاں صاحب کے خطاب سے سرفراز کئے گئے پھر خان بہادر بنائے گئے، ڈاکٹر کمال الدین اور ڈاکٹر عظیم الدین احمد کو اسٹیٹ اسکالرشپ دیا گیا، مولوی عبدالحمید صاحب کو بھی محکمۂ تعلیم میں ایک مستقل عہدہ ملا، جب خاکسار کا عہدہ معرض تخفیف میں آیا تھا تو بظاہر اس عام نوازش سے استفادہ کی امید باقی نہیں رہی تھی مگر مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کی پرنسپلی ملنے کے بعد اس ناچیز کی دیرینہ خدمت بھی بالآخر کسی ناشکور نہیں رہی۔

انگریزی فہرست کے علاوہ عربی و فارسی مخطوطات کی فارسی فہرستیں بھی چار جلدوں میں چھپ کر شائع ہو چکی ہیں، ہر جلد پانچ روپیہ میں لائبریری کے دفتر سے مل سکتی ہے۔

تصاویر کی فہرست اور انگریزی کتابوں کا کیٹلاگ ملازمین کتب خانہ کی مدد سے مولوی ولی الدین خدابخش نے مرتب

گیا ہے، عربی فارسی اور اُردو مطبوعات کی فہرست بھی ان کے اہتمام سے چھپ رہی ہے۔

کتب خانہ کی موجودہ حالت

جنوری ۱۹۳۴ء کے زلزلہ نے صوبہ بہار میں جو قیامت برپا کی اس سے کتب خانہ بھی محفوظ نہیں رہا، اسکی عظیم الشان دو منزلہ عمارت اب صرف ایک منزلہ ہو کر رہ گئی ہے، حکومت نے اسکی مرمت پر دس ہزار روپے صرف کئے ہیں مگر پبلک کے لئے دارالمطالعہ ہنوز بند ہے؛ اسمیں بالائی منزل کی کتابیں رکھی گئی ہیں، مسٹر صلاح الدین مرحوم کی کتابیں بے ترتیبی کے ساتھ ادھر اودھر پڑی ہیں؛ اب تک ان کے رکھنے کا انتظام نہیں ہوا ہے، کتب خانہ کے سامنے جو وسیع چمن ہے اسمیں ایک مستحکم اور عالیشان عمارت کی تعمیر زیر غور ہے، حکومت نے اس جدید عمارت کے لئے بیس ہزار روپے کی منظوری دی ہے مگر محکمہ تعمیرات اس کو ناکافی سمجھتا ہے، ضرورت ہے کہ جہاں تک جلدی ممکن ہو کتب خانہ کی حیثیت اور اس کی آئندہ ضروریات کو ملحوظ رکھکر ایک شاندار عمارت تیار کرا دی جائے تاکہ تشنہ کامان علم اس چشمۂ معارف سے زیادہ دنوں تک محروم نہ رہیں۔"

بانی کتب خانہ کی وفات کے وقت عربی و فارسی مخطوطات کی تعداد پانچ ہزار تھی مگر اب اسمیں معتدبہ اضافہ ہوا ہے، مسٹر صلاح الدین مرحوم کی وصیت کے مطابق ان کی ۳۰۰۰ ، کتابیں بھی اس کتب خانہ میں منتقل ہو گئی ہیں اور اسطرح عربی، فارسی، اُردو اور انگریزی مطبوعات میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے، سر دست تمام مخطوطات و مطبوعات کی مجموعی تعداد تقریباً چوبیس (۲۴۰۰۰) ہزار ہے۔"

شرائط وقف نامہ کے مطابق اس کتب خانہ کی نظامت ہمیشہ خدابخش خاں مرحوم کے خاندان میں متوارث رہیگی چنانچہ سر دست سوای ولی الدین خدابخش، بی۔ اے، بی۔ ال، اس عہدہ پر مامور ہیں، ان کے ماتحت ملازمین میں سید علی رضا صاحب اسسٹنٹ لائبریرین، حاجی محمد نواب صاحب کسٹوڈین، سید معین الحق صاحب کسٹوڈین اور شیخ صاحب دین صاحب کسٹوڈین قدامت عہد اور حسن خدمت کے لحاظ سے خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔"

چند انمول جواہر پارے

کتب خانہ کی ایک اجمالی سرگذشت کے بعد اب ہم قارئین کرام کو اسکے چند انمول جواہر پاروں سے روشناس کرانا چاہتے ہیں۔

عربی مخطوطات میں قرآن شریف کے نہایت ہی بیش بہا نسخے موجود ہیں، خط کوفی میں ایک حمائل ہے جو غالباً چوتھی صدی ہجری کا لکھا ہوا ہے، اسمیں اعراب کے لئے سُرخ نقطے استعمال کئے گئے ہیں، اسکے بعد بلحاظ قدامت تحریر جمال الدین ابوالمجد یاقوت مستعصمی کے ہاتھ کا دیدہ زیب مصحف ہے، کہا جاتا ہے کہ ابن بوّاب (متوفی ۴۲۳ھ) خط نسخ کا موجد تھا، اس کے بعد یاقوت مستعصمی ہی وہ خطاط تھا جس نے اسکو درجۂ کمال پر پہونچایا، درحقیقت اسکی تحریر فن خطاطی کا ایک حیرت انگیز نمونہ ہے، امین احمد رازی (متوفی ۱۰۰۲ھ) ہفت اقلیم میں لکھتا ہے کہ ان کے زمانہ میں یاقوت مستعصمی کی تحریر جواہرات کی طرح نادر و گراں قیمت مشہور ہوئی تھی، موجودہ مصحف ۶۶۸ھ کا لکھا ہوا ہے، یاقوت مستعصمی نے ۶۹۸ھ میں وفات پائی۔

میر علی تبریزی کے ہاتھ کا ایک مصحف جو ۹۸۲ھ کا لکھا ہوا ہے ایک مرتبہ معین الملک رستم ہند میر منو کے یہاں تین ہزار

روپیہ میں ہدیہ ہوا تھا، میر منوّ اعتماد الدولہ قمر الدین خان کے رنگ تھے، ۱۱۶۱ھ میں اپنے والد کی جگہ پر لاہور کے گورنر بنائے گئے اور ۱۱۶۷ھ میں راہی دار البقا ہوئے، اس نسخہ کی ہنرمندانہ خطاطی، طلا جلد اول منقش حواشی اور زر اندود بین السطور کو دیکھکر ازمنہ ماضیہ کی صناعی پر انسان محو حیرت ہوتا ہے۔

عبد الباقی حداد فن خطاطی میں یگانۂ روزگار تھے، شاہجہاں کے عہد میں ہرات سے ہندوستان آئے اور یاقوت رقم کے خطاب سے مشرف ہوئے، "تذکرۂ خوشنویسان" میں بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے شہزادہ محی الدین (اورنگزیب) کی بارگاہ میں ایک مصحف، ایک سی ورقی قرآن اور صحیفۂ امام زین العابدین کا ایک نسخہ لکھکر پیش کیا تھا، یہ تینوں گراں بہا تحائف آج تک کتب خانۂ مشرقی میں محفوظ ہیں، عبد الباقی حداد کے بعد ان کے تلامذہ نے ہندوستان میں فن خطاطی کو منتہائے کمال پر پہونچایا؛ ان کے ہاتھوں کے لکھے ہوئے مصاحف اور مجموعے اس کتب خانہ میں بکثرت موجود ہیں۔

فن تجوید میں ابو علی الفارسی (متوفی ۳۷۷ھ) کی کتاب "الحجہ فی القراءات السبعہ" عدیم الوجود سمجھی جاتی ہے اس کتاب کا ایک ناقص مگر نہایت ہی قدیم نسخہ اس کتب خانہ میں موجود ہے، اسکی قدامت کا اندازہ اس سے ہوگا کہ امام تاج الدین الکندی (متوفی ۶۱۳ھ) نے اس میں درس دیا ہے اور کتاب کے آخری صفحہ پر اپنے تلامذہ کے لئے اپنے قلم سے سند سماع تحریر فرمائی ہے۔

ابو الطاہر اسمٰعیل السرقسطی (متوفی ۴۵۵ھ) کی "کتاب العنوان" فن قراءت کی نادر و نایاب تصنیف ہے، یہاں اسکا ایک نہایت قدیم نسخہ ۶۳۲ھ کا لکھا ہوا موجود ہے، اس کے کاتب عبد القوی الانماطی (متوفی ۶۳۶ھ) مصر کے علمائے کبار میں تھے، ذہبی نے طبقات القراء میں ان کا حال دیا ہے۔

فن تجوید کے اکثر نسخے نہایت ہی قدیم الخط ہیں چنانچہ ابو حیان اندلسی (متوفی ۷۴۵ھ) کی دو کتابیں عقد اللآلی اور نکت الامالی ان کے ایک شاگرد شہاب الدین احمد الابیاری کے قلم سے ۷۱۶ھ میں لکھی گئی تھیں، موخر الذکر پر مشہور محدث ابراہیم قلقشندی کے ہاتھ کی ایک تحریر بھی ہے۔ سراج ابن القاصح العذری (متوفی ۸۰۱ھ) کی "مصطلح الاشارات" ۸۹۲ھ کی لکھی ہوئی ہے۔

علم الدین سخاوی (متوفی ۶۴۳ھ) کی "الوسیلہ الی کشف العقیلہ" جو ۶۸۰ھ کی لکھی ہوئی ہے ایک عرصہ تک ملا علی قاری (متوفی ۱۰۱۴ھ) کے تصرف میں رہی، اسکے بعد خانخانان عبد الرحیم خاں کے کتب خانہ میں داخل ہوئی، پھر گردش ایام سے وارد عظیم آباد ہوئی۔

روضۃ الطرائف فی رسم المصاحف ابراہیم جعبری (متوفی ۷۳۲ھ) کی نادر و نایاب تصنیف ہے، اس کتب خانہ میں اس کا ایک نہایت ہی قدیم نسخہ یعنی ۷۲۶ھ کا لکھا ہوا موجود ہے، یہ مصنف کی نظر سے گذرا ہے، انہوں نے اس کے کاتب شہاب الدین احمد البعلی کے لئے اپنے قلم سے ایک سند سماع تحریر فرمائی ہے،

تفسیر میں جار اللہ زمخشری (متوفی ۵۳۸ھ) کی مشہور تصنیف الکشاف عن حقائق التنزیل کا ایک نسخہ ہے جو ۸۳۳ھ میں سلطان شاہرخ کے کتب خانہ کے لئے لکھا گیا تھا، گردش زمانہ سے وہ ملک التجار خواجہ جہان محمود کی ملکیت میں آیا، خواجہ جہان سلطان محمد شاہ بہمنی کے وزیر اعظم اور ملا عبد الرحمن جامی (متوفی ۸۹۸ھ) کے معاصر تھے، ان دونوں میں باہم

کیفیت و مراسلت کا سلسلہ ابھی قائم تھا۔ ۸۸۶ھ میں محمد شاہ ثانی کے حکم سے خواجہ جہاں قتل کئے گئے، یہ معلوم نہیں کہ اس واقعہ کے بعد خواجہ جہاں کا کتب خانہ کس کے تصرف میں آیا مگر ایک نوٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۰۰۳ھ میں کشاف کا زیر بحث نسخہ ابراہیم عادل شاہ ثانی بیجاپور کے کتب خانہ میں داخل ہوا، پھر جب بیجاپور مفتوح ہوا تو اورنگ زیب کے حکم سے دہلی کے شہنشاہی کتب خانہ میں منتقل ہوا۔ نقش و نگار نیز فن خطاطی کے لحاظ سے یہ نسخہ قابل دید ہے۔

المجاز فی القرآن علامہ عز الدین عبد السلام (متوفی ۶۶۰ھ) کی نادر و نایاب تصنیف ہے، موجودہ نسخہ ۶۸۷ھ کا لکھا ہوا ہے۔ اسیطرح ابو بکر محمد بن احمد السمرقندی (متوفی ۵۴۰ھ) کی شرح التاویلات فن تفسیر کی عدیم الوجود کتاب ہے، اس کتب خانہ میں جو نسخہ ہے وہ مصنف کے دوران حیات میں لکھا گیا ہے، انہوں نے اول صفحہ پر اپنے ایک شاگرد ابو بکر کاسانی (متوفی ۵۸۷ھ) کے لئے اپنے ہاتھ سے ایک سند سماع تحریر فرمائی ہے۔

جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) کی مشہور تصنیف الاتقان بارہا چھپ چکی ہے مگر اس کتب خانہ میں جو نسخہ ہے وہ اس حیثیت سے قابل قدر ہے کہ وہ مصنف کے شاگرد رشید محمد بن علی الداؤدی (متوفی ۹۴۵ھ) کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ یہاں الاتقان کا ایک دوسرا نسخہ بھی ہے جو کشمیر میں قوام الدین خاں عالمگیر شاہی کے لئے ۱۰۸۰ھ میں لکھا گیا تھا۔ قوام الدین خاں عباس ثانی شاہ ایران کے امرائے دربار میں تھے، اورنگ زیب کے عہد حکومت میں ہندوستان آئے اور سہ ہزاری منصب سے مشرف ہو کر مختلف عہدوں پر سرفراز رہے، انہوں نے ۱۰۹۲ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

حدیث میں خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) کی الکفایہ چھٹی صدی ہجری کی لکھی ہوئی ہے، سلطان صلاح الدین ایوبی کے ولی عہد شاہزادہ ابو العباس احمد نے اسمیں درس لیا ہے۔

مشکل الحدیث ابو بکر محمد بن حسن بن فورک (متوفی ۴۰۶ھ) کی نادر و نایاب تصنیف ہے۔ موجودہ نسخہ ۶۰۷ھ کا لکھا ہوا ہے۔

مقدمہ ابن الصلاح کا ایک نسخہ ۶۳۷ھ کا لکھا ہوا ہے، خود مصنف نے اسکی تصحیح کی ہے۔

ابو الحسن علی بن احمد المقدسی (متوفی ۶۹۰ھ) کی کتاب المشیخہ عدیم الوجود سمجھی جاتی ہے، اس کتب خانہ میں اسکا ایک نہایت قدیم اور مکمل نسخہ موجود ہے۔

مغلطائی (متوفی ۷۶۲ھ) کی شرح ابن ماجہ مصنف کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے، اسیطرح احمد بن علی الحنبلی (متوفی ۸۴۰ھ) کی الاربعین مورخہ ۸۳۷ھ بھی مؤلف کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔

ابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) کی نادر تصنیف النکت الظراف مورخہ ۸۵۷ھ عسقلانی کے شاگرد رشید علامہ ابن فہد مکی (متوفی ۸۷۱ھ) کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔

الجامع الصحیح البخاری (متوفی ۲۵۶ھ) کے متعدد نسخے نہایت ہی خوشخط اور گراں قیمت ہیں، ایک نسخہ ۶۹۲ھ کا لکھا ہوا ہے، دوسرا نسخہ بھی آٹھویں صدی کا لکھا ہوا ہے، علامہ موسیٰ بن الحسین البعلی الیونینی (متوفی ۸۴۰ھ) اس کے کاتب ہیں، تیسرا نسخہ ۸۳۷ھ کا لکھا ہوا ہے اور چوتھا نسخہ بنگالہ کے دار السلطنت "یکدلہ" میں شاہ بنگالہ

اشرف الحسینی کے کتب خانہ کے لئے لکھا گیا تھا۔"

نقہ میں علامہ ابن ابی عصرون (متوفی سنہ ۵۸۵ھ) کی مختصر النہایہ ان کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے، محی الدین النووی (متوفی سنہ ۶۷۶ھ) کی کتاب الروضہ ان کے دوران حیات یعنی سنہ ۶۶۹ھ میں لکھی گئی تھی، اسطرح علامہ ابن الرفعہ (متوفی سنہ ۷۱۰ھ) کی کفایۃ التنبیہ ان کے انتقال سے دو سال پہلے لکھی گئی ہے، انہوں نے خود ہی اسکی تصحیح کی ہے۔

ابن الملقن (متوفی سنہ ۸۰۴ھ) کی نادر و نایاب تصنیف تحفۃ المحتاج کا ایک نسخہ مورخہ سنہ ۷۵۳ھ خود مؤلف کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔

عقائد میں مطالع الانظار محمود اصفہانی (متوفی سنہ ۷۴۹ھ) کی نادر و نایاب تصنیف ہے، اس کا موجودہ نسخہ مورخہ سنہ ۷۴۰ھ مؤلف کی زندگی میں لکھا گیا تھا۔

تصوف میں بشر الحافی (متوفی سنہ ۲۲۷ھ) کی ایک نادر الوجود تصنیف سنہ ۳۸۳ھ کی لکھی ہوئی ہے، بہ لحاظ کتابت یہ اس کتب خانہ کا قدیم ترین نسخہ ہے:

عبد الرحمٰن جامی (متوفی سنہ ۸۹۸ھ) کی شرح فصوص الحکم نہایت ہی مشہور و معروف ہے مگر یہاں جو نسخہ ہے اسکو انہوں نے سنہ ۸۹۶ھ میں اپنے ہاتھ سے لکھا تھا، اسیطرح مواعظ میں علی المتقی (متوفی سنہ ۹۷۵ھ) کی جوامع الکلم ان کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔

حکمت میں ابن سینا (متوفی سنہ ۴۲۸ھ) کی کتاب الاشارات کا ایک نسخہ سنہ ۵۳۰ھ کا لکھا ہوا ہے، اسیطرح ہیئت میں نصیر الدین طوسی (متوفی سنہ ۶۷۲ھ) کی معرکۃ الآرا تصنیف نہایۃ الادراک کا ایک نسخہ ہے جو مؤلف کی زندگی میں لکھا گیا تھا

نجوم میں ابو معشر جعفر البلخی (متوفی سنہ ۲۷۲ھ) کی تصنیف المدخل الی احکام النجوم نہایت ہی نادر و نایاب سمجھی جاتی ہے، یہاں اسکا ایک قدیم نسخہ موجود ہے۔

طب میں حسین بن ابراہیم الطبری کی کتاب الخشائش، علی بن عیسٰی کی تذکرۃ الکحالین اور زہراوی کی کتاب التصریف کے جو نسخے ہیں ان کو بہ لحاظ ندرت و قدامت غیر معمولی شہرت حاصل ہے، اردو اور انگریزی میں ان پر مستقل مضامین لکھے گئے ہیں۔

تاریخ و سیر میں متعدد کتابیں قابل ذکر ہیں، وسیلۃ المتعبدین اور کتاب الالمام پر "بہارستان" اور "معارف" میں ہم نے مستقل مضامین لکھے ہیں، ابن حزم (متوفی سنہ ۴۵۶ھ) کی نادر و نایاب تصنیف جمہرۃ النسب پر مسٹر صلاح الدین مرحوم نے اپنی انگریزی تصنیف The History of Islamic Civilization میں ایک تفصیلی تبصرہ سپرد قلم فرمایا ہے، بقیہ کتابوں میں ابن ابی الدم الحموی (متوفی سنہ ۶۴۲ھ) کی التاریخ الاسلامی، ابو القاسم قشیری (متوفی سنہ ۴۶۰ھ) کی کتاب المعراج، سبط ابن الجوزی (متوفی سنہ ۶۵۴ھ) کی تذکرہ خواص الامہ اور الدمیاطی (متوفی سنہ ۷۰۵ھ) کی المختصر فی سیرۃ سید البشر نہایت ہی نادر و نایاب ہیں۔

اگرچہ علامہ احمد القسطلانی (متوفی سنہ ۹۲۳ھ) کی المواہب اللدنیہ بارہا چھپ چکی ہے تاہم یہاں جو نسخہ ہے وہ اکر

لحاظ سے قابل قدر ہے کہ مؤلف نے ۹۰۶ھ میں اسکو اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔

اسماء الرجال میں ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) کے الکاشف کا نسخہ مورخہ ۷۳۲ھ مؤلف کے انتقال سے ۱۶ سال پہلے لکھا گیا ہے۔

صوفیوں کے تذکرہ میں احمد بن سلامہ (متوفی ۷۶۹ھ) کی تصنیف اختیار الرفیق عدیم الوجود متصور ہوتی ہے مگر یہاں اسکا نسخہ ۹۱۳ھ کا لکھا ہوا موجود ہے۔

حنبلی علماء کے حالات میں جیسا مکمل ذخیرہ یہاں ہے شاید دنیا کے کسی کتب خانہ میں نہ ہوگا؛ ابن ابی یعلی (متوفی ۵۲۶ھ) کی طبقات الحنابلہ حضرت امام احمد بن حنبل سے شروع ہو کر ۵۱۲ھ تک منتہی ہوتی ہے، اسکا موجودہ نسخہ ۶۳۷ھ کا لکھا ہوا ہے اور علمائے کبار کے مطالعہ میں رہا ہے، اسکے بعد ابن رجب حنبلی (متوفی ۷۹۵ھ) نے اسکا ایک ضمیمہ لکھا ہے جو ۷۵۱ھ میں تمام ہوتا ہے، پھر ابن حمید حنبلی نے السحب الوابلہ علی ضرائح الحنابلہ کے نام سے اس ضمیمہ کا ایک ضمیمہ لکھا ہے جس میں ۱۲۸۰ھ تک کے علماء مذکور ہیں۔

نحو میں شرح الجمل کا ایک نسخہ [illegible]ھ کا لکھا ہوا ہے، اسی طرح ابو علی الفارسی (متوفی ۳۷۷ھ) کی نادر و نایاب تصنیف الایضاح ۵۹۹ھ کی لکھی ہوئی ہے۔

ابن الجنی (متوفی ۳۹۲ھ) کی کتاب اللمع ۶۳۰ھ کی لکھی ہوئی ہے اور العکبری (متوفی ۶۱۶ھ) نے اسکی جو شرح لکھی ہے اسکا نسخہ مورخہ ۶۱۱ھ شارح کی زندگی میں لکھا گیا تھا۔

بغیۃ الآمال مؤلفہ ابو جعفر احمد (متوفی ۶۹۱ھ) علم نحو کی نادر و نایاب تصنیف ہے یہاں اسکا ایک نسخہ مؤلف کی وفات سے ایک سال پہلے کا لکھا ہوا ہے۔

رضی کی شرح کافیہ کا ایک نسخہ ۸۲۳ھ کا لکھا ہوا ہے، علامہ بدر الدین عینی (متوفی ۸۵۵ھ) اس کے کاتب ہیں۔

لغت میں ابو عبد اللہ محمد بن عیسی (متوفی ۶۲۰ھ) کی نادر ترین تصنیف کتاب الصفات ۶۳۸ھ کی لکھی ہوئی ہے۔

اسی طرح ابو عبید احمد الہروی (متوفی ۴۰۱ھ) کی الجمع بین الغریبین کا ایک نسخہ ۶۶۶ھ کا لکھا ہوا ہے۔

ضیاء الدین ابن اثیر الجزری (متوفی ۶۳۷ھ) کی تصنیف المثل السائر علم ادب کی نہایت ہی معروف و متداول کتاب ہے مگر یہاں جو نسخہ ہے وہ مصنف کے انتقال سے نو سال پہلے یعنی ۶۲۸ھ کا لکھا ہوا ہے۔

فارسی مخطوطات میں خطاطی اور مصوری کے بہترین نمونے موجود ہیں، اگر چین، وسط ایشیا، ایران اور ہندوستان کی مصوری کو تم بالمقابل دیکھنا چاہتے ہو تو تمہیں یہاں نہایت ہی وافر سامان ملیگا، ان تصاویر نے سر ٹوبل ([illegible]) جیسے نقاد فن سے خراج تحسین وصول کیا ہے، اگرچہ اس مختصر مضمون میں فن مصوری کے لحاظ سے تفصیلی تبصرہ کی گنجائش نہیں ہے، تاہم چند مصور مخطوطات کا ایک اجمالی تذکرہ نامناسب نہ ہوگا۔

”تاریخ خاندان تیموریہ“ ایک نادر الوجود تاریخی کتاب ہے، اسمیں صاحبقران امیر تیمور سے لے کر جلال الدین اکبر کی حکومت کے اٹھائیسویں سال تک کے حالات مذکور ہیں، مصنف کا نام معلوم نہیں ہے مگر کتاب کے اول صفحہ پر شاہجہاں بادشاہ کی ایک تحریر ہے، اسمیں

وہ لکھتا ہے کہ "شاہ بابا" یعنی اکبر کے عہد میں تصنیف ہوئی۔ اس کتاب میں ۱۱۷ تصویریں ہیں۔ ہر تصویر کے نیچے مصور نے اپنا نام بھی دیا ہے۔ ابوالفضل نے آئین اکبری میں جن سترہ درباری مصورین کے حالات دیے ہیں انہیں سے تیرہ کے شاہکار اس کتاب میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ ان مصورین میں "بساون" اور "مسکین" خصوصیت کے ساتھ زیادہ چابکدست نظر آتے ہیں۔ جس صفحہ پر شاہجہاں کے ہاتھ کی تحریر ہے اس کے ایک گوشہ میں وارن ہیسٹنگز کے عہد کے مشہور انگریز مورخ مسٹر فرانسس گلیڈوین کا نام لکھا ہوا ہے۔ اسی صفحہ پر ایک اور تحریر ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ اس نسخہ کی تیاری میں آٹھ ہزار روپے صرف ہوئے ہیں۔

شاہجہاں بادشاہ کی مشہور و معروف تاریخ بادشاہ نامہ مؤلفہ محمد قزوینی اور محمد صالح کنبو کا مصور نسخہ سنہ ۱۹۱۱ء میں دہلی دربار کے موقع پر شہنشاہ جارج پنجم اور ان کی ملکۂ محترمہ کے ملاحظہ کے لئے پیش کیا گیا تھا۔ اس سے تم اس کے غیر معمولی حسن و خوبی کا اندازہ کر سکتے ہو۔

شہنشاہ نامہ سلطان محمد ثانی فاتح قسطنطنیہ کی منظوم تاریخ ہے۔ اسکا موجودہ مصور نسخہ سلطان محمد ثالث کے لئے مؤلف نے اپنے ہاتھ سے مرتب کیا تھا۔ کچھ عرصہ تک قسطنطنیہ کے سلطانی کتب خانہ میں رہنے کے بعد وہ شاہجہان کے عہد میں ہندوستان پہونچا اور دہلی کے شہنشاہی کتب خانہ میں داخل کیا گیا۔ اس کا پہلا صفحہ مغل شاہزادوں کے دستخطوں اور مہروں سے بھرا ہوا ہے ان میں سے شاہجہاں کی محبوب ترین لڑکی اور مونس الارواح کی مصنفہ شہزادی جہاں آرا بیگم خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے۔ اس نسخہ کی تصویریں ہندوستانی اور ایرانی طرز کی تصویروں سے بالکل جداگانہ ہیں۔ انمیں بازنطینی اثر نمایاں ہے۔

شاہنامۂ فردوسی کا ایک نہایت ہی گراں قیمت نسخہ مورخہ سنہ ۹۴۲ھ خوشخطی اور پر تکلف نقاشی، زریں جدول اور دیدہ زیب تصاویر کے لحاظ سے بے مثل ہے۔ کابل اور کشمیر کے گورنر علی مردان خاں نے بوقت باریابی اسکو شاہجہاں کے سامنے بطور نذر پیش کیا تھا۔ شاہنامہ کے دو اور مصور نسخے بھی قابل دید ہیں۔

جامی کی مشہور و معروف تالیف یوسف و زلیخا کا ایک نسخہ مورخہ سنہ ۹۳۰ھ میر علی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اس کی تیاری میں بیس ہزار روپے صرف ہوئے تھے اور خانخانان عبدالرحیم خاں نے اسکو جہانگیر کے سامنے بطور نذر پیش کیا تھا۔ اس کتاب کا ایک دوسرا نسخہ مورخہ سنہ ۱۰۱۸ھ مشہور و معروف خطاط میر عماد کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اس نسخہ کی اعلیٰ خطاطی بے مثل مصوری اور طلا و مذہب نقاشی دیکھ کر عقل انسانی متحیر ہوتی ہے۔

مصور مخطوطات کے علاوہ دوسرے قسم کے نوادر بھی بکثرت ہیں۔ شاہزادہ کامران (متوفی سنہ ۹۶۴ھ) کا دیوان عدیم الوجود متصور ہوتا تھا مگر یہاں اس کا ایک نسخہ محمود بن اسحاق شہابی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اس کے اول صفحہ پر جہانگیر اور شاہجہاں کی خود نوشتہ تحریریں ہیں۔

دیوان حافظ کا ایک نسخہ ہے جسکو ہمایون بادشاہ اور جہانگیر بادشاہ نے بارہا فال کھولنے کے لئے استعمال کیا ہے اور جا بجا حاشیہ پر واقعات تفاؤل کو اپنے ہاتھوں سے قلمبند کیا ہے۔ کتاب کے اول صفحہ پر سلطان حسین بیقرا اور دوسرے سلاطین و امراء کے دستخط ہیں۔ ہمارے لائق دوست خان بہادر مولوی عبدالمقتدر نے اپنی فہرست میں غیر معمولی تحقیق و تفتیش کے ساتھ اسی نسخہ پر ایک مبسوط تبصرہ سپرد قلم فرمایا ہے۔

دیوان حافظ کے اور بھی متعدد نسخے نہایت ہی پاکیزہ اور خوشخط ہیں چنانچہ ایک نسخہ مورخہ سنہ ۹۱۶ھ ملا میرک کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، دوسرا نسخہ سنہ ۱۰۲۳ھ میں سلطان محمد قطب شاہ کے کتب خانہ کے لئے لکھا گیا تھا اور تیسرا نسخہ مطلا مجلد اول؛ زرین عنوان اور پاکیزہ تصاویر سے آراستہ ہے۔

کلیات جامی کی پہلی جلد مؤلف کے اپنے قلم کی لکھی ہوئی ہے، اسکی دوسری جلد سینٹ پٹرسبرگ کے کتب خانہ میں تھی؛ معلوم نہیں کہ جنگ عظیم کے بعد اس کا کیا انجام ہوا۔

اثیر اومانی (متوفی سنہ ۵۶۶ھ) کا ایک دیوان نہایت ہی کمیاب ہے، یہاں اس کا ایک مطلا و مذہب نسخہ سنہ ۱۰۱۵ھ کا لکھا ہوا موجود ہے، اسی طرح تاریخ ابوالخیر خانی مؤلفہ مسعود بن عثمان کوہستانی، مجمل فصیحی مؤلفہ احمد بن محمد فصیح الخوافی، درج الدرر مؤلفہ امیر اصیل الدین شیرازی، مختار نامہ مؤلفہ سلمان بن احمد، سیرت فیروز شاہی، تذکرۃ السلاطین چغتا، تاریخ طاہری مؤلفہ طاہر محمد نسیانی، آثار الوزرا مؤلفہ سیف الدین حاجی فضلی، خلاصۃ الاشعار مؤلفہ تقی کاشی، عرفات العاشقین مؤلفہ تقی اوحدی، دیوان رکن صائن، دیوان مختاری غزنوی، دیوان قاسم ارسلان، دیوان شرف قزوینی، دیوان مجرمی تبریزی، دیوان علی نقی کمرہ، دفتر چہارم مکاتبات علامی، جواہر العلوم مؤلفہ محمد فاضل بن علی سمرقندی اور مرآۃ المحققین مؤلفہ محمود شبستری کے نادر و نایاب نسخے بھی اس کتب خانہ میں موجود ہیں۔

داراشکوہ کی مشہور و معروف تالیف سفینۃ الاولیا کا نسخہ اسکے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے؛ جہانگیر نے تزک جہانگیری کے علاوہ ایک کتاب جہانگیر نامہ کے نام سے تالیف کی ہے، اس کے نسخے نہایت ہی کمیاب ہیں، اس کتب خانہ میں اسکا وہ نسخہ ہے جسکو سنہ ۱۰۳۰ھ میں خود جہانگیر نے اپنے ایک درباری خطاط سے لکھوا کر قطب شاہ گولکنڈہ کے پاس بطور تحفہ بھیجا تھا، اورنگ زیب کے عہد میں جب گولکنڈہ مفتوح ہوا تو یہ شہزادہ سلطان محمد کے قبضہ میں آیا چنانچہ اس کے اول صفحہ پر شہزادہ موصوف کے دستخط بھی موجود ہیں، غرض اس کتب خانہ میں نوادر کا اسقدر عظیم الشان ذخیرہ ہے کہ اس مختصر مضمون میں اس کی مفصل تشریح ناممکن ہے، ہمیں امید ہے کہ قارئین کرام اس اجمالی تبصرہ کو "مشتے نمونہ از خروارے" تصور فرمائیں گے۔

قوم کی بے توجہی

ایک مرتبہ ایک یورپین فاضل نے جو کتب خانہ دیکھنے کے لئے آیا تھا دارالمطالعہ کو مطالعہ کنندگان سے خالی دیکھکر خدابخش خاں مرحوم سے کہا تھا " واہ آپ نے کتابوں کا کیسا اچھا مقبرہ تیار کیا ہے! اگر یورپ میں ایسا کتب خانہ ہوتا تو ہر وقت طالبان علم کا ہجوم ہوتا مگر یہاں تو مجھے کوئی نظر نہیں آتا" واقعہ یہ ہے کہ اس یورپین فاضل نے جو آوازہ کسا ہے وہ بالکل صحیح ہے، ہمارے سامنے علوم و معارف کا ایک بحر ذخار موجزن ہے، دور دور سے تشنہ کامان علم آتے ہیں اور اس سے سیراب ہو کر جاتے ہیں مگر ہم تشنہ دہن اپنے لایعنی افکار و مشاغل میں مبتلا ہیں، ہم نے اپنے ہشت سالہ مدت ملازمت میں کبھی کسی بہاری کو ریسرچ کی غرض سے اس کتب خانہ میں آتے ہوئے نہیں دیکھا، افسوس!

اخلاق و عادات

خدابخش خاں مرحوم اخلاق کریمانہ سے متصف تھے، ترفع، خودداری اور جاہ پسندی کے ساتھ بردباری رحمدلی اور سخاوت

کی آمیزش نے انہیں نہایت ہی سنجیدہ اور ہر دلعزیز بنا دیا تھا۔ امراء کے مقابلہ میں خودداری اور غرباء کے ساتھ فروتنی و انکسار ان کا مخصوص شیوہ تھا۔ انہوں نے کبھی کسی کو چشم حقارت سے نہیں دیکھا۔ انہیں ذوق کا یہ شعر بہت پسند تھا اور وہ اسکو اکثر غیر معمولی تاثیر کے ساتھ ورد زبان رکھتے تھے ؎

ہاں ذوق کسی کو چشم حقارت سے دیکھئے   سب ہم سے ہیں زیادہ کوئی ہم سے کم نہیں

غریبوں کی اعانت اور مصیبت زدوں کی دستگیری کے لئے ہمیشہ تیار رہتے تھے۔ مسٹر صلاح الدین مرحوم لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ خدابخش خاں مرحوم کے ایک محسن کے دوست فقر و فاقہ میں مبتلا ہوئے مگر چونکہ طبیعت نہایت غیور واقع ہوئی تھی اسلئے دست سوال پھیلانے میں شرم آئی، کسی معمولی کتاب کا ایک قلمی نسخہ لے کر ان کے پاس حاضر ہوئے اور اپنی ضرورت ظاہر کرکے اسکو خرید لینے کی درخواست کی، خدابخش خاں نے اس نسخہ کو دیکھکر کہا کہ ان کے کتب خانہ میں اس کتاب کے بہترین نسخے موجود ہیں، کتاب انہیں واپس دیدی اور اس کے ساتھ مبلغ ایک سو روپیہ کا نوٹ بھی ان کے ہاتھ میں دیدیا۔

دل آزاری سے وہ نہایت ہی خائف و ہراساں رہتے تھے اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ انسان کے لئے بدترین گناہ یہ ہے کہ اسکی مسرت، اس کے غرور، اس کی تمکنت یا اس کے کسی فعل سے دوسروں کے جذبات کو صدمہ پہونچے۔ اس سلسلہ میں وہ جب کبھی اپنے

بچوں کو نصیحت فرماتے تو عماد، سودا اور راسخ کے حسب ذیل اشعار ان کی زبان پر ہوتے ؎

گر در جہاں دلے ز تو خرم نمی شود   بارے چناں مکن کہ شود خاطرے حزیں

کعبہ گیا جو ٹوٹ تو کیا جائے غم ہے شیخ   یہ قصر دل نہیں کہ بنایا نہ جائے گا

جو ہے تعمیر دہ عرش عظیم   سو ہے ٹوٹے ہوئے دل ہی کا مقیم

وفات

سنہ ۱۹۰۸ء کی تیسری اگست کو ایک بجے شب کے وقت علم و ادب کا عاشق، کتابوں کا شیدائی اور ملک و قوم کا غمگسار خدابخش واصل بخدا ہوا، دنیائے مشرق میں ماتم بپا ہوا، عالم برزخ میں اولیائے عظام، علمائے کرام اور صلحائے ذوی الاحترام کی ارواح مقدسہ نے خوش آمدید کے نعرے بلند کئے اور رحمت پروردگار نے "یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ" کی صدائے دلنواز کے ساتھ اپنے آغوش میں جگہ دی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کتب خانہ سے انہیں اسقدر محبت تھی کہ مرنے کے بعد بھی اسکی مفارقت گوارہ نہ ہوئی، دارالمطالعہ اور کتب خانہ کی دو منزلہ عمارت کے درمیان جو جگہ ہے اسکو انہوں نے اپنی قبر کے لئے پہلے ہی متعین کر دیا تھا چنانچہ حسب وصیت وہ اسی میں مدفون ہوئے۔

عیال و اطفال

خدابخش خاں مرحوم نے یکے بعد دیگرے تین شادیاں کیں، پہلی بیوی لاولد فوت ہوئیں، دوسری بیوی سے ایک لڑکی اور چار لڑکے تولد پذیر ہوئے، لڑکی نے کمسنی میں داغ فراق دیا، لڑکوں میں مسٹر صلاح الدین ایم۔ اے۔ بی۔ سی۔ ایل (آکسفورڈ) بار ایٹ لا

سب بڑے تھے، وہ کلکتہ کے فروغ یافتہ بیرسٹروں میں تھے، لا کالج کی پروفیسری اور کلکتہ یونیورسٹی کی رجسٹراری پر بھی ممتاز رہے۔ انگریزی کے ادیب کامل تھے، فارسی میں بھی گونہ دسترس حاصل تھا، خصوصاً اشعار بکثرت یاد تھے۔ سنہ ۱۹۳۱ء میں راہیِ عالم جاودانی ہوئے۔

دوسرے لڑکے مسٹر شہاب الدین نے بھی انگلینڈ میں تعلیم پائی۔ وہاں سے واپس آکر ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس اور سپرنٹنڈنٹ پولیس کے عہدوں پر سرفراز رہے اور اب پنشن پا رہے ہیں۔

تیسرے لڑکے غیاث الدین نے کمسنی ہی میں داعیِ اجل کو لبیک کہا اور چوتھے لڑکے محی الدین اپنے والد کے بعد کتب خانہ کے ناظم مقرر ہوئے مگر مختصر دو سال کے اندر راہیِ جنت ہوئے۔

تیسری بیوی سے کتب خانہ کے موجودہ ناظم مسٹر ولی الدین بی۔ اے۔ بی۔ ایل عالم وجود میں آئے۔

خدا بخش لائبریری

سید نجیب اشرف ندوی کے قلم سے

کتب خانہ خدا بخش کے نادر فارسی مخطوطات

۱۔ تاریخ خاندان تیموریہ | یہ کتاب تاریخی حیثیت سے بہت کچھ اہمیت رکھتی ہے، فن مصوری و خطاطی کا بہترین نمونہ ہے، تیمور سے لیکر اوس کے جانشینان ایران، بابر، ہمایوں، اور اکبر کے ۲۲ سنہ جلوس تک کے حالات پر مشتمل ہے، یہ کتاب شاہی حکم سے اکبر کے زمانے میں لکھی گئی تھی، کیونکہ مصنف اکبر کا ذکر صیغۂ حال میں کرتا ہے[1]، نیز سرورق پر شاہجہان کے ہاتھ سے یہ عبارت لکھی ہوئی ہے،

بسم اللہ الرحمن الرحیم

این تاریخ مشتمل است بر مجمل احوال حضرت صاحبقران گیتی ستان، و اولاد و احفاد آنحضرت و سوانح ایام حضرت عرش آشیانی انار اللہ برہانہ تا سال بست و دوم در عہد دولت شاہ بابا تصنیف شدہ، حررہ شاہجہان پادشاہ بن جہانگیر پادشاہ بن اکبر پادشاہ

شاہجہان، اکبر کو ہمیشہ شاہ بابا کے نام سے یاد کرتا ہے،

اس کتاب میں ۱۱۰ تصاویر ہیں جو ۵۱ مختلف مصوروں کے مساعی کا نتیجہ ہیں، ان مصورین میں سے تیرہ کا ابوالفضل نے آئین اکبری میں تذکرہ کیا ہے[2]، اور ان تیرہ کے علاوہ تین اور مصورین کے نام مسٹر ونسنٹ اے سمتھ آئی، سی، ایس (ریٹائرڈ) کی کتاب سے معلوم ہوتا ہے[3]،

ان تصاویر میں خلاف معمول ہر مصور کا نام لکھا اور جہاں دو یا تین نے مل کر بنایا ہے وہاں ان سب کے نام دیئے ہیں، لیکن میرے خیال میں جہاں ایک نام سے زیادہ درج ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ خاکہ ایک شخص کا ہے رنگ آمیزی دوسرے کی، اور اس کی دوسری خصوصیتیں کسی تیسرے نے ظاہر کی ہیں، چنانچہ ابوالفضل

---

[1] فہرست کتب خانہ جلد ، صفحہ ۲۲، [2] آئین اکبری جلد اول صفحہ ۱۰۰ [3] [illegible]

A. Smith. History of fine art in India and Ceylon (Oxford university) P.P 462, 488, 328

کتب خانہ خدا بخش کے نادر فارسی مخطوطات

تاریخ خاندان تیموریہ[1] یہ کتاب تاریخی حیثیت سے بہت کچھ اہمیت رکھتی ہے، فن مصوری و خطاطی کا بہترین نمونہ ہے، تیمور سے لیکر اوس کے جانشینان ایران، بابر، ہمایون، اور اکبر کے ۲۲ سنہ جلوس تک کے حالات پر مشتمل ہے، یہ کتاب شاہی حکم سے اکبر کے زمانے مین لکھی گئی تھی، کیونکہ مصنف اکبر کا ذکر صیغہ حال مین کرتا ہے، نیز سر ورق پر شاہجہان کے ہاتھ سے یہ عبارت لکھی ہوئی ہے،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

این تاریخ کہ مشتمل است بر مجمل احوال حضرت صاحبقران گیتی ستان و اولاد و امجاد آنحضرت و سوانح ایام حضرت عرش آشیانی انار اللہ برہانہ تا سال بست و دوم در عہد دولت شاہ بابا

تصنیف شدہ حررہ شاہ جہان پادشاہ بن جہانگیر پادشاہ بن اکبر پادشاہ"

شاہ جہان، اکبر کو ہمیشہ شاہ بابا کے نام سے یاد کرتا ہے،

اس کتاب مین ۱۱۲ تصاویر ہین، جو ۵۱ مختلف مصورون کے مساعی کا نتیجہ ہین، ان مصورین مین سے تیرہ کا ابو الفضل نے آئین اکبری مین تذکرہ کیا ہے[2]، اور ان تیرہ کے علاوہ تین اور مصورین کے نام مشرف نسق اسمتھ وی، اے، اسمتھ[3] کی کتاب سے معلوم ہوتا ہے،

ان تصاویر مین خلاف معمول ہر مصور کا نام لکھا اور جہان دو یا تین نے ملکر بنایا ہے وہان اون سبکے نام دیئے ہین، لیکن میرے خیال مین جہان ایک نام سے زاید درج ہین اس کے معنی یہ ہین کہ خاکہ ایک شخص کا ہے رنگ آمیزی دوسرے کی، اور اس کی دوسری خصوصیتین کسی تیسرے نے ظاہر کی ہین، چنانچہ ابو الفضل

۱؎ فہرست کتبخانہ جلد ۷ صفحہ ۴۴، ۲؎ آئین اکبری جلد اول صفحہ [illegible] مطبوعہ نولکشور پریس،

A. Smith. History of fine Art in india and Ceylon (Oxford university P.P 462, 488, 328

تھے جہان اِن مصورون کے کامون کی کثرت بتائی ہو وہین لکھتا ہو کہ

"نقاشان ونڈہیان وجدول آرایان وصحافان رانیز بازارگری پذیرفت" (جلد اصفحہ)

اب سوال یہ رہتا ہے کہ نفس اِس کتاب کی کیا نسبت واہمیت ہو، جوابًا عرض ہو کہ یہ کتاب جیسا کہ لکھا جا چکا ہو شہنشاہ اکبر کے زمانہ میں لکھی گئی ہو اور چونکہ تمام تر مصوّر و مذہب ہے اسلیئے یقینًا بادشاہ کے یہان خاص اہتمام سے لکھی گئی، اب اِس کے ثبوت کے لیئے ہم کو اوس وقت مؤرخ ابوالفضل کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے، آئین اکبری مین اون کتابون کا ذکر کرتا ہوا جو اکبر نے خاص طور سے مصور کرائی تھی لکھتا ہو:-

"فارسی نامہاے نظم ونثر را پیرایہ بستند و مجلسہائے دلکشا تصویر شد، قصہ حمزہ را دوازدہ دفتر ساختہ رنگ آمیز کردند، و ستادان سحرپرداز یک ہزار و چہار صد موضع را حیرت افزائے دیدہ وران گردانید، چنگیزنامہ، ظفرنامہ، واین اقبالنامہ، رزم نامہ (مہابھارت)، و رامائن، و نلدمن، وکلیلہ دمنہ، وعیار دانش، وجز آن بہ پیکرنگاری برآراستند"

اِن کتابون مین سے چنگیزنامہ کے علاوہ تمام کتابین مشہور عام ہین، ہمارا خیال ہو کہ یہی چنگیزنامہ ہے جس کو بعد مین کسی نے سرورق کے پھٹ جانے سے تاریخ خاندان تیموریہ کے نام سے موسوم کر دیا ہے، مولوی عبدالمقتدر خان صاحب کی بھی یہی رائے ہو، اور وہ تو یہان تک کہتے ہین کہ یہ وہی نسخہ ہو جس کا ابوالفضل نے تذکرہ کیا ہو، اِس کے ثبوت مین وہ اور دلائل کے علاوہ دو دلیلین یہ بھی پیش کرتے ہین کہ چنگیزنامہ کوئی کتاب نہین تھا دوسرے ابوالفضل والا نسخہ اگر اِس نسخہ کے سوا کوئی دوسرا ہوتا تو کہین نہ کہین اوس کا پتہ ضرور ملتا لیکن ایسا نہین ہو (فہرست کتبخانہ جلد ۷ صفحہ ۴۲)

قابل ذکر تصاویر یہ ہین،

(۱) تیمور بچپن مین لڑکون کے ساتھ کھیلتا اور خود بادشاہ بنا ہے،

(۲) عمر شیخ کی موت،

(۳) تیمور کا حملۂ بغداد، یہ تصویر بہت بڑا اور بس عبرت ہے، تیمور پل پر کھڑا ہے، بغداد کا گورنر فرخ اپنی اکلوتی بیٹی کے ساتھ جو اس وقت بھی باین بے سروسامانی و وحشت برقعہ مین ہے، ایک کشتی مین چڑھ کر بھاگنا چاہتا ہے، تیمور کے ادس پر حملہ آور ہوتے ہیں، وہ اپنی بیٹی سمیت دریا مین کود کر جان دیتا ہے، ملاح اوسکی لاش تیمور کے پاس لاتے ہین، اور وہ شہر کے لوٹنے اور قتل عام کا حکم دیدیتا ہے، تیمور اس واقعہ کو خود یون کہتا ہے،

"فرخ قلعہ دار در آب دجلہ غرق شدہ من بشہر در آمدم و امر نمودم کہ جمیع مفسدان و اوباش شہر را بقتل رسانند و قلعہ و عمارت شہر را انداختہ بخاک برابر سازند[1]"

(۴) وفات تیمور،

(۵) ہمایون کی پیدائش پر بابر کی خوشی اور ارکان و اعیان کی دعوت،

(۶) اکبر کی پیدائش، حمیدہ بانو بیگم، ایک کوچ پر سبز لباس پہنے پڑی ہے، نوزائیدہ اکبر کلاہ تتری سر پر رکھے ایک دایہ کی گود مین بیٹھا ہے، عورتین مختلف حرکات سے اظہار مسرت کر رہی ہین، اس تصویر کے زیرین حصہ مین یہ دکھایا گیا ہے، طرزی بیگ خان ہمایون کے پاس یہ مژدہ لا رہا ہے، ہمایون کا آفتابچی جوہر اس واقعہ کو یون قلمبند کرتا ہے،

"اس نے (جہانگر) ایک چینی کی رکابی و نافہ مشک منگی، اسے توڑ کر تمام حاضرین کو تقسیم کرتے ہوئے کہا، میرے پاس آپ کے لیے، اپنے لڑکے کی پیدایش پر صرف یہی تحفہ ہے جو آپ کے سامنے پیش کرسکتا ہون، اور امید ہے کہ اس لڑکے کی شہرت تمام دنیا مین اسی طرح پھیلے گی جس طرح اس مشک کی بو سے یہ خیمہ پر ہے"

(۷) اکبر کی مہم چتور،

(۸) داتا شیخ زید شکر گنج کے مزار کی زیارت کو جاتا ہے،

---

[1] تزک تیموری مطبوعہ بمبئی صفحہ ۱۰۱

جس صفحہ پر شاہجہان کی عبارت ہی، دوسرے حسب ذیل امرائے دربار کی بھی مہرین اور دستخط مین،

(۱) عبداللہ چلپی ...... ۲۲ شوال ۲۶ جلوس مبارک

(۲) خواجہ سہیل

(۳) خواجہ ہلال

(۴) عبدالغفور

(۵) محمد باقر

(۶) نور محمد

ان دستخطون کے بعد انگریزی مین گلڈون (GLADWIN) کا دستخط ہی، یہ گلڈون شاید مشہور مستشرق فرنسس گلڈون ہے،

گلڈون، بنگال کی فوج کا افسر تھا، وارن ہسٹنگز کی ہمت افزائی سے اس نے مشرقی زبانون مین بہت کچھ ترقی کر لی تھی، ابو الفضل کے آئین اکبری کے ایک حصہ کا ترجمہ بھی کیا تھا، ۱۷۸۴ء مین ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کا ممبر تھا، ۱۷۸۸ء مین ہسٹری آف ہندوستان لکھی، فارسی کی مختلف کتابون کا جس مین گلستان بھی ہے ترجمہ کیا ہی، ۱۸۰۹ء مین فارسی، ہندوستانی، انگریزی لغت لکھی، فورٹ ولیم کالج کا پہلا فارسی کا پروفیسر ۱۸۰۰ء مین مقرر ہوا، ۱۸۰۸ء مین پٹنہ کا افسر چنگی رہا، ۱۸۰۸ء مین پٹنہ کا کلکٹری ریزیڈنٹ تھا اور تقریباً ۱۸۱۲ء مین مرا،[1] اسی صفحہ پر اس نسخہ کی قیمت آٹھ ہزار روپیہ لکھی ہی،

کتاب خوبصورت، صاف، نستعلیق مین لکھی ہے، کاغذ نہایت نفیس ہی، کتاب مین ۲۳۸ اوراق یا ۴۷۶ صفحہ ہین، اور ہر صفحہ مین ۱۱ سطرین ہین،[2]

---

[1] Buckland, Dictionary of India Biography ۱۶۱

[2] فہرست کتبخانہ جلد ۱ صفحہ ۲۰، [3] فہرست کتبخانہ جلد ۱ صفحہ ۲۰۰-۱۲۵

بادشاہ نامہ | عہد شاہجہان کے حالات مین متعدد نایاب نسخے ہین، مثلاً

(۱) آثار شاہجہانی مصنفہ محمد صادق دہلوی،

(۲) شاہجہان نامہ، جو چار حصون مین منقسم ہے اور جس کے ہر حصہ کو معتمد خان، عبدالحمید لاہوری، محمد وارث، اور محمد صالح نے علی الترتیب لکھا ہے،

(۳) لطائف الاخبار، مصنفہ (شاید) رشید خان،

(۴) ملخص، مصنفہ محمد طاہر آشنا،

(۵) عمل صالح، محمد صالح کنبو،

(۶) تاریخ نمبر ۱۷۵، مصنفہ لامعلوم،

(۷) بادشاہ نامہ، حصہ اول، مصنفہ محمد امین قزوینی وحصہ دوم از عمل صالح،

ان تمام تاریخون مین موخر الذکر کتاب کا نسخہ خاص وقعت رکھتا ہے، کتاب ابتداء سے لیکر آخر تک مصوری و خطاطی کے محاسن سے پر ہے، ہر صفحہ مذہب جدولون سے گھرا ہے اور عنوان و سرخیان بھی بہت دیدہ زیب ہین، تاریخ خاندان تیموریہ کی طرح اس مین بھی ۱۹ تصاویر ہین، پہلا حصہ مقدمہ، مقالہ اور خاتمہ پر مشتمل ہے، مقدمہ مین شاہجہان کے لڑکپن کے حالات ہین، مقالہ مین دہ سالہ عہد حکومت کی تاریخ ہے، اور خاتمہ مین اس عہد کے مشاہیر کے حالات ہین،

اس حصہ کا مصنف محمد امین بن ابو الحسن قزوینی، عہد شاہجہان مین ہندوستان آیا، اور منشی مقرر ہوا، شاہجہان کو ایک ایسے شخص کی ضرورت تھی جو اکبر نامہ کی طرز پر اس کی تاریخ لکھے، لیکن کوئی نظر نہ آتا تھا، اس اثنا مین جیسا کہ اوس کا خود بیان ہے، اوس نے جنگ بندیلہ کی تاریخ پیش کی اور بادشاہ اس سے خوش ہوا، اور اوس کو اس کام کے لیے مقرر کیا؛ چنانچہ اس نے عہد طفلی سے دس سنہ جلوس تک کے حالات قلمبند کرکے سنہ جلوس مطابق ۱۰۴۶ھ مین پیش کیے، لیکن کچھ زیادہ پسند نہ آئے، اور کسی بہتر آدمی کی تلاش

پیرنے کی، چنانچہ عبدالحمید کا پتہ چلا اور اسے ٹھٹھہ[1] یا پٹنہ[2] سے بلا کر اسے اس کام پر مامور کیا گیا اس نے بیس سال کے حالات قلمبند کئے ہیں، پھر کبرسنی کی بنا پر وہ علیحدہ ہو گیا، اور محمد وارث جو ابوالفضل کا شاگرد تھا، اس کام پر مقرر ہوا، اس نے دس سال کی تاریخ مرتب کی اور بعد ازاں محمد صالح نے پوری تاریخ لکھتے ہوئے بقیہ دو سال کے حالات بھی لکھ کر تاریخ کو مکمل کر دیا، جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں، محمد امین کی تاریخ صرف دس سنہ جلوس تک ہے، اسلئے بقیہ حصہ کی تکمیل کے لئے محمد صالح کی عمل صالح سے مدد لی گئی ہے،

ذیل کی تصاویر قابل ذکر، سبق آموز، اور غور طلب ہیں،

(۱) شہزادہ خرم (شاہجہان) کی مرزا محمد حسین صفوی کی لڑکی سے شادی،

(۲) شکارگاہ، جہانگیر شیر پر گولی چلاتا ہے، نشانہ خطا ہوتا ہے، شیر حملہ کرتا ہے، راجہ انوپ رائے شیر کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے اوس کے منہ میں ہاتھ دیدیتا ہے، شیر اوس کو چباتا ہی ہوتا ہے کہ خرم آ کر تلوار سے وار کرتا ہے، اور شیر کا خاتمہ ہو جاتا ہے،

(۳) داراشکوہ کی شادی کا جلوس،

(۴) شاہزادہ اورنگزیب ایک مست ہاتھی کا مقابلہ کر رہا ہے،

(۵) شاہجہان تخت طاؤس پر پہلی مرتبہ بیٹھا ہوتا ہے،

(۶) شاہجہان کا جنازہ تاج جا رہا ہے۔

(۷) نذر محمد خان والی بلخ کی حرم، لڑکیاں اور دوسری رشتہ دار خواتین شاہجہان کے محل میں آتی ہیں، اور بیگم نہایت عزت و احترام سے اون کا استقبال کرتی ہے،

اس کے علاوہ دہلی و آگرہ کی متعدد عمارتوں، مثلاً، دیوان خاص، تاج، جامع مسجد، قلعہ وغیرہ کی تصاویر ہیں،

---

[1] فہرست کتبخانہ جلد، صفحہ ۷۰، [2] شاہجہان نامہ مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۱۱

یہ کتاب ایک افسر اعلیٰ کی ہدایت سے ۱۹۱۱ء مین شہنشاہ معظم کی تخت نشینی کے وقت اون کے ملاحظہ کے لیے گئی تھی، چنانچہ سرورق پر متعدد انگریزی عبارتون کے ساتھ شہنشاہ معظم و ملکہ معظمہ کے دستخط مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۱۱ء بھی اِس پر موجود ہین،

جہان تک میرا خیال ہی یہ کتاب عہد عالمگیری مین کسی امیر نے اپنے کتبخانہ کے لیے لکھوائی تھی،

واللہ اعلم بالصواب،

شہنشاہ نامہ، اِس کتاب کی کسی دوسری کاپی کا آج تک دنیا کے کسی گوشہ مین پتہ نہ چل سکا، یہ کتاب سلاطین عثمانیہ کے حالات مین ہی، حسینی اِس کا مصنف ہی، موجودہ نسخہ قسطنطنیہ مین سلطان محمد ثالث کے لیے لکھا گیا تھا! شاہجہان کے زمانہ مین ایک غیر معمولی طریقہ سے ہندوستان پہونچا، اور یہان بھی کتبخانہ شاہی مین جگہ پائی، اِس پر جو متعدد مہرین ہین اون مین سے ایک ممتاز محل بیگم (جو آج تاج مین میٹھی نیند سورہی ہے) کی پیاری بیٹی جہان آرا کی بھی ہی، جہان آرا کے حالات مولانا محبوب الرحمن صاحب کلیم اور ضیا ربرنی نے رسالون کی صورت مین شائع کئے ہین،

اِس کی تصاویر، ایران و ہندوستان کے طرز سے جداگانہ ہین، ان مین ترکی و یونانی اثر غالب ہے، اِس کتاب کی بعض تصاویر تاریخ عالم کے اہم واقعات کو پیش کرتی ہین، مثلاً محمد ثانی فاتح قسطنطنیہ مع فوج کے قسطنطنیہ پر حملہ آور ہے، محمد فاتح آبنائے کو عبور کر رہا ہے، سلطان سلیم، محمد متوکل باللہ، آخری عباسی خلیفہ مصر سے لوازم خلافت لے رہا ہے، وغیرہ،

اپنی یکتائی کے وجہ سے یہ کتاب کتبخانہ کی بہترین کتابون مین ہی،

شاہنامہ، اس کا مصنف تعارف سے بالاتر ہے، یہ نسخہ نا مکمل ہی اور ۱۵۳۹ء سے قبل کا لکھا ہوا بھی نہین ہی لیکن اس کی اہمیت صرف اسلیے ہی کہ خاص اہتمام سے لکھا گیا، مصور ہوا اور ایک امیر نے ایک بادشاہ کے سامنے پیش کیا

یہ نسخہ کابل و کشمیر کے گورنر علی مردان نے شاہ جہان کے لیے لکھایا تھا، یہ وہی علی مردان خان ہے جس نے نہر بنوائی تھی اور جس کی قبر لاہور کی فصیل کے باہر آج بھی شکستہ و منہدم صورت میں موجود ہے،

تصانیف جامی | تصانیف جامی کے لحاظ سے خدابخش خان کی لائبریری بہت امیر ہے، اور فہرست کے تقریباً ۲۲ صفحے ان کے اظہار محاسن کے لئے وقف ہوئے ہیں۔

دار السلطنت روس سینٹ پیٹرس برگ مین ایک نامکمل حصہ حضرت جامیؒ کے تصانیف کا تھا، جو اپنی خصوصیات کے لیے قبل از جنگ تمام عالم مین مشہور تھا، یہ نسخہ اوسی نامکمل حصہ کا بقیہ نصف ہے، اس کتاب کی وقعت اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ سلسلۃ الذہب خود مصنف کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے، اسی مین اپنے لڑکے کی پیدائش کی تاریخ بھی لکھی ہے، اس کا ایک فوٹو شیخ عبدالقادر صاحب ایم، اے نے ایک مضمون کے ساتھ معارف کے ساتھ شایع کیا تھا، اور محفوظ الحق صاحب بی اے نے بھی اس پر اظہار رائے کیا تھا، اسلئے اس پر کچھ اور لکھے بغیر دوسری کتابون کی طرف متوجہ ہوتا ہون،

اسی سلسلہ کی ایک اور کڑی یوسف زلیخا ہے، یہ نسخہ خانخانان عبد الرحیم نے شہنشاہ خطاط میر علی ہروی سے لکھا کر اپنے آقا شہنشاہ جہانگیر کے نذر کیا تھا، اس کی قیمت ایک ہزار اشرفی تھی،

خانخانان، مشہور سپہ سالار بیرم خان کا بیٹا تھا، علمی مشاغل و کمال مین اپنا ہمسر نہ رکھتا تھا لیکن آج اس کا مزار مشکل سے ملیگا، وہ دہلی مین ہمایون کے مقبرہ کے قریب آرام کر رہا ہے۔

اس نسخہ کے علاوہ، مشہور کاتب میر عماد ایرانی کا لکھا ہوا بھی ایک نسخہ ہے، میر عماد اس نسخہ کے لکھنے کے سات سال بعد ۱۶۱۵ء مین قتل کیا گیا تھا،

ان مطلا و مذہب نسخون سے جو ہماری آنکھون کو کچھ دیر کے لئے اپنی چمک دمک اور ضیا پاشی سے خیرہ کر رہے ہین، نظر ہٹا کر دوسری طرف دیکھنا چاہیئے،

O'Connor. An. Eastern Library

دیوان حافظ | حافظ رحمۃ اللہ کا یہ دیوان کوئی ظاہری خوبی بجز اس کے نہین رکھتا کہ خوشخط چھوٹی تقطیع پر لکھا ہوا ہی، لیکن اس کی اہمیت کا اس سے پتہ چلتا ہی کہ یہ دیوان متعدد شہنشاہ مغلیہ کا شریک دم بدم، اور باعث تسکین رہا ہی، ہمایون، اپنی مشکلات مین اسی سے اطمینان حاصل کرتا ہی، جہانگیر کو یہی دیوان سکون و اطمینان بخشتا ہے اور بعض اوقات صرف اسی کی فال بے گناہون کو تختۂ دار سے اتار کر آزادی کی زندگی بخشتی ہے،

ہمایون وجہانگیر نے جس جس جگہ فال بغرض نکالی ہی اور جس جس وقت اس کو دیکھا ہی وہ اپنے قلم سے لکھ دیا ہی، اس دیوان کے ان نوٹون پر آیندہ مستقل ایک مضمون لکھنے کا ارادہ ہی، یہ دیوان مولوی سبحان اللہ صاحب رئیس گورکھپور کا عطا کردہ ہی،

دیوان حافظ | ایک دیوان اور اسی قسم کی اہمیت رکھتا ہی، کہ شاہان گولکنڈہ مین سے ایک کے لیے لکھا گیا ہے، دیوان کی ایک تحریر سے پتہ چلتا ہی کہ یہ دیوان ۱۰۲۳ھ مین قطب شاہ والی گولکنڈہ کے لیے حیدرآباد دکن مین لکھا گیا، ایک دوسری عبارت مین لکھا ہے کہ کتبخانۂ سلطان سے یہ نسخہ حاصل ہوا، یہ عبارت شاید فاتح گولکنڈہ اورنگ زیب عالمگیر کے کسی لڑکے کے ہاتھ کی ہی، اور در اصل یہ دونون دیوان ہمارے لیے بہت کچھ عبرت بخش ہین، یہ نسخہ محمد محسن کاتب کا لکھا ہوا ہی،

دیوان مرزا کامران | لیکن ابھی اس سے بڑھ کر ایک اور دردناک واقعہ کی ہم کو یاد تازہ کرنی ہی، ہمارا غم دیوان مرزا کامران دیکھ کر دوچند ہو جاتا ہی،

مرزا کامران، فاتح ہندوستان ظہیر الدین بابر کا بیٹا اور ہمایون کا بھائی ہے، اس نے اپنے بھائی سے وہی سلوک کیا جو برادران یوسف نے یوسف سے کیا تھا، ہمایون کے ہندوستان سے جانے کے بعد سے اس کے واپس آنے کے بعد تک وہ مختلف سازشون اور خفیہ وعلانیہ مخالفانہ کارروائیون مین مشغول رہا

تا آنکہ اپنے بھائی ہندال کو قتل کروالا، لیکن قسمت اوس پہ ہنس رہی تھی، اس کے بعد خود گرفتار ہو کر آیا، ندہ لوگون کے اصرار پر اندھا کر دیا گیا، یہان سے حج کو گیا، اور وہین مرا،

گلبدن بیگم، اپنی زنانہ طرز ادا مین، اس واقعۂ قتل کو لکھتے ہوئے کہتی ہین کہ ہندال اوس کی روشنی چشم تھا، اور اوسے قتل کر کے دراصل اوس نے اپنی بصارت کھو دی، ہمایون اوس وقت بھی اوس کو اندھا کرنا نہ چاہتا تھا، لیکن امرا اور رعایا کے متفق مطالبہ نے اُسے مجبور کر دیا، بیگم اس واقعہ کو متعلق یون لکھتی ہے:—

"عاقبت الامر ہمہ خوانان وسلاطین، وضیع وشریف، صغیر و کبیر، سپاہی و رعیت وغیرہ کہ از دست مرزا کامران، داغہا داشتند، در آن مجلس متفق شدہ، بعرض حضرت پادشاہ رسانیدند کہ در پادشاہی وحکم رسم برادری منظور نمی باشد، اگر خاطر برادر میخواہید ترک پادشاہی بکنید، واگر پادشاہی میخواہید ترک برادری بکنید، و این ہمین مرزا کامران است کہ از سبب او در دشت قپچاق سر مبارک ایشان چہ نوع زخم رسیدہ بود، و بہ افغانان کرد فریب دادہ یکے شدہ و شعلق شدہ مرزا ہندال راکشت، واکثر چغتائی از سبب مرزا نابود شدہ، و اہل و عیال بردم بہ جند زیست و بے ناموس شد .... این برادر نیست، این دشمن حضرت است، ع

رخنہ گر ملک سر انگندہ بہ[1]

مجبوراً ہمایون کو حکم دینا پڑا،

"اگرچہ این سخنان شایان خاطر نشان من می کند اما دل من نمی شود، ہر دو چشمان مرزا کامران را میل کشند[2]"

ہمایون کا واقعہ نگار آفتابچی بھی اس کام پر معمور ہوا تھا، وہ اس واقعہ کو یون بیان

---

[1] ہمایون نامہ گلبدن بیگم صفحہ ۵۵۔ [2] ہمایون نامہ گلبدن بیگم صفحہ ۵۶

لکھتا ہے :-

تبعد حکم آمدیم پیش میرزا کامران، و غلام علی بمیرزا کامران عرض کرد که "میرزا! اگر این سخن از خود بگفته باشیم زبان ما را خدائے تعالی از قفا بکشد اما از حکم شاہان چارہ نیست، حکم چنان است در چشمہائے شما نشتر زنند"

میرزا گفت که مرا بکشید،

غلام علی جواب داد که "خداوندا! دیگر کیست که شما را کشتن تواند" پس تلاش در آمدند، در حال در دست داشت، مغلول بست، در دہن آن فراش تو دکر دست دراز کردہ بود، بگرفتن میرزا بعد از ان دست میرزا را گرفته از خرگاہ بیرون آوردند و میرزا را خوابانیدند و نشتر در چشمہائے میرزا زدند، آن مرد مردانہ ہیچ دم نزد، الا شخص که بالائے زانوئے نشسته بود میرزا را برد، ہمین سخن گفت، که تو چرا بر زانو ہائے من نشسته، تا که ولاسائے شما خواہد شد، تو خواہند گذشت، بجز این سخن دیگر ہیچ دم نزد، مردانه وار باستقلال خود ماند و گروہے بیدہ دار، در چشمہائے ایشان نمک انداخت بیطاقت شد نام اللہ بر زبان راند و بعد از ان ہمین سخن گفت،

"خداوندا! آنچه در دنیا کردہ بودم بجزائے خود رسیدم و در عقبی امید دارم"

باز میرزا را سوار کردہ سوار شدند[1]،

فاعتبروا یا اولی الابصار!

اس عہد کا بھی ایک واحد نسخہ ہے اور اوس وقت کے مشہور کاتب محمود بن اسحاق اشہابی ہروی کا جو ثانی میر علی تھا لکھا ہوا ہے، اس وقت خود مرزا کامران بھی زندہ تھا، اس پر جہانگیر اور شاہجہان کے ہاتھ کی عبارت ہے، نور جہان نے بھی اس کو پڑھا تھا، اور دیگر امرا کے پاس بھی رہا ہے، جن کے

[1] تذکرۃ الواقعات، جوہر آفتابچی نسخہ قلمی خدابخش خان لائبریری نمبر ۵ صفحہ ۱،،

دستخط اور مہریں اس پر ثبت ہیں،

جہانگیر کی عبارت یہ ہے،

"اللہ اکبر

دیوان میرزا کامران عم پدر بزرگوار

نسخت بخط محمود الحق شہامی

حررہ نور الدین محمد جہانگیر شاہ اکبر

سنہ ۲۰ جلوس موافق ۱۰۳۵ھ ہجری"

شاہ جہان کی عبارت یہ ہے،

"ہو

الحمد للہ الذی انزل

علی عبدہ الکتاب۔

حررہٗ شاہ جہان ابن

جہانگیر شاہ بن اکبر شاہ"

منعم خانخانان کی عبارت

اللہ اکبر

دیوان میرزا کامران بخط خواجہ محمود الحق شہامی

امانت منعم خانخانان

۴۰ہ زر و تشت مہر

نور جہان بیگم کی عبارت

قیمت اموال نواب نور جہان بیگم

سنہ مہر

اس کے علاوہ اس پر تحقیقات عرض دیدہ ہیں،

سفینۃ الاولیاء: یہ بھی ایک بدبخت شہزادہ کی تصنیف ہے، شہزادہ دارا شکوہ بن شاہ جہاں اس کا مصنف ہے، مشہور فرانسیسی سیاح موسیو برنیر (Bernier) جس وقت راجپوتانہ کے دشت و صحرا کو طے کر رہا تھا کہ دربار دہلی میں پہونچا، بدنصیب شہزادہ وہاں کی صحرا نوردی کرتا پھرا اور اس کو ملا، اس کے بعد جب وہ گرفتار ہو کر اپنی زندگی کے آخری دردناک خونی پارٹ کے ادا کرنے کے لئے دہلی آیا تو اس وقت بھی وہاں موجود تھا، اس واقعہ شہادت کو اس نے اپنے ایک دوست کے نام خط میں مفصل طور سے لکھا ہے، اس کا لفظ لفظ درد و غم کی حکایت ہے، اور ظالم سے ظالم شخص بھی دو آنسو گرائے بغیر نہیں رہ سکتا، ہم کبھی آئندہ اس خط کا ترجمہ پیش کرینگے ان دردناک واقعات سے آپکی طبیعت منغص ہو گئی ہوگی، آئیے تھوڑی دیر کے لئے کسی دوسری طرف متوجہ ہوں،

کلیات سعدی: مصلح الدین سعدی شیرازی کے تمام نظم و نثر کا مجموعہ ہے، پندرھویں صدی عیسوی کا لکھا ہوا نسخہ ہے، خط نہایت اعلیٰ اور رنگ آمیزی و گلکاری سے مملو ہے، تصاویر بھی ہیں، جو اس عہد کے ایرانی فن تصویر پر کافی روشنی ڈالتے ہیں، شروع میں دو صفحہ کی سفید حروف میں فہرست ہے،

1- G. Cezmar An Eastern library P. 30

کلیات کا ایک اور نسخہ بھی ہے جو اس کتب خانہ کا قدیم ترین نسخہ ہے، زر زیاشیدہ کاغذ پر نہایت خوشخط لکھا ہوا ہے،

انتخاب بوستان: یہ نسخہ فن خطاطی و رنگ آمیزی کے بہترین نمونوں میں ہے، عنوان کے دونوں صفحے اس خوبصورتی سے مذہب و مطلا کئے گئے ہیں کہ کسی عمل کے ایرانی قالین معلوم ہوتے ہیں، اس سے زیادہ خوبصورت اس کا آخری صفحہ ہے، اس کا کاتب مشہور میر علی ہے،

تذکرہ: یہ تذکرہ تیرہ شعراء نے سلطان قطب شاہ والی گولکنڈہ کے لیے لکھا تھا،

کلیات خسرو: خسرو کی متعدد مثنویاں، نہایت خوشخط، مطلا، و مذہب موجود ہیں،

خلاصۃ الاخبار: خواند امیر (غیاث الدین بن ہمام الدین) کی تاریخ ایشیاء، اس نے یہ کتاب روضۃ الصفا سے ماخوذ کی ہے، نستعلیق میں ۹۲۲ سنہ ہجری کی لکھی ہوئی ہے،

اس کے علاوہ فارسی کتابوں میں عبد الرحیم خانخاناں کا ترکی تزک بابری کا فارسی ترجمہ امیر حیدر حسین واسطی بلگرامی کی سوانح اکبری، تزک جہانگیری، اقبال نامہ جہانگیری، معتمد کی لکھی ہوئی سیرۃ المتاخرین، سینٹ زیویر کی مراۃ القدس، جو اس نے اکبر کی فرمائش سے حضرت عیسیٰ کے حالات میں لکھی تھی، اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کے فوجی کاغذات خاص وقعت رکھتے ہیں

اس کے علاوہ فارسی کی دوسری قابل بیان کتابیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں، یہ فہرست کے ترتیب میں مسٹر اوکانر کی ایسٹرن لائبریری سے بھی مدد لیگئی ہے:

تاریخ

(۱) **تاریخ طبری** کا فارسی ترجمہ از بلعمی، مکتوبہ ۴۰۰ سنہ ہجری،

(۲) **مجمل فصیحی** از فصیح الخوافی ۹۹۳ سنہ ہجری،

(۳) تاریخ ابوالخیرخانی از مسعود بن عثمان کوہستانی مکتوبہ ۹۹۹ھ ہجری،

(۴) تحفۃ الکرام از میر علی شیر قانع مکتوبہ ۱۲۲۳ھ ہجری،

(۵) ہشت بہشت از حکیم الدین ادریس السبدلیسی مکتوبہ، مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ ہے،

(۶) تاریخ داؤدی، از عبد اللہ، مودی اور سور سلاطین کی نایاب تاریخ،

(۷) منتخبہ عبرتیہ از شہاب الدین طالش، یہ نسخہ ۱۱۸۱ھ ہجری میں مصنف کے پوتے اعتصام الدین نے لندن میں لکھا تھا،

تذکرہ

(۱) تذکرۃ الاولیاء، از فرید الدین عطارؒ مکتوبہ ۷۲۴ھ ہجری

(۲) آثار الانوار، از سیف الدین حاجی ۷۳۲ھ کے وزراء کے حالات ہیں مکتوبہ ۱۱۰۰ھ

(۳) رشحات، شیوخ نقشبندیہ کے حالات از فخر الدین علی صفی، مکتوبہ ۱۰۲۶ھ

(۴) مجالس العشاق، ۷۶ صوفیائے کرام کے مصور حالات ہیں،

(۵) مآثر رحیمی، از عبد الباقی،

(۶) کلمات الصادقین، دہلی میں دفن شدہ صوفیاء کے حالات از محمد صادق ہمدانی،

(۷) گل رعنا، لچھمی نرائن شفیق مصنفہ ۱۱۰۲ھ

نظم

(۱) دیوان الشیرازی ثانی، اس پر عبد اللہ قطب شاہ کی مہر ہے، شاعر کا سنہ وفات ۹۹۹ھ ہے مکتوبہ ۱۰۱۵ھ ہجری،

(۲) مثنوی مولانا روم، محمد بن حسن کرمانی نے خوبصورت نستعلیق مین ۸۵۰ھ ہجری مین لکھا تھا،

(۳) دیوان امامی، از امام ہروی،

(۴) ششن رسالہ سعدی، اس پر شاہ جہان اور عبدالرحیم خانخانان کی تحریرین ثبت ہین، یہ نسخہ باقر بن میر علی کا لکھا ہے،

(۵) ہفت بند کاشی، مکتوبہ ۱۰۱۲ھ ہجری،

(۶) مطلع الانوار خسرو، میر علی نے یہ نسخہ ۹۴۷ھ ہجری مین سلطان عبدالعزیز بخارا کے لیے بخارا مین لکھا تھا،

(۷) دیوان حسن، حضرت حسن دہلوی کا کلام، اکبر کے سپہ سالار شیخ فرید بخاری کے لیے ۱۰۱۱ھ مین محمد حسین کشمیری نے لکھا،

(۸) دیوان سلمان، سلمان کے دیوان کا قدیم ترین نسخہ ہے، وہ ۷۷۸ھ ہجری مین مرا تھا، اور یہ دیوان ۸۱۳ھ کا لکھا ہوا ہے،

متفرقات

(۱) کیمیائے سعادت۔ امام غزالیؒ کی مشہور کتاب ہے، یہ کتاب شائد اس کتبخانہ کا قدیم تاریخی فارسی نسخہ ہے، خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے،

(۲) روح الجنان، حسین محمد رازی کی تفسیر قرآن تین جلدون مین نامکمل مکتوبہ ۸۳۴ھ ہجری،

(۳) انیس الطالبین، مصنفہ صالح بن مبارک، حضرت جامیؒ کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ ہے،

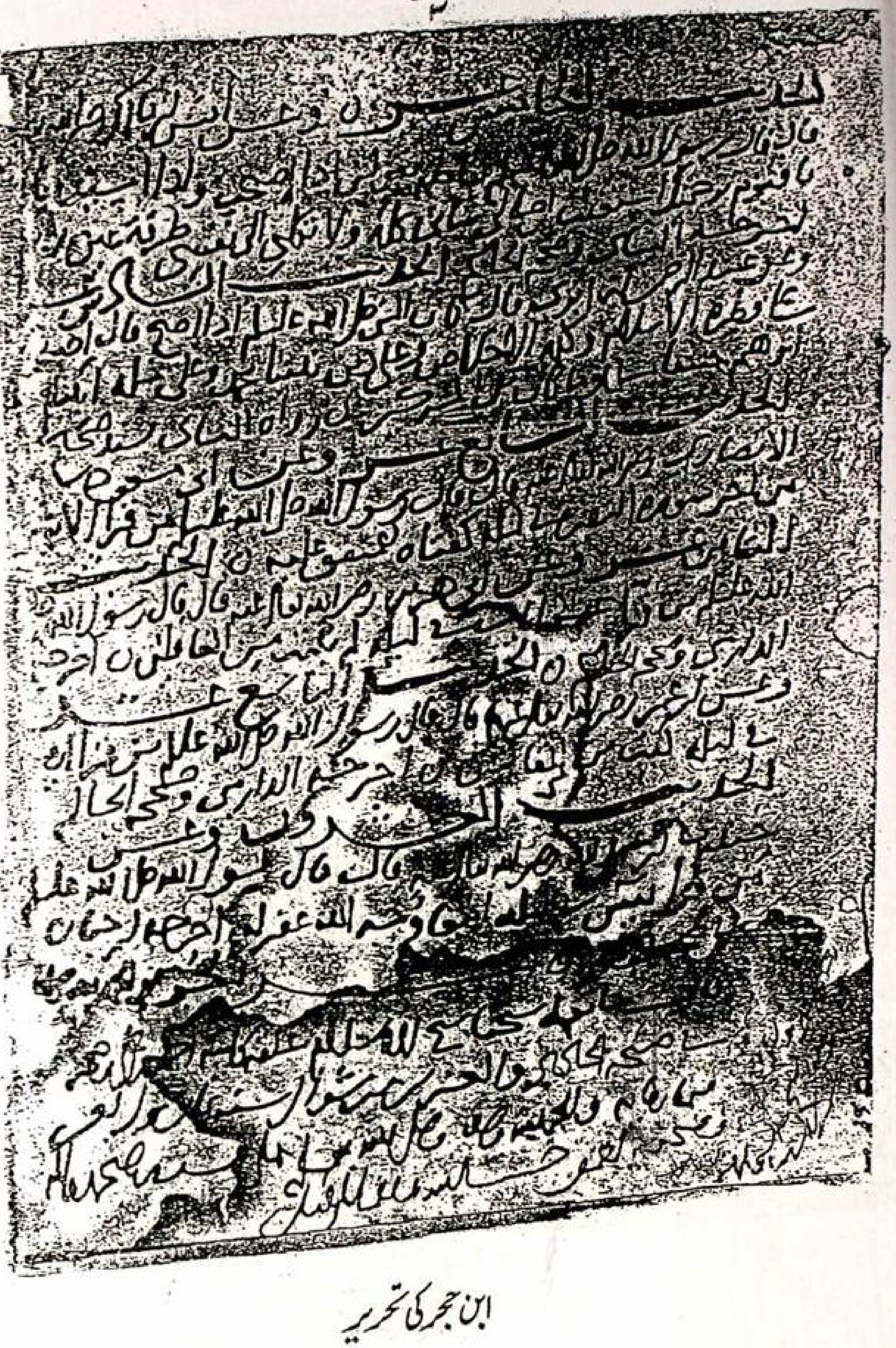
دوسرے نمبر مین انشاء اللہ کتبخانہ کے عربی نوادر ہدیۂ ناظرین کرون گا،

چند اہم مخطوطات کے نمونے/چند اہم مشاہیر کی تحریریں

- ابن حجر (م ۸۵۲ء) ۱۹۳/۲
- جامی تحریر ۸۹۶ھ دالبد ۱۹۳/۵
- علی متقی (م ۹۷۵ھ) ۱۹۳/۹
- نوراللہ شوشتری تحریر ۹۸۲ھ ۱۹۳/۱۰
- فیضی تحریر ۱۰۰۰ھ ۱۹۳/۱۱
- تقی کاشی ت ۹۸۵ھ/۱۰۱۶ء ۱۹۳/۱۲
- عبدالحق محدث دہلوی تحریر ۱۰۱۳ھ ۱۹۳/۱۳

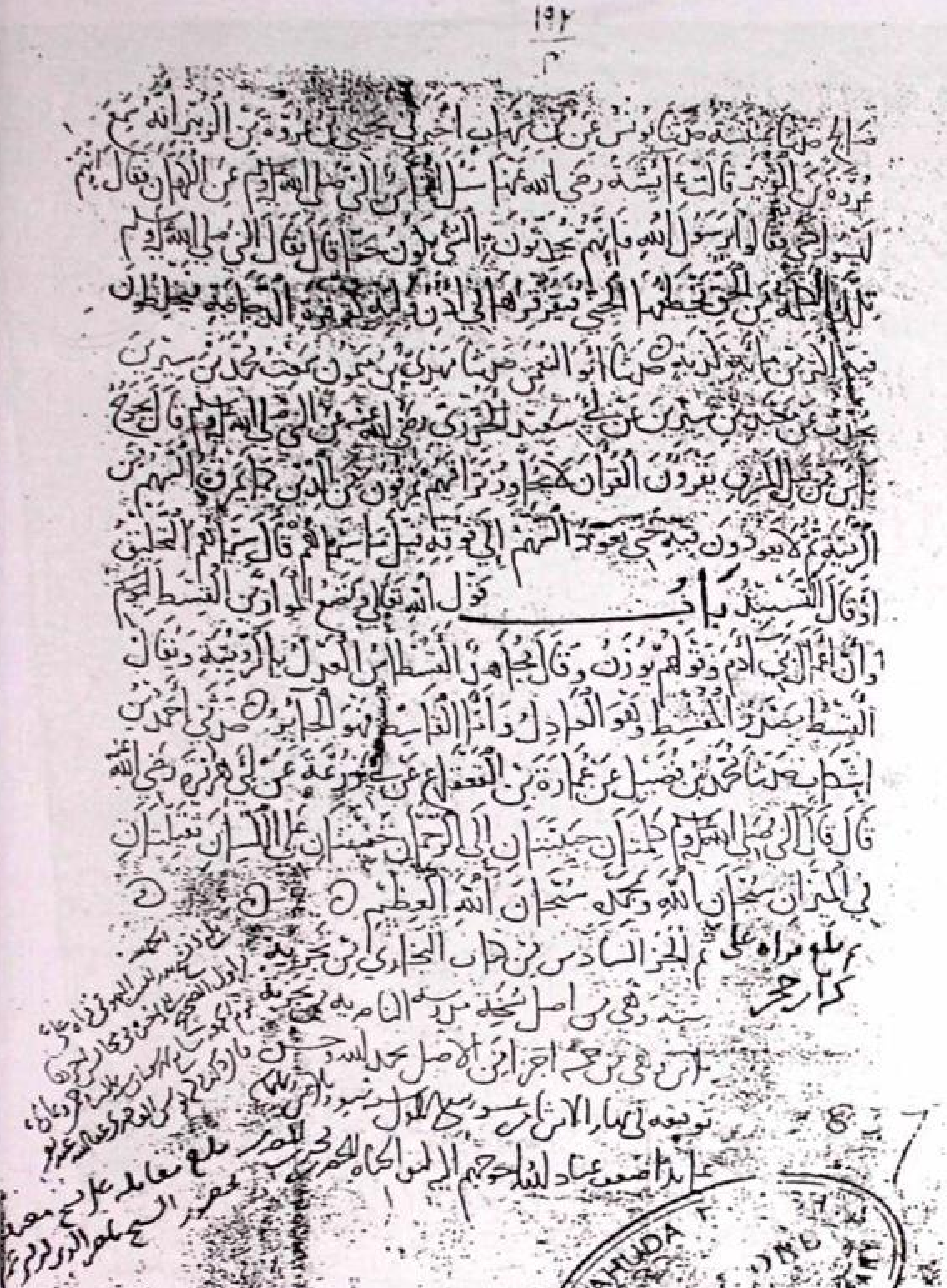
- ظفرخاں احسن (م ۱۰۷۳ھ) ۱۹۳/۱۴
- عبدالقادر بیدل تحریر ۱۱۱۵ھ ۱۹۳/۱۵
- شاہ ولی اللہ تحریر ۱۱۶۰ھ ۱۹۳/۱۶
- غلام علی آزاد بلگرامی (م ۱۲۰۰ھ) ۱۹۳/۱۷
- شیخ علی حزیں (م ۱۱۸۰ھ) ۱۹۳/۱۸
- اندرامن (م ۱۱۸۰ھ) ۱۹۳/۲۰
- نذیرحسین محدث دہلوی تحریر ۱۳۱۳ھ ۱۹۳/۲۱

- ہمایوں ۱۹۳/۲۲
- ہمایوں ۱۹۳/۲۳
- ہمایوں و جہانگیر ۱۹۳/۲۴
- جہانگیر ۱۹۳/۲۵
- شاہ جہاں ۱۹۳/۳۱
- محمد سلطان بن اورنگ زیب کی تحریر و مہر اور قطب شاہی سلاطین کی مہریں ۱۹۳/۳۲



ابن حجر کی تحریر

(البذل الماعون)



١٩٦
٣

صالح حدثنا عنبسة حدثنا يونس عن ابن شهاب أخبرني يحيى بن عروة بن الزبير أنه سمع
عروة بن الزبير قالت عائشة رضي الله عنها سأل أناس النبي صلى الله عليه وسلم عن الكهان فقال إنهم
ليسوا بشيء فقالوا يا رسول الله فإنهم يحدثون بالشيء يكون حقا قال فقال النبي صلى الله عليه وسلم
تلك الكلمة من الحق يخطفها الجني فيقرقرها في أذن وليه كقرقرة الدجاجة فيخلطون
فيه أكثر من مائة كذبة حدثنا أبو النعمان حدثنا مهدي بن ميمون سمعت محمد بن سيرين
يحدث عن معبد بن سيرين عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال يخرج
ناس من قبل المشرق ويقرءون القرآن لا يجاوز تراقيهم يمرقون من الدين كما يمرق السهم من
الرمية ثم لا يعودون فيه حتى يعود السهم إلى فوقه قيل ما سيماهم قال سيماهم التحليق
أو قال التسبيد باب قول الله تعالى ونضع الموازين القسط ليوم
وأن أعمال بني آدم وقولهم يوزن وقال مجاهد القسطاس العدل بالرومية ويقال
القسط مصدر المقسط وهو العادل وأما القاسط فهو الجائر حدثني أحمد بن
إشكاب حدثنا محمد بن فضيل عن عمارة بن القعقاع عن أبي زرعة عن أبي هريرة رضي الله عنه
قال قال النبي صلى الله عليه وسلم كلمتان حبيبتان إلى الرحمن خفيفتان على اللسان ثقيلتان
في الميزان سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم

بلغ قراءة على [illegible] الجزء السادس من كتاب البخاري [illegible]
كاتبه ابن حجر
[illegible]

ابن حجر کی تحریر

(جامع الصحیح)



۱۹۲/۵

الجزئية الفكرية او التقليدية والوصول الى حق حقائق الصدق وهو يهدي
السبيل اليه وينصب الدليل عليه. وقد اتفق الفراغ من تكميل كتاب شرح
الفصوص وكشف ابهام هذه النصوص العبد المتذلل بالتعرض على ايدي
عموم اهل الخصوص عبد الرحمن بن احمد الجامي تجاوز الله سبحانه
عن زلل اقدامه وزلات اقلامه غرة جمادي الاول المنتظم في سلك شهور
سنة ست وتسعين وثمانمائة وصلى الله على محمد وآله واصحابه الهادين ۸۹۶
بادابه اجمعين. توفي الشيخ المصنف في الثاني والعشرين من ربيع
الاول ليلة الجمعة سنة ٦٣٨ بدمشق تم بالخير والحمد لله

شرح فصوص الحکم بخط مصنف

(از جامی)

(عبدالرحمن جامی کی تحریر)

آن شکرلب که بیک دو قدح مست کرد جان ما
آورد آب رفته بجوی باغ حسن را
تا بوسه ای از طوطی جان جلوه می کند
گاهی بشاید ذکر یاد [illegible]
جامی بوصف آن لب شیرین شکر شکست

گر گرد من نیاید [illegible]
سر بلند قامت طوبی خرام را
از قد زیبای [illegible] آن [illegible]
بنگر وظیفه شعر و قند [illegible] تا
تا شد زبان طوطی شیرین کلام را

کیست آنکه کرد آمد ز در خلوت ما
آفتابیست درخشنده که از طلعت او
می رسیم گل بحسنا از آب مژه شکر
جان ز لف رقیب سازیم نثار مقدمش
سر او خواند رقیب از سر خواری ما را
جان فشاندیم بخاک قدمش لیک چه سود
غایت همت ما وصل وی آمد جامی

گر نشانه [illegible] رخ خورشید بهم طلعت ما
رفت سر چرخ برین کوکبه دولت ما
کی برآمد گل ما جستن ز گل [illegible] ما
گر بس از مرگ برآید بسر تربت ما
این لقب نه جهان بس سبب عزت ما
کی نشاند تو کرشمه خاص [illegible] ما
همتی دار که کاری بکند همت ما

من که خدمت کرده ام رندان دُرد آشام را
تا شدم فارغ باستغنای عشق از هر مراد
رند بصوفی عارف جامی بخواندم [illegible]
شیخ [illegible] جوی رعنا را تماشا کن [illegible]
می کشد دامی ز [illegible] بهر عنکبوت
تسبیح [illegible] می [illegible] کند
هر کس از قدم فطرت قسمت خود یافتند

کی شمارم تخت و وضع [illegible] جان [illegible] را
بر مراد خویش یابم کرده [illegible] ایام را
گم شدم در فنا [illegible] نام را
[illegible] خاص ظاهر شد [illegible]
تا بازی گرکان هم بر قد [illegible] دام را
می برد زین [illegible] اسلام را
زهد و رندان جامه [illegible] جامی جام را

ساقی بجدل [illegible] سلسله ما
در راه [illegible] که [illegible] باشد
این مرد [illegible] در راه در آید

[illegible] گر ز حدی گذرد مشغله ما
[illegible] کعبه [illegible]
[illegible] از قافله ما

(ملا عبد الرحمن جامی کی تحریر)

از حقایق و تمهیدات باشد بر قدری مخصوص ملزوم معین از استعداد و قابلیت

[illegible] که این معنی در رتبه ثانیه است و در رتبه مقدم بر آن رتبه اولی و هو سبحانه

اجل و اعلی — خوش آنکه بیگان بار از قدم ... چون خط او بود این نازک رقم

بر حرف خطا که جسته باشد ز قلم — شوید ز آب عفو باران کرم

تم

ولادت فرزند ارجمند ضیاء الدین یوسف ابقاه الله تعالی
فی منتصف الساعة ... لیلة الاربعاء التاسع من شهر شوال
سنة اربع و ثمانین و ثمانمائة والکاتب ... عبد الرحمن
احمد الجامی عفی عنه

حضرت مولانا ... تاریخ ولادت وی فرموده اند

به سپهر فضل جامی زاد کوکب ...
[illegible] تا که کوکبی فرخنده شد لامع
چون خلعت با کوکب اخلاق خواهد شد
باید که ... عالم را ... چو جامع
... از ... تاریخ میلاد
و این گفتم سهیلی شد ز برج سعد او طالع

[illegible]

سلسلة الذهب

(ملا عبدالرحمن جامی کی تحریر)

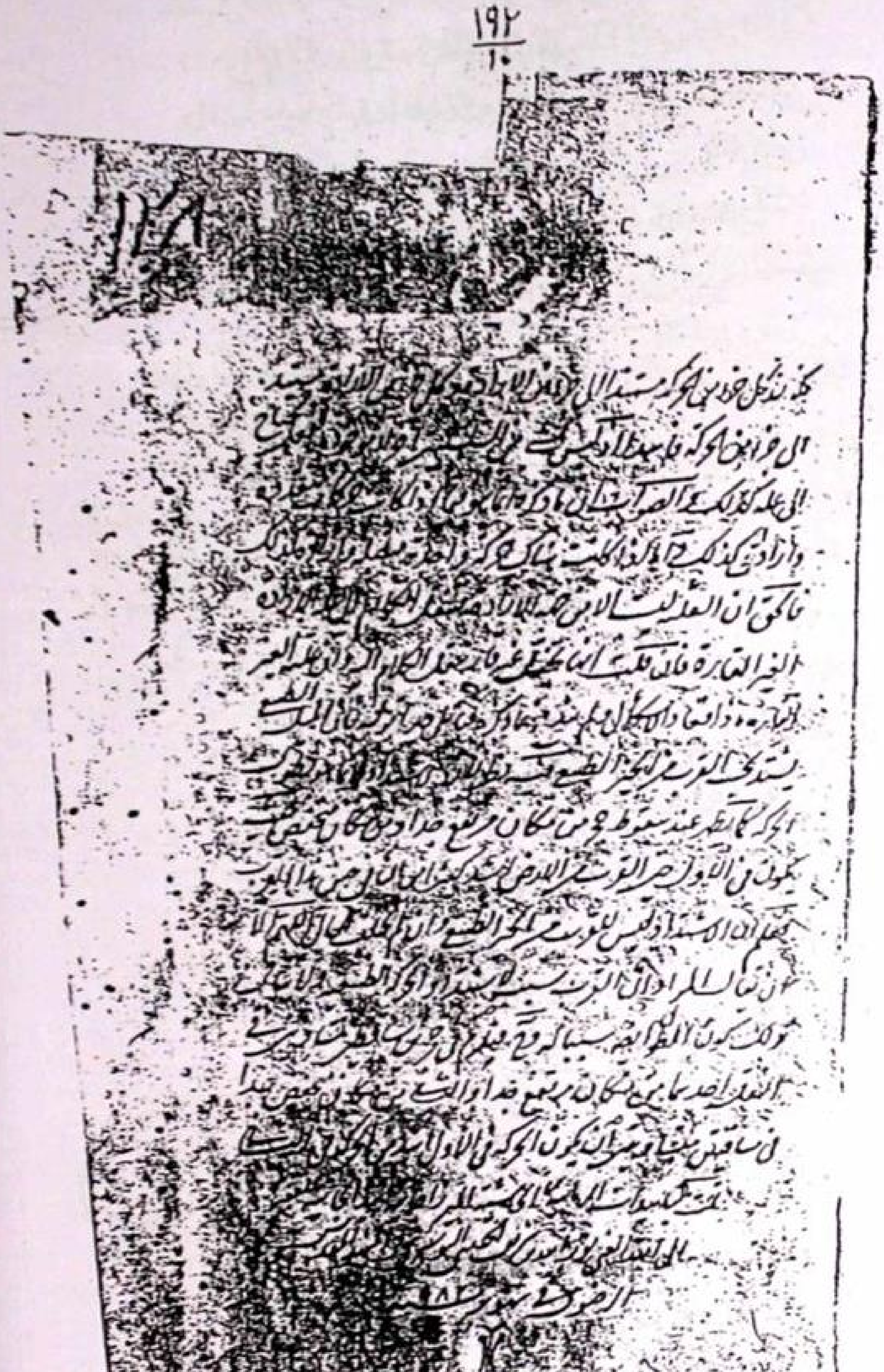
وبعد از آن خط بیرون آمدند و گفتند پیش از ما آمده اند و آنچه در این جا [illegible]
برده، اصحاب چون آن حالت مشاهده کردند [illegible] شدند [illegible]
آن خانه بباغ رفته بود بامداد حضرت خواجه آن احوال [illegible]
او درستاده بود و گفتند [illegible] ایشان شب [illegible] وضع [illegible] حال
واقف شدند و احوال را [illegible] کردند بعد از حضرت خواجه مولانا [illegible]
را گفتند [illegible] این قصه را [illegible] میکردی [illegible]
او [illegible] شد [illegible] رشد [illegible] جماعتی شد [illegible]
اگرچه حضرت امیر سید کلال رحمه الله در مبادی احوال حضرت خواجه را [illegible]
[illegible] نقل [illegible] گفتند پیشان [illegible] کرده الم
[illegible] آمد
[illegible] اخبارت [illegible]
[illegible] باطن [illegible] امر کردند [illegible]
امر [illegible] و خواجه امتثال امر ایشان [illegible] در خصوص ایشان [illegible]
[illegible] نهایت مقامات السایرین الی الله عزوجل محبت و حال
[illegible] است [illegible] جمیع احوال عالیه که مواهب [illegible] محبت
[illegible] جمیع مقامات السایرین الی الله عزوجل [illegible] المحبة
[illegible] الطائفة وعنوان الطریقة ای علامة طائفة السایرین الی الله عزوجل
وسیماهم بها یعرفون والیها ینسبون والمحبة الذاتیة هی قطب [illegible]
الی السلوک الی الله عزوجل [illegible] هذه الطریقة لان العمدة فی السلوک

انیس الطالبین وعدۃ السالکین

عصيتك كما ان خوفي لا يزايلني وان اطعتك الهي قد دفعتني
العوالم اليك واوقفني علمي بكرمك عليك الهي كيف اخيب
وانت املي ام كيف اهان وعليك متكلي الهي كيف استعز
وفي الذلة اركزتني ام كيف لا استعز واليك نسبتني الهي كيف
لا افتقر وانت الذي في الفقر اقمتني ام كيف افتقر وانت
الذي بجودك اغنيتني انت الذي لا اله غيرك تعرفت لكل شيء
فما جهلك شيء وانت الذي تعرفت الي في كل شيء فرايتك
ظاهرا في كل شيء فانت الظاهر لكل شيء يا من استوى برحمانيته
علي عرشه فصار العرش غيبا في رحمانيته علي عرشه كتبت
العرش محقت الاثار بالاثار ومحوت الاغيار بمحيطات
افلاك الانوار يا من احتجب في سرادقات عزه عن ان تدركه
الابصار يا من تجلى بكمال بهائه فتحققت عظمته الاسرار
كيف تخفى وانت الظاهر ام كيف تغيب وانت الرقيب الحاضر
انتهت المناجات والله الموفق للصواب وبه استعين
ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم وصلى الله على سيدنا
محمد واله وصحبه وسلم تمت الكتب ب حامدا لله ومصليا
منزها لله عن قول الظالمين سبحان ربك رب العزة عما
يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين
وانا الفقير علي بن المتقي الراجي من الله الحظ باداء الغفران
وهو الذي يقبل التوبة عن عباده ويعفو عن السيئات

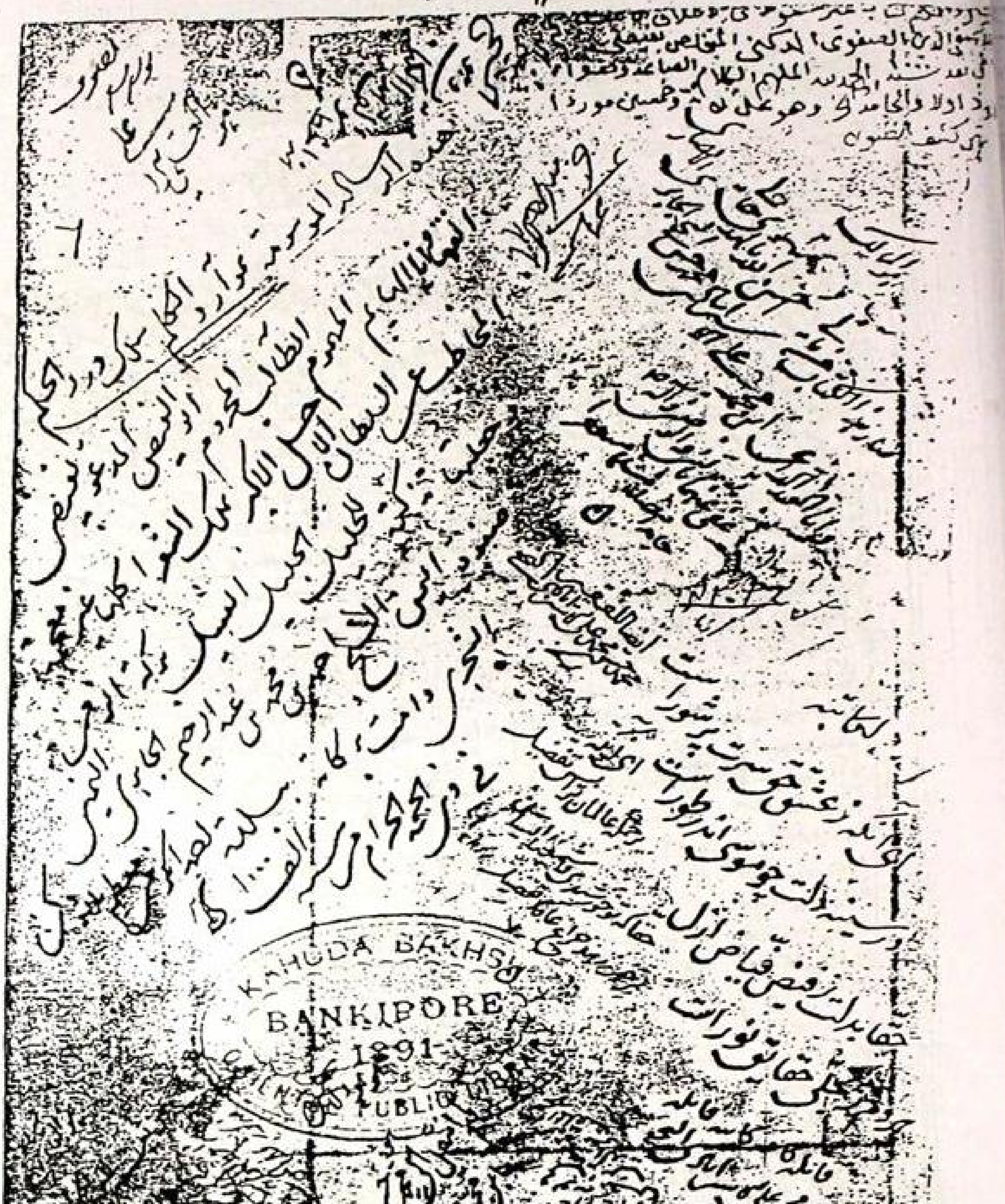
كما صارت العوالم غيبا في عرشه م

جوامع الكلم بخط مصنف
(از علي بن حسام الدين المتقي)



نور اللہ شوشتری کی تحریر

(حاشیہ علی حاشیۃ قدیمۃ)



فیضی کی تحریر

(موارد الکلم)

(تقی الدین محمد کاشی کی تحریر)



خلاصة الاشعار و زبدة الافکار

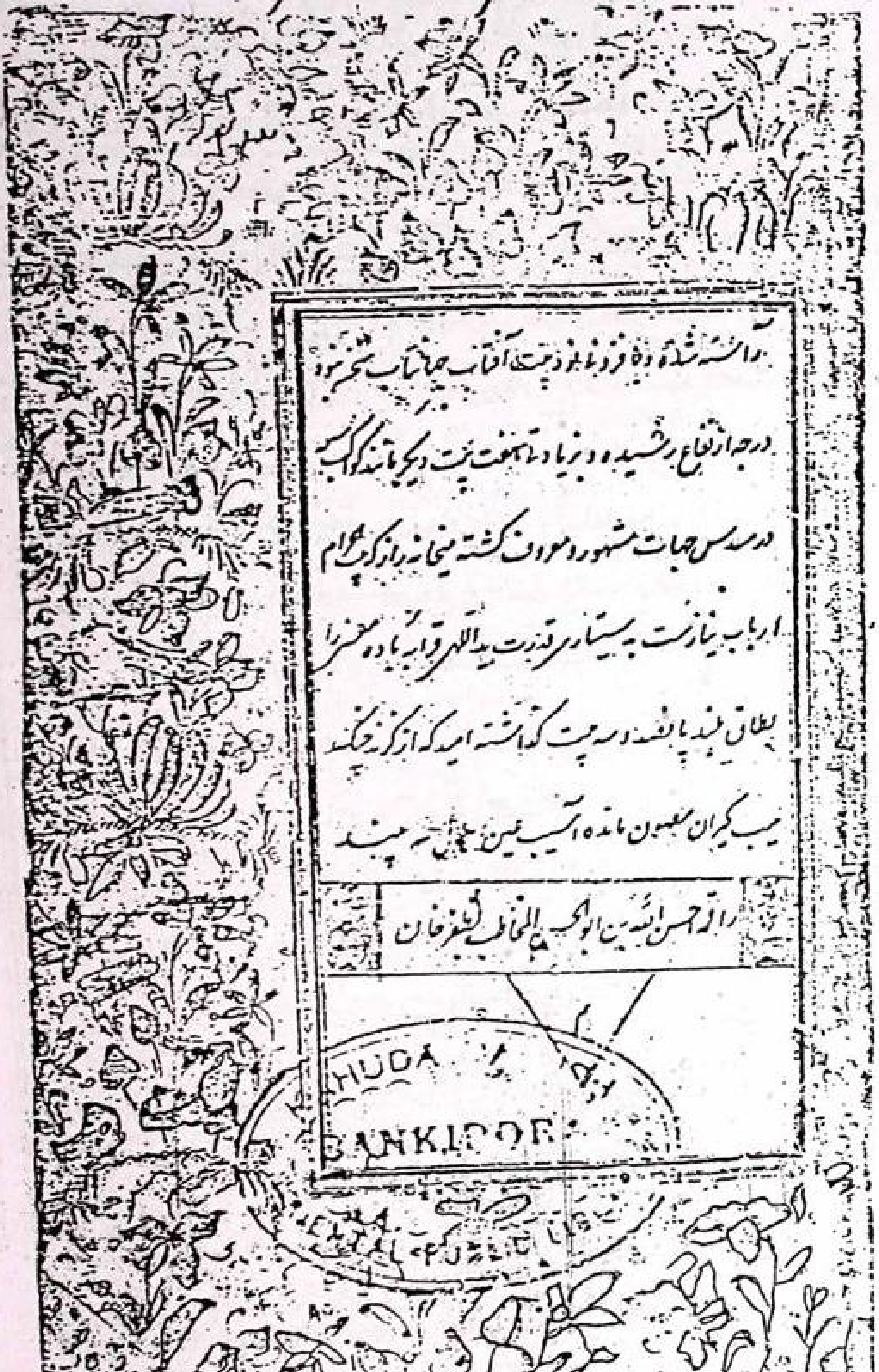
اہل سنت وجماعت نہ اگرچہ کو زبا آنہا لازم آمدہ و در این مقام مقال
بسیار است واللہ اعلم بحقیقۃ الحال والیہ المرجع والمآل وصلی
اللہ علی السید المصطفی الامین محمد وآلہ وصحبہ واتباعہ اجمعین و
ہذا آخر ما اراد اللہ من ہذا العبد الضعیف المسکین عبد الحق
بن سیف الدین تعلیقہ علی شرح ہذا الکتاب المستطاب واللہ
اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب ثم انہ کان تدوین ہذا
الکتاب بین الصلوتین من یوم الاثنین الرابع والعشرین من
شہر جمادی الاولی سنۃ ست عشر والف والحمد للہ ثم تم انتساخ
ہذہ النسخۃ ومقابلتہا علی ید مؤلفہ الفقیر الی اللہ عبد الحق بن
سیف الدین بن سعد اللہ [illegible] یوم الثلثاء السابع والعشرین
من جمادی الاخری سنۃ الف وثلث ثلثین
من ہجرۃ سید الاولین والاخرین
صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین
وآخر دعوانا ان الحمد للہ
رب العالمین

تمت تمام شد

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تحریر

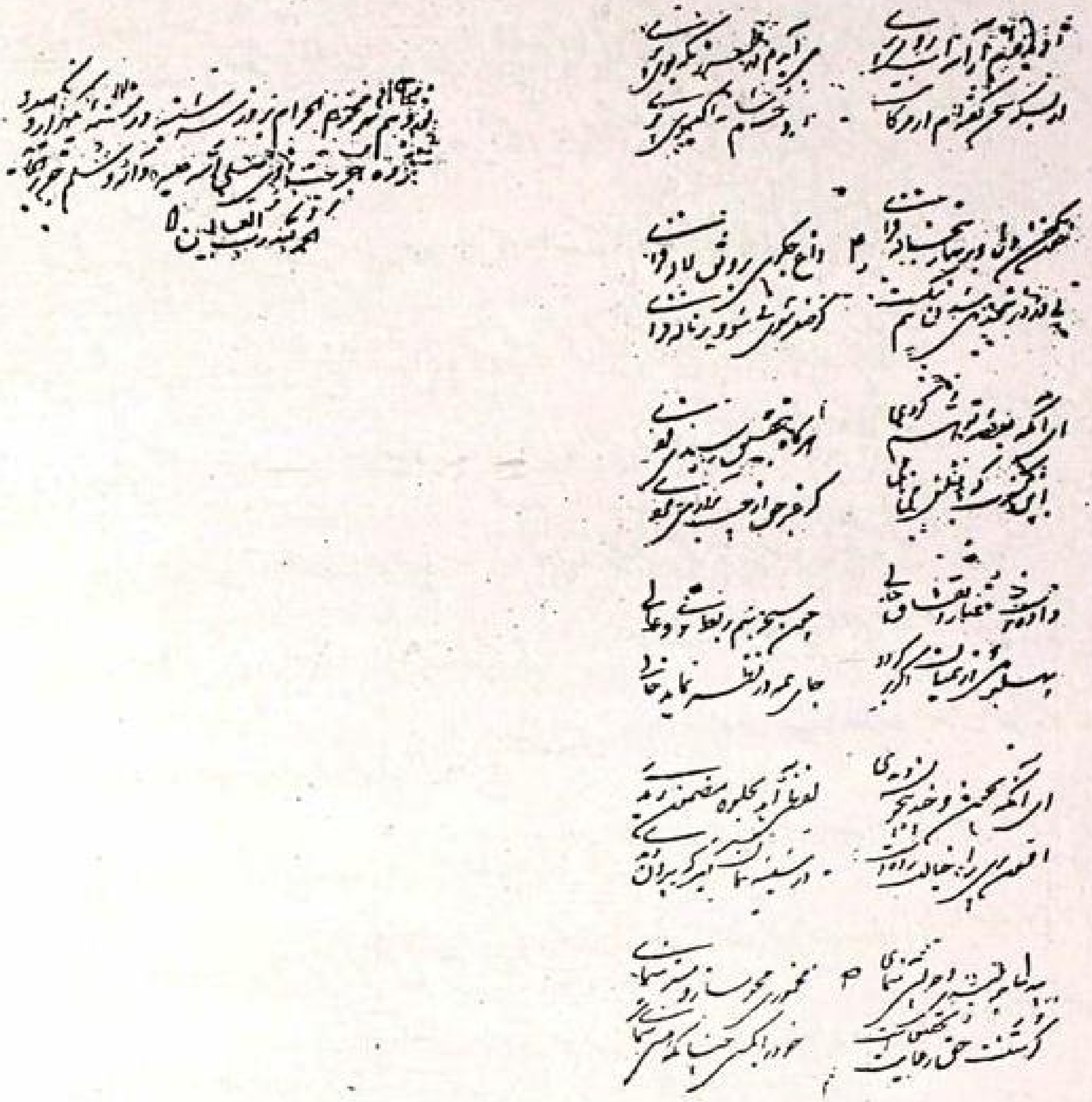
(شرح صفر السعادت)

(ظفر خاں احسن کی تحریر)


آراسته شده و نه فزون نه بوذ بیتی آفتاب جهانتاب سخن بود
درجه ارتفاع رشیده و زیاده تا هفت بیت دیگر تا شد کوکب
در سدس جهات مشهور و معروف گشته میخانه راز که جام
ارباب نیاز است به سیاری قدرت ید اللهی قرار باده معنی را
بطاق بلند پانصد و سه بیت گذاشته امید که از گزند حکند
سب گران معصون مانده آسیب عین ... چند
راقمه احسن الله بن ابوالحسن المخاطب به ظفر خان

۱۹۲/۱۵

(مرزا عبدالقادر بیدل کی تحریر)



مجموعۂ رباعیات

[illegible] في يوم عيد انا ابو احمد بن [illegible] في يوم عيد

[illegible] في يوم عيد [illegible] نا سفيان الثوري في يوم عيد [illegible] عثمان بن حرب في يوم عيد

[illegible] في يوم عيد [illegible] احمد بن محمد [illegible]

في يوم عيد نا ابن عباس رضي الله عنهما في يوم عيد قال شهدت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم

[illegible] في يوم [illegible] فلما فرغ من الصلاة اقبل علينا بوجهه فقال ايها الناس قد اصبتم خيرا فمن احب ان ينصرف فلينصرف

ومن احب ان يقيم حتى يسمع الخطبة فليقم انتهى حديث مسلسل [illegible] من بلد [illegible] قال الفقير ولي الله

[illegible] نا الشيخ حسن بن علي العجيمي المكي عن الشيخ عبد العزيز الزمزمي عن جده الشيخ احمد

بن حجر الهيتمي عن القاضي زكريا الانصاري المصري عن الحافظ عمر بن التقي بن فهد المكي عن الحافظ ابي عبد الله محمد بن ابي بكر

الشهير بابن ناصر الدين الدمشقي انا المسند ابو عبد الله محمد بن محمد بن عمر بن قوام البالسي بقراءتي عليه في اخرين قال انبانا ابو العباس

احمد بن ابي طالب الحجار [illegible] انا ابو المنجا عبد الله بن عمر الحريمي انا ابو الوقت السجزي نا ابو عبد الله محمد بن عبد العزيز

الفارسي نا ابو محمد عبد الرحيم بن احمد بن محمد بن ابي شريح الانصاري الازدي نا ابو القاسم عبد الله بن محمد البغوي نا

[illegible] بن موسى البغدادي نا الليث بن سعد المصري عن ابي الزبير المكي عنه جابر بن عبد الله الانصاري المدني رضي الله عنه

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يدخل احد ممن بايع تحت الشجرة النار وبالسند الى ابن ناصر الدين قال هذا

حديث صحيح عالي اخرجه الترمذي وغيره قال الفقير ولي الله عفي عنه وهذا اخر ما اردنا ايراده في هذه الرسالة والحمد لله اولا واخرا

الحمد لله قد قرا علي هذه الرسالة كلها صاحب النسخة اخونا الصالح الشيخ محمد احسن [illegible] الله

اليه واصلح حاله فاجزت له روايتها عني على ان فيها بعض شيء من الخلل في ضبط

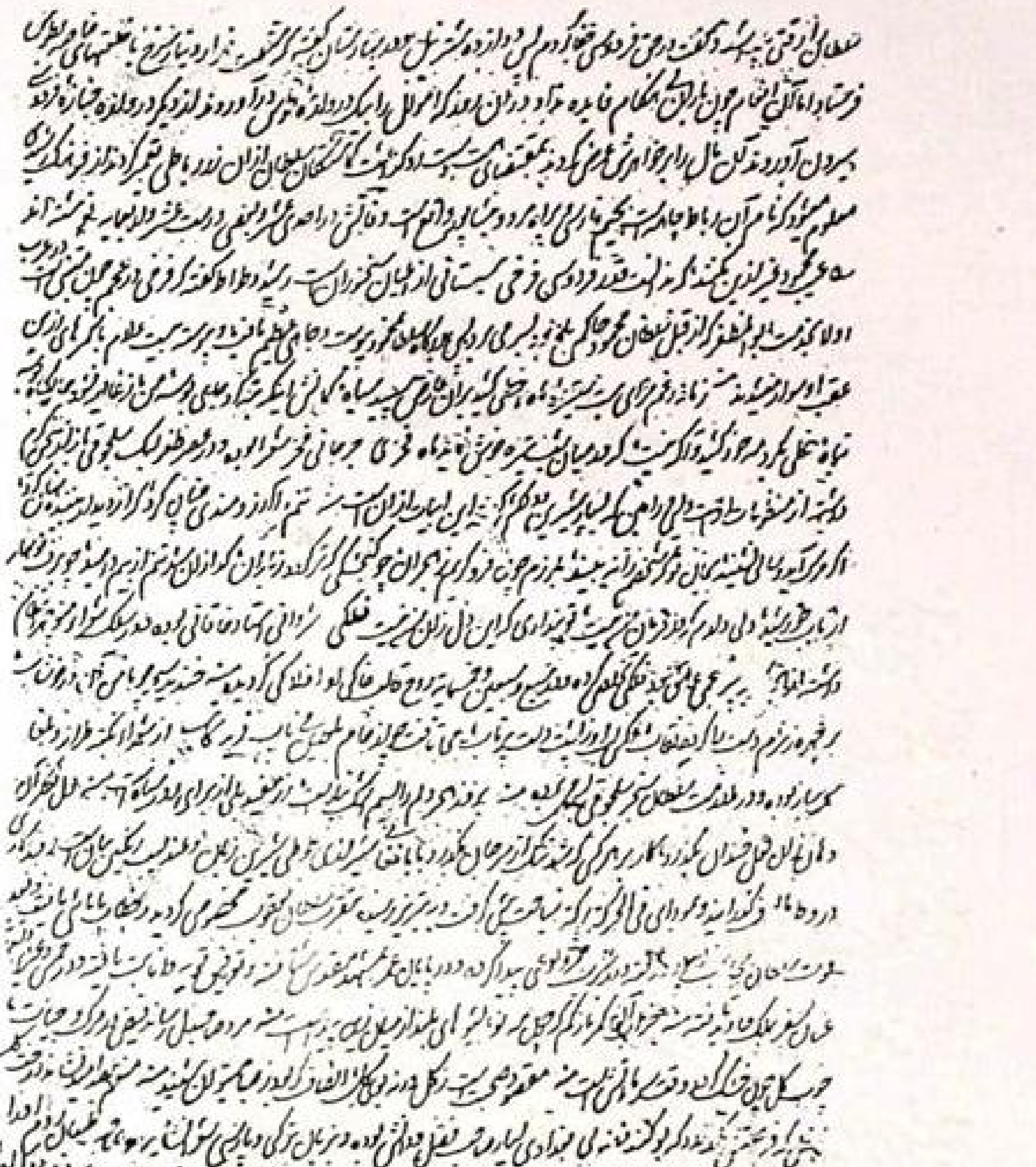
الاسماء لا سيما اسماء المغاربة لم نتوجه لتصحيحها [illegible] وعسى ان يسر الله

لنا ذلك في الزمان المستقبل كتبه بيده الفقير ولي الله عفي عنه

اوائل محرم سنة ١١٦٠ [illegible] والحمد لله اولا واخرا [illegible]

شاہ ولی اللہ کی تحریر

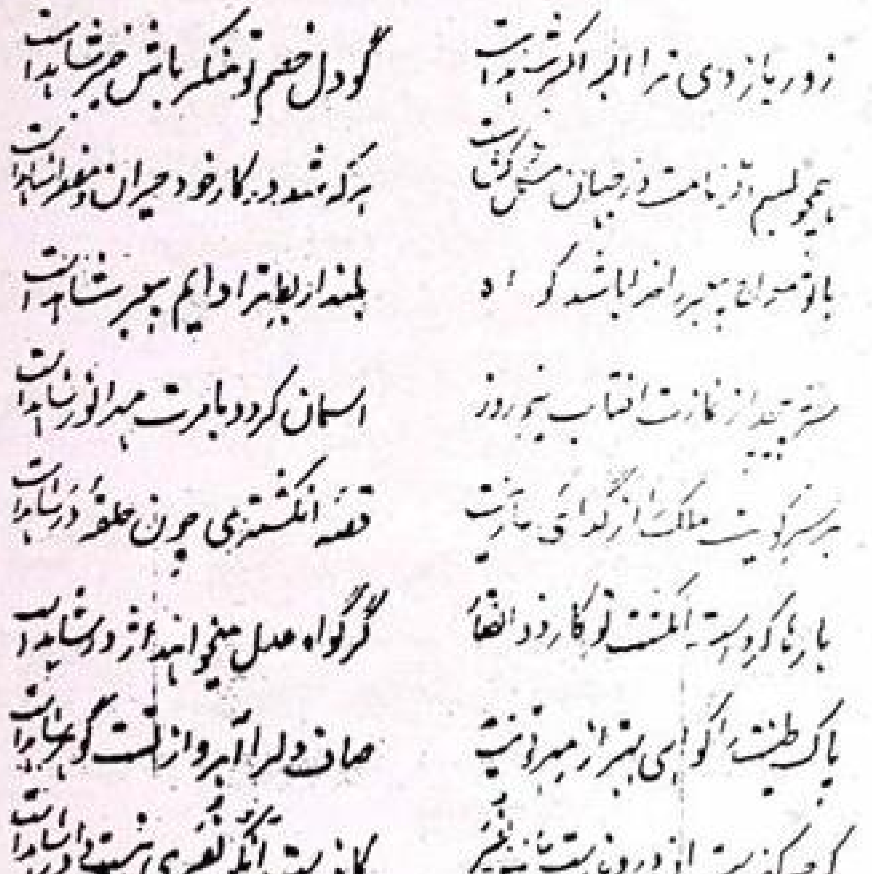
(آزاد بلگرامی کی تحریر)



ید بیضا

(شیخ علی حزیں کا دستخط)





بسم اللہ الرحمن الرحیم

زور بازوی ترا ابر اگر شاهد است | گو دل خصم تو منکر باش خنجر شاهد است

دیوان مجذوب

(شیخ علی حزیں کی تحریر)

ز تب استاد فرهنگ رخنه و بیهی لسان فراز ترشدا

زد نقش سخن سکهٔ جاوید بنام

از صفحهٔ دلها نشود محو کلام

نمقه الراجی بعفو ربه الاکبر

محمد المشتهر بعلی الزاهدی

الجیلانی

خلاصة الدیوان الرابع

دیوان حزیں

(اندرامن کی تحریر)

سر روز نو زند عاشقان تو . کوئی زنند سبک در بنیاد یک آمین در روش سلمان ساوجی؛

حل فرخاره شده ایم بدین حسن جمال . ترک سیکا نشنیدیم بدین شیوه گیر .

بر بسته هر کسی سیمین معما را مشهور بنیم بست . الخط عبد النبیت با سر بلا؛

بمعنی بازو کانشی . شست بست مثل النقش بالست باقر . یوسفستان بشنیده رکوشه بسب الونقش

گر شد و رقیه ابر تقع رگ کان را رست حسن زیاد : محمد گاه زلیخا گر بود یوسف نزاده

جز نشد کو نقش یوسف داشته باشد و جز شد که نقش یوسف بکند : ملا جامی شستعیدی نام ام یوسف

نگاه بر دهای کوشش بود . عشق کوئی در صغیر مقام نیز او داشت ؛ طالب آملی : از بیاده بر فروزد

رخ ست به زبانه را . یوسف کنار کن در رو دیوار خانه را   گل به از زبا و دستاب

کردن   سوی یوسف زلیخا : از شرف دیگر گشته حرف عشق بر عاشق بکند ذو خون

علفان بور و یوسف زلیخا بستر   بالفتح و هم فارسی را هر دو از این ترکیب اما بابر مشهور

الیجی   بالفتح و دار زیر ملفوظ و نون زده و قاف دار خوزای حیثیه ناری کارد روده ساز

و بمعنی مطلق ناوده ستان نیز آمده و با کرد زنند در وقت رسم اهت و لیار لعه ترکیب بشرف الدین

. شفائی در بردار تا نرشد آهنگ اندر بر زش از کمنی یوسف ماه   سرود یا دو قاف

حیات سر و زیدار دار کند فصل ما بستان هر ز تن بسته مقابل قشلاق که جای باشش فصل زمستان بیت

سیح کاشی گنگه بر دوی بسته عذار سب قیان سر د بیر . آنکه آتش بر رخ گلهای بیلاق نشست

الحمد لله والمنه که : تمام رسید منتخب کتاب بهار عجم تالیف استادی گنذوی بتکیه تحریر افقر حقیر

کمترین اندرمن اول روز پنجشنبه سه شوال سنه دوازده از جلوس شاه عالم بادشاه

غازی موافق یک هزار یکصد و هشتاد و هفتاد در کل زمین اکبرآباد حسب الارشاد وابی

والدو ات . بانیان و الرکان ادبی

بهار عجم

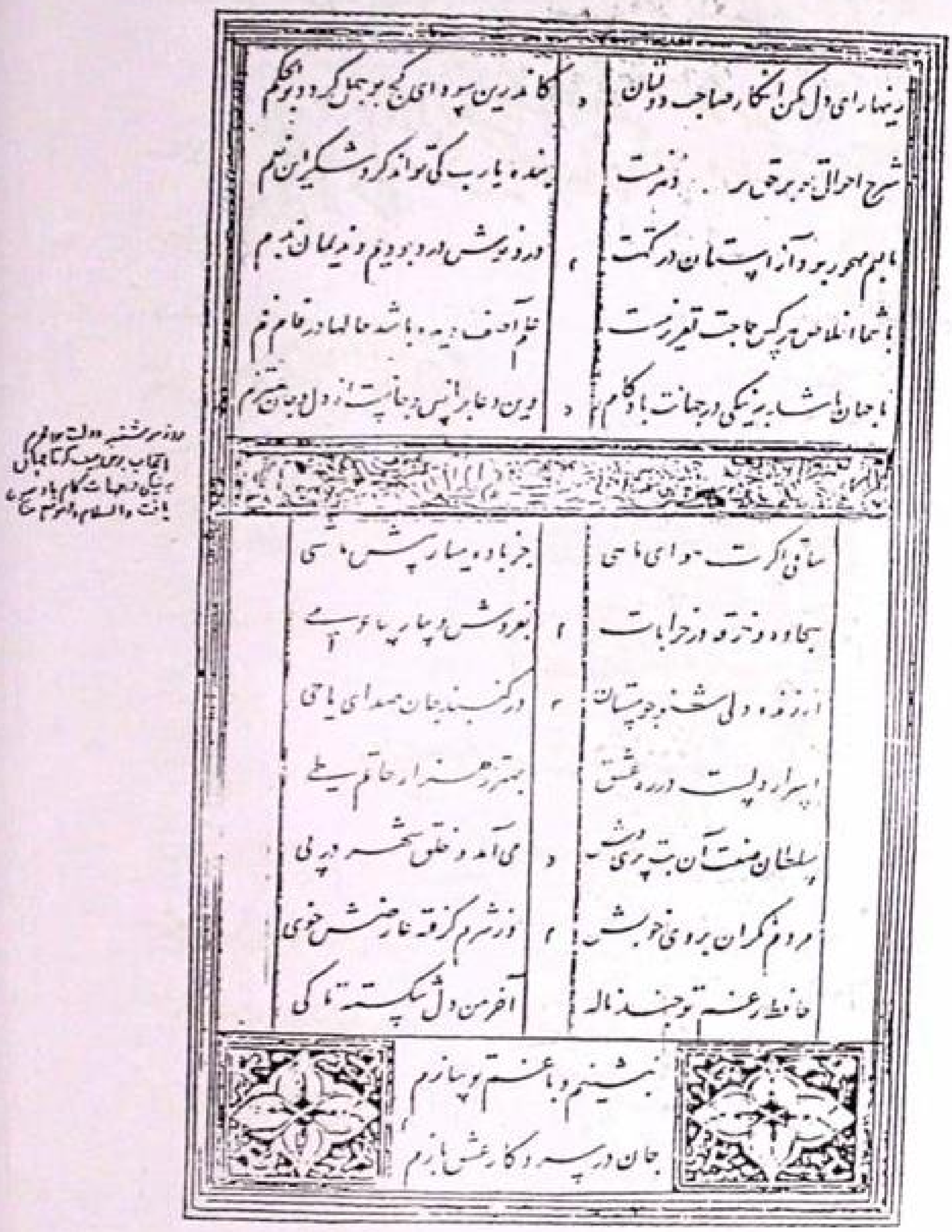
١٩٢
٢١

العام وكاوائل كتب الحديث عن شيخنا محمد اسحق المحدث
عن الشيخ عمر بن عبد الكريم المكي عن شيخه محمد طاهر سنبل
عن مؤلفه وابيه محمد سعيد سنبل ونحو ذلك من الاثبات
بالشروط المقررة عند اهل الحديث ولا زلتم في حفظ الله
تعالى وعود فالعون وكتبه بقلمه السيد محمد نذير حسين عفي عنه في شهر
جمادى الاخرى سنة ثلثمائة والف وثلثة عشر ١٣١٣ھ

نذیر حسین محدث دہلوی کی تحریر

(المجموعہ)

(ہمایوں کی تحریر)



دیوان حافظ

(ہمایوں کی تحریر)

این غزل حافظ را بطریق
تفال همایون شنیده بار.


شعر حافظ در زمان آدم اندر باغ خلد | دفتر نسرین و گل را زینت اوراق بود

وله نور الله مرقده

بیا که رایت منصور پادشاه رسید | نوید فتح و بشارت بمهر و ماه رسید
جمال بخت ز روی ظفر نقاب انداخت | کمال عدل بفریاد دادخواه رسید
ز قاطعان طریق این زمان شوند ایمن | قوافل دل و دانش که مرد راه رسید
عزیز مصر برغم برادران غیور | ز قعر چاه برآمد باوج ماه رسید
سپهر دور خوش اکنون کند که ماه آمد | جهان بکام دل اکنون رسد که شاه رسید
کجاست صوفی دجال فعل ملحد کیش | بگو بسوز که مهدی دین پناه رسید
صبا بگو که چها بر سرم درین غم عشق | ز آتش دل سوزان و دود آه رسید
ز شوق روی تو شاها بدین اسیر فراق | همان رسید کز آتش ببرگ کاه رسید
مرو بخواب که حافظ ببارگاه قبول | ز ورد نیم شب و درس صبحگاه رسید

بعد ازین دست من و دامن آن سرو بلند | که ببالای چمان از بن و بیخم برکند
حاجت مطرب و می نیست تو برقع بگشا | که برقص آوردم آتش رویت چو سپند
هیچ رویی نشود آینه حجله بخت | مگر آن روی که مالند بر آن سم سمند

دیوان حافظ

ہمایوں کی تحریر

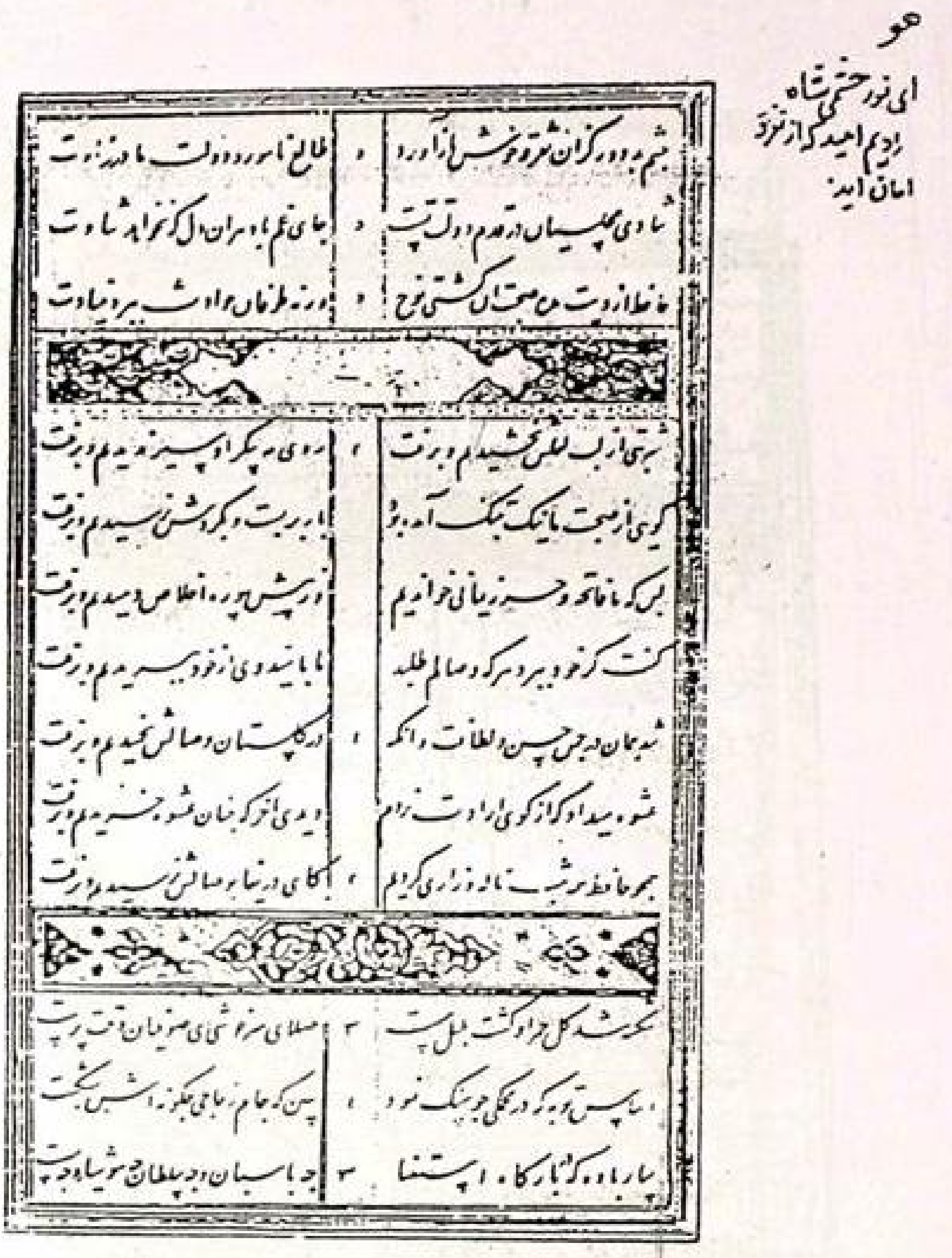
ہمایوں کے نیچے جہانگیر: جہانگیر کی تحریر بائیں حاشیہ پر بھی


ستاره بدرخشید و ماه مجلس شد | دل رمیده ما را انیس مونس شد
نگار من که بمکتب نرفت و خط ننوشت | بغمزه مسئله آموز صد مدرس شد
شاهدان گر دلبری زینسان کنند | زاهدان را رخنه در ایمان کنند

دیوان حافظ

۱۹۲
۲۵

(جہانگیر کی تحریر)



دیوان حافظ

(جہانگیر کی تحریر)



دیوان حافظ

(جہانگیر کی تحریر)



خورده ام تیر فلک باده بده تا سرمست | عقده در بند کمر ترکش جوزا فکنم
جرعه جام بر این تخت روان افشانم | غلغل چنگ در این گنبد مینا فکنم
مایه خوشدلی آنجاست که دلدار آنجاست | میکنم سعی که خود را مگر آنجا فکنم
بگشا بند قبا ای مه خورشید کلاه | تا چو زلفت سر سودازده در پا فکنم
حافظا تکیه بر ایام چو سهوست و خطا | من چرا عشرت امروز بفردا فکنم

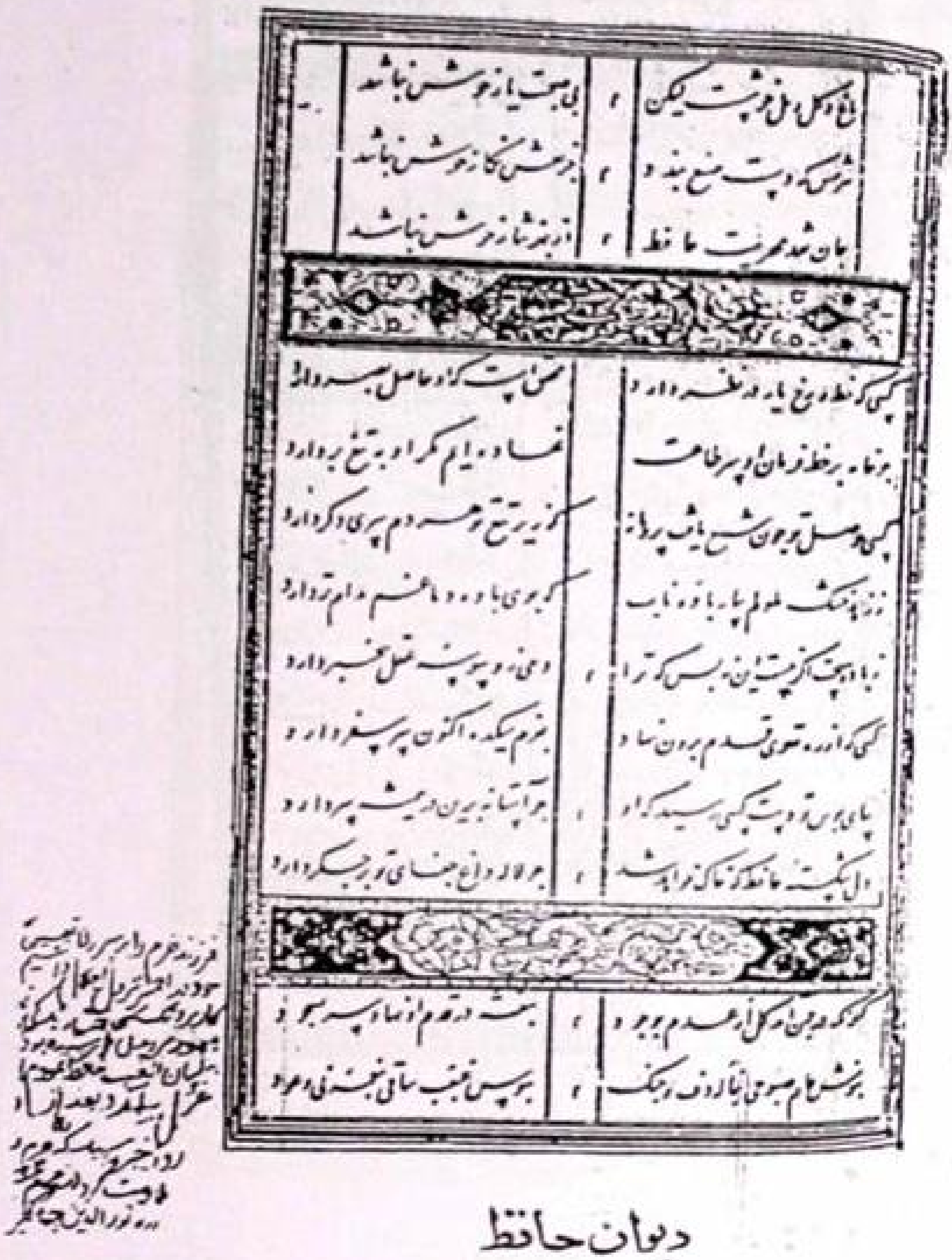
روز عید است و من امروز در آن تدبیرم | که دهم حاصل سی روزه و ساغر گیرم
چند روزیست که دورم ز می و ساغر و جام | بس خجالت که پدید آمد ازین تقصیرم
من بخلوت ننشینم پس ازین ور بنشینم | زاهد صومعه بر پای نهد زنجیرم
پند پیرانه دهد واعظ شهرم لیکن | من نه آنم که دگر پند کسی بپذیرم
میکشم باده و سجاده تقوی بر دوش | وای گر خلق شود واقف ازین تزویرم
خلق گویند که حافظ سخن بانیوش | نشنوم زانکه بود باده صافی پیرم

روزگاری شد که در میخانه خدمت میکنم | در لباس فقر کار اهل دولت میکنم
تا کی اندر دام وصل آرام ... | دیده بکشم و انتظار وقت و فرصت میکنم

دیوان حافظ

۱۹۲
۳۸

(جہانگیر کی تحریر)



دیوان حافظ

۱۹۲
۲۹

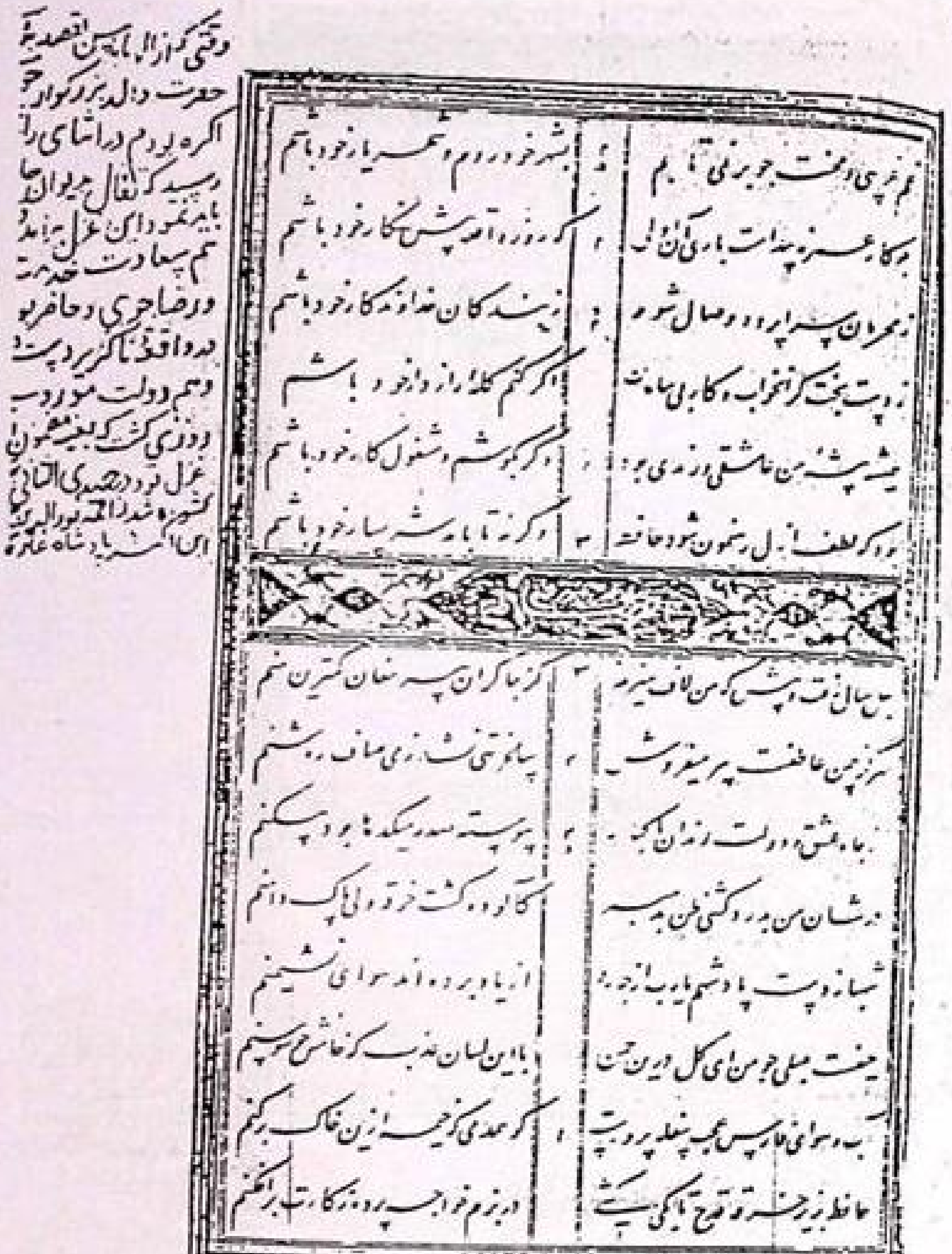
(جہانگیر کی تحریر)



دیوان حافظ

۱۹۲/۳۰

(جہانگیر کی تحریر)



دیوان حافظ

(شاہ جہاں کی تحریر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

این تاریخ کہ مشتملست بر مجمل احوال حضرت صاحبقران
گیتی ستان و اولاد امجاد آنحضرت و سوانح ایام
حضرت عرش آشیانی انار اللہ برہانہ تا سال
بیست و دوم در عہد دولت شاہ بابا تصنیف شدہ
حررہ شاہجہان بادشاہ بن جہانگیر بادشاہ بن اکبر بادشاہ

تاریخ خاندان تیموریہ

قطب شاہی سلاطین محمد قطب شاہ، عبداللہ قطب شاہ کی مہریں

(محمد سلطان بن اورنگ زیب عالمگیر کی تحریر اور مہر)



جہانگیر نامہ

اہم معاصروں کی تحریریں

خدا بخش لائبریری میں

خدابخش لائبریری نے اپنی عمر کے سو سال
پورے کر لیے (۱۸۹۱ء - ۱۹۹۱ء) اس ایک صدی میں
کتنے مشاہیر افادے / استفادے کے لیے لائبریری میں
آتے رہے، اور ان میں سے بہت سوں نے اپنے تاثرات
بھی قلمبند کیے۔
لائبریری میں قدما کی جو تحریریں ہیں انھیں سے
کچھ کی تحریروں کے نمونے ہم نے آپ کی خدمت میں پیش کیے
اسی ایک سو سال کے لائبریری کے کچھ معاصر مشاہیر کی
تحریریں بھی ملاحظہ ہوں

فہرست

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لوليه والصلاة على نبيه

وبعد

[illegible] يعنى الديار ، فالقيت فى هذه البلدة عصا التسيار ، ولقد ساقنى الى [illegible]
وجدانى سابق التوفيق ، الى دار الكتب التى اقام اركانها ، وشيد بنيانها ، جيفى [illegible]
[illegible] . لا زال مؤيدا بالعون والتاييد ، فراقنى ما عاينته من الحرص على [illegible] ، [illegible] بالعلوم النفيسة
[illegible] ذوات الراحات الصدور ، واشواقها ما لا تحدث كلال البصر [illegible] ، [illegible]
[illegible] ان يفتخر بها المدرج مع اعيان الهند واساطينها ، وامر هذه البلاد والقيام لا [illegible]
قلة بضاعتى بالنسبة الى هذا الامر الخطير ، وجدت فى جمع الكتب النوادر ما لا يوجد [illegible] ، كان احسن
الى جميع اهل الاسلام ، وقام متكفلا عنهم فاحسن القيام ، جزاه الله عنا جزاء جزيلا ، [illegible]
اليه قربا جليلا ، ولما انى منسوب الى الطبابة تصفحت مجلداتها ، من كلياتها وجزئياتها ، فوجدت
[illegible] كتب الطب ما عددها ليس بيسير ، واظن انها لا تقل من جل كبير ، بيد انى لا اذكر
منها هنا الا كتبا قليلة معدودة ، التى لو قدرت تحصيلها لعدتها من خلال الخير محمودة .

فمن تلك الكتب

(١) كتاب التصريف لمن عجز عن التاليف لابى القاسم الزهراوى الاندلسى ۔

(٢) ومنها شرح جديد لتشريح جالينوس لابى الفرج عبد الله ۔

(٣) ومنها كتاب فى الحبوب والبقول والفواكه والاغذية ولم اطلع على اسم مولفه

(٤) ومنها كتاب قسطا بن لوقا فى الوباء ۔

(٥) ومنها كتاب المشجر ليوحنا بن ماسويه ۔

(٦) ومنها كتاب حفظ الصحة وازالة المرض لقسطا بن لوقا ۔

(٧) ومنها كتاب الاشراف لعلى بن يوسف بن عبد الله بن [illegible] ۔

(٨) ومنها شرح مسائل حنين لابن ابى صادق ۔

(٩) ومنها كتاب كنز الفوائد لحنين ابن اسحق ۔

(١٠) ومنها شرح عبد اللطيف الطبيب البغدادى على فصول ابقراط ۔

وبعد ذلك فقد حان لى ان اشكر بانى هذه الدار ، بما بذل جهده فى جمع الكتب حتى [illegible] الى [illegible]
ثم يجب على ابراز ما فى قلبى من امواج الامتنان ، لما قرعت مسامعى اخبار [illegible] ، [illegible]
نائب السلطنة البريطانية العظيمة ، الذى احاط بحبى العلوم والآثار القديمة ، [illegible] الى هذه الكتب [illegible]
[illegible] الكتب الغريبة الوحيدة ، لانه قضى ما كان يجب علينا [illegible] ، فالله يجزيه عنا ما كان
يجب علينا جزاؤه ، وقبل الختام اشكر ثانيا مشيد هذا القصر ، [illegible] هذا العصر ، [illegible]
شكرى لا يوازى ما بذله من الهمة العالية ، وما صرف فيه من [illegible] العلية [illegible]

محمد اجمل الطبيب الدهلوى ابن الحكيم محمود خان المرحوم

حکیم اجمل خاں کی تحریر
(۱۹۰۱ء کے آس پاس)

آج میں نے خوش قسمتی سے عالی جناب خان بہادر مولوی خدا بخش خان صاحب سابق چیف جسٹس حیدرآباد دکن
کا مشہور و معروف کتاب خانہ مسمّی "خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری" دیکھا۔ نظر غور سے دیکھنے کے بعد اس دعوے
کی تردید کوئی نہیں کر سکتا کہ سیکڑوں کتابیں اس کتاب خانے میں ایسی ہیں کہ ہندوستان کے کسی کتب خانے
میں نہ ہوں گی۔ مثلاً نسخہ ابی داود جس کو عبد الواحد المقدسی نے لکھا ہے۔ اور اس نسخے میں چوتھی صدی ہجری سے آٹھویں صدی ہجری تک
ایسے اکابر محدثین نے پڑھا ہے۔ نسخہ تسدید القوس علی مسند الفردوس نوشتہ خاص مصنف ابن حجر عسقلانی۔ نسخہ نہایہ جو علی مردان خان نے
شاہجہاں بادشاہ کو بروز ملازمت اول نذر کیا تھا۔ مجموعہ غزلیات نوشتہ میر علی جس پر شاہجہاں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر ہے۔ دیوان حافظ بر
دستخط اکبر۔ جہانگیر۔ شاہجہاں۔ سفینۂ داراشکوہی بدستخط خاص داراشکوہ۔ تزک جہانگیری فرزند بدستخط شہزادہ محمد ابن عالمگیر۔ کیمیائے سعادت
چند اجزاء اور بیاض بدستخط مصنف۔ اسی طرح کی اور بہت سی کتابیں ہیں جن کا ذکر تنگی وقت کی وجہ سے نہیں کر سکتا۔ بہر حال ہم تمام مسلمانوں کو
جناب موصوف کا بے حد شکر گزار ہونا چاہئے اور دعا کرنا چاہئے کہ خداوند تعالیٰ اس کتاب خانے کو ابد الآباد تک محفوظ و مامون رکھے فقط

الراقم
۱۴ نومبر ۱۹۰۲ء
سید افتخار عالم ساکن مارہرہ
ضلع ایٹہ ممالک متحدہ آگرہ و اودھ

افتخار عالم مارہروی کی تحریر

۱۹۰۲ء

آج ہم کو جناب مولانا [illegible] کے کتب خانہ کی [illegible] سیر کی [illegible] الجلال [illegible] سے [illegible]
اور اسکے قبل الطراف مزہ کی عبارت بھی ہم کو [illegible] کتب خانہ سے [illegible] کر کے لے گیا تھا کتابیں نہایت انتظام سے
رکھی ہیں فہرست نہایت خوبی سے تیار ہے جس کتاب کو چاہو [illegible] سامنے موجود ہے فہرست آئینہ ہے اکثر قلمی نایاب کتابیں
ہر فن کی موجود ہیں اس کتب خانہ کی قدر وہی کر سکتا ہے اور جان سکتا ہے جو ایکبار بھی آکر اسکی سیر کرے

عبدالسلام [illegible] ۱۴ اگست سنہ ۱۹۰۲ء

عبدالسلام [ندوی] کی تحریر

۱۹۰۲ء

۱۶۰
۳۸

حامداً ومصلياً

قدمنا الى المكتبة الشهيرة بإجماع الكتب المفيدة المجيدة وكنا نسمع سمعتها وحسن نظامها وقوامها من الديار البعيدة فالحمد لله وجدنا كما سمعنا،
الا امتيازات التي شرفها وخصها من بين المكاتب الشهيرة هي امران نفيسان خصوصاً في هذه المكتبة النفيسة،
(۱) فيها كتب متفرقة اكثرها مزبورة من يراع الحضرة المصنفين الذين قد خلوا في الايام السالفة وتوارثها ائمة الدين وعلماء الاسلام الكرام
(۲) كتب موشاة من النقوش الجميلة والحروف الانيقة والخطوط المتينة لم ترها عين قط وما سمعت اذن من قبل، فوصلت اليها اكباد المجد،
فنحن نثني حضرة صاحب المكتبة ادام الله شمس بقائه طالعة وجزاه الله احسن الجزاء بما [illegible] الكريمة [illegible]

۲۷ رجب سنة ثلث عشرين — السيد [illegible] الدسنوي البهاري
[illegible] ۱۳۲۳ — [illegible] مدرسه ندوة العلماء الوسطى

سید سلیمان ندوی کی تحریر
۱۳۲۳ھ

[illegible] کتب خانہ میں آیا اور [illegible] مجید [illegible] زیادہ [illegible]

[illegible] سے [illegible] تھا۔ مگر [illegible] قسمت [illegible] مطبوعہ [illegible] انداز [illegible]

[illegible] مشہور مضمون "مسلمان اور علم ہیئت" [illegible] جمع کر کے [illegible] دیکھیں

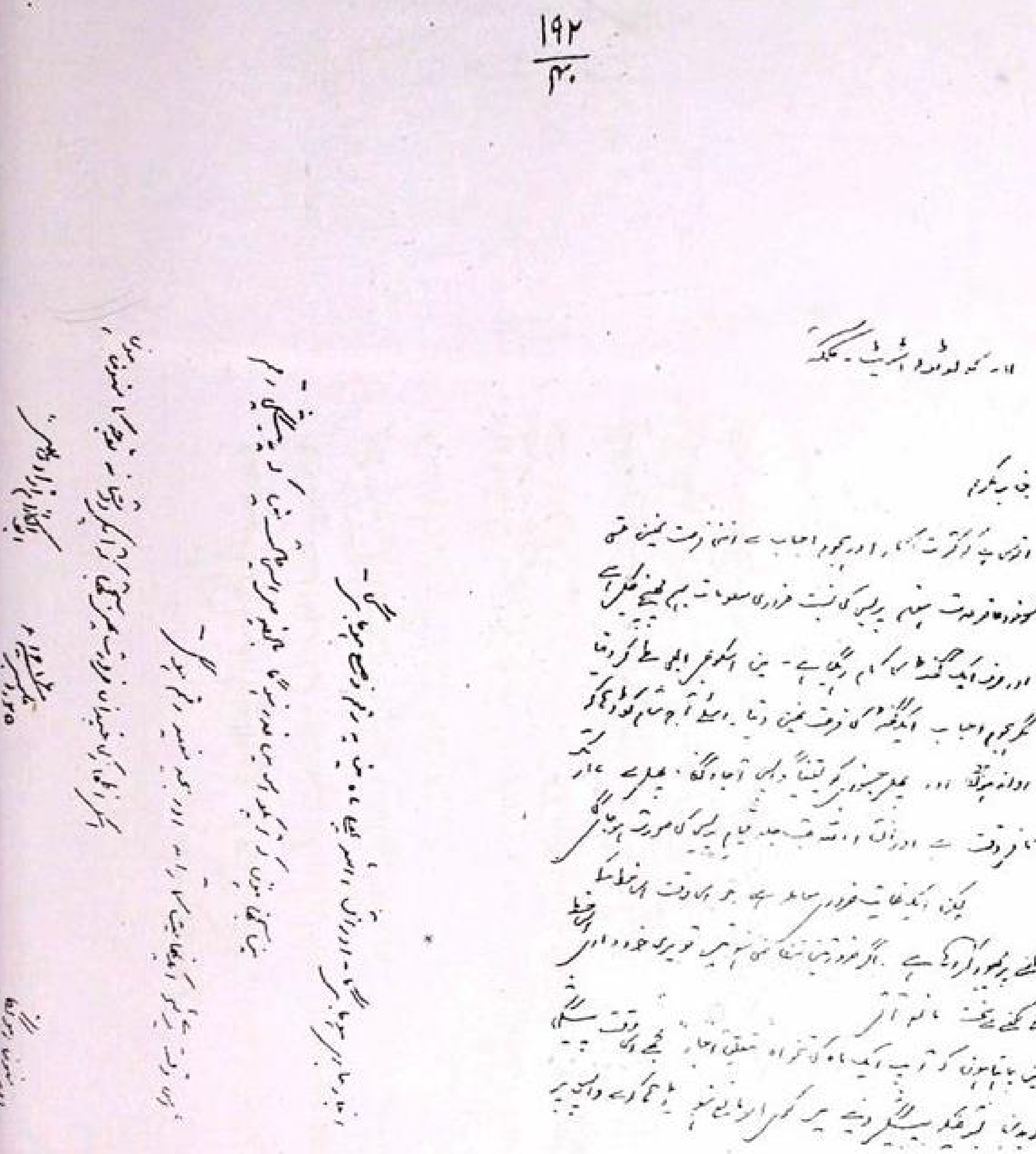
[illegible] علم ہیئت سے تعلق ہے اور اگر مفید باتیں دریافت ہو سکیں

سید سلیمان معلم ادبیہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

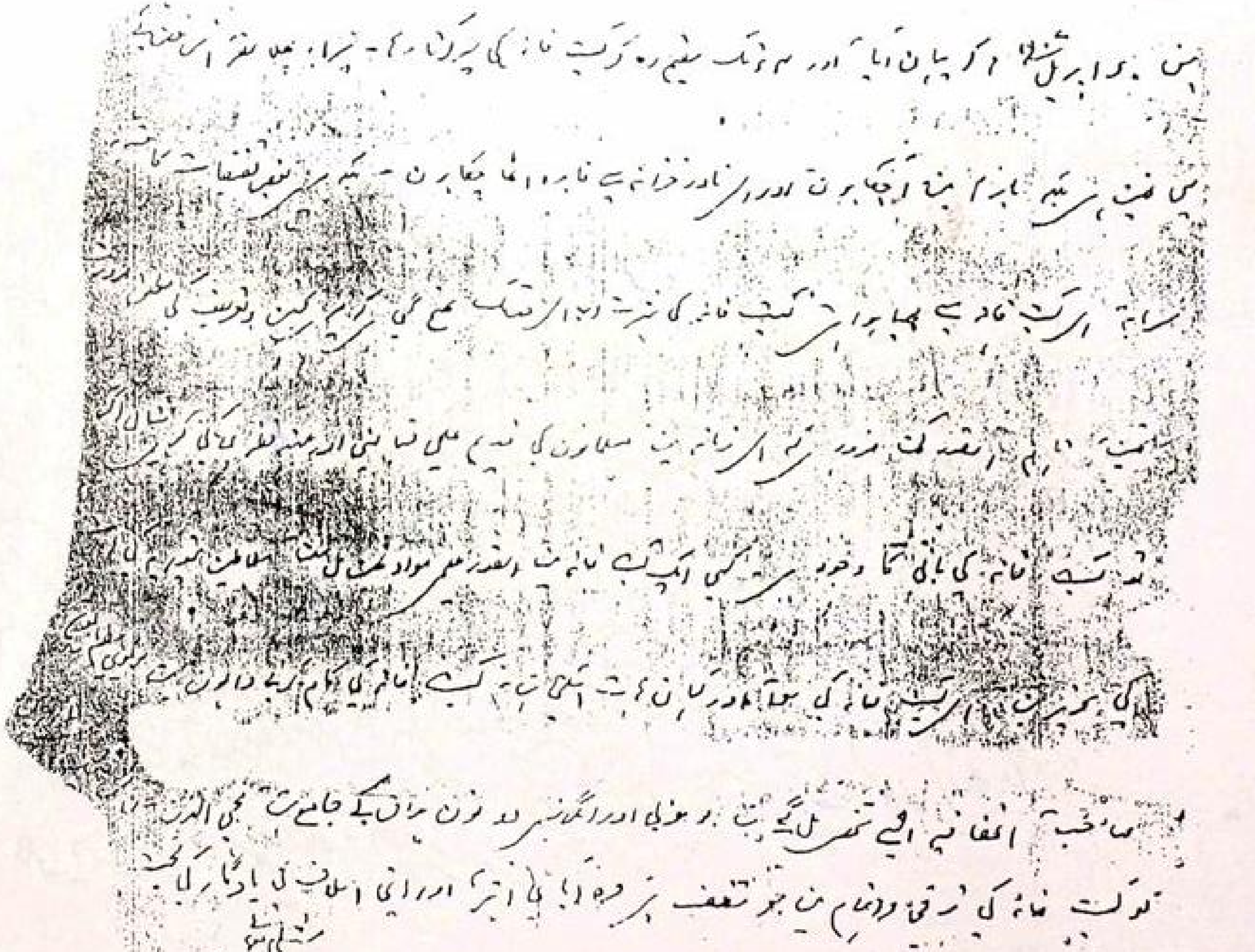
۱۲ جون ۰۹ء

سید سلیمان ندوی کی تحریر

۱۹۰۹ء



خدا بخش میں مولانا ابوالکلام آزاد کی ایک قدیم تحریر



علامہ شبلی نعمانی کی تحریر

۱۹۰۷ء

آج تاریخ ۱۴ فروری ۱۹۰۷ء کو میں نے اورینٹل پبلک لائبریری کو آکر دیکھا۔ اور [illegible] تک ان منبع ہائے علمی
سے جن کا سرمایہ جمع مولوی خدا بخش خاں صاحب کے علمی ذوق اور اعلیٰ فیاضی نے ہمیشہ کے لیے وقف
کر دیا ہے۔ اپنی تشنگی [illegible] بجھائی [illegible] جو [illegible] تھا [illegible] کتب [illegible]
دیکھا وہ [illegible] کا [illegible] تھا [illegible] جلیل القدر [illegible] [illegible] مخطوطات [illegible] [illegible] [illegible]
کا [illegible] اور [illegible] وقف کر دیا ہے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] ظفر [illegible]

ظفر علی خاں کی تحریر

۱۹۰۷ء

آج میں نے بمعیت مولوی محمد صاحب عظیم آبادی اور عبدالسمیع صاحب بہاری مدرسہ احمدیہ عظیم آباد
کتب خانہ بھی دیکھا جس میں کتابیں دیکھیں طبیعت کو سرور حاصل ہوا صفائی مکان و انتظام
اور ... کی حسن ... قابل تعریف ہے خدا اس کے بانیوں کی اور حامیوں کو جزائے خیر دے

ابوالوفا ثناء اللہ (ایڈیٹر اہلحدیث) امرتسری ۱۷ ... ۱۹۰۹ء

ثناء اللہ امرتسری کی تحریر
۱۹۰۹ء

نحمدہ و نستعینہ و نصلی علی رسولہ الکریم مجھکو ایک ضرورت سے شہر ٹونک آنا ہوا لہذا اس شوق سے
مدت دراز سے پیش نظر تھا ایک عجیب طبیعت میں ولولہ پیدا ہوا کہ پھر ایسا موقع ہاتھ نہ آئیگا
یا گنجینہ جلیلہ لائبریری خاں بہادر صاحبزادہ عبد الرحیم خاں صاحب مرحوم و مغفور کا معائنہ ضرور کرنا چاہئے
جسکی شہرت ملک میں اس قدر ہے کہ برابر خاص و عام سے سن رہا تھا چونکہ ڈیڑھ سال سے میں بھی
اپنے فرزند اکبر مولوی بشیر الدین احمد ایڈیٹر البشیر رسالہ و منیجر اسلامیہ اسکول اٹاوہ کا شریک تھا
کے لئے فہرستیں تیار کرتا رہا ہوں جس میں اکثر قلمی کتابوں کی تلاش کرنا رہا ہوں اور قلمی کتابوں کا شائق ہوں تو جو اسراف
یا ہاتھ آجاتی تھیں مگر یہ کتابیں کمیاب ہیں ہاں ایک کتاب کی بابت یاد تھا کہ علم الکمال میں ہے مگر تعجب
یہ ہے کہ جن کی تلاش میں تھا جیسے علم الکمال اور یا یاد رکھتا ہوں ان کا مثل اکثر ملتا ہے
مو اس لائبریری میں بلکہ ہم ایک نسخہ کو دیکھکر یہ سمجھتے ہیں کہ دوسرا اس کا مثل نہیں مل سکتا
کہ فوراً کام نے مہمان نواز کارکن رسید احمد صاحب ایک دوسرا نسخہ اس کا سب کا
پیش کر دیتے ہیں کہ اس کی خوبیاں اور بھی زیادہ ہوتی ہیں ہے میں خاص وجہ
خاں بہادر مرحوم کی کوشش و جانفشانی کے ساتھ اس قوم کے لئے ان سے عمدہ ترکہ
میں اس لائبریری کے معائنہ سے کیا ہوا ہو سکے میں جو کچھ رہا ہوں احمد صاحب کا
شکرگزار ہوں کہ بہت کم ہے میں بیٹھے بیٹھے دور کتابیں دیکھتے دیکھتے تھک گیا
مگر ہمارے موصوف نہایت مستعدی سے ساتھ رہے کتابیں لا لا کر دکھلاتے رہے
بیشمار کتب پیش کر رہے تھے جو آگے دیکھی طرح کام مشتاقان اس لائبریری کے معائنہ
سے نو لکھ اور احمد صاحب کا ممنون و شکرگزار ہوں آمین

فقیرہ عاجز محمد شرف الدین پاس کا ٹونکی اہلمد موجود ہوں
رسالہ جامعہ اینگلو اورینٹل ... محمد ... پڑھ کر

شرف الدین یاس ٹونکی [ذاکر صاحب کی جامعہ والے] کی تحریر
۱۹۱۲ء

مدت سے مجھکو خان بہادر خدا بخش خان مرحوم کے کتب خانہ کے دیکھنے کا شوق تھا۔ اونکی حیات میں ایکبار
مجھکو پٹنہ آنیکا اتفاق ہوا تھا اور خان بہادر مرحوم نے بعض نادر کتابیں مجھکو دکھائیں مگر تفصیلی طور سے
کتابوں کے دیکھنے کی نوبت نہیں آئی تھی۔ امسال پٹنہ صرف کتب خانہ کے دیکھنے کیلئے آیا ہوں اور بڑا
حصہ اسکا کئی روز تک بالاستیعاب کتابیں دیکھیں۔ جو حظ و لطف مجھکو حاصل ہوا وہ احاطۂ بیان سے باہر ہے
اور جو سہولت مجھکو منتظمین کتب خانہ کی وجہ سے حاصل ہوئی اونکا شکر گزار ہوں۔ خداوند کریم
زیادہ حضرت اللہ خان بہادر مرحوم کو اس عطیہ کا ثواب ہمیشہ پہونچاتا رہے اور انکو
اپنے قرب و جوار رحمت میں جگہ دے

عبد الحی

۲۳ جنوری ۱۲

حکیم عبد الحیٔ ناظم ندوة العلماء کی تحریر
ابتدائی ندوۃ العلماء لکھنؤ
۱۹۱۲ء

۱۶۲
۳۴

Dr. Sir Mohd. Iqbal, Kt.
M.A., Ph.D., LL.D.
Barrister-at-Law

Lahore

Dated ____________ 193

30th Dec. 1934

My dear Lutf Imam,

Here are a few verses. You can select one of the passages

Yours sincerely
Mohammad Iqbal

(۱)

درون این گنبد در بسته پیدا کرده ام راہے
کہ از اندیشہ برتر می پرد آہ سحرگاہے
[illegible]
ز منزل دل نگیرد گرچہ باشد منزل ماہے!

(۲)

دل من راز دان جسم و جان است
نپنداری اجل بر من گران است
چہ غم گر یک جہان گم شد ز چشمم
ہنوز اندر ضمیرم صد جہان است!

(۳)

نگردد زندگانی خستہ از کار جہانگیری
جہانے در گرہ بستم جہان دیگرے پیش است!

(۴) [illegible]

(۵) [illegible]

(۶) [illegible]

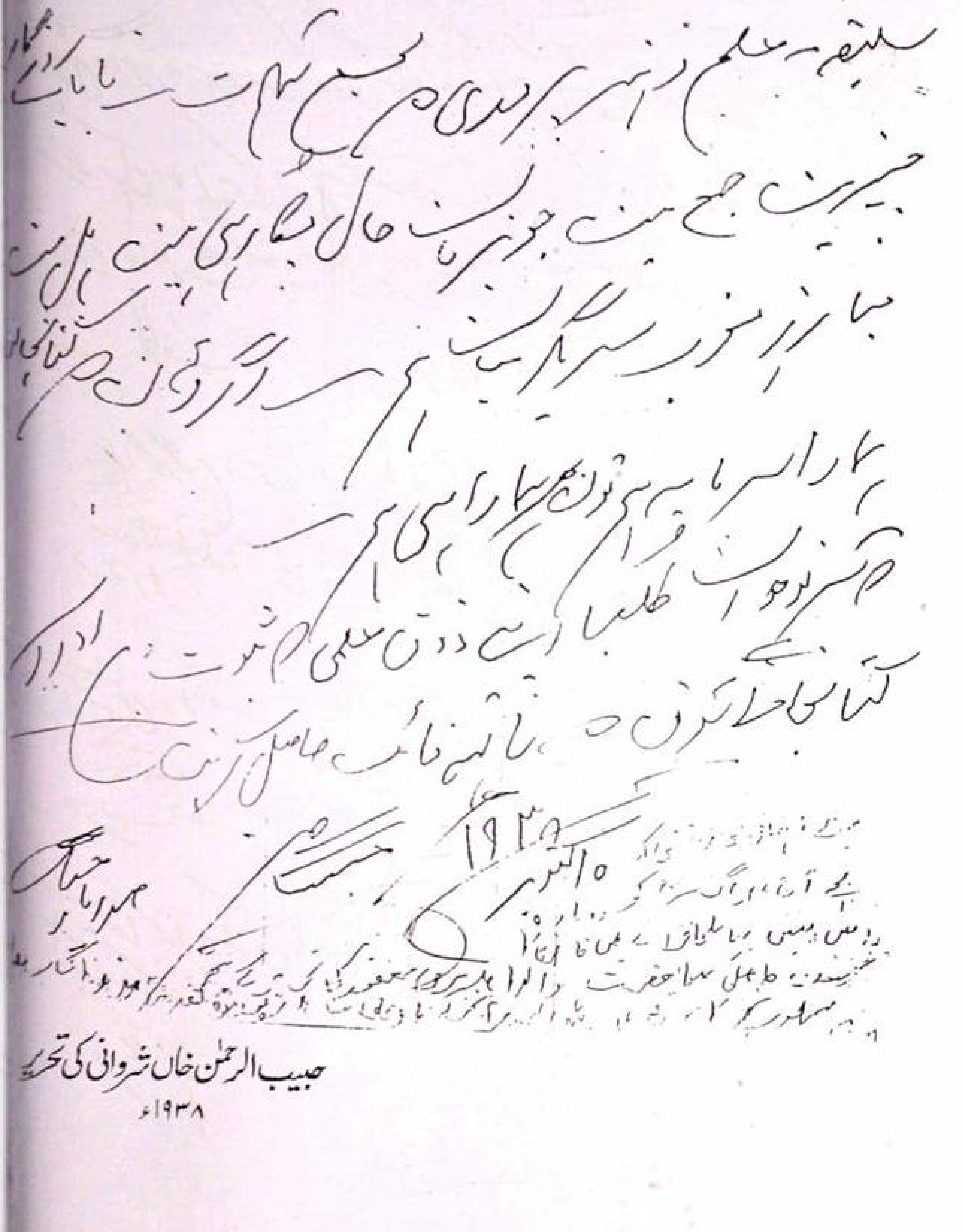
(۷) [illegible]

محمد اقبال

علامہ اقبال کی خدا بخش میں محفوظ ایک تحریر

آج سینتیس (۳۷) برس کے بعد میں اس نادر و مشہور جہان کتابخانہ میں دوبارہ حاضر ہوا
اول حاضری کے وقت بانی کتابخانہ جناب حبیب الرحمن خاں صاحب مرحوم حیات تھے
مرحوم کی مہمان نوازی کا شرف ہوا تھا، خود مرحوم نے کتابیں دکھائیں
اور وہ حالات بتائے جن حالات میں کتابیں حاصل کی تھیں جن کا
بہت لطف ہوا تھا جس کا لطف بیان سے باہر ہے
آج مرحوم کے فرزند نواب الحاج ... حبیب گنج ... نے
دوبارہ تفصیل سے کتابخانہ دکھایا۔ الحمد للہ
دن کی واقفیت سے شوق اور تمام حفاظت سے دل خوش ہوا
ہمیشہ حفاظت ہی نہیں بلکہ اضافہ و ترقی ہی ہو۔ بارک اللہ کیا
نفیس کتابخانہ ہے کہ اس کے متعلق کچھ کہنا ... زبان کو ... سرمایہ
ہے جو ہمارا سرمایہ ناز ہے علماء دین و علمی کے لئے

حبیب الرحمن خاں شروانی کی تحریر
۱۹۳۸ء



حبیب الرحمن خاں شروانی کی تحریر
۱۹۳۸ء

یہ کتب خانہ ایک انمول خزانہ ہے اور مولوی خدا بخش مرحوم کی زندہ جاوید یادگار

عبدالحق
یکم دسمبر ۱۹۴۰ء

سید عابد حسین
یکم دسمبر ۴۰ء

[مولوی] عبدالحق اور ڈاکٹر عابد حسین کی تحریر
۱۹۴۰ء

۱۹۴/۵۰

مجھے مسرت ہے کہ آج پھر کتب خانہ کو دیکھنے کا موقع ملا، لیکن افسوس ہے کہ وقت کم تھا۔ پھر بھی میں نے جو کچھ دیکھا اس کے ساتھ مجھے خوشی ہوئی کہ ... رکھا گیا ہے ...

معلوم ہوا کہ یہ مرکز حکومت ہند ... اس علم کی زیادہ سے زیادہ سرپرستی کا مستحق ہے۔

یہ دیکھ کر بہت اطمینان ہوا کہ کتب خانہ کی نگرانی آپ ایسے لائق ... کے سپرد ہے جن کو کام سے تحقیق اور لگن ہے ... ہمارے ملک میں ابھی صحیح ذوق علمی کی بہت کمی ہے لیکن معلوم ہے کہ ایسے مرکز جیسا کہ یہ کتب خانہ ہے قدیم علوم کو زندہ رکھنے میں بہت زیادہ معاون ہو سکتے ہیں۔

محمد عبد الغفار
سکریٹری انجمن ترقی اردو، علی گڑھ
۶ اکتوبر ۱۹۵۱ء

[قاضی] عبد الغفار کی تحریر
۱۹۵۱ء

آج مولانا عبدالباری صاحب ندوی اور بعض دوسرے اہل علم کے ساتھ اس مشہور و معروف کتب خانہ کی زیارت کا (دوبارہ) اتفاق ہوا۔ کتب خانہ اپنی ذاتی شہرت سے ہر تعارف و مدح سے بے نیاز ہے۔ ان سطور سے مقصود صرف مالک کتب خانہ کے حسن اخلاق و کمال توجہ کی داد دینا ہے۔ وہ اپنی ذات سے خود ایک زندہ لائبریری ہیں۔ اور ہم طالبعلموں کے ساتھ اس التفات سے پیش آئے، کہ گویا ہم لوگ بھی اعزاز عظام یا اعلیٰ حکام ہی سے ہیں۔

بانی کتب خانہ عبدالرحمٰن کے حسن نیت کا کیا کہنا۔ ان شاء اللہ یہ خیر جاری مدت دراز تک جاری رہیگی

عبدالماجد دریابادی

شنبہ ۵ جولائی ۱۹۵۲ء
۱۱ شوال ۱۳۷۱ھ

آمین
عبدالباری

عبدالماجد دریابادی [اور عبدالباری] کی تحریر
۱۹۵۲ء

حکیم عبدالحمید [اور صاحبزادہ عبدالمعید] کی تحریر
۱۹۵۷ء

اورینٹل پبلک لائبریری خدا بخش خان کی شہرت عرصہ سے سننے میں آتی تھی، حاضری کی تمنا عرصہ سے دل میں تھی، خدا کا شکر ہے
کہ آج یہ موقع نصیب ہوا اور مولانا قاسم حسن صاحب نے ایسی ایسی کتب اور ایسے ایسے نوادر دکھائے کہ دماغ حیرانی میں ہے
زمانہ کا نوادر دکھانا بھی مشکل ہو گیا ہے۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ اتنی مختصر صحبت میں بیان ہو سکیں عجائب کو دیکھا ہی جا سکے۔ اس لئے
اب یہ ضروری ہو گیا ہے کہ چند سال ... بابت ... حاضری صرف اسی مقصد سے کی جائے۔ اور ناظم صاحب کی معلومات سے مزید
استفادہ کیا جائے۔ یہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ... اور ... مستقیم ... اس ذخیرہ علم انسانی ذخیرہ۔
کو بہتر سے بہتر شکل میں ... کی طرف متوجہ ہوں۔

عبدالحمید، ہمدرد دواخانہ، ۲۵ نومبر ۵۷ء

عبدالمعید، متولی ہمدرد (وقف) ۲۵ نومبر ۵۷ء

[illegible] ۱۰ نومبر ۱۹۵۷ء

آج برسہا برس سال کے اشتیاق کے بعد خدا بخش لائبریری کی دید جنت کی زیارت نصیب ہوئی۔ کیا شعر پڑھوں بجز اس کے

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

بیگم انیس قدوائی ایم پی
۲۰ اپریل ۱۹۶۵ء

بیگم انیس قدوائی کی تحریر

۱۹۶۵ء

رحمت بر روح مولانا خدابخش باد که این کتابخانه با این عظمت یادگار او است امروز که بیست و هفتم

ژانویه ۱۹۷۳ میلادی مطابق ششم بهمن ۱۳۵۱ هجری شمسی است من وارد این کتابخانه شدم و به همراهی آقای

پروفسور سید حسن و قاضی عبدالودود و آقای اطهر شیر کتابدار این کتابخانه آمدم و دو سه ساعتی در

بررسی بعضی نسخ گذرانیدم آقای محبوب حسین بسیار همراهی کردند و از صمیمیت و مهربانی همه دوستان اینجا

متشکر شدم ان شاء الله امروز بعد از ظهر و تمام فردا را هم در همین کتابخانه خواهم گذرانید مجتبی مینوی

خیابان شمیران، کوچه سعدی ۸ تهران ایران

جناب مجتبیٰ مینوی کی تحریر (مشہور ایرانی محقق)
۱۹۷۳

دیدار از شهر پتنه و برخورداری از الطاف بسیار پروفسور عابد رضا بیدار و بررسی برخی از نفایس فراوان کتابخانهٔ خدابخش که الحمدلله با رونق پرشکوه دایر است از جمله سعادتهائی بود که امسال بهنگام گردش در سرزمین پهناور هند نصیبم شد در مورد غنای معنوی کتابخانهٔ خدابخش هرچه بگویم یا بنویسم حق مطلب ادا نخواهد شد بنابراین آرزو میکنم که این مرکز علمی در همبستگی میان ملتهای خاورزمین تاثیری پایدار برجای گذارد و نگهبان میراث مشترکی باشد که از هزار سال پیش از این توسط دانشوران ایرانی و هندی و مسلمانان سراسر گیتی برای اهل دانش و بینش آفریده شده است

حسین خدیوجم

پتنه

دوازدهم اسفند ۱۳۵۴
2 مارچ 1976
رایزن فرهنگی ایران در کابل

خدیوجم (ایرانی محقق) کی تحریر
۱۹۷۵ء

آج میں دوبارہ اس عظیم کتب خانہ کو دیکھنے آیا ہوں۔ اور مجھے
شاید میری سمجھ اور گل ہیں۔ جناب عابد رضا جو اس کتب خانہ کی دیکھ بھال
کر رہے ہیں۔ انہوں نے کچھ نادر مخطوطات ہمیں دکھائے جن کو دیکھ کر
ہمیں بہت مسرت ہوئی۔ اور دل چاہتا ہے کہ جتنے بھی اس قسم کے
مخطوطات اس لائبریری میں موجود ہیں سب کو دیکھیں۔ مگر وقت
کم تھا اس لئے بادل ناخواستہ چند ہی کو دیکھنے پر اکتفا کرنا پڑا۔
ہم شد۔ رضا صاحب کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ہماری پیاس کو
کسی حد تک بجھا دیا۔

شیخ محمد عبداللہ
[illegible]-۱۰-۷۷

شیخ عبداللہ کی تحریر

۱۹۷۷ء

پتنه. 23 نچی جنوار ۱۹۷۷ ییل.

اوزبیکستان فنلر آکادمیاسی نینگ علیشیر نوایی نامیداگی دولت ادبیات موزیی نینگ پروفیسور حمید سلیمان رهبرلیگیداگی آرخیاگراف نینگ ایکسپیدیتسیه سی ۱۹۷۷ ییل ۱۱ جنواردن ۲۷ جنوارگاچه خدابخش نامیداگی شرق قول یازمه لری کوتوبخانه سیده بولیب ۲۰۰ گه یقین فارسی تیلیداگی قول یازمه لرنی کوریب چیقیب الاحیا قول یازمه لرده کتاب سنعتی نینگ نمونه سی بولادیگان نقش و مینیاتوره لرنی رسمگه آلدیک. ۶ قول یازمه نینگ میکرو فیلمین هم آلدیک.

بز اوزمیزگه ینگی و بیباها آلگان قول یازمه لر ین واسطه سی اوزبیک خلقی ادبیاتی و مدنیتی تاریخیگه آئید جوده کوپ کتابلر اورته آسیا بیلن هند خلقی اورته سیداگی اقتصادی مدنی علاقه لر تاریخی اوزاق اترلردن بو یانده دوام ایتیب ایتکانینی تصدیقلاوچی موهیم حجت رولینی هم اوینایدی.

بزلار هم چون اینگ موهیمی شو بولدیکه علیشیر نوایی نینگ استادی بولمیش نظامی، امیر خسرو دهلوی، عبدالرحمن جامی که بو زاتلرنینگ اثرلرینی معطر نسخه لری بز اوچون قیمتلی بولدی؛ شرق خلقلری ادبیاتی نینگ شاه اثری بولمیش فردوسی نینگ شاهنامه کتابی نینگ اینگ قیمتلی نسخه لری بیزده آلینگان بدیعی رسملر علیشیر نوایی ادبیات موزیی اوچون بی باها مولک بولیب قالدی.

شرق خلقلری معنوی مدنیاتی یادگارلیکلرینی شونچه لیک توپلاب، کوز قاراچوغیدیک سقلاب اولاددن اولادگه قالدیریب کیلایاتگان هند خلقیگه اوزبیک خلقی و زیالیلری نامیدن چین تیلیدن چیکسیز منتدارچیلیک اظهار قیلامیز.

ایشی جاراینیده کوتوبخانه نینگ رهبری حالی خادملری بزگه موتنه سیل یاردم بیریب توردیلار اینقسا دیریکتار بیدا صاحب، استاد محبوب صاحب، محمد ازالدین هم عتیق الرحمن لارنینگ خذمتلری زور بولدی. بو زاتلرگه قایتا قایتا رحمت ارتمیزنی بیلدیره میز.

بوندان ده سونگ علیشیر نوایی موزیی بی خدابخش کتابخانه سی بیلن دائمی علاقه بولیب کیلگوسیده اولارنی قیوباریب تورادی. امکان باریچه شرق مدنیتی یادگارلیکلرینی جهانگه تانیتیشده ارتیق علاقه هم کارلیک قیلیشگه طیار.

خدابخش کوتوبخانه خادملری قایاندا که اوزبیکستانگه بارسالر بزنینگ دربازه میز هم قلبیمز هم عزیز دوستلاریمز اوچون اوچیق.

27.1.77 چوقور مینتدارچیلیک بیلن.

حمید سلیمان — [signature]
عبدالمجید [signature]
و. گونیتر [signature]

Navoi avenue - 55
Tashkent - 11
U.S.S.R.

حمید سلیمان کی تحریر
۱۹۷۷

طاشکند.

بحمد اللہ کہ آج بروز ... ۲۸ اگست کو مجھے اس مشہور و معروف مولانا آزاد لائبریری کا
دوبارہ حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ اول مرتبہ ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب مرحوم
مغفور کی گورنری کے عہد میں حاضر ہوا تھا۔ اس لائبریری کا اور اس کے لائق
بانی کا تذکرہ اپنے والد ماجد مرحوم مغفور کی زبانی بار بار سنا اور ان
دونوں میں جو یگانگت و محبت تھی وہ بھی سنا ہوا ہے۔ ہندوستان کی چند
لائبریریوں میں سے یہ لائبریری ہے اور حبیب گنج مرحوم مغفور ... کی
نوادرات سے بھی اس کی شان بڑھ گئی ہے۔ میرے کرم فرما ... جنہوں نے اپنی
... سے ... دکھایا ... کے ... ذخیرہ ...
... اپنے ... تھی تمام ... مرحوم ...
تعلق اس لائبریری سے تھا اور علمی خدمت ... نے ان کی یاد
... وہ ... ہمیشہ ... سکتی

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

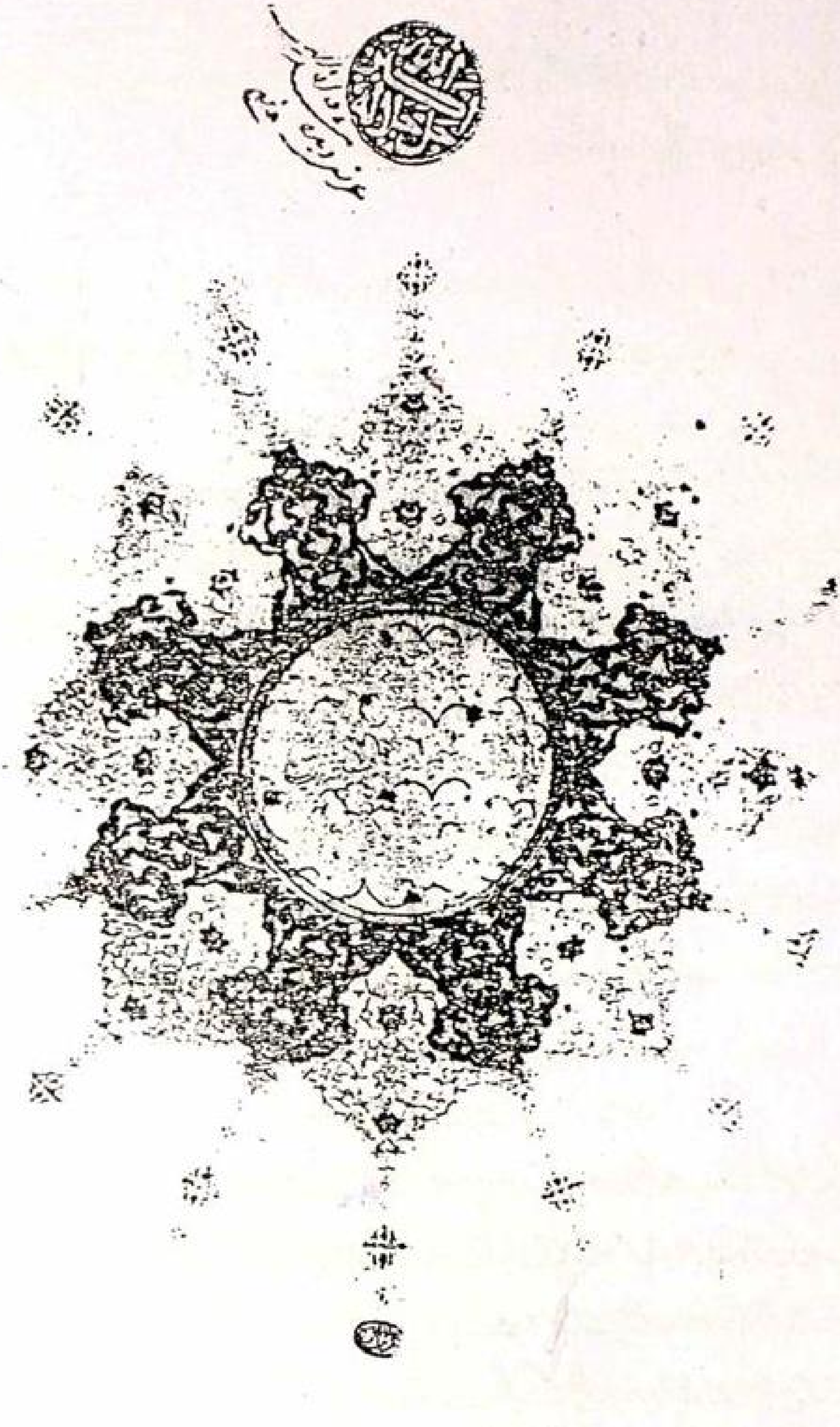
علما و فضلا اس لائبریری اور اس کے علمی خزانے سے
ہمیشہ مستفید ہوتے رہیں گے۔ آمین ثم آمین

عبید الرحمٰن شروانی
۲۸ اگست ۱۹۸۲

... منزل ...
علی گڑھ

حبیب الرحمٰن خاں شروانی مرحوم کے فرزند
جناب عبید الرحمٰن خاں شروانی کی تحریر
۱۹۸۲ء

رضا لائبریری



کتاب خانۂ رضائیہ
مطلا قرآن کریم کا سرورق جس پر اکبر کے کتاب خانے
کی مہر اور فیضی کے دستخط ہیں

رضا لائبریری

عربی، فارسی، اُردو، عثمانی ترکی، اور پشتو کے قلمی نوادر اور مغل عہد کی مصوری کے شاہکاروں کے جو ذخیرے ہندستان میں موجود ہیں، ان میں حیدرآباد کا سالار جنگ میوزیم اور اسٹیٹ لائبریری (کتاب خانۂ آصفیہ)، پٹنہ کی خدا بخش لائبریری (بانکی پور)، کلکتہ کی ایشیاٹک سوسائٹی کی لائبریری، علی گڈھ کی یونیورسٹی لائبریری (پہلے کی لٹن لائبریری اور اب کی مولانا آزاد لائبریری) اور رام پور کی رضا لائبریری قوم کا مایۂ ناز سرمایہ ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اسلامی کلچر کے بہترین آثار سب کے سب ہندستان میں ہیں۔ ـــــ تاج اور جامع مسجد، لال قلعہ اور قطب مینار، شالیمار اور نشاط، نظام الدین اور معین الدین، سرہند اور سنگ چشم اکبری سیکری اور ہمایوں کا مقبرہ، میر، نظیر اور غالب، خسرو اور خانخاناں، ندوۃ العلماء اور مدرسۂ عالیہ، دائرۃ المعارف اور عثمانیہ، دیوبند اور علی گڈھ اور جامعہ، دار المصنفین اور ندوۃ المصنفین!

چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری!!

رام پور میں کتابوں کے ذاتی ذخیرے، پبلک لائبریری اور ریاست کا کتاب خانہ تینوں کی بڑی اچھی مثالیں وجود میں آئیں۔ قاضی شہر احمد شاہ صاحب کا ذاتی کتاب خانہ جس میں عربی، فارسی کی صدیوں پرانی بیش قیمت کتابوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے؛ صولت پبلک لائبریری جس میں ہزار آٹھ سو عربی فارسی اُردو کے اہم مخطوطات بھی محفوظ ہیں اور ملک کی بیش بہا دولت رضا لائبریری جو یہاں کے ریاستی حکمرانوں کا قابلِ فخر تحفہ ہے؛ تینوں قسم کے قلمی ذخیروں کی ایک ہی شہر میں بڑی اچھی مثالیں ہیں۔ اول الذکر دونوں لائبریریوں کا ذخیرہ اور مخطوطات کی تفصیلی فہرست انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل اسٹڈیز

شائع کر رہا ہے۔ رضا لائبریری خود اتنی مشہور ہو چکی ہے کہ بظاہر کسی تعارف سے بے نیاز ہے، تاہم اس کا ایک مختصر مربوط تاریخی تذکرہ فائدے اور دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

پہلے یہ اسٹیٹ لائبریری تھی۔ رام پور کی ریاست کے یوپی میں انضمام کے ساتھ اسے موجودہ حکمران ریاست کے نام پر، رضا لائبریری کا نام دیا گیا۔ حکومت یوپی اسے ۴۸ ہزار سالانہ کی گرانٹ دیتی ہے۔ اس کے نظم و نسق کے لیے ایک بورڈ مقرر ہے۔ نواب صاحب اس کے صدر اور مختار اعلیٰ ہیں اور ضلع مجسٹریٹ سکریٹری ہیں۔ اس کتاب خانے میں ۲۷ ہزار مطبوعہ کتابیں ہیں جن میں اُردو کا ذخیرہ سب سے زیادہ ہے یعنی پندرہ ہزار کے قریب۔ عربی تقریباً چار ہزار، فارسی لگ بھگ تین ہزار اور انگریزی پانچ ہزار کے قریب ہوں گی۔ اردو مطبوعات میں کیفیت اور کمیت کے اعتبار سے اس ذخیرے کے ہمسر مشکل ہی سے اور ایک دو نکلیں گے۔

لیکن یہاں کی اصلی دولت اس کا غیر مطبوعہ یا قلمی سرمایہ ہے جو حیدرآباد کے بعد ہندوستان میں اسلامی زبانوں کا سب سے بڑا قلمی ذخیرہ ہے جس کی تعداد پندرہ ہزار کے قریب پہنچ چکی ہے۔ اتنا بڑا ذخیرہ جس احتیاط اور سلیقے کے ساتھ رکھا جاتا ہے اور جس طرح پچھلے سو ڈیڑھ سو سال کے عرصے میں بحفاظت تمام اس کے مہتمموں نے کامل احساسِ ذمہ داری کے ساتھ اُسے آنے والی نسلوں کا قابلِ افتخار و امتنان سرمایہ بنایا ہے ——— اُس کی روداد سرمایہ کی ندرت سے کچھ کم اہم نہیں ہے۔

اس کتاب خانے میں مطبوعات اور مخطوطات کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ عہدِ عرشی اور دورِ رضا ہی کی بات ہے۔ ۱۹۰۹ء میں یہاں کل دس ہزار کتابیں تھیں جن میں ساڑھے پانچ ہزار قلمی تھیں۔ ۱۹۲۳ء میں مخطوطات کی تعداد ۸۹۲۵ ہوگئی۔ اس تعداد میں ۱۹۳۰ء تک معمولی تبدیلی آئی اور یہ تعداد ۹۰۵۱ ہوگئی۔ ۱۹۴۷ء کے آغاز میں ان کی تعداد ۱۰۶۱۵ تھی۔ گویا ۱۹۳۰ء کے بعد اس ۱۷ برس کے عرصے میں ڈیڑھ ہزار سے اوپر کتابوں کا اضافہ ہوگیا۔ یہ عرشی صاحب اور نواب رضا علی خاں بہادر کا زمانہ ہے۔ یہ ترقی مسلسل رہی! اگلے ۱۷ برس میں اس میں ساڑھے چار ہزار کی غیر معمولی تعداد کا اضافہ ہوگیا۔ اسی زمانے میں لوہارو کا نایاب قلمی اور مطبوعہ کتاب خانہ نواب صاحب کی کوششوں سے یہاں منتقل ہوا۔ مولوی بدرالدین علوی مرحوم



کتاب خانہ رضائیہ
نفحات الانس جامی کا سرورق جس پر دارا شکوہ
کی تحریریں ہیں ۔

نے بھی اپنا ذخیرہ لائبریری کی نذر کیا۔ اور دوسرے انفرادی عطیے بھی آتے رہے۔ خریداری کی مد میں حکومت نے یکمشت جو بہت سی گرانٹ دے ڈالی تھی اس سے بھی مدد ملتی رہی، لیکن پچھلے دو ایک سال سے، وہ رقوم ختم ہوجانے کے سبب اب کسی اضافے کی موہوم سی امید بھی نہیں ہے، الا یہ کہ اس کتاب خانے کی اہمیت کا کسی کو اندازہ ہوجائے۔

اٹھارویں صدی کے آخری ربع میں رام پور کی ریاست وجود میں آئی، رامپور سے پہلے ان روہیلوں کا تہذیبی مرکز آنولہ اور اس کے مضافات میں ٹانڈہ تھا۔ یہاں اس عہد کے شمالی ہند کے شعرا اور ادبا کی ایک اچھی خاصی تعداد جمع ہوگئی تھی۔ اردو کے مشہور شعرا میں سوز، قائم اور مصحفی یہاں موجود تھے۔ سودا آتے آتے رہ گئے۔ پھر یہ بزم رامپور کی مستقل ریاست بننے کے بعد ادھر منتقل ہوگئی اور یہاں علما و فضلا کا مجمع ہوگیا۔ نواب زادہ محمد یار خاں ان سب کے مربی تھے؛ قائم چاندپوری انھیں کے استاد تھے۔

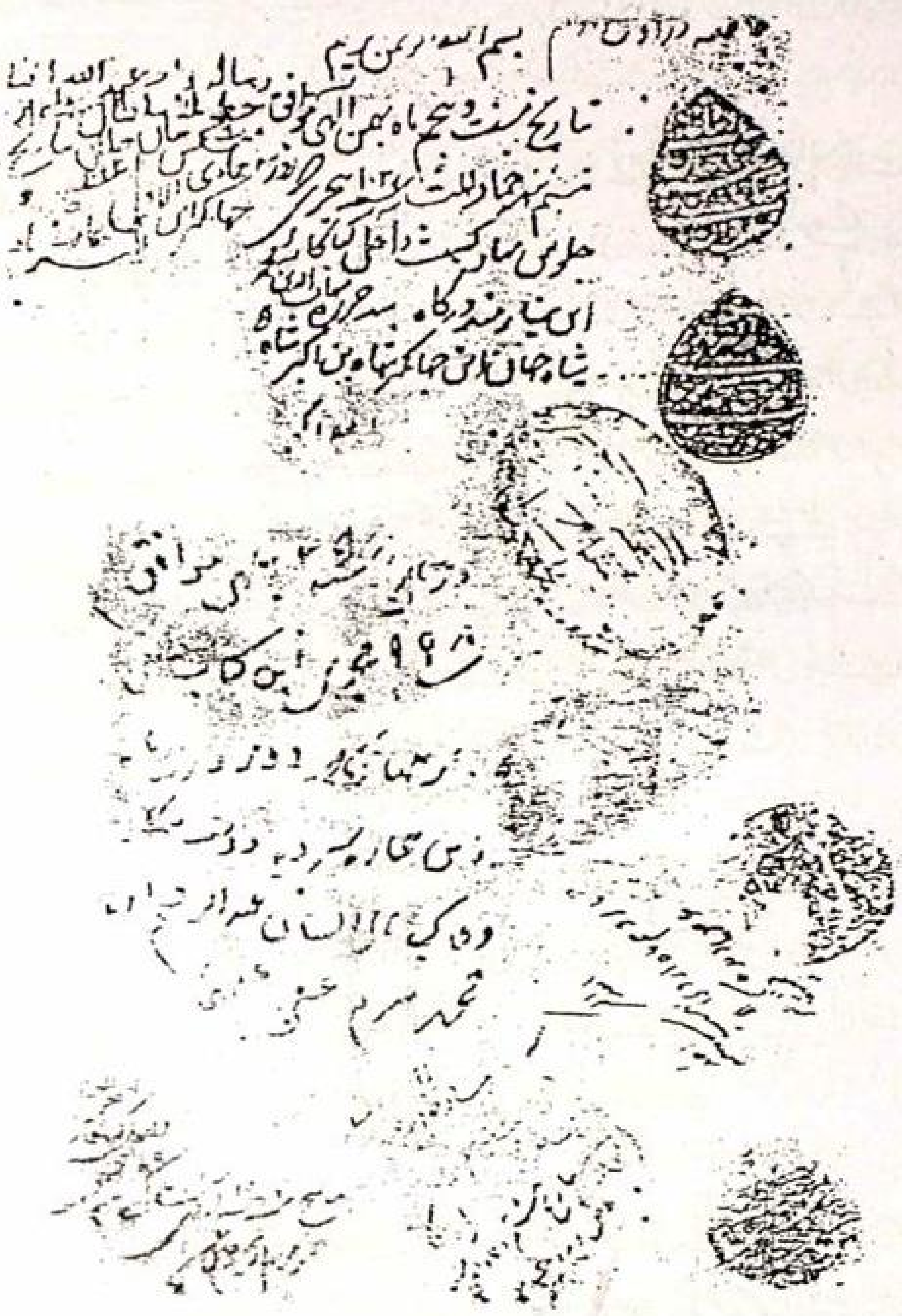
نواب فیض اللہ خاں (نواب علی محمد خاں کے بیٹے) سے رامپور کی باقاعدہ تاریخ شروع ہوتی ہے اور قیاس ہے (بلکہ بعض روایتیں بھی ہیں) کہ ریاست کے کتاب خانے کی بنیاد بھی انھیں کے زمانے میں پڑی۔ ان کے بعد تین نوابوں کا دور اور گزرا، محمد علی خاں، غلام محمد خاں اور احمد علی خاں۔ غلام محمد خاں کے زمانے میں دوجوڑا کی جنگ ہوئی جس میں ایک بار پھر انگریزوں نے لکھنؤ کی مدد کر کے روہیلوں کو زیر کرادیا۔ یہ آصف الدولہ کا زمانہ تھا۔ اس جنگ پر فارسی اور اردو نظم میں جو رزمیے لکھے گئے، وہ آج بھی کتاب خانے کی زینت ہیں۔

۱۸۴۰ء میں نواب غلام محمد خاں کے بیٹے نواب محمد سعید خاں نے جانشین کی حیثیت سے رام پور کی حکومت سنبھالی۔ اس سے پہلے وہ برطانوی علاقے میں ایک کارآزمودہ ڈپٹی کلکٹر کی حیثیت سے انتظام کا اچھا تجربہ حاصل کرچکے تھے۔ دلی کے فضلا سے تعلق نے ان کے ذہنی افق کو اور وسیع کردیا تھا۔ مفتی صدرالدین آزردہ، فضل حق خیرآبادی، مومن خاں، مرزا غالب اور دوسرے مشاہیر علما و ادبا سے ان کے اچھے روابط تھے۔ ان کے عہد سے کتاب خانے کی باقاعدہ تاریخ شروع ہوتی ہے۔ ایک قدیم رپورٹ کے بقول ان کے عہد میں "سرکاری کتاب خانے کے لیے علیحدہ الماریاں تیار ہوئیں اور ان میں کتابیں

ترتیب کے ساتھ رکھوائی گئیں۔ کئی خوش نویس، طلاساز، نقاش، وصلی ساز اور جلد بند ملازم تھے۔ نئی کتابیں نقل ہوتی تھیں۔ نادر کتابوں پر سونے کا کام کرایا جاتا تھا۔ کشمیری خط نسخ اور نقاشی کا کام مشہور تھا۔ نواب صاحب نے آغا غلام رسول کشمیری اور آغا محمد حسن کشمیری کو ریاست میں بلاکر ملازم رکھا۔ یہ دونوں نسخ اور ثلث لکھنے میں آپ اپنا جواب تھے۔ یہی حال طلائی کام اور نقاشی کا تھا۔ ان کے بعد ان کی اولاد (آغا محمد باقر کشمیری وغیرہ) نے ان کی روایت باقی رکھی۔ لکھنؤ سے نواب صاحب نے میر عوض علی خوشنویس کو بلاکر ملازم رکھا۔ رام پور میں (لائبریری کے گرد) اعلیٰ خوشنویسی کی بنیاد اسی عہد میں رکھی گئی۔ مشرقی علوم کا مشہور ادارہ مدرسۂ عالیہ (اورنٹل کالج) بھی اسی عہد میں وجود میں آیا۔

نواب محمد سعید خاں کی وفات (۱۸۵۵ء) پر نواب یوسف علی خاں ناظم ان کے جانشین ہوئے۔ ناظم نے علما، شعرا اور مشاہیر کو ۱۸۵۷ء کی رستخیز میں سے رول رول کے نکالا اور انھیں عزت و اطمینان کے ساتھ اپنے ساتھ رام پور میں رکھا۔ یہ روایت ان کے لائق سپوت نواب کلب علی خاں کے زمانے میں بھی رہی۔ ناظم نے دلّی میں ایک عرصہ گزارا تھا؛ ان کی تعلیم و تربیت یہیں دلّی میں ہوئی۔ غالب، مومن، مفتی آزردہ اور نواب محمد سعید خاں کے دوسرے احباب ان کے استاد رہے۔ قدرتی طور سے انھیں علم سے دلچسپی ہونی چاہیے تھی۔ ان کے چہیتے بیٹے اور ولی عہد کلب علی خاں کا تو گویا اوڑھنا بچھونا ہی کتابیں تھیں۔ اسی تذکرہ رپورٹ میں لکھا ہے کہ "دہلی، لکھنؤ، لاہور سے خاص ملازم بھیج کر کتابیں منگواتے تھے۔ زمانۂ ولیعہدی کی اکثر کتابوں پر دست خاص سے لکھا ہوا ہے کہ آج اس کتاب کے دستیاب ہونے سے جو مجھے خوشی ہوئی ہے، کبھی ایسی مسرت نہیں ہوئی۔" سرسید کی آثار الصنادید کے ایڈیشن پر جو اسی زمانے میں نکلا تھا ان کا ایک تفصیلی نوٹ رضا لائبریری کے آثار کے نسخہ کے سرورق پر آج بھی محفوظ ہے۔

۱۸۶۶ء میں تخت نشینی کے بعد انھیں اس شوق کو حوصلے کے مطابق ترقی دینے کے مواقع ملے۔ ناظم کے زمانے میں داغ، امیر مینائی، عبدالحق خیرآبادی اور بہت سے دوسرے مشاہیر رامپور میں جمع ہونے لگے تھے۔ کلب علی خاں کے عہد میں ان ٹوٹے ہوئے تاروں کے جمع ہونے میں اور تیزی آگئی۔ میرزا رحیم الدین حیا، جلال لکھنوی، امیراللہ تسلیم اور ان گنت موسیقی، مصوری، شعر و ادب، فقہ و حدیث و تفسیر، لغت و قواعد اور علوم تاریخ و فلسفہ کے ماہرین اس "دارالعلوم" میں سمٹ آئے۔ دلّی اور لکھنؤ کی اجڑی ہوئی بہار



کتاب خانہ رضائیہ

رسالہ خواجہ عبداللہ انصاری کا سرورق، جس پر عبدالرحیم خانخاناں، جہانگیر، شاہجہاں کی تحریریں اور شاہجہاں اور اورنگ زیب کی مہریں ہیں -

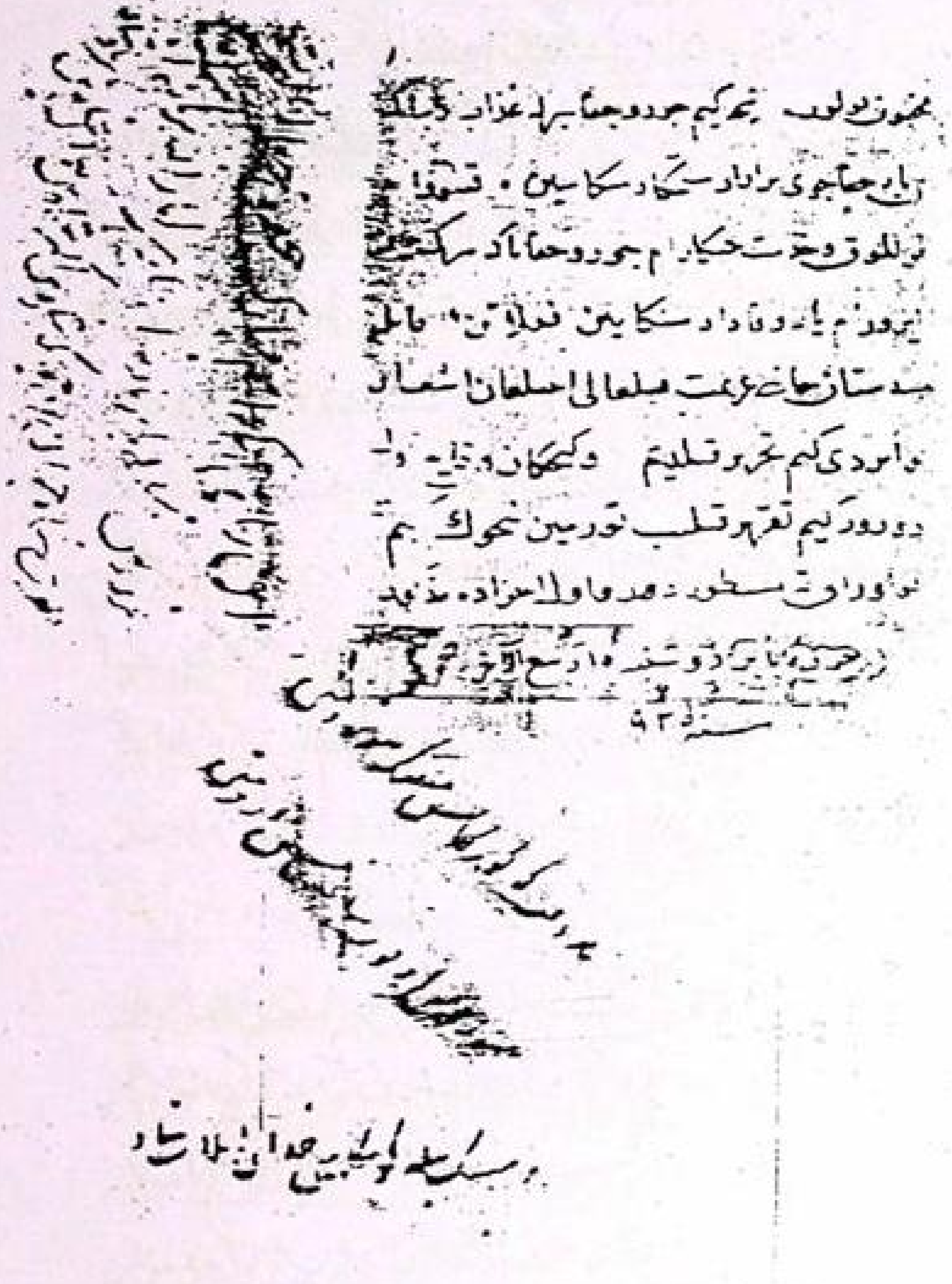
آکے یہاں بس گئی۔ امیر مینائی نے نواب صاحب کی سرپرستی میں کتاب خانے ہی میں اپنی عظیم الشان لغت امیر اللغات ترتیب دینی شروع کی۔ جس کی صرف دو تقطیعیں (الف اور ب) تمام عمر کے چھپ سکیں۔ نواب صاحب نے حروفِ تہجی کی ترتیب پر کتاب خانے کی ایک فہرست بھی تیار کروائی۔ امکان ہے کہ اس کام کی نگرانی بھی امیر مینائی نے کی ہو۔ ویسے کتاب خانے کے نگران رام پور کے ایک بڑے فاضل بزرگ میاں رحیم شاہ صاحب مجذوبی تھے جو نظم و نثر دونوں میں مشہور تھے۔ قلمی کتابوں کا اصل اضافہ اسی عہد میں ہوا۔ قیمتی کتابوں کے بڑے صلے ملتے تھے۔ کتابیں پیش کر کے اکثر لوگ ملازمتیں حاصل کر لیتے تھے۔ دربار میں ایک سے ایک بڑا عالم اور فاضل موجود تھا۔ خود نواب صاحب کا علم و فضل اچھی بری کتاب کو ایک نظر میں پرکھ لیتا تھا۔ اس طرح نواب کلب علی خاں کے عہد سے اس لائبریری کی مستقل حیثیت بنی اور انھوں نے اپنے انتقال سے ایک سال پہلے ۱۸۸۶ء میں اس کے لیے ایک علیحدہ عمارت بھی بنوادی۔

مرزا غالب کے رامپور سے روابط تا نظم اور ان کے بیٹے کلب علی خاں کے زمانے ہی میں رہے اور انھیں کے زمانے میں ان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے اپنے انتخاباتِ اردو و فارسی، دیوان کے خطی نسخے اور پھر ان کی وہ مشہور مراسلت رامپور کے کتاب خانے کی زینت بنی جس نے بعضوں کے بقول غالب کو پایۂ اعتبار سے گرا دیا اور بعضوں کے نزدیک اس کے انسانی پہلو پر مہرِ توثیق ثبت کر دی ہے۔

کلب علی خاں کے جانشین مشتاق علی خاں (۱۸۸۷ء - ۱۸۸۹ء) کے معذور ہونے کے سبب، ان کا عہد انتظامی کونسل کے صدر عامل جرنیل اعظم الدین خاں (عظیم الدین خاں) کا عہد سمجھنا چاہیے۔ ان کا تین چار سال کا عہد رام پور میں ہر شعبہ میں عام اصلاحات اور ترقی کا دور تھا۔ کتاب خانے کے لیے علیحدہ عملہ مقرر ہوا۔ بخشی عبدالرحیم خاں کتاب خانے کے منصرم مقرر ہوئے۔ دو فہرست ساز، نو خوشنویس، دو نسخ خط کے خوشنویس اور طلاساز، چار جلد بند، چار ورق گرداں اور ایک تحویلدار مقرر کیے گئے۔ گویا اب اس نے ایک باقاعدہ اور مستقل ادارے کی حیثیت حاصل کر لی۔ کتاب خانے کی تاریخ کی ایک مشہور شخصیت، مہدی علی خاں تھے جنھوں نے تحویلداری کے علاوہ اپنے ہاتھ سے سینکڑوں کتابیں نقل کر ڈالیں، درسیوں کشکول اور بیاضیں بنا دیں اور جہت سے بکھرے ہوئے نوادر کو اکٹھا کر دیا۔

جولائی ۱۸۸۹ء میں امیر مینائی فہرست سازی کے نگراں (چیف کیٹلاگر) بنائے گئے۔ انھوں نے جو فہرست تیار کرائی اس میں ۹۰۵ قلمی کتابیں تھیں اور چار ہزار سے کچھ کم مطبوعہ، اور ۲۴۷ نادر تصاویر تھیں۔ اس عہد میں کتاب خانے کے لیے ایک اور عمارت بننی شروع ہوئی، مگر جرنیل صاحب اس کی تکمیل سے پہلے ہی شہید کر دیے گئے۔ امیر اللہ تسلیم کی غیر مطبوعہ مثنویوں میں جو لائبریری میں محفوظ ہیں، اس کی پوری تاریخ و تفصیل درج ہے۔ شبلی انھیں کے عہد میں کتاب خانہ دیکھنے آئے تھے۔

نواب حامد علی خاں (۱۸۸۸ء ۔ ۱۹۳۰ء) کے زمانے میں جنہوں نے جرنیل صاحب کے قتل کے بعد حکومت کی باگ ڈور سنبھالی (اس سے پہلے وہ سنِ بلوغ کو نہیں پہنچے تھے)، ۱۲ مارچ ۱۸۹۲ء کو اس عمارت کا افتتاح ہوا۔ فہرست سازی کے لیے مولانا عبید اللہ امرتسری کا انتخاب ہوا۔ پھر ۱۸۹۷ء میں جب حافظ احمد علی خاں شوق مہتمم (لائبریرین) مقرر ہوئے تو فہرست کا کام بھی انھیں کے سپرد کر دیا گیا۔ حافظ صاحب سے پہلے ـــــ جرنیل صاحب کے عہد میں بخشی عبدالرحیم خاں لائبریرین تھے (مہتمم)۔ ۱۴ مئی ۱۸۹۱ء کو ان کے انتقال پر منشی بانکے بہاری لال سپاٹک نے یہ عہدہ سنبھالا۔ ۱۸۹۶ء تک وہ کام کرتے رہے۔ مارچ ۱۸۹۶ء میں چار مہینے کے لیے یہ کام کوبرجی کے سپرد ہوا۔ اُن کے بعد اُردو کے مشہور رسالہ "زمانہ" (ایڈیٹر دیا نرائن نگم) کے بانی، دیوان راج بہادر نے بھی کچھ دن یہ ذمہ داری سنبھالی ـــــ ان کے بعد ۱۲ فروری ۱۸۹۷ء کو حافظ احمد علی خاں شوق آئے۔ یہ اگلے تیس بتیس سال کے طویل زمانے میں لائبریرین رہے۔ حافظ صاحب نے مہدی علی خاں تحصیلدار کو چھوڑ کے باقی سب سے زیادہ مدت تک لائبریری کی خدمت کی۔ ان کا انتقال تو دسمبر ۱۹۳۳ء میں ہوا، ویسے انھیں طویل علالت کے سبب ملازمت سے اس سے پہلے ہی سبکدوش کر دیا گیا تھا جب اکتوبر ۱۹۳۱ء میں ہندستان کے مشہور مورخ اور ماہر علم طب نجم الغنی خاں کا تقرر ہوا۔ نجم الغنی خاں نے اس لائبریری میں بیٹھ کر بلا مبالغہ کئی لاکھ صفحے لکھے اور چھپوائے۔ حیدرآباد، اودھ، روہیلکھنڈ اور راجستھان کی تاریخ کے سلسلہ میں وہ آج بھی استناد کا درجہ رکھتے ہیں۔ فرقِ اسلامیہ، اصولِ فقہ، فقہ، فرائض، منطق، لغت، قواعد، طب، مطب، قرابادین اور نہ جانے کتنے علوم پر انھوں نے بلند پایہ کتابیں اپنی یادگار چھوڑی ہیں، اور یہ سب کام انھوں نے اپنی مہتممی کے عہد سے بہت پہلے کتاب خانے میں ایک طالب علم کے طور پر اپنے برسوں کے مطالعہ کے دوران میں کیا تھا۔ مہتمم کی



کتاب خانۂ رضائیہ
دیوان بابر کا آخری صفحہ جس پر بتصدیق شاہجہان
رباعی خود بابر کے ہاتھ کی ہے

حیثیت سے انھیں زیادہ مہلت نہیں ملی اور جون ۱۹۲۲ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کے انتقال پر ناظم کتاب خانہ کے عہدے پر عرشی صاحب کا تقرر ہوا (۲۱ جولائی)

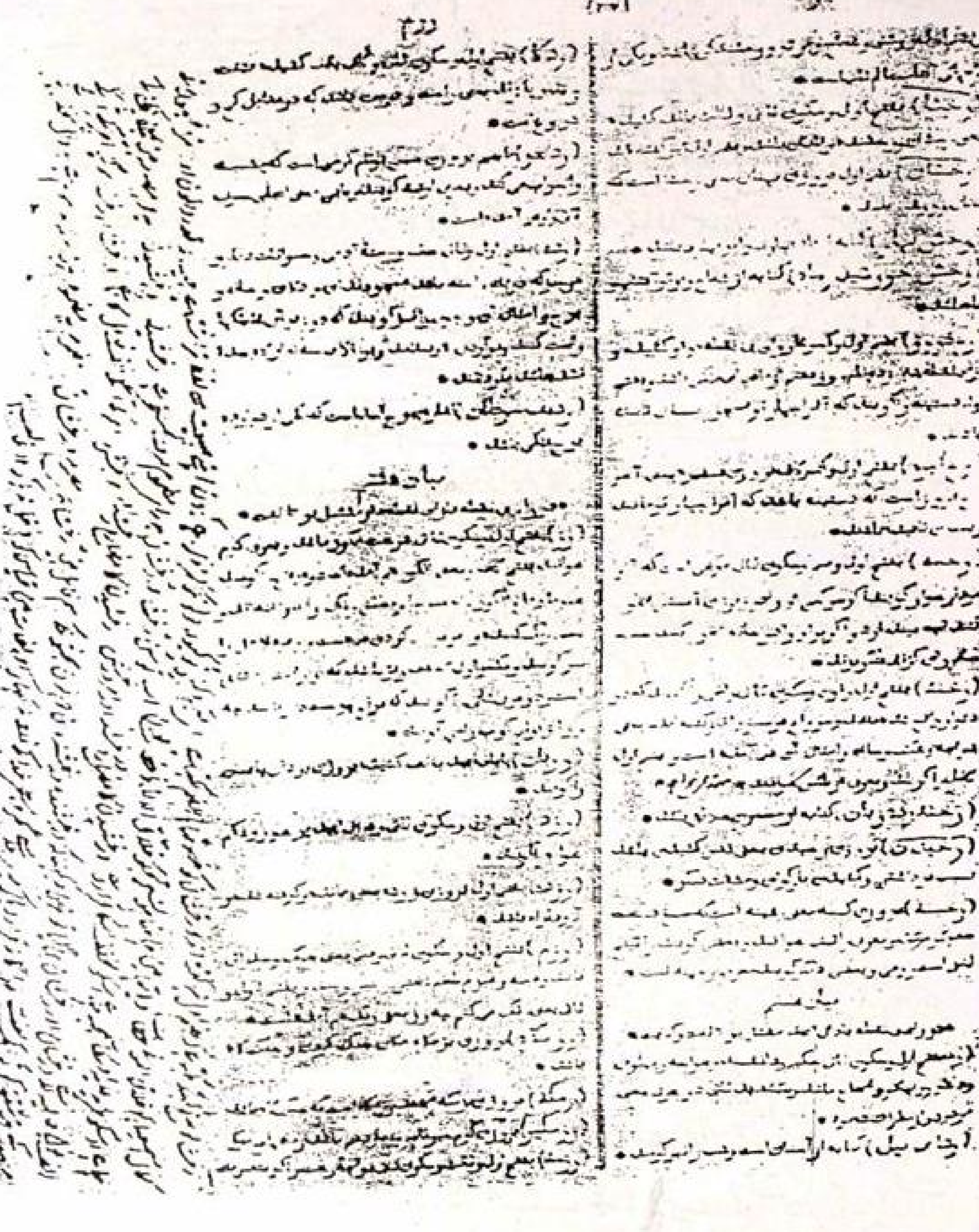
۱۸۹۶ء سے ۱۹۰۲ء تک حاذق الملک حکیم اجمل خاں لائبریری کے افسر اعلیٰ رہے۔ افسر اعلیٰ کا عہدہ اُن سے پہلے بھی اور اُن کے بعد بھی ریاست کے کسی نہ کسی اعلیٰ عہدیدار کے سپرد رہا۔ لیکن کتاب خانے کی تاریخ میں صرف یہی نام اس قابل ہے جس کا ذکر علیحدہ سے کیا جا سکتا ہے؛ اس لیے بھی کہ غالباً انھیں کے عہد میں قلمی کتابوں میں طب کا بے حد نادر اور نایاب ذخیرہ یہاں جمع ہو گیا۔ اجمل خاں سے پہلے صرف ایک اہم نام امیر مینائی کا کتاب خانے کے ساتھ فہرست سازی کے نگراں کی حیثیت سے وابستہ نظر آتا ہے ــــ اور پھر ۱۸۹۷ء سے ۱۹۲۱ء تک چوبیس سال کے طویل عرصے میں حافظ احمد علی خاں اور کتاب خانہ ایک چیز ہو گئے۔ حافظ صاحب کے فاضلانہ مضامین اس عہد کے اکثر پرچوں خاص کر معارف میں نظر آتے ہیں اور ان کی کتاب تذکرۂ کاملان رام پور تو کلاسیک کا درجہ اختیار کر گئی ہے۔ کتاب خانے کی عربی کتابوں کی دو فہرستیں بھی حافظ صاحب نے مرتب کر کے شائع کرائیں۔ پہلے اجمل خاں کے زمانے میں ۱۹۰۲ء میں اور دوسری اس کے بہت بعد ۱۹۲۸ء میں۔
حافظ صاحب کا طویل عہد نواب حامد علی خاں کے زمانۂ حکومت کے متوازی سا چلا، اور شروع کے چند برسوں کے سوا اتنے ہی عرصے پر پھیلا ہوا بھی ہے۔ حامد علی خاں کے عہد میں لائبریری اور دربار کے تعاون سے امیر اللغات کا ادھورا کام پھر شروع ہوا اور حافظ صاحب اس کے نگران اعلیٰ بنائے گئے۔ جلال کے بیٹے کمال، احمد علی شوق قدوائی، شاداں بلگرامی اور دوسرے متعدد فاضل اس کی ترتیب و مشورہ کے بورڈ کے ممبر مقرر ہوئے۔ شوق قدوائی کے سپرد حافظ صاحب کی نیابت میں اس کی نگرانی ہوئی تھی اس کے مرتب عبدالمجید خاں تھے۔ دس پندرہ برس کی کوششوں کے بعد وہ کام جو ۱۹۰۸ء میں شروع ہوا تھا، ۱۹۲۳ء کے قریب انجام کو پہنچا۔ اس نادر لغت "فرہنگ حامدیہ" کی کوئی تیس قلمی جلدیں (حصے) رضا لائبریری میں محفوظ ہیں جس میں ہر لفظ کی کئی کئی اسناد قدیم شعرا کے کلام سے دی گئی ہیں۔

نواب رضا علی خاں بہادر کا عہد جو ۱۹۳۰ء سے اور عرشی صاحب کا زمانہ جو ۱۹۲۲ء سے شروع ہوا، دو سال

کے فرق کے ساتھ متوازی سے چل رہے ہیں؛ آج عرشی صاحب کو اس لائبریری کی نظامت اور مہتممی کو سنبھالے ہوئے ۴۴ سال کے قریب گزر چکے ہیں۔ اس طویل مدت میں کتاب خانے نے عرشی صاحب کو اور عرشی صاحب نے کتاب خانے کو جس درجے پر پہنچا دیا ہے، وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ اس عہد میں قلمی اور مطبوعہ کتابوں میں جو غیر معمولی اضافہ ہوا، وہ تو ہوا ہی؛ اہم ترین کام یہ ہوا کہ تمام ذخیرے کی باقاعدہ اور محققانہ فہرستیں تیار ہوئیں، کتاب خانے کا نظم و نسق جدید اصولوں اور مخطوطات کی جدید سائنس کی روشنی میں ہوا۔ نیشنل لائبریری (سابق امپریل لائبریری) کے لائبریرین چیپمین کو کلکتہ سے بلایا گیا کہ اس میں جدید رنگ بھریں۔ وہ اکتوبر ۱۹۳۲ء سے ۱۹۳۵ء تک اس کا رخ، طریق کار اور نظم و نسق متعین کر کے چلے گئے۔ فہرست سازی کے سلسلے میں حاجی معین الدین ندوی مرحوم اور مسعود عالم ندوی مرحوم بھی مختلف اوقات میں یہاں ملازم رہے، لیکن مجموعی حیثیت سے یہ کام از سرِ نو خود عرشی صاحب ہی کو کرنا پڑا۔ اس ذیل میں عربی مخطوطات کی فہرست کا کام شروع ہو چکا ہے اور اب تک دو فہرستیں انگریزی میں طبع ہو گئی ہیں جن میں قرآن، حدیث، تفسیر، اوراد اور عقائد کے نسخ آ گئے ہیں۔ یہ فہرست جب مکمل ہو گئی تو عالمی فہرستوں میں ایک شاہکار اضافہ ہوگی۔

اسی عہد میں ایک بڑی بات یہ ہوئی کہ کتاب خانے میں مراجعے کا کام کہیں سے کہیں پہنچ گیا۔ آج کتاب خانے کے متعلقہ علوم کے ماہرین جب کسی الجھن سے دوچار ہوتے ہیں تو ایک معمولی پوسٹ کارڈ سے ان کی مشکل حل ہو جاتی ہے۔ اتنے مستعد مراجعتی کام کی مثال کم از کم ہندستان میں شاید ہی کہیں اور ملے۔

رضا لائبریری کے مخطوطات اور تصاویر کے ذخیرے میں کتنے نوادر ہیں؟ اس کا بیان کسی مختصر تعارفی مضمون میں ممکن نہیں ہے۔ ان میں حلب، مدینہ، مکہ، ایران کے شاہ طہماسپ صفوی اور شاہ عباس صفوی، بابر، اکبر، جہانگیر، احمد شاہ، نادر شاہ، عالمگیر ثانی، سلطان مظفر گجراتی، عادل شاہ بیجاپوری، شاہجہانی وزیر سعد اللہ خاں، عبد الرحیم خانخاناں، آصف الدولہ، امجد علی شاہ، واجد علی شاہ اور نواب احمد خاں بنگش کے کتاب خانوں کی کتابیں موجود ہیں۔ اکثر تصویریں ایسی ہیں جن کا وجود دنیا میں کسی اور جگہ نہیں ہے، مثلاً ڈاکٹر برنیر کی تصویر۔ انھیں نادر تصویروں میں دارا شکوہ کی بہت ہی حسین تصویر ہے؛ جہانگیر کے



کتاب خانۂ رضائیہ

برہان قاطع کے مطبوعہ نسخہ کا ایک صفحہ جس پر غالب کی تحریر ہے

عہد کے مختلف مناظر دربار اور مناظر جنگ کی تصاویر ہیں۔ اور ان سب سے بڑھ کر اکبر کے عہد کا تقریباً سو تصویروں پر مشتمل ایک عجیب و غریب مرقع ہے (اس پر اودھ کے کتاب خانے کی مہریں لگی ہوئی ہیں)۔ اکبری دور کی ایک اہم یادگار دیوان حافظ کا ایک مصور نسخہ ہے، جس کی تصویروں پر مصوروں کے نام بھی لکھے ملتے ہیں۔ یہاں کی جہانگیر کے عہد کی تصویروں میں بھی اس عہد کے تقریباً سارے اہم مصوروں کے نام مل جاتے ہیں۔ بعد کے دور کی اور بہت سی تصویریں بھی ہیں۔ اس وقت ان کی تعداد ایک ہزار کے قریب ہے۔ تصویروں کا یہ مجموعہ اپنی کیفیت کے اعتبار سے کسی بھی بڑے میوزیم کے مقابلے پر رکھا جاسکتا ہے، توقع ہے کہ لائبریری کی طرف سے جلد ہی ان تصاویر کا ایک تفصیلی کیٹلاگ اور ایک مرقع شائع کیا جائے گا۔

یہ بات کہ اس لائبریری میں مغل عہد کی نادر قلمی تصاویر کا بھی بڑا اہم ذخیرہ ہے، پہلی بار اس وقت معروف ہوئی، جب براؤن نے اپنی کتاب "پرشین پینٹنگ" شائع کی۔ لیکن ہمارے ملک نے ابھی تک اس میں کوئی خاص سرگرمی نہیں دکھائی کہ اس ذخیرے میں دلچسپی لے۔

نادر کتابوں میں اہم ترین چیز قرآن مجید کا خط کوفی میں کھال پر لکھا ہوا وہ نسخہ ہے جو قطعی طور پر پہلی صدی ہجری کا ہے اور جس کا انتساب امیر المومنین حضرت علی رض کی طرف کیا جاتا ہے۔ روس کے عثمانی مصحف کے بعد یہ غالباً نادر ترین سرمایہ ہے جو رضا لائبریری میں محفوظ ہے۔ قرآن مجید کا ایک اور اہم نسخہ خط نسخ کے موجد ابن مقلہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ امیر المومنین کے ہاتھ کے لکھے ہوئے نسخہ کے بعد یہ نسخہ بھی بہت اہم ہے، ابن مقلہ کا انتقال چوتھی صدی ہجری میں ہوا ہے۔ قرآن مجید کے ایک مذہب و مطلا دلکش نسخے پر اکبر کی مہر ہے اور مہر کے نیچے مہتمم کتاب خانہ کی حیثیت سے فیضی کی ایک یادداشت ہے۔ دنیا کا ایک اور نادر مخطوطہ بابر کا دیوان ہے جس کے آخری صفحہ پر بابر نے اپنے ہاتھ سے ایک رباعی لکھی ہے۔ بابر کا خط اس کے علاوہ دنیا میں اور کہیں نہیں ملتا۔ بابر کے اسی دیوان کی روشنی میں اردو کی ابتدا کی تاریخ بابر تک پہنچائی جاتی ہے جس نے کہا تھا:

مج کا نہ ہوا کچھ ہوس مانک و موتی

بابر کے اس دیوان پر بابر کی تحریر کی تصدیق شاہجہاں نے ایک یادداشت میں کی ہے، جس میں لکھا ہے

کہ میں تصدیق کرتا ہوں کہ یہ خط بابر کے ہاتھ کا ہے۔ خواجہ عبداللہ انصاری کے رسالہ کے ایک نسخہ کے سرورق پر بیک وقت عبدالرحیم خانخاناں، جہانگیر اور شاہجہاں کی دستی تحریریں اور عالمگیر کی مہر ثبت ہے۔ نفحات الانس کے ایک نسخے پر داراشکوہ کی تحریر ہے۔ رسالہ خواجہ عبداللہ انصاری کے ایک نسخے پر جہاں آرا بیگم کی تحریر بھی ہے۔

ان اہم نوادر میں عربی کی ایک تفسیر ہے جسے امام سفیان ثوری نے (م ۱۶۱ھ) تصنیف کیا ہے۔ دنیا میں اس قدیم تفسیر کا کوئی اور نسخہ موجود نہیں ہے۔ یہ کتاب لائبریری کی طرف سے ابھی پچھلے دنوں شائع ہوئی ہے۔

ریاست لوہارو سے جو نایاب ذخیرہ آیا ہے اس میں بعض بڑی اہم قدیم مطبوعہ اور قلمی کتابیں ہیں۔ اس میں خاص چیز غالب سے متعلق ذخیرہ ہے جس میں برہان قاطع کا وہ نسخہ بھی ہے جس پر غالب نے اپنی بے تکلف یادداشتیں قلم بند کی تھیں جو قاطع برہان کی بنیاد ثابت ہوئیں۔

جہاں تک اُردو مخطوطات کا تعلق ہے، یہ کتاب خانہ اس معاملہ میں بہت خوش قسمت ہے۔ اُردو کے کتنے ہی مشاہیر کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی چیزیں (اکثر اب تک غیر مطبوعہ) یہاں موجود ہیں۔ سوز، قائم میر، سودا، مصحفی، انشا، ناسخ، جرأت، مومن، غالب، تسکین، تسلیم اور کتنے ہی مشاہیر شعرا کے دواوین کے ایسے نسخے موجود ہیں جن کی مدد کے بغیر ان کا کوئی ایڈیشن تیار کرنا ممکن نہیں ہے۔ اسی طرح لکھنؤ کے مشہور داستان گویوں کی کتنی ہی داستانیں یہاں موجود ہیں جو اُردو نثر کا ایک عظیم الشان باب ہیں۔

مخطوطات فارسی میں عہدِ مغل کی تاریخ اور علومِ اسلامیہ سے متعلق جتنے نوادر یہاں جمع ہیں، وہ خود ایرانیوں کے لیے قابلِ رشک ہیں۔ اسی طرح فارسی شعرا کا بیحد نایاب ذخیرہ موجود ہے۔ ان میں کشمیر کے فارسی گو شعرا کے دواوین خصوصاً قابلِ ذکر ہیں۔

فارسی، عربی کے تقریباً چھ چھ ہزار اور اُردو کے لگ بھگ ڈیڑھ ہزار مخطوطات کے ساتھ ساتھ

ترکی اور پشتو میں تقریباً پچاس کتابیں، ہندی سنسکرت کی تقریباً ایک ہزار جدید کتابیں اور جہال پر لکھی ہوئی تمل کی ڈیڑھ سو کتابیں اس علمی سرمایہ میں مزید اضافہ ہوئی ہیں۔

کتاب خانۂ رضائیہ کا ماضی بہت شاندار رہا ہے۔ اگر اب وہ ایک شاندار مستقبل کا مالک نہ بن سکے، تو اس میں اس کا کوئی قصور نہ ہوگا۔

عابد رضا بیدار

یہ سطریں لکھی جا چکی تھیں کہ مارچ ۱۹۶۶ء کی پانچ تاریخ لائبریری کے عہد جدید کا بانی اللہ کی رحمت سے جا ملا؛ نواب صاحب مرحوم کو رام پور والے کتنا عزیز رکھتے تھے، اور اب ان کے نام پر نو استوار کردہ یہ لائبریری ان کی سب سے اہم یادگار بن گئی ہے، زندہ و پائندہ!!

کتبخانۂ رام پور سے متعلق

۱۸۹۱ء کی ایک یادداشت

رضا لائبریری کے بارے میں شبلی کا یہ نوٹ عرشی صاحب مرحوم و مغفور نے **معارف** ۱۹۴۴ء میں شائع کرایا۔ عرشی صاحب نے لکھا ہے کہ اس عہد کے **ریاست** کے مدارالمہام جنرل اعظم الدین / عظیم الدین خاں نے شبلی کو کتبخانہ کی تنظیم و ترتیب میں مشورہ کے لیے مدعو کیا تھا اور درخواست کی گئی تھی کہ ضروری تجاویز پیش کریں۔ یہ ۱۸۹۱ء کی بات ہے۔ شبلی کے اس ۱۸۹۱ء کے پہلے نوٹ کے بعد عرشی صاحب نے ایک اور نوٹ بھی نقل کیا ہے، یہ ۱۹۱۴ء کا ہے۔

شبلی نعمانی

رپورٹ متعلق کتب خانۂ ریاست عالیہ مصطفیٰ آباد رامپور

مین نے کتب خانۂ سرکاری کو جو درحقیقت ریاست کی علمی فیاضیون کی ایک حیرت انگیز یادگار ہے، دو تین دن مین جس قدر تحقیق و کاوش کی نگاہ سے دیکھنا ممکن تھا، دیکھا، ایک شخص گو اس کی نظر کتنی ہی وسیع ہو، کتب خانہ کے احاطہ مین جا کر جب اُن عزیز الوجود اور بیش بہا کتابون کو دیکھیگا جن کو جستجو اور قدردانی اور فیاضیون نے، دنیا کے مختلف حصون سے لا کر یہان جمع کر دیا ہے، تو دفعۃً وہ حیرت زدہ ہو جائیگا لیکن اسی کے ساتھ جب وہ کتب خانہ کی بے ترتیبی اور فہرست کی ناموزونی پر نظر ڈالیگا تو سخت افسوس کریگا،

اصلاح طلب امور کو مین دفعہ وار عرض کرتا ہون، اور امید ہے کہ وہ قبول کی نگاہ سے دیکھے جائین،

دفعہ ۱۔ سب سے بڑی بے ترتیبی یہ ہے کہ کتابین الماریون مین حروفِ تہجی کی ترتیب سے رکھی گئی ہین، جسکا نتیجہ ہے کہ کتاب "الخراج قاضی امام ابو یوسف" کو جو نہایت عالی رتبہ تصنیف ہے کلیاتِ رند کے پہلو مین جگہ دیجاسکتی ہے، کتب خانہ مین ہر موقع پر یہ ناموزونی موجود ہے، اور نہایت بدنما معلوم ہوتی ہے، مین نے بہت بڑے بڑے کتب خانے دیکھے ہین، مگر مجھکو کسی کتب خانہ مین یہ ناموزون ترتیب نہین ملی ہے، سب سے مقدم یہ ہے کہ فن اور علم کے لحاظ سے فہرست مرتب کیجائے اور پھر اُس مین حروفِ تہجی کا لحاظ ہو، فہرست کا نمونہ جو منشی امیر احمد صاحب نے پیش کیا ہے نہایت عمدہ ہے، لیکن جو خانہ "مختصر خلاصہ" کا رکھا ہے اور اس مین مثال کے طور پر ایک کتاب کے تمام مضامین کا خلاصہ کیا ہے، یہ طریقہ چندان ضروری نہین ہے؛ اور نہایت مشکل ہے کہ ہر کتاب کے متعلق ایسا خلاصہ طیار ہو سکے، مین کامل یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہون کہ اگر ایسا کرنا ضروری خیال کیا جائے تو ریاست کو مولوی عبد الحق صاحب اور مولوی ارشاد حسین صاحب کو مجبوراً تکلیف دینی پڑے گی، اس خانہ مین تصنیف کے متعلق کسی قدر حالات لکھے جائین مثلاً اگر وہ کتاب تاریخ وغیرہ کی ہو تو یہ

لکھا جائے کہ کس عہد سے کس عہد تک کی تاریخ ہے، کس قسم کے حالات ہین، اگر اور فن کے متعلق ہو تو مصنف یا کتاب کی نسبت کوئی تاریخی امر لکھنا کافی ہوگا، لیکن یہ التزام ضروری نہین، اور اس پر خاص توجہ کی حاجت نہین، اور التزام مین بے انتہا دقت ہوگی،

دفعہ ۲ - فن کی ترتیب سے جو فہرست ہوگی اُس کے ذریعہ سے کتابون کا نکالنا مشکل ہوگا، اسلیے حروف تہجی کی ترتیب سے بھی ایک فہرست موجود رہے، جیسا کہ عموماً کتب خانون مین ایسی ایک فہرست مرتب ہوتی ہے، لیکن کتابون کے رکھنے مین اس فہرست کا مطلق لحاظ نہ ہو،

دفعہ ۳ - ہر کتاب پر دو قسم کے نمبر قائم کئے جائین، ایک باعتبار فن کے، اور ایک باعتبار حرف تہجی کے، لیکن فن کا نمبر اول قرار دیا جائے، مثال یہ ہے،

کتاب الخراج نمبر فن - ۳۰ نمبر حرف تہجی ۱۲۲،

اس طریقہ سے ہر فہرست مین دونون نمبرون کا حوالہ دیا جائے، تاکہ جو کتاب سرکار کو مطلوب ہو فوراً مل سکے اور جستجو کی زحمت نہ ہو،

دفعہ ۴ - اکثر کتابون کے دو تین نام ہوتے ہین، ایسی صورت مین جو نام مشہور اور معروف ہے اس کو اصل قرار دینا چاہئے اور دوسرا نام بھی اس کے ساتھ لکھدیا جائے،

دفعہ ۵ - مجموعون مین نہایت بے ترتیبی ہے، ان کی جلدین توڑ کر، یا تو ایک فن کے لحاظ سے یا مصنف کے لحاظ سے رسالے ایک مین مجلد کئے جائین، موجودہ مجموعے ایسے ہین، جو نہ ایک خاص فن مین ہین، نہ ایک مصنف کی تصنیف ہین، اس بے ترتیبی سے کتب خانہ نہایت ناموزون معلوم ہوتا ہے،

دفعہ ۶ - جو کتابین محفوظ اور رزرو قرار دیگئی ہین، اُن مین صرف خوشخطی اور حیثیت ظاہری کا لحاظ کیا گیا ہے، حالانکہ وہ کتابین در اصل رزرو قرار دیجاسکتی ہین جو عمدگی مضمون اور وقعت مصنف اور کمیابی کے لحاظ سے قابل قدر ہون، مین نے نہایت نادر الوجود کتابون کو دیکھا ہے کہ وہ عام کتابون کیساتھ

رکھی ہوئی ہین، ایسی تمام کتابین چھانٹ کر الگ کیجائین، اور ان کے لئے ایک خاص الماری ہو، مدرسۃ العلوم مین اس قسم کی کتابین ایک نہایت مضبوط آہنی صندوق مین رکھی گئی ہین، لندن مین فولادی الماریان مخصوص ہوتی ہین، لیکن اس قسم کی کتابون کا انتخاب کرنا ایک مستعد اور وسیع النظر عالم کا کام ہے، اور مین علانیہ کہتا ہون کہ کتب خانہ کا موجودہ اسٹاف اس کام کے بالکل لائق نہین ہے،

دفعہ ۷- جو فہرست سردست مرتب ہے یا ہو رہی ہے، اس مین تفصیل فن کے متعلق سخت غلطیان ہین، اس سے زیادہ کیا تعجب انگیز بات ہو گی، کہ "قصہ" کو ایک فن قرار دیا گیا ہے، اور مخزن اسرار نظامی جو تصوف و اخلاق کی نہایت عمدہ تصنیف ہے، اس کو "قصہ" کے ذیل مین لکھا ہے، یہ ایک خاص مثال ہے، ایسی بہت سی مثالین مل سکتی ہین، اس پر خاص لحاظ ہونا چاہیے،

دفعہ ۸- کتابین صرف ایک لائن مین رکھی جائین، موجودہ صورت مین نہایت تکلیف ہوتی ہے اور دوسری لاین کی کتابین جو بالکل اوٹ مین ہین، ان کا دیکھنا متعذر ہے۔

دفعہ ۹- الماریان عموماً شیشے کی ہونی چاہئین،

دفعہ ۱۰- کتب خانہ کی ایک رپورٹ مرتب کیجائے جس مین یہ مراتب ہون،

کتب خانہ اولاً کس وقت قائم ہوا، ہر عہد ریاست کی مخصوص ترقیان، کل کتابین کس قدر ہین، قلمی کس قدر، مطبوعہ کس قدر، عمدہ کتابین باعتبار حیثیت ظاہری کے کس قدر، عمدہ کتابین باعتبار عمدگی مضمون اور کمیابی کے کس قدر، ملازمین کتب خانہ کا شمار اور ان کی تنخواہین، سالانہ صرف کتب خانہ، اس قسم کے اور حالات، بعض حالات شاید تحقیق معلوم نہ ہو سکین، ان مین تخمینہ پر اعتماد کرنا ہو گا، یہ رپورٹ عمدہ مطلا جلد بندھ کر کتب خانہ مین رکھی جاوے،

دفعہ ۱۱- پرانی جلدون کا ایک بار نیا ہو جانا ضرور ہے تاکہ سابق نقصانات کی ترقی کا رستہ بند ہو جائے اس لئے کہ گو موجودہ احتیاط اور حفاظت آیندہ نقصان پہنچنے سے مانع ہے، لیکن جن کتابون کے رشتے اور

شیرازے مین کیڑا اثر کر چکا ہے ان کا بندوبست ضرور ہے، ورق گردانی سے (جسکو مین نے خود دیکھا) اس نقصان سابقہ کی ترقی کا انسداد نہین ہو سکتا، اسلئے کہ پشتہ کے اندر کا کیڑا بغیر شیرازہ کھلنے اور جلد بندھنے کے جا ہی نہین سکتا تدریجاً جو جلدین بندھا کرتی ہین اور جنکی کیفیت مجھکو دریافت ہوئی، اگر اسی پر اکتفا ہو گی تو بہت سی کتابین جبتک ان کی جلد بندھنے کی نوبت آئے ناقص تر ہو جائنگی، اس لئے جلد تر ایسی کتابون کی جلدین نئی بندھ جانا ضروری ہے اور نہایت ضرور ہے،

دفعہ ۱۲- جو کتابین خلافِ تہذیب ہون، یا چھپی ہوئی کتاب کے متعدد نسخے ہون خارج کردیجائین، لیکن قلمی کتابین اس وجہ سے ہرگز نہ خارج کیجائین کہ وہ ناقص اور ناتمام ہین، ممکن ہے کہ وہ نہایت عمدہ کتابین ہون اور اسی قدر حصہ کا موجود ہونا غنیمت سمجھا جاوے، ایسی کتابین اکثر کتب خانہ مین اس وقت موجود ہین، اور موجود رہنا چاہئے، ہان جو کتابین عام اور معمولی ہین، وہ ناقص ہون تو خارج کردیجائین،

دفعہ ۱۳- اس قسم کی فہرست اور ترتیب کے لئے جو ضروری ہے اور جسکی طرف خدام والا کا خیال مبذول ہے، ضرور ہے کہ چند مدت کے لئے کوئی لائق اور مستعد عالم شخص مقرر کیا جائے، اور موجودہ اسٹاف اس کی نگرانی مین کام کرے، ایسے بڑے کتب خانہ کے لئے، تھوڑا سا صرف اور بھی کرنا غالباً ضرور ہے، اور نہایت ضرور ہے، یہ مراتب مین نے کسی قدر عجلت کی حالت مین عرض کئے ہین، اگر ان امور کی نسبت مجھ سے کوئی زائد آگاہی مقصود ہو گی تو مین نہایت دلی رغبت کے ساتھ، بذریعہ تحریر کے عرض کرسکونگا،

محمد شبلی- نعمانی، عربک پروفیسر مدرسۃ العلوم علیگڈھ، محررہ ۱۲؍ اکتوبر ۱۸۹۰ء

(۲)

"مین اس کتب خانہ سے بارہا متمتع ہوا ہون، ہندوستان کے کتب خانون مین اس سے بہتر کیا اس کے برابر بھی کوئی کتب خانہ نہین، مین نے روم و مصر کے کتب خانے بھی دیکھے ہین، لیکن کسی کتب خانہ کو مجموعی حیثیت سے مین نے اس سے افضل تر نہین دیکھا، اہل کاران کتب خانہ کی محنت اور وسعت اطلاع کی داد دینی چاہئے، خصوصاً مہدی علیخان صاحب تو خود ایک زندہ کتب خانہ ہین"

شبلی نعمانی ۶؍ اپریل ۱۹۱۳ء

حافظ نذیر احمد (کلکتہ)

۱۹۱۴ء

حامداً و مصلیاً علیٰ رسولہ الکریم

حسن اتفاق سے ۶ ستمبر ۱۹۱۲ء کو منجانب ایشیاٹک سوسائٹی بنگال متعلق صیغۂ تحقیقات (نایاب - نادر - بیش بہا - دلچسپ کتابیں) گورنمنٹ انڈیا - بوساطت پولٹیکل ایجنٹ رامپور کتب خانہ ھذا کا معاینہ کو بھیجا گیا - گورنمنٹ انڈیا کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ہندوستان میں جسقدر نایاب اور دلچسپ قلمی کتابیں موجود ہیں اسکی مختصر کیفیت کو لکھوا کر ایشیاٹک سوسائٹی سے شایع کراتی ہے تاکہ شائقین علوم کو معلومات حاصل ہو۔

پانچویں اکتوبر سے آج تک روزانہ دس بجے سے چار بجے تک میں نے فارسی کتابوں کی ریسرچ کی اور قلمبند کیا - گو سنہ ۱۹۱۲ء ماہ مئی سے لغایت پانچویں اکتوبر سنہ ۱۹۱۲ء تک اسی غرض اور حیثیت سے اطراف ہندوستان میں دورہ کرکے پچیس ۲۵ کتب خانوں کو معاینہ کیا ہے مگر اس کتب خانہ کی کثرت اور نادر الوجود - بیش بہا قلمی کتب کا ذخیرہ - عمارات کی عمدگی و شوکت - انتظام کی ترتیب کی درستگی دیکھکر اس قدر محفوظ ہوا جسکی تشریح حیز تحریر سے باہر ہے - لہذا اب ان پچیس ۲۵ کتب خانوں کے موازنہ میں مجھے بلا تامل یہ کہنا پڑتا ہے کہ کتب خانے خواہ وہ پرائیوٹ ہوں یا پبلک کتب خانہ ھذا مجموعی حیثیت کے نزدیک کوئی منزلت نہیں رکھتے - کتب خانہ کی ابتدا و غیرہ اس رجسٹر کے صفحہ میں مولوی منشی امیر احمد مینائی مرحوم کی ریمارک سے معلوم ہوگا - اہالیان رامپور اپنی خوش قسمتی پر جسقدر ناز کریں بجا ہیں اس لئے کہ متقدمین کی نادر تصنیفات - علمای اسلاف کی یادگار - اسلام کے علمی جبروت کے نتایج - مامون کے بیت الحکمۃ - عضد الدولہ کا نایاب اور معظم بالشان دار الکتب اور حکم کے دار الحکمۃ کا نمونہ رامپور میں موجود ہے جسکے لئے ہم بدنصیب آنسو بہاتے تھے اور حسرت کیا کرتے تھے -

اگرچہ اس وقت تک بعض سے قدیم خاندان کی کہنہ اور دیرینہ عمارت کے صندوق میں انکی بے توجہی اور عدم لیاقت سے بہت سی نایاب قلمی کتابیں کیڑونکی غذا ہو رہی ہیں اور سڑ گل کر فنا ہو گئیں اور نوابی کتب خانے اجڑ کر یورپ کے کتب خانے آباد ہو رہے ہیں اور ہزاروں کتابیں یورپ پہنچ گئیں ہیں سیکڑوں پرائیویٹ کتب خانہ میں داخل ہو گئی ہیں - ہماری غفلت سے غیر ملک کے باغبان آتے ہیں اور انہیں اٹھا کر اپنے ملک کے باغوں میں لگاتے ہیں وہاں کی آب و ہوا انکیں بجا جاتی ہے ہم خود اس عطر مشام سے محروم ہیں لیکن نہیں پاتے اور نفیس پا سکتے جسکی شہادت ڈاکٹر اسپرنگر ریو - ایتھے - براکلمین اور جرمن کی فہرست دے رہی ہے - افسوس صد افسوس --

اگرچہ اس حالت کو ہم پہنچ گئے ہیں مگر تاہم یہ عدیم النظیر کتب خانہ ایک نعمت غیر مترقبہ غنیمت کبریٰ اور مسلمانوں کے لئے باعث افتخار ہے - خدا اس کتب خانے کی ترقی دن دگنی رات چوگنی کرے اور عالیجناب معلیٰ القاب نواب حامد علی خاں بہادر کے مدارج کو بلندی اور مذاق کو علو عطا فرمائے اور انکا ظل عاطفت اس کتب خانہ پر دائما قائم رکھے اس کتب خانہ کی بقا گویا اسلام کی بقا ہے -

اس میں بعض نوادرات ایسے ہیں کہ یورپ کے کتب خانوں کے دامن ان جواہرات سے
خالی ہیں - ناظرین کو ہمارے نوٹس کا منتظر رہنا چاہئے جو عنقریب سوسائٹی سے شائع ہونے والا ہے

میں نواب بہادر ممدوح کا تہ دل سے شکرگزار ہوں کہ انہوں نے کتب خانہ کے تنسیق
وتنظیم کی ذمہ داریاں معظم و مکرم جناب حافظ احمد علی خانصاحب کو تفویض فرمائی ہے -
فی نفسہ جناب حافظ صاحب ممدوح اس منصب کے اہل اور موزوں ہیں - حافظ صاحب ممدوح
عمدہ خاص دلچسپی اور مذاق اس حیثیت سے نیز بہت علم دوست - کتاب کے قدر شناس اور
وسیع المعلومات شخص ہیں امید ہے کہ ان کے حسن توجہ سے کتب خانہ کی حالت روز بروز ترقی
کریگی اور جو نقص و قبیح ہے اسکو بہت جلد دفع کرنیکی سعی فرما کر عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور ہونگے

مجھے اس نایاب کتب خانہ سے ایک خاص دلچسپی ہے لہذا میں بلا تعصب اپنی آزادانہ
رای صرف دو مخصوص ملازمین پر یعنی تحویلدار و رجسٹرار جنکے ذمے ایسے بیمثل کتب خانہ کی زینت
و بہار ہے ظاہر کرتا ہوں تاکہ ہز ہائنیس نواب بہادر اور منتظمین کتب خانہ اسکے نقص و
قبیح زائل فرمائیں اور اس کے سر پر شہرت دائمی کا سہرا باندھیں -

(۱) تحویلدار مولوی محمد لطیف خان صاحب نہایت مستعد ہیں - اپنی ڈیوٹی پر اس کبر سنی میں
نہایت مستعد - وقت کے ایسے پابند کہ ہمارے عرصہ قیام تین ماہ میں کبھی پانچ منٹ کا فرق
ہونے نہیں پایا - دس بجے سے چار بجے تک برابر حاضر پایا - اس پابندی اوقات معینہ کے
سوا ای کبھی انکو ذاتی کام میں مصروف نہیں دیکھا - جب دیکھا تو سرکاری کام میں مشغول پایا - کتابوں
سے ایسی محبت و الفت ہے جیسا کسی عاشق کا اپنی معشوقہ کے ساتھ - اسکی نگرانی اور حفاظت
میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں - علاوہ بریں وہ اس عظیم الشان لائبریری کی ناطق فہرست
ہیں - اس دار العلوم کی ایک ایک کتاب کا پتہ و نشان و حالت گویا انکی آنکھوں کے سامنے ہے
ماشاء اللہ حافظہ بھی بہت قوی و زبردست ہے - حال میں تحویلدار صاحب نے عربی فہرست حروف
تہجی پر جس ہوشیاری اور جفاکشی اور عرقریزی سے مرتب کیا ہے - عربی کا ذخیرہ تا بقای
فہرست انکی مرہون منت رہیگا - ان کے حسن اخلاق ملنساری اور کارگزاری کے سب لوگ مداح
و ثنا خوان ہیں اس پر میں بھی بہت زور دن سے صاد کرتا ہوں منتظمین کتب خانہ کو انکی ذیادہ
قدر افزائی کا خیال کرنا لازم ہے

(۲) رجسٹرار مولوی محمد نبی خانصاحب کی نسبت اگر میں تفصیل وار اپنی رای کا اظہار کروں تو
دفتر درکار ہے لہذا میں اسپر اکتفا کرتا ہوں کہ انکا اخلاق وغیرہ تحویلدار صاحب کے اخلاق
بالکل برخلاف و برعکس ہے -

تین ماہ کے اندر ہمارے عرصہ قیام کا کے زمانہ میں برابر میں نے رجسٹرار کو ساڑھے گ
بجے کے بعد تشریف لاتے اور اکثر ڈھائی بجے کے بعد اور بعض روز ساڑھے تین بجے کے قبل تشـ

بجائے دیکھا اور ہر روز بعد ایک بجے کے اپنے کسی شاگرد کو جو کتب خانہ سے تعلق نہیں رکھتا ہے دار الکتب میں شرح ماتہ عامل کا درس دیتے دیکھا - اور ایسا اوقات حکمت - فقہ وغیرہ کا کتب بینی میں مصروف پایا اور کبھی تو نہایت اطمنان کے ساتھ خواب خرگوش میں پایا - سرکاری کاموں میں محققانہ اور ناقدانہ نظر سے بہت ہی کم انہماک پایا -

رجسٹرار کی اس بے توجہی سے میں نے اندازہ لگایا کہ منتظمین کتب خانہ نے انکو آزادی عطا فرمائی ہے - تحویلدار سے لیکر ادنی ملازمین تک رجسٹر میں اپنی حاضری اور روزانہ کام کی کیفیت تحریر فرمایا کرتے ہیں انکی حاضری و کیفیت کام سے انکو مستثنیٰ کر دیا گیا ہے میرے خیال میں یہ استثنا بے انصافی ہے - انصاف انصاف ہے -

اس مقام پر یہ امر بھی حیرت کے ساتھ قابل افسوس ہے کہ فارسی کتابوں کی فہرست اور فہرست میں کیفیت کتب رجسٹرار نے نہایت بے پروائی - بے توجہی - بے اعتنائی - غیر محققانہ نظر - اور غیر ناقدانہ طرز - اور بے اصولانہ طور سے لکھی ہے صدھا جگہ سنہ تصنیف - تاریخ وفات مصنف - نام مصنف - نام کتاب - وغیرہ چھوڑ دیا ہے - فن کی ترتیب میں بھی چند جگہ غلطی کی ہے کوئی کتاب کسی بادشاہ یا رئیس کے نام معنون ہوئی ہے یا تصنیف تو اس بادشاہ کا ایام سلطنت وغیرہ کو سن تک بھی نہیں کیا ہے جس سے کہ مصنف کا پتہ چلے اور کتاب کی وقعت بڑھے - جس کتاب پر ابجد کے حساب سے تاریخ تصنیف دیگئی ہے رجسٹرار نے اسے یکقلم چھوڑ دیا ہے اور اسکی کوشش نکی کہ ابجد کا رسالہ لیکر اور اسکے اعداد کو جمع کرکے تاریخ تصنیف درج کریں - مصنف نے جس جگہ اپنی نسبت صوفیوں سے منسوب کی ہے رجسٹرار نے اسکو نام تصور فرمایا ہے - خط شکست کو - صدھا جگہ نستعلیق لکھدیا ہے - اگر کوئی کتاب کا ورق جلدگر کی لاعلمی سے الٹ پلٹ ہو گیا ہے رجسٹرار نے اسکی ترک ملانے کی کوشش نہ کی اور ناتمام لکھدیا ہے حالانکہ وہ کامل نسخہ ہے - اگر کسی مصنف کی چند تصانیف چند مختلف فنون میں ہیں تو اس نے ہر ہر جگہ پر اسی ایک مصنف کا نام و القاب وغیرہ کو مختلف طور پر لکھا ہے - جس سے کتب بین دھوکا کھا سکتے ہیں - اگر کسی مصنف نے اپنی کسی تصانیف کی شرح اور حل خود لکھا ہے - اور مختلف فنون میں تصنیف کیا ہے اور دیباچہ کا آغاز ایک ہی ہے مگر تمہید میں مصنف نے واقعات اور وجوہات اور سنہ لکھدیا ہے اسپر رجسٹرار نے دونوں کو ایک ہی نام سے لکھا ہے - حالانکہ شرح کا نام کتاب کے اندر دوسرا ہے - رجسٹرار نے کسی جگہ کسی تاریخ یا ریفرنس کا حوالہ نہیں دیا ہے - غرض ایسی ایسی فاش غلطیاں ہیں کہاں تک گنواؤں مجھے جہاں تک ممکن ہوا اور وقت نے مہلت دی پنسل سے تصحیح کر دی ہے -

عام قاعدہ یہ ہے کہ کتب خانہ کا رجسٹرار کتب خانہ کی ایک ایک کتاب اور ایک ایک جزئیات سے واقفیت رکھتا ہے اور کتب بینوں کو رہنمائی کرتا ہے لیکن ایسے مشہور اور نایاب

8 کتب خانہ کے رجسٹرار کا معاملہ و معلومات بالکل برعکس ہے ۔ اس تین ماہ میں غالباً میں نے اس
تحریر اور تحقیق کے مطابق سوالات کئے کبھی تشفی بخش اور صحیح جواب نہیں پایا ۔ سچ تو یہ ہے کہ رجسٹرار
معذور ہے علمیت و قابلیت نہایت ہی محدود اور معلومات بالکل معدوم ہے ۔

اگر کسی منزیں و مہتمم بالشان باغ کی آراستگی کا ذمہ کسی پنبہ گر کو سپرد کیجائے تو یقیناً وہ
معذور رہے اور چند روز میں وہ ہرا بھرا باغ اسکے ہاتھوں رائیگان ہو جائیگا ۔

منتظمین کے خدمت بابرکت میں مؤدبانہ گذارش ہے کہ ایسے نادرالوجود چمنستان علوم
ہند کو کسی ماہر و عیار باغبان کے سپرد کریں تاکہ مشتاقان اور شیدایان علوم و فنون دور دراز
کیاریوں اور نادرالوجود گلوں کی آراستگی و زینت کو ملاحظہ فرما کر محفوظ ہوں ۔

اس وقت جدید تہذیب و تمدن نے دنیا کی علمی سطح میں جو حرکت پیدا کر دی ہے اب اس
نے جزر و مد کی صورت اختیار کر لی ہے ایک طرف تو یورپ سے جدید تحقیقات کا سیلاب آرہا ہے
اور اگر ہم دوسری طرف اپنے قدیم علمی تصنیفات کی مورتوں کو عمدہ زیورات سے مرصع و مزیں اور
خوشنما بنا کر اور مذہب اور گلکاریوں سے منقش کر کے نہ دکھائیں تو ضرور اپنی قدیم عظمت کو کھو
دینگے ۔ ہم کو چاہئے کہ یورپ نے جیسا ہمارے اسلاف کی بہت سی قدیم تصنیفات کو گمنامی کے گوشہ
سے نکالا اور اعلیٰ درجہ کے زیورات سے سجا کر منظر عام پر سجا دیا ہے ۔ ہم بھی اسیطرح بلکہ
سے تنقید کی اور خوش اسلوبی سے زینت دیں ورنہ بڑی شرم کی بات ہے ۔

اب میں اس فہرست کی اصلاح پر اپنا خیال ظاہر کرتا ہوں ۔

(۱) موجودہ عربی فہرست کو ایک اصول پر لکھی جائے اور محققانہ نظر سے غور کر کے تمام چیزیں
قلمبند کیجائیں اور ریفرنس کا حوالہ دیا جائے ۔

(۲) تحویلدار صاحب نے جیسا عربی فہرست کو حروف تہجی پر مرتب کیا ہے اسی طرح یہ فارسی فہرست
بھی ترتیب دی جائے ۔

(۳) مصنف کے ناموں سے ایک فہرست ترتیب دی جائے اور ہر مصنف کی جسقدر تصنیفات
کتب خانہ میں ہوں سب کو مع نمبر المار ی اسی مصنف کے ضمن میں مندرج کیجائے تاکہ
مصنفوں کی قابلیت و جامعیت علم کا پتہ چلے کہ کس درجہ کا مصنف ہے ۔

(۴) خوشخط کتابوں کی فہرست ایک دوسری تیار ہو اور مصنفین کے نام سے ہو اور فہرست میں
کتابوں کا ذکر ہو اور انکے مختصر حالات جس قدر تذکروں اور تاریخوں سے معلوم ہو سکے درج
تاکہ آئندہ ایک تذکرہ خوشنویسان مفصل ہو جائے اور ہندوستان کے خوشنویسوں
جانفشانیاں ظہور میں آجائیں ۔

(۵) قلمی کتابوں کو مطبوعہ سے الگ کر لیا جائے اور قلمی کی فہرست جدا تیار رہے ۔
میرے خیال میں یہ کام تین سال کے اندر تمام ہو جائیگا ۔ اور اس بات کا یقین ہے کہ موجودہ
رجسٹرار سے محال ہے اور یہ اسکے اہل بھی نہیں ہے ۔

موجودہ رجسٹرار کی ملازمت کا غالباً پانچواں سال ہے جسکے اندر انہوں نے سوای ذاتی کاموں کے اور کچھ نہیں کیا ہے اگر مشاہرہ کا حساب کیا جائے تو سرکار کا روپیہ بہت صرف ہوا ہوگا مگر کام میں کوئی ترقی نہیں لہذا منتظمین اگر ایک اوقات معینہ تک معقول مشاہرہ دیکر کسی محقق کو جو اس کام کا موزوں ہو اس کام عظیم الشان کو انجام دلاسکتے ہیں اور اس کتب خانہ کی دوامی شہرت کو قایم رکھ سکتے ہیں اسمیں سرکاری خرچ بھی بہت کم ہوگا اور کام بھی اعلیٰ درجہ پر ترقی کریگا - اس اثنا میں جو کتابیں خریدی جائیں اسکو لیسٹ میں داخل کرینگے -

مولوی سید محمد خوشنویس صاحب ایک گھنٹہ روزانہ مصروف ہو کر عمدہ طور سے انجام دلیکتے۔ اور جب قلمی کتابوں کی تعداد کثیر ہو جائے تب اسوقت پھر اوقات معینہ تک کی محقق سے فہرست بنوا لیجائے - اخیر میں گذارش ہے کہ یہ موجودہ فہرست ہرگز طبع نہ کیجائے -

اب میں نہایت ادب کے ساتھ ناظرین سے معافی چاہتا ہوں اور رخصت ہوتا ہوں اگر زندگی ہے تو آیندہ دورہ میں عربی فہرست پر رای دونگا - وما علینا الا البلاغ -

خادم المحققین
حافظ نذیر احمد

کان اللہ لہ فی الدنیا والآخرۃ
صدر مولوی ایشیاٹک سوسائٹی بنگال
برائے تحقیقات کتب قلمیہ قدیمہ وغیرہ
از جانب گورنمنٹ آف انڈیا

مورخہ ۲۳ دسمبر ۱۹۱۲ء

8/۵ لے

کتب خانہ کے رجسٹرار کا معاملہ و معلومات بالکل برعکس ہے۔ اس تین ماہ میں غالباً میں نے اسے تحریراً اور تحقیق کے مطابق سوالات کئے کبھی تشفی بخش اور صحیح جواب نہیں پایا۔ سچ تو یہ ہے کہ رجسٹرار معذور ہے علمیت و قابلیت نہایت ہی محدود اور معلومات بالکل معدوم ہے۔

اگر کسی مزین و منتظم بالستان باغ کی آراستگی کا ذمہ کسی پنبہ گر کو سپرد کیجائے تو یقین ہے وہ معذور رہے اور چند روز میں وہ ہرا بھرا باغ اسکے ہاتھوں رائیگان ہو جائیگا۔

منتظمین کے خدمت بابرکت میں مؤدبانہ گذارش ہے کہ ایسے نادرالوجود چمنستان علوم ہند کو کسی ماہر و عیار باغبان کے سپرد کریں تاکہ مشتاقان اور شیدایان علوم و فنون دور ہی کیاریوں اور نادرالوجود گلوں کی آراستگی و زینت کو ملاحظہ فرما کر محفوظ ہوں۔

اس وقت جدید تہذیب و تمدن نے دنیا کی علمی سطح میں جو حرکت پیدا کر دی ہے اب اس نے جزر و مد کی صورت اختیار کر لی ہے ایک طرف تو یورپ سے جدید تحقیقات کا سیلاب آرہا ہے اور اگر ہم دوسری طرف اپنے قدیم علمی تصنیفات کی مورتوں کو عمدہ زیورات سے مرصع و مزین اور خوشنما بنا کر اور صنعت اور گلکاریوں سے منقش کر کے نہ دکھائیں تو ضرور اپنی قدیم عظمت کو کھو دینگے۔ سمجھو جاننے کہ یورپ نے جیسا ہمارے اسلاف کی بہت سی قدیم تصنیفات کو گمنامی کے گوشے سے نکالا اور اعلیٰ درجہ کے زیورات سے سجا کر منظر عام پر سجا دیا ہے۔ ہم بھی اسیطرح بلکہ اس سے عمدگی اور خوش اسلوبی سے زینت دیں ورنہ بڑی شرم کی بات ہے۔

اب میں اس فہرست کی اصلاح پر اپنا خیال ظاہر کرتا ہوں۔

(۱) مخطوطات کی فہرست کو ایک اصول پر لکھی جائے اور محققانہ نظر سے غور کر کے تمام چیزیں قلمبند کیجائیں اور ریفرنس کا حوالہ دیا جائے۔

(۲) تحویلدار صاحب نے جیسا عربی فہرست کو حروف تہجی پر مرتب کیا ہے اسی طرح یہ فارسی فہرست بھی ترتیب دی جائے۔

(۳) مصنف کے ناموں سے ایک فہرست ترتیب دی جائے اور ہر مصنف کی جسقدر تصنیفات کتب خانہ میں ہوں سب کو مع نمبر الماری اسی مصنف کے ضمن میں مندرج کیجائے تاکہ مصنفوں کی قابلیت و جامعیت علم کا پتہ چلے کہ کس درجہ کا مصنف ہے۔

(۴) خوشخط کتابوں کی فہرست ایک دوسری تیار ہو اور مصنفین کے نام سے ہو اور فہرست میں کتابوں کا ذکر ہو اور انکے مختصر حالات جس قدر تذکروں اور تاریخوں سے معلوم ہو سکے درج ہوں تاکہ آئندہ ایک تذکرہ خوشنویسان مفصل ہو جائے اور ہندوستان کے خوشنویسوں کی جانفشانیاں ظہور میں آجائیں۔

(۵) قلمی کتابوں کو مطبوعہ سے الگ کر لیا جائے اور قلمی کی فہرست جدا تیار ہو۔

میرے خیال میں یہ کام تین سال کے اندر تمام ہو جائیگا۔ اور اس بات کا یقین ہے کہ موجودہ رجسٹرار سے محال ہے اور یہ اسکے اہل بھی نہیں ہے۔

رضا لائبریری کے نادر عربی مخطوطات

(۱) النکت والعیون ۔ تفسیر القرآن مصنفہ علی بن محمد بن حبیب الماوردی مشہور شافعی فقیہ (المتوفی سنہ ۴۵۰ھ) کا ایک قدیم ترین اور واحد نسخہ، مکتوبہ سنہ ۵۵۷ھ)

(۲) التفسیر فی التفسیر[۱] ۔ مصنفہ ابو القاسم عبد الکریم ابن ہوازن القشیری فقیہ شافعی (المتوفی سنہ ۴۶۵ھ) کا قدیم اور واحد نسخہ بخط جعفر بن عمر الصیرافی الحدادی، مکتوبہ سنہ ۶۷۹ھ،

(۳) نہایۃ السئول فی روایۃ الستۃ الاصول، مصنفہ ابراہیم بن محمد بن خلیل برہان الدین الحلبی معروف بہ سبط ابن العجمی (المتوفی سنہ ۸۴۱ھ) کا واحد قلمی نسخہ جو خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے[۲]، یہ کتاب فن رجال میں ہے،

(۴) دیوان الحماسۃ ۔ بخط یاقوت مستعصمی مشہور خوشنویس (المتوفی سنہ ۶۹۸ھ) مکتوبہ سنہ ۶۲۹ھ یہ نسخہ ابراہیم عادل شاہ دکنی کے کتب خانہ کا ہے، چنانچہ اس پر اس کی مہر ثبت ہے،

(۵) الاشباہ والنظائر ۔ مصنفہ زین العابدین معروف بہ ابن النجیم (المتوفی سنہ ۹۷۰ھ) مصنف کے ہاتھ کا سنہ ۹۶۹ھ کا لکھا ہوا نسخہ، یہ کتاب فقہ میں ہے،

(۶) مقامات الحریری :۔ مصنفہ محمد القاسم بن علی بن محمد الحریری، علامہ تفتازانی سعد الدین مسعود بن عمر (المتوفی سنہ ۷۹۲ھ) کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ مکتوبہ سنہ ۷۸۴ھ،

(۷) کافیۂ رضی :۔ مصنفہ رضی الدین محمد (المتوفی سنہ ۶۸۶ھ) سعد اللہ خاں (المتوفی سنہ ۱۰۶۶ھ) وزیر

---

[۱] سبکی اس کی نسبت لکھتے ہیں :۔ وھی من اجود التفاسیر واوضحہا، یہ تفسیر سنہ ۴۱۰ھ سے پہلے لکھی گئی ہے، (طبقات الشافعیہ ج ۳ ص ۲۴۳-۲۴۵) سبکی نے اس کا نام التفسیر الکبیر لکھا ہے،

[۲] اس کتاب کو سنہ ۸۲۳ھ میں مصنف نے حلب کے مدرسۃ العزیہ میں لکھنا شروع کیا، اور سنہ ۸۲۹ھ میں ختم کیا، جیسا کہ کتاب کے آخر میں مصنف نے لکھا ہے،

شاہجہاں کے دستخط ہیں، یہ کتاب نحو میں ابن حاجب کی شرح ہے،

(۸) ترکی نسخہ:۔ بابر بادشاہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا، جیسا کہ اس پر لکھی ہوئی شاہجہاں کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے،

رضا لائبریری کے نادر فارسی مخطوطات

(۹) ترجمۂ تفسیر طبری:۔ فارسی ترجمہ کا ایک قدیم اور قیمتی نسخہ مکتوبہ سنہ ۶۰۶ھ[1]،

(۱۰) رسالۂ خواجہ عبد اللہ انصاری:۔ مشہور خوشنویس و قبلۃ الکتاب سلطان علی مشہدی (المتوفی سنہ ۹۲۶ھ) کے ہاتھ کا لکھا ہوا، اس نسخہ پر سلاطینِ مغلیہ جہانگیر، شاہجہاں، اور عبد الرحیم خانخاناں کی تحریرات ثبت ہیں، مکتوبہ سنہ ۹۲۱ھ۔

(۱۱) فتاویٰ امینیہ، مصنفہ محمد امین بن عبد اللہ مومن آبادی، مصنف کے ہاتھ کا نسخہ مکتوبہ سنہ ۸۹۶ھ،

(۱۲) تاریخ در حالات سفر محمد بادشاہ، (سنہ ۱۱۶۱ھ۔ سنہ ۱۱۳۱ھ) محمد شاہ کے سفر مکتیسر کے حالات مصنفہ آنند رام مخلص (المتوفی سنہ ۱۱۶۴ھ) مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نوشتہ سنہ ۱۱۵۸ھ،

(۱۳) دیوانِ حافظ:۔ بہترین اور قیمتی نسخہ، گل اندام (سنہ ۷۹۲ھ) کے دیباچہ والا، نہایت خوشخط، مطلا، یہ نسخہ اکبر بادشاہ کے لیے تیار کیا گیا تھا،

(۱۴) کلیاتِ سعدی، سنہ ۹۳۰ھ کا لکھا ہوا نہایت خوشخط قلمی نسخہ جس پر منعم خاں ابن بیرام بیگ (المتوفی سنہ ۹۸۳ھ) اور خانخاناں کے ہاتھ کی تحریریں ہیں، مکتوبہ سنہ ۹۳۰ھ،

(۱۵) کلیات فقیہ عماد، فقیہ عماد (المتوفی سنہ ۷۷۳ھ) کے اشعار کا مکمل مجموعہ نہایت خوشخط اور مطلا، اس کتاب کے نسخے بانکی پور، انڈیا آفس، بوڈلین وغیرہ کتب خانوں میں موجود ہیں،

---

[1] اس نسخہ پر سنہ کتابت درج نہیں ہے، تاہم بعض قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سنہ ۶۰۶ھ کا لکھا ہوا ہے، اسکا دوسرا نسخہ عجائب خانہ لندن میں ہے، تفصیل کے لیے دیکھو کشف الظنون ج ۲ صفحہ ۳۴۶، فہرست مخطوطات فارسی عجائب خانہ لندن صفحہ ۸،

(۱۶) دیوان مخلص :- انند رام مخلص کا دیوان، خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ۱۱۵۱ھ ،

(۱۷) مثنوی جامع کلاسرار :- مصنفہ رشید الدین، سنہ تالیف ۸۵۲ھ مکتوبہ ۱۰۷۴ھ (نادر)

(۱۸) مثنوی ذکر العیش، مصنفہ اسی کا واحد نسخہ مصنفہ ۸۳۲ھ، اس کتاب میں ایرانی طرز کی ۹ تصاویر ہیں، خوشخط اور مطلّا،

(۱۹) سبع المثانی، یوسف علی بن محمد الحسینی الجرجانی کی سات مثنویاں جو ہفت اورنگ جامی کے تتبع میں لکھی گئی ہیں،

(۱) ذکر العیش (۲) ساقی نامہ (۳) قبلۃ الاخیار (۴) صورت و معنی (۵) مطالب (۶) ظفر نامہ حیدری (۷) یوسف و زلیخا،

نہایت نایاب اور نادر نسخہ، مصنف شاہ عباس اوّل (۹۹۶ھ تا ۱۰۳۸ھ) کے زمانہ میں تھا، اور اسی کے نام پر یہ مثنویاں معنون کی گئی ہیں،

(۲۰) مثنوی منطق الریاحین، مصنفہ اسی (؟) سنہ تالیف ۱۰۰۴ھ، نایاب اور قیمتی نسخہ جس میں ۱۱ تصاویر ہیں، خوشخط اور مطلّا،

(۲۱) مثنوی نان و حلوا منظوم آذری، مصنفہ ۱۰۳۱ھ، یہ نسخہ ۸ خوبصورت تصاویر سے مزین ہے، بہت نایاب نسخہ ہے،

(۲۲) صد پند لقمان مع رسالہ خواجہ عبداللہ انصاری، مشہور خوشنویس میر علی (المتوفی ۹۵۷ھ) کے ہاتھ کا لکھا ہوا، اس نسخہ پر جہانگیر، شاہجہاں اور شہزادی جہاں آرا بیگم کی تحریریں ہیں، اس نسخہ کو نواب کلب علی خاں بہادر نے ۱۳۰۱ھ میں بنارس کے کسی شخص سے ایک ہزار روپیہ کو خریدا تھا،

(۲۳) ذخیرۂ خوارزم شاہی جلد دوم طب کی مشہور انسائیکلوپیڈیا مصنفہ زین الدین ابو ابراہیم اسمٰعیل بن احمد بن محمد الحسینی الجرجانی (المتوفی ۵۳۱ھ) کا نہایت قدیم اور قیمتی نسخہ مکتوبہ ۵۶۰ھ

(۲۴) گلستان:- شاہجہاں نے دربار کے مشہور خوشنویس عبدالرشید دیلمی (م ۱۰۸۱ھ) کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ مشہور خوشنویس میر عماد (م ۱۰۲۴ھ) کے قلمی نسخہ کی نقل، جو خود مصنف کے نسخہ سے منقول ہے اور جس کو مصنف نے محرم ٧٦٣ھ میں فتح شیراز کے دن لکھا تھا، نہایت قیمتی اور نایاب۔

(۲۵) تعبیر الرؤیا، مصنفہ ابو ریحان اندلوسی (؟) شہنشاہ اکبر نے یہ کتاب بیرم خاں کو ہدیۃً دی تھی۔

(۲۶) مثنوی روضۃ الانوار، از خواجوی کرمانی (المتوفی ۷۵۳ھ) مشہور خوشنویس میر علی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ۹۷۵ھ، نہایت نادر اور قیمتی نسخہ،

(۲۷) ہفت اورنگ جامی، مع ۹ تصاویر، نادر و نایاب نسخہ، مطلا اور خوشخط مکتوبہ ۱۰۳۸ھ از کاتب جمال الدین شیرازی، نواب کلب علیخاں مرحوم نے اس نسخہ کو ۱۲۹۶ھ میں سو روپیے کو خریدا تھا،

(۲۸) کشف الحقائق، علم نجوم کی مشہور کتاب زیج ایلخانی مصنفہ نصیر الدین طوسی (المتوفی ۶۷۲ھ) کی مفصل شرح، نہایت قیمتی اور نادر روزگار، مصنفہ حسین بن محمد نیشاپوری القمی مشہور بہ نظام، خود مصنف کے ہاتھ کا نسخہ مکتوبہ ۷۰۹ھ،

ان بیش بہا جواہرات کے علاوہ ذیل کے مشہور مصنفین کی بتعداد ذیل کتابیں اس کتب خانہ میں موجود ہیں۔

(۱) ابن سینا۔ ابو علی حسین بن عبداللہ بن سینا (المتوفی ۴۲۸ھ) ۴۶

(۲) امام غزالی: ابو حامد محمد بن محمد الغزالی (المتوفی ۵۰۵ھ) ۲۳

(۳) الفارابی۔ محمد بن محمد بن طرخان ابو نصر الفارابی (المتوفی ۳۳۹ھ) ۲۸

(۴) طوسی ابو جعفر نصیر الدین محمد بن محمد بن الحسن الطوسی الشیعی (المتوفی ۶۷۲ھ) ۳۲

(۵) عسقلانی[1] احمد بن علی بن محمد بن حجر شہاب الدین العسقلانی (المتوفی ۸۵۲ھ) ۱۷

---

[1] ابن حجر کی کتاب فتح الباری فی شرح البخاری کا ایک قلمی نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے،

(۶) ابن تیمیہ، عبدالسلام بن عبداللہ بن تیمیۃ الحرانی (المتوفی سنہ ۶۵۲ھ) ۹

(۷) امام رازی، فخرالدین محمد بن عمر بن حسین بن خطیب الرازی (المتوفی سنہ ۶۰۶ھ) ۱۰

(۸) البیرونی، ابوریحان محمد بن احمد البیرونی (المتوفی سنہ ۴۴۰ھ) ۵

(۹) امام سیوطی، جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی (المتوفی سنہ ۹۱۱ھ) ۸۴

(۱۰) ابن عربی، محی الدین محمد بن علی بن محمد العربی (المتوفی سنہ ۶۳۸ھ) ۳۵

(۱۱) ابن حزم، علی بن احمد بن حزم اندلسی (المتوفی سنہ ۴۵۶ھ) ۳

حافظ نذیر احمد

ہندستان میں عربی کے نادر مخطوطات

سید ہاشم ندوی

- پٹنہ، رامپور، اور لکھنؤ کے مشرقی کتبخانوں کی علمی سیر اور اسکی روداد
- قدیم قابل اشاعت کتابیں، دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن کے لیے
- منتخبات تذکرۃ النوادر

پٹنہ، رامپور اور لکھنؤ کے مشرقی کتبخانوں

کی

علمی سیر اور اس کی روداد

دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن نے اپنے یہاں کی بعض زیر طبع کتابوں کے بعض ناقص اجزاء یا دوسرے صحیح نسخوں کی تلاش کیلئے اپنی طرف سے مولوی سید ہاشم صاحب ندوی کو پچھلے دنوں نامزد کیا تھا، مولوی صاحب نے سفر کی واپسی کے بعد ایک مفصل روداد دائرہ کے ارکان کے سامنے پیش کی، دائرہ کے شعبۂ علمیہ کے ارکان نے اسکو بہت پسند کیا، اسی روداد کا خلاصہ دائرہ کے معتمد نواب مہدی یار جنگ بہادر

(خلف الصدق نواب عماد الملک مرحوم) نے اپنے ایک کرمت نامہ کے ساتھ معارف میں چھپنے کیلئے بھیجا ہے، جس کو ہم شکریہ کے ساتھ شایع کرتے ہیں، اور مولوی سید ہاشم صاحب ندوی کو ان کی اس کامیابی پر مبارکباد دیتے ہیں،

نواب صاحب ممدوح لکھتے ہیں، "مولوی سید ہاشم صاحب ندوی حال میں دائرۃ المعارف کی جانب سے شمال ہند مثلاً لکھنؤ، رام پور، اور پٹنہ وغیرہ بھیجے گئے تھے تاکہ وہاں کے کتبخانوں میں کتب نادرہ کا پتہ لگائیں، اور ایسی کتابوں کا نام پیش کریں، جنکی تصحیح اور طباعت دائرۃ المعارف اپنے ذمہ لے سکے، انھوں نے اس سفر کے بعد اپنی رپورٹ جو مرتب کی اور جس میں بعض عمدہ کتابوں کا ذکر کیا، وہ علمی نقطۂ نظر سے بہت بیش قیمت ہے، چنانچہ دائرہ موصوف کے شعبۂ علمیہ

نے اس کو بہت پسند کیا، اور اس کے مرتب کنندہ کا شکریہ ادا کیا، اب اس رپورٹ کا خلاصہ آپکو پاس اس رقعہ کے ساتھ روانہ کیا جاتا ہے، غالباً اسکو آپ بھی پسند کرینگے، اور اندازہ کرسکیں گے کہ مولوی سید ہاشم صاحب نے کیسی خدمت کی ہے، بہرحال (بشرطیکہ کوئی امر مانع نہ ہو) آپ اسکو اپنے رسالہ "معارف" میں طبع کردیں تو میں ممنون ہونگا، کیونکہ یہ اہل علم کی دلچسپی کا باعث ہوگا، اور کتب قدیمہ کے متعلق اکثر اشخاص کی معلومات میں اضافہ ہوگا" "معارف"

امام بیہقیؒ کی سنن کبریٰ، علامہ ابونعیم اصفہانیؒ کی حلیۃ الاولیاء اور حافظ ابن حجر العسقلانی کی درر کامنہ کے قلمی نسخوں کے دیکھنے کیلئے خاکسار کو پٹنہ، رام پور اور لکھنؤ کے کتب خانوں میں جانے کی اجازت مجلس دائرۃ المعارف کی طرف سے دی گئی تھی، اثنائے سفر میں مندرجہ ذیل کتبخانوں میں حاضری کا اور وہاں کی نادر کتابوں کے مطالعہ کا موقع نصیب ہوا،

(۱) پٹنہ لائبریری (۲) کتبخانہ ریاست رام پور، (۳) کتبخانہ ندوۃ العلما لکھنؤ (۴) کتبخانہ مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ، (۵) کتب خانہ مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی مرحوم، (۶) کتبخانہ مولانا ناصر حسین صاحب قبلہ (۷) کتب خانہ علویہ، راجہ صاحب سلیم پور اسٹیٹ، لکھنؤ،

ان کتبخانوں میں جو قابل ذکر قلمی نسخے نظر سے گذرے ہیں، ان کے متعلق مختصر کیفیت پیش ہے، تاکہ آئندہ بطور یادداشت محفوظ رہے، سہولت کے خیال سے اس فہرست کو علوم کے اعتبار سے مرتب کیا گیا ہے، ان میں سے جن کتابوں کے نادر نسخے ہندوستان یا دوسرے ممالک کے کتبخانوں میں موجود ہیں مزید تفصیل کے لئے حاشیہ پر انکی فہرستوں سے بھی حوالہ دیدیا گیا ہے،

علوم القرآن

(۱) الکشف والبیان[1] یہ امام ابواسحٰق احمد بن ابراہیم الثعلبی المتوفی ۴۲۷ھ کی تفسیر میں مشہور کتاب ہے،

---

[1] اس کے تین نسخوں کا اور پتہ چلا ہے، ایک کتبخانہ آصفیہ حیدرآباد دکن میں ہے، جو ابتدائے کتاب سے آخر

اس کے تین نادر نسخے نظر سے گذرے، ایک سورۂ مومن سے آخر قرآن تک ہے جو مولانا ناصر حسین صاحب کے کتبخانے میں محفوظ حالت میں ہے، دوسرا سورۂ مریم سے آخر قرآن تک ہے، جو مولانا عبد الباری صاحب مرحوم و مغفور کے کتبخانے میں موجود ہے، تیسرا آخر سورۂ بقرہ سے آخر سورہ مائدہ تک ہے، جو کتبخانہ ریاست رامپور میں ہے، یہ تینوں نسخے قدیم الخط ہیں اور استفادہ کے قابل ہیں،

(۲) تفسیر ابی اللیث الفقیہ[۱]، امام ابو اللیث نصر بن محمد الفقیہ الحنفی السمرقندی المتوفی ۳۷۳ھ کی تصنیف ہے، اس کا ثلث ثانی بخط عرب کتبخانہ رام پور میں موجود ہے، جو سورۂ مومن سے سورہ سجدہ تک کی تفسیر پر مشتمل ہے، کشف الظنون میں اس کے متعلق یہ عبارت ہے، "وھی کتاب مشہور لطیف مفید" اس کے احادیث کی تخریج علامہ قاسم بن قطلوبغا المتوفی ۸۷۹ھ نے کی ہے،

(۳) کتاب النکت والعیون، یہ قاضی القضاۃ ابو الحسن الماوردی المتوفی ۴۵۰ھ کی فن تفسیر میں مشہور کتاب ہے، اس کا ایک نادر نسخہ ۸۸۴ھ کا لکھا ہوا کتب خانہ رامپور میں نظر سے گذرا، جو ابتدائے قرآن سے آخر سورۂ مائدہ کی تفسیر پر مشتمل ہے، جس قدر یہ حصہ ہے بہت محفوظ حالت میں ہے، مصنف

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۹) سورۂ عمران تک ہے، یہ نسخہ قدیم الخط ہے، اور بہت صاف لکھا ہوا ہے، اول کے چند صفحات آب رسیدہ ہیں، جو مشکل سے پڑھے جا سکتے ہیں، ابتدا میں تفسیر پر ایک مختصر مقدمہ ہے،

دوسرا کتبخانہ خدیویہ مصر میں ہے، یہ ۲۰۰ صفحہ کا ایک جزء ہے، جو سورۂ بقرہ کی آیت "ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل" سے شروع ہو کر اسی سورہ کی آیت "وما انفقتم من نفقۃ الخ" کی تفسیر پر ختم ہوا ہے، (فہرست کتبخانہ خدیویہ)

تیسرا نسخہ کتبخانہ محمودیہ میں ہے جو نو جلدوں میں ہے، (رسالہ معارف اعظم گڈھ دسمبر ۱۹۲۶ء)

[۱] اس کتاب کا کامل نسخہ کتبخانہ خدیویہ مصر میں ہے، جس کی ابتدا، باب الحث علی طلب تفسیر القرآن سے ہوئی ہے، اس کتاب کی تین جلدیں ہیں، اس کے علاوہ اور بھی ناقص اجزا یہاں موجود ہیں، جن میں سے بعض ۹۳۰ھ کے مکتوبہ ہیں،

کی مشہور کتابوں میں احکام السلطانیہ ہے جو طبع ہو گئی ہے، جس سے انکی وسعت معلومات کا پتہ چلتا ہے،

(۴) اسرار التنزیل وانوار التاویل، امام فخر الدین رازی المتوفی ۶۰۶ھ کی توحید وعقاید وغیرہ میں ایک خاص کتاب ہے، یہ مسائل آیات قرآن سے مستنبط ہیں، اور ان پر مصنف نے اپنے خاص اسلوب بیان سے بحث کی ہے، آخر باب ناتمام رہ گیا ہے، کیونکہ اثنائے تصنیف ہی میں مصنف کی وفات واقع ہوئی ہے، اس کا ایک کامل نسخہ پٹنہ لائبریری میں نظر سے گذرا، یہ ۱۱۳۲ھ کا لکھا ہوا ہے، حاشیہ پر علامہ محمد بن اسمٰعیل الامیر المتوفی ۱۱۸۲ھ کے ہاتھ کی عبارتیں لکھی ہوئی ہیں، جو غالبًا کسی دوسرے نسخہ سے یا اصل سے مقابلہ کے وقت اضافہ کی گئی ہیں، ابتدا کی عبارت یہ ہے،

"قال المصنف رتبناہ علی اربعۃ اقسام القسم الاول ما یتعلق بعلم الاصول والثانی ما یتعلق بعلم الفروع والثالث ما یتعلق بعلم الاخلاق والرابع ما یتعلق بالمناجات والدعوات"

مضامین کے اعتبار سے بہت مفید کتاب ہے،

(۵) شرح التاویلات للماتریدی[۲]، اس کا ایک کامل نسخہ پٹنہ لائبریری میں موجود ہے، جو قدیم الخط

سہ ۱: اس کا ایک نسخہ مدینہ طیبہ میں شیخ الاسلام کے کتبخانہ میں ہے، اور کتبخانہ خدیویہ مصر میں بھی ایک نادر نسخہ ہے، جو ...ھ کا لکھا ہوا ہے، سہ ۲: پٹنہ لائبریری کی فہرست مفتاح الکنوز الخفیہ میں اس کتاب کا نام شرح التاویلات للماتریدی لکھا ہے، لیکن کتاب پر غور کرنے سے اس کا شرح ہونا تسلیم نہ ہو سکا، غالبًا یہ تاویلات ماتریدی ہے، جس کو محمد بن احمد السمرقندی نے جمع کیا ہے، کشف الظنون میں التاویلات الماتریدی کے ذیل میں یہ عبارت درج ہے،

(وھی ما اخذہ منہ اصحابہ المبرزون ملتقطا لہذا کان اسمہ ما تاولا من کتبہ جمع الشیخ علاء الدین محمد بن احمد بن ابی احمد السمرقندی صاحب تحفۃ الفقہاء) اس کتاب کا ایک اور قلمی نسخہ مدینہ طیبہ کے کتبخانہ شیخ الاسلام عارف حکمت بے میں موجود ہے، جس کو بعض علمائے ہند نے اپنی نظر سے حال میں دیکھا ہے، اس کتاب کا نام وہاں کی فہرست میں اس طرح درج ہے،

تاویلات القرآن فی بیان اصول اہل السنۃ واصول التوحید لابی منصور الماتریدی جمعہ الشیخ علاء الدین محمد بن احمد السمرقندی

(معارف نومبر)

ہونے کے ساتھ ہی ہر طرح محفوظ ہے، (۵) تاویلات ماتریدی: امام ابو منصور محمد بن محمد الماتریدی المتوفی ۳۳۳ھ کی تصنیف ہے، جو اصول اہل السنۃ و اصول توحید میں لاجواب کتاب ہے، شیخ عبد القادر نے جواہر المضیئہ میں لکھا ہے کہ یہ کتاب بے مثل ہی نہیں ہے، بلکہ اس فن میں تمام پچھلی کتابوں سے سبقت لے گئی، ابوبکر محمد بن احمد سمرقندی نے اس کی شرح لکھی ہے،

(۶) کشف اسرار البیان فی آداب حملۃ القرآن: یہ محمد بن الحسن بن یوسف البقائی کی تصنیف ہے، اس کا ایک نادر نسخہ کتبخانہ خدا بخش خاں مرحوم میں موجود ہے، جو سورۂ انعام سے آخر قرآن تک ہے، مؤلف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ ہے، مصنف نے اپنے قلم سے شیخ عثمان بن محمد المقری کو ۷۰۹ھ میں اس کتاب کی روایت کی اجازت لکھ کر دی ہے، اس کتاب میں ایک یہ بھی خوبی ہے کہ یہ مصنف پر پڑھی گئی ہے، اسلئے ہر طرح صحیح ہے،

(۷) لطائف الاشارات[1]: امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن القشیری المتوفی ۴۶۵ھ کی تفسیر میں مشہور کتاب ہے، پٹنہ لائبریری میں اس کا ایک کامل نسخہ موجود ہے، جو دسویں صدی ہجری کا لکھا ہوا ہے، بعض جگہ کتابت کی غلطیاں ہیں، لیکن نسخہ کی حالت اچھی ہے، امام موصوف کی یہ کتاب صوفیہ کے یہاں بہت معتبر ہے، اس میں صوفیہ کے اقوال سے کافی بحث ہے، ایک خاص خوبی یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کی ہر سورہ کے ساتھ علیحدہ تفسیر کی گئی ہے، جو اس سورہ کے معانی پر دال ہے، امام موصوف کی تفسیر میں کتاب التیسیر بھی بہت عمدہ کتاب ہے، ناقدین نے اجود التفاسیر سے یاد کیا ہے، اس کا ایک ناقص نسخہ کتبخانہ رامپور میں ہے، جو ۶۷۹ھ کا مکتوبہ ہے،

اصولِ حدیث

(۱) معرفۃ علوم الحدیث[2]: یہ امام ابو عبد اللہ الحاکم المتوفی ۴۰۵ھ کی اصول میں معرکۃ الآرا تصنیف ہے،

---

[1] اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں ہے، شروع کے صفحات کچھ کرم خوردہ ہیں، کتابت قدیم ہے، [2] اس کا ایک نسخہ مدینہ طیبہ میں شیخ الاسلام کے کتب خانہ میں ہے، اور دوسرا کتبخانہ محمودیہ میں بھی ہے، (معارف نومبر ۱۹۳۶ء)

اس کا ایک کامل نسخہ پٹنہ لائبریری میں زیر مطالعہ رہا، یہ اگرچہ ۱۲۹۱ھ کا مکتوبہ ہے، لیکن غور سے پتہ چلا کہ کسی اچھے نسخہ سے یہ منقول ہے کیونکہ کتابت کی غلطیاں بہت کم ہیں، نسخہ کی ابتداء میں یہ عبارت ہے:

"قال المصنف اما بعد فانی لما رأیت البدع فی زماننا قد کثرت ومعرفة الناس باصول السنن قد قلت مع امعانہم فی کتاب الاخبار وکثرة طلبہا علی الاہمال والاغفال دعانی الی تصنیف کتاب خفیف یشتمل علی ذکر انواع علوم الحدیث مما یحتاج الیہ طلبة الاخبار المواظبین علی کتابة الآثار واعمد فی ذلک سلوک الاختصار دون الاطناب فی الاکثار واللہ الموفق لما قصدتہ والمأن فی بیان ما اردتہ، انہ جواد کریم رؤف رحیم"

اس کتاب کا ایک نادر نسخہ ڈاکٹر کرنکو کو لندن میں ملا ہے، جس کی وہ نقل کر رہے ہیں، اصول حدیث میں ائمۂ فن کی کتابیں کم طبع ہوئی ہیں، ضرورت ہے کہ وقتاً فوقتاً یہ شایع کیجائیں تاکہ حدیث اور رجال سے صحیح واقفیت ہو سکے، امام حاکم نے اپنی کتاب مستدرک کے مقدمہ میں اصول اور شرایط سے بہت کم بحث کی ہے، بلکہ کتاب المدخل پر محول کیا ہے، معرفة علوم الحدیث کی اشاعت سے ان کے اصول پر روشنی پڑیگی، شکر ہے کہ گذشتہ اجلاس شعبۂ علمیہ میں یہ کتاب طبع کیلئے منتخب ہو گئی ہے،

(۹) مشکل الحدیث، یہ امام ابوبکر محمد بن الحسن بن فورک کی اصول حدیث میں ایک خاص تصنیف ہے، امام موصوف علامہ بیہقی کے شیوخ میں سے ہیں، اس کتاب کا نادر نسخہ پٹنہ لائبریری میں موجود ہے، یہ نسخہ ۶۰۷ھ کا لکھا ہوا ہے، ہر طرح محفوظ ہے، مقدمہ میں علماء محدثین کے دو فرقوں کو بتایا ہے، ایک وہ جو صرف نقل روایت کے پابند تھے، اور دوسرے وہ جو تحقیق اسناد اور تحصیل طرق کی طرف زیادہ توجہ کرتے تھے، یہ صحیح و سقیم کی تمیز رکھتے تھے، اور انکی نظر وسیع تھی، فرقۂ اولیٰ کو ظاہرہ کے نام سے تعبیر کیا ہے، اور فرقۂ ثانیہ کو محققین میں شمار کیا ہے،

(۱۰) توضیح الافکار، علامہ محمد بن اسماعیل الامیر المتوفی ۱۱۸۲ھ نے ابراہیم الوزیر کی تنقیح الانظار

کی شرح لکھی ہے، اصولِ حدیث میں بڑی مبسوط کتاب ہے، متقدمین اور متاخرین دونوں کے اقوال سے محققانہ بحث کی ہے، اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ مولانا حیدر حسن خاں صاحب شیخ الحدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پاس نظر سے گذرا، جو ٹونک کے کسی اچھے نسخہ سے منقول ہے، اس کا دوسرا نسخہ پٹنہ لائبریری میں بھی ہے، قابلِ طبع کتاب ہے،

حدیث

(۱) **مصنف بن ابی شیبہ**، امام ابوبکر بن ابی شیبہ المتوفی ۲۳۵ھ کی حدیث میں مشہور کتاب ہے، اس کتاب کی ڈھائی جلدیں مولانا عبد الحی رحمۃ اللہ علیہ کے کتب خانہ میں نظر سے گذریں،

الثانی	کامل	اولہٗ فی قولہ تعالیٰ فصیام ثلاثۃ ایام فی الحج
		واخرہٗ باب السلف فی الشئ الذی فی ایدی الناس
الرابع	اول اور آخر ناقص،	اولہٗ الرخصۃ فی الشعر
		آخرہٗ درء الحدود بالشبہات
الخامس	کامل	اولہٗ ذکر زھد الانبیاء
		وآخرہٗ ذکر من الخوارج

یہ نسخہ جدید الخط ہے، غلطیاں بکثرت ہیں، بغیر کسی دوسرے نسخہ کے کارآمد نہیں ہے، مصنفاتِ حدیث میں سے اب تک کوئی طبع نہیں ہوئی ہے، چونکہ اس کتاب کو اولیت کا رتبہ حاصل ہے، اس لئے اس کی طباعت کی طرف اربابِ علم کو جلد متوجہ ہونا چاہئے، برادر مکرم مولانا شیخ خلیل عرب ندوی پروفیسر کیننگ کالج لکھنؤ دوسری جلدوں[۱] کی تلاش اور جستجو میں ہیں، خدا کامیاب کرے،

(۲) مسند ابو عوانہ، یہ کتاب نایاب ہے، پٹنہ لائبریری میں اس کا جزو اول موجود ہے، یہ نسخہ قدیم الخط ہے

۱؎ مصنف بن ابی شیبہ کی دو جلدیں، کتبخانہ محمودیہ میں بھی ہیں، (معارف دسمبر ۲۶ء)

سنہ ۶۹۶ھ کا لکھا ہوا ہے، کاتب کا نام ابراہیم بن یونس المخزومی ہے، تقریباً ۴۰۰ صفحہ کا یہ جزء ہے،

آخرہ - باب الجہر بالقراءۃ فی صلاۃ الکسوف

(۳۰) علل الحدیث، یہ علی بن عمر الحافظ الدارقطنی کی مشہور و معروف کتاب ہے، علل حدیث میں بہت معتبر تصنیف ہے، اس کا ایک نادر حصہ پٹنہ لائبریری میں زیر نظر رہا، جو تقریباً آٹھویں صدی کا لکھوا ہے، یہ غالباً جزء اول معلوم ہوتا ہے، سب سے پہلے خلفائے اربعہ کے مسانید کو لیا ہے، پھر کبار صحابہؓ اور اس کے بعد مکثرین کا درجہ رکھا ہے، یہ حصہ مسند ابی ہریرہ پر ختم ہو گیا ہے، ثالث اور خامس[1] کی جلدیں بھی ہیں، مگر وہ جدید الخط ہیں،

(۳۱) السنن الکبریٰ، فن حدیث میں فقہی تبویب و ترتیب کے ساتھ امام ابوبکر البیہقی المتوفی ۴۵۸ھ کی معرکۃ الآراء کتاب ہے، تقریباً تین سال سے یہ مبسوط کتاب دائرۃ المعارف میں زیر طبع و تصحیح ہے، اس وقت تک دو جلدیں طبع ہو کر شایع ہو گئی ہیں، اور تیسری عنقریب ختم ہونے والی اور بقیہ سات جلدیں زیر تصحیح ہیں، اس کے قلمی نسخے سندھ، مدراس، گنگوہ وغیرہ سے فراہم کئے گئے، مصری گورنمنٹ نے بھی ہماری استدعا پر جلد ثانی اور ثالث کے فوٹو کتب خانہ خدیویہ کے ایک نادر نسخے سے حاصل کر کے عاریۃً روانہ کیا ہے، جس سے تصحیح میں بہت کچھ مدد ملی، بقیہ جلدوں کی تصحیح کیلئے دوسرے قلمی نسخوں کی تلاش اور جستجو کی ضرورت پیش آ گئی ہے،

---

(۱) یہی دو جلدیں کتب خانہ آصفیہ میں بھی ہیں، جو ۱۱۲۳ھ کی مکتوبہ ہیں، غالباً اسی نسخہ سے پٹنہ لائبریری میں نقل ہو کر گئی ہیں، مجلد ثالث اولہ - عن سعید وابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ

آخرہ - وسئل عن حدیث عبد الجلیل القیسی عن عمہ عن ابی ہریرۃ

مجلد خامس اولہ - من حدیث یزید بن شجرۃ عن النبی صلعم -

آخرہ - وسئل عن حدیث القاسم بن محمد بن عبد الرحمن قصۃ الخنساء

آخر میں یہ عبارت ہے، وآخر مسند النساء من کتاب العلل، وھو آخر الکتاب،

اس لئے رامپور کے نسخہ کی تفصیلی کیفیت پیش کی جاتی ہے،

جزء من المجلد الرابع یہ ڈیڑھ سو صفحہ کا جزو ہے جو تجلید کی غلطی سے جزء خامس میں شامل کر دیا گیا ہو۔

اول الابواب باب اثبات فرض الحج علی من استطاع الیہ سبیلا

واٰخر الابواب باب من احرم بہا من التنعیم

اسی باب پر جلد رابع کا ہمارا نسخہ بھی ختم ہوتا ہے، اس جزو کے اخیر میں یہ عبارت ہے،

وحدثنا هذه الكراريس وقوبلت على نسخة هي للمحدث الديار اليمنيه ومن محمد تحا تقي الدين سليمان بن ابراهيم العلوی وقرأها على الحافظ ابي عمرو بن الصلاح وفيما خطهما موضع

المجلد الخامس اول الابواب جماع ابواب الاختيار فی افراد الحج والعمرة

واٰخر الابواب باب الدليل على ان النزول بالمحصب ليست بنسک

نسخہ مختلف الخط ہے، تجلید میں تقدیم و تاخیر ہو گئی ہے، جو امعان نظر سے پتہ چل سکتا ہے، اس نسخہ کا اپنے نسخہ کے بعض صفحات سے مقابلہ کیا گیا، بعض جگہ الفاظ صحیح اور عبارتیں زیادہ ملیں، آخر میں یہ عبارت ہے، قد قوبل هذا الجزء من نسخة ابی القاسم ابن عساکر رحمہ اللہ

المجلد السادس، یہ نسخہ بھی قدیم الخط ہے چند صفحات کا اپنے نسخہ سے مقابلہ کیا گیا، حالت بہت اچھی ہے، آخر میں یہ عبارت ہے،

"انتهت قراءة سيدنا محمد بن الشيخ المرحوم تقی الدين عمر العوادی المدرس فی مدرسۃ المنصوریۃ التمهيدية المعروفة بالعراقية بهذا الكتاب المبارك وهو الجزء السادس من السنن الكبرى للامام البيهقي فی يوم الخميس الثامن والعشرين من شهر رمضان المعظم ۷۳۶ھ وقابلت باصلی الذی هو اصل الشيخ تقی الدين ابی عمرو عثمان بن عبد الرحمن عرف بابن الصلاح

كاتب الحروف سليمان بن ابراهيم بن عمر العلوی،

جزء من المجلد السابع اس نسخے کے اول صفحہ پر "الجزء الثانی عشر من السنن الکبریٰ" کی عبارت درج ہے، میں نے اول اور آخر کے ابواب اور کچھ عبارتیں نقل کرلی تھیں، تاکہ اپنے نسخہ سے مقابلہ کرکے تحقیق کی جائے کہ یہ کونسا حصّہ ہے، غور کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ جلد سابع کا ایک حصّہ ہے، اول اور آخر دونوں ناقص ہیں، ہمارے نسخہ میں جلد سابع کا پہلا باب کتاب قسم الصدقات اور آخری باب نفقۃ الابوین ہے، یہ ناقص حصہ کتاب النکاح سے شروع ہوتا ہے اور باب من قال الذی بیدہ عقدۃ النکاح الولی پر ختم ہوتا ہے، کتابت کی تاریخ تو نہیں ہے، لیکن قدیم الخط ہے،

المجلد الثامن۔ یہ جزو کامل ہے، ۱۱۶۴ھ کا لکھا ہوا، محمد بن اسماعیل الامیر مشہور محدث کا نسخہ ہے جنھوں نے سلیمان بن عمر العلوی سے اس کی روایت کی اجازت حاصل کی، علامہ مجد الدین فیروزآبادی صاحب القاموس اور سلیمان بن ابراہیم کے قلم کی عبارتیں ہیں، آخر کتاب میں طویل سند درج ہے، جس میں تلامذہ اور شیوخ کا تفصیلی ذکر ہے، گویا کیفیتِ اخذ کا روزنامچہ ہے، یہ بھی لکھا ہے کہ فلاں طالب العلم آج قاری تھا، اور سامعین میں اس قدر طلبہ شریکِ درس تھے، اور فلاں طالب علم بوجہ علالت شرکتِ درس سے محروم رہا، درس کی مقدار بھی تاریخ کے ساتھ حاشیہ پر لکھی ہوئی ہے، جلد ثامن کے آخیر میں یہ سند ضرور شائع کیجائے، تاکہ محدثین کا حزم و احتیاط نمایاں ہوسکے، آخر میں یہ عبارت ہے،

وقد ذکر من قرأ وسمع معلما او مستعلما الی ان ذکر فی اٰخرہ قرأت جمیع ھذا المجلد الثامن وما قبلہ من سیدنا ومولانا الشیخ تقی الدین ابی عبد اللہ محمد بن الحسین بن رزین الشافعی وسماعہ لہ کتبہ

من الشیخ تقی الدین بن صلاح واجازتہ للباقی منہ وسماعہ للقدر الذی اجازہ لہ الشیخ تقی الدین من الشیخ شرف الدین بن ابی الفضل وثبت فی آخر مجالسہا یوم الاحد الخامس عشر من جمادی

المجلد العاشر، یہ نسخہ قدیم الخط ہے، اور مصنف کے نسخہ سے منقول ہے، بعض جگہ کرم خوردہ ہے اور بعض جگہ خط میں اختلاف ہوگیا ہے، اس میں تقریباً سو اصفحہ جلد تاسع کے شامل ہوگئے ہیں،

اول الوابہ، من انتصر فی عقیقۃ الغلام بشاۃ واحدۃ

آخر الوابہ، علامۃ ام الولد اذ توفی عنہا سیدہا

من انتصر فی عقیقۃ الغلام بشاۃ واحدۃ سے باب ما جاء فیمن حرم بحائط السنان او ما شیتہ تک جلد تاسع کا حصہ ہے،

المجلد العاشر یہ نسخہ کرم خوردہ ہے، ابتدا کے اوراق کسی دوسرے نسخہ سے منقول ہیں، بقیہ حصہ تقی الدین بن صلاح کے نسخہ سے ۶۳۵ھ کا لکھا ہوا ہے، منقول عنہ میں بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کا مقابلہ دو اور اصلوں سے ہوا ہے، ایک اصل تو علامہ ابن عساکر کی ہے، جس کی سند مصنف تک پہونچتی ہے، جس کی علامت ع ہے، اور دوسری اصل ابو المواہب الحسن بن ہبۃ اللہ کی ہے، جو علامہ ابن عساکر پر پڑھی گئی، اس اصل کی قرأت اور سماعت بروز دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول ۶۳۵ھ میں بمقام دمشق ختم ہوئی، یہ عبارت جو تقریباً ایک صفحہ کی ہے، علامہ تقی الدین کے قلم کی لکھی ہوئی ہے، جس کا اقتباس درج کیا گیا ہے، آخر میں یہ عبارت ہے،

ونقلت من خط العلامۃ قاضی القضاۃ تقی الدین محمد بن الحسن وجدت بخط الامام الحافظ ابی بکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی المصنف رحمہ اللہ فی نسخۃ الاصل التی بخطہ فی آخر الکتاب ما صورتہ

"فرغت منہ بحمد اللہ ومنہ یوم الاثنین الثامن عشر من جماد الآخرۃ سنۃ اثنتین وثلاثین واربعمائۃ

کتاب الاوسط او الکبیر من السنن من تالیف الشیخ الامام التائب ابی بکر البیہقی

نسخہ کے اول صفحہ پر یہ عبارت درج ہے، اب تک تحقیق نہ ہو سکی کہ یہ سنن اوسط ہے یا کبیر، ابواب پر نظر ڈالنے سے پتہ چلا کہ اس میں کتاب الجہاد، کتاب الصید والذبائح کا بیان ہے، سنن کبریٰ میں کتاب الجہاد جلد تاسع میں ہے، لیکن عبارت اور باب میں کوئی موافقت نہیں ہے،

اول الوابہ ذکر التغلیظ علی من عنف باھل الذمۃ فی مطالبتہم بالجزیۃ

آخر الوابہ ذکر السبق فی النصل

نسخہ قدیم الخط ہے، آخر میں یہ عبارت ہے،

کان الفراغ منه ظهيرة الاربعاء الثامن عشر بشهر رمضان المعظم سنة ثلاث وثلاثين وسبعمائة بدمشق على يد الفقير بن الفقير هبة الله بن عبد الرحمن بن محمد بن هبة الله البكري نسباً المالكي مذهباً المغربي منشأ وهكذا،

جزء من السنن الصغير، نسخہ کے اول صفحہ پر ایسا ہی لکھا ہے، اس میں کتاب البیوع، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الایلاء، کتاب الظہار کا بیان ہے، اس کی عبارتوں کا مقابلہ سنن کبریٰ سے کیا گیا، قیاس کہتا ہے کہ یہ سنن صغیر ہی کا جزو ہے کیونکہ تحویل اور طرق مختلفہ کو حذف کر دیا ہے، نسخہ بہت اچھا ہے، بعض علماء کے حواشی بھی ہیں،

(۵) حلیۃ الاولیاء، یہ علامہ ابو نعیم الاصفہانی المتوفی سنہ ۴۳۰ھ کی تصنیف ہے، جو ایک حدیث کی کتاب ہونے کے علاوہ تصوف کی سند تاریخ کی حیثیت رکھتی ہے، اس عزیز بے مثل کتاب ہے، علماء محدثین اور صوفیہ سبھوں نے اس کی ندرت کی تعریف کی ہے، اور کتاب حسن معتبر [illegible] یاد کیا ہے، یہ کتاب دائرۃ المعارف میں زیر تصحیح ہے، اس کا ایک جدید الخط نسخہ دائرہ کو دستیاب ہوا، جو تحقیق سے معلوم ہوا کہ مولانا عبد الحی صاحب کے نسخہ سے منقول ہے، اصل کی حالت نقل سے بہت اچھی ہے، دوسرا نسخہ کتب خانہ رام پور میں زیر مطالعہ رہا، یہ اگرچہ سنہ ۱۲۰۰ھ کا لکھا ہوا ہے، لیکن غالباً کسی اچھے نسخے سے منقول ہے کیونکہ الفاظ صحیح اور عبارتیں زیادہ ہیں، تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ مدینہ طیبہ کے نسخہ سے منقول ہے، اس کا ایک جدید الخط نسخہ نواب صاحب پریانواں ضلع پرتاب گڈھ کے کتب خانہ میں بھی ہے، وقت کی تنگی کی وجہ ز اس کے دیکھنے کا موقع نہ مل سکا، اس کا ایک ناقص حصہ جو غالباً دوسری جلد تک ہے، حال میں مخدومی مولانا حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی ادام اللہ فیوضہ العلمیہ کو ہاتھ آیا ہے، جو تقریباً ۱۱۰۰ھ صدی کا لکھا ہوا ہے، اس وقت یہی نسخہ دائرۃ المعارف میں زیر مقابلہ ہے، اس کا ایک قدیم الخط نسخہ برٹش میوزیم میں بھی ہے،

مسٹر کرنکو نے اس کے بعض صفحات کے فوٹو روانہ کئے ہیں، کتابت صاف ہے، اور نسخہ محفوظ ہے، اگر یہ فوٹو حاصل ہو گیا تو انشاء اللہ یہ کتاب جو حدیث اور تصوف کا مجمع البحرین ہے، اچھی طرح شائع ہو سکے گی،

فقہ

(۱۶) تلخیص جامع کبیر، یہ کمال الدین محمد بن عباد بن ملک داؤد بن حسن بن داؤد الاخلاطی المتوفی ۶۵۲ھ کی فقہ میں جامع کبیر کی تلخیص ہے، اس کا ایک ناقص نسخہ جو ۷۸۲ھ کا لکھا ہوا ہے، مولانا عبدالحیؒ کے کتبخانہ میں نظر سے گذرا، اسی کے ساتھ خواجہ مسعود بن محمد الغجدوانی کی شرح بھی ہے، جو تلخیص کے شروح میں ممتاز ہے، تلخیص اور شرح کا مجموعہ دو سو صفحہ سے زیادہ کا ہے، کتاب الصیام تک کی بحث ہے، نسخہ کے آخر میں یہ عبارت ہے، علی ید العبد الضعیف المحتاج النحیف الی ربه اللطیف منصور بن محمد دباز غندی غفر الله له ولوالدیه غرة جمادی الاول ۷۸۲ھ بمقام بلدہ[1]،

(۱۷) شرح زیادات[2]، یہ احمد بن محمد بن عمر العتابی المتوفی ۵۸۶ھ کی زیادات کی شرح ہے، اس کا کامل نسخہ مولانا عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کتب خانہ میں نظر سے گذرا جو ۷۲۳ھ کا لکھا ہوا ہے، کاتب کا نام سراج الدین صابی ہے، اس کا ایک اور نسخہ تقریباً گیارہ صدی ہجری کا لکھا ہوا مخدومی مولانا حبیب الرحمن خانصاحب ادام اللہ ظلہ کے کتب خانہ میں ہے، مقدمہ میں مصنف نے یہ لکھا ہے،

"قال فيه انی لما رأيت فی اهل الزمان زمانة فی اقتباس العلم واختيار المختصر من كل شیٔ حملنی ذلك ان اكتب شرح الزيادات موجز العبارات"

(۱۸) کتاب التیسیر لمعانی الجامع الکبیر، یہ علی بن خلیل بن علی بن حسین الاخلاطی کی کتاب ہے، اس کا کامل نسخہ مولانا عبدالباری مرحوم کے کتبخانہ میں ہے، جو اگرچہ جدید الخط ہے لیکن ۷۱۹ھ کے مکتوبہ نسخہ سے منقول ہے،

---

[1] بلدہ کا نام نہ پڑھا جا سکا، تلخیص اور اس کی شرح کا کامل نسخہ کتبخانہ خدیویہ میں بھی ہے،

[2] اس کا ایک نادر نسخہ کتب خانہ خدیویہ میں ہے، جو ۶۲۳ھ کا لکھا ہوا ہے،

(۱۹) محیط السرخسی، امام رضی الدین محمد بن محمد السرخسی مشہور فقہائے احناف میں سے ہیں، امام موصوف نے فقہ حنفی میں محیط کے نام سے تین کتابیں تالیف اور تصنیف کیں، ایک کبریٰ، دوسری وسطیٰ اور تیسری صغریٰ، کبریٰ کی دس جلدیں، وسطیٰ کی چار جلدیں اور صغریٰ کی دو جلدیں ہیں، اس کتاب[1] کے متعدد نسخے نظر سے گذرے ہیں، لیکن سب کے سب ناقص ہیں، اس کا ایک حصہ پٹنہ لائبریری میں ہے، جو عدید الکتابۃ ہے، کتاب الشرکۃ سے باب المتشابہ بالفرائض تک کا جزء ہے، کتب خانہ رامپور میں بھی ایک ناقص جزء ہے، اس کی وجیز المحیط یعنی محیط صغریٰ کا بھی ایک حصہ پٹنہ لائبریری میں موجود ہے، جو باب الوصیۃ للفقراء والمساکین تک ہے، یہ قدیم الخط ہے،

(۲۰) المحیط البرہانی یہ برہان الدین محمود بن احمد بن عبد العزیز البخاری المتوفی ۶۱۶ھ کی فقہ میں ایک مبسوط کتاب ہے، اس کتاب کی کل چار جلدیں ہیں[2]، جن میں سے تین جلدیں کتبخانہ رام پور میں بہت اچھی حالت میں ہیں،

---

[1] اس کتاب کا کامل نسخہ ایک جگہ دستیاب ہونا دشوار معلوم ہوتا ہے، لیکن تمام نسخے اگر جمع کئے جائیں تو ممکن ہے کہ ایک کامل نسخہ مرتب ہو جائے، کتبخانہ خدیویہ میں، جزء رابع، جزء خامس، جزء سادس، اور جزء سادس اور جزء عاشر ہے، جن میں سے بعض کرم خوردہ بھی ہیں، اس کی تین جلدیں کتب خانہ آصفیہ دکن میں بھی ہیں،

جلد اول	کتاب الطہارۃ سے کتاب النکاح تک ہے،
جلد دوم	کتاب الذبائح سے کتاب الشہادۃ تک ہے،
جلد سوم	کتاب السرقہ سے کتاب الوصیۃ تک ہے،

یہ سب قدیم الخط ہیں، جلد ثالث کے اخیر جزء تقریباً ۸۰ صفحے کسی دوسرے نسخے سے منقول ہیں،

[2] اس کا ایک ناقص حصہ ٹونک کے کتبخانہ میں ہے، جو قدیم الخط ہے، اور ایک کامل نسخہ مدینہ طیبہ میں کتبخانہ شیخ الاسلام میں ہے، جو ۸۰۶ھ کا لکھا ہوا ہے، کتبخانہ خدیویہ میں بھی کامل نسخہ ہے، جو ۱۰۸۳ھ کا لکھا ہوا ہے،

جلد اوّل ۴۲۶ صفحہ کی ہے، کتاب الحج تک ہے،

جلد دوم ۸۹۸ صفحہ کی ہے، کتاب الاقرار سے شروع ہو کر کتاب المضاربہ پر ختم ہوئی ہے

جلد سوم ۵۹۲ صفحہ کی ہے، کتاب الجہاد وغیرہ ہے،

یہ تینوں حصے قدیم الخط ہیں، اور ایک ہی کاتب کے لکھے ہوئے ہیں، اس کا ایک جز کتب خانہ خدا بخش خاں مرحوم میں بھی ہے، یہ کتاب مضامین فقہی کے اعتبار سے بہت اعلیٰ وارفع ہے، مصنف کے مقدمہ کی عبارت یہ ہے،

قال قد وقع فی رأیی ان اتشبہ باسلافی بتالیف کتاب جلیل یجمع جل الحوادث الحکمیة والنوازل الشرعیة لیکون عونا فی حال حیاتی وذخرا حسنا بعد وفاتی فجمعت مسائل المبسوط والجامعین والسیر والزیادات والحقت بہا مسائل النوادر والفتاوی والواقعات وضممت الیٰ ذلک من الفوائد التی استنبطتہا من والدی ومن مشائخ زمانی وفصلت الکتاب تفصیلا۔

رجال وطبقات

(۲۱) الکاشف، رجال صحاح ستہ میں علامہ ذہبی کی مشہور کتاب ہے، اس کا ایک نادر نسخہ پٹنہ لائبریری میں نظر سے گذرا جو ہر طرح محفوظ ہے، علامہ ابو الفتح سبکی المتوفی ۷۴۴ھ نے ۷۳۲ھ میں اس کی کتابت کی ہے، اس کا ایک اور نسخہ کتب خانہ رامپور میں ہے، جو ۹۳۷ھ میں لکھا گیا ہے، فرنگی محل میں بھی اس کا ایک نسخہ[1] ہے

(۲۲) العبر فی اخبار من غبر، علامہ ذہبی کی قرن سابع کے رجال میں بہترین کتاب ہے، جو رجال کے علاوہ تاریخی حیثیت بھی رکھتی ہے، اس کا ایک اچھا نسخہ کتبخانہ علویہ ریاست سلیم پور میں نظر سے گذرا جو ۹۶۰ھ کا لکھا ہوا ہے، دونوں جلدیں محفوظ ہیں، اس کا ایک اور نسخہ مولانا ناصر حسین صاحب کے کتبخانہ میں بھی ہے[2]،

[1] اس کا ایک نسخہ کتبخانہ آصفیہ میں بھی ہے جو ۹۶۰ھ کا لکھا ہوا ہے نسخہ ہر طرح محفوظ ہے۔ [2] اسکے متعدد نسخے برٹش میوزیم میں ہیں،

(۲۳) **نہایۃ السول فی رواۃ ستۃ الاصول**، یہ ابراہیم بن محمد بن خلیل سبط بن العجمی المتوفی ۸۴۱ھ کی تصنیف ہے، جس میں کئی ہزار رواۃِ حدیث کی جرح وتادیل کی گئی ہے، ابتدائے صفحہ پر یہ لکھا ہے کہ ایسی کتاب اب تک تالیف نہیں ہوئی ہے، خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ کتب خانہ رامپور میں نظر سے گذرا، یہ نسخہ ہر طرح محفوظ ہے، حواشی اور زیادات بھی بخط مصنف ہیں، شروع میں فن رجال پر ایک لاجواب مقدمہ ہے، جس کی موجودہ زمانہ میں بہت زیادہ ضرورت ہے، نسخہ کے اخیر میں بخط مصنف یہ عبارت ہے،

فرغ من تالیفہ ابراھیم بن محمد بن خلیل سبط بن العجمی المکی فی سادس عشر ربیع الاول سنۃ تسع وعشرین وثمانمائۃ وابتدأت علیہ فی اثناء ربیع الاول او الآخر ۸۲۳ھ بالمدرسۃ الشرقیۃ بحلب الحمد للہ وحدہ وصلی اللہ علی سیدنا محمد والہ وصحبہ وسلم،

(۲۴) **الدرر الکامنہ**، حافظ ابن الحجرؒ کی آٹھویں صدی کے رجال میں مشہور کتاب ہے، تقریباً تین سال سے دائرۃ المعارف کی نگرانی میں زیر ترتیب وتصحیح ہے، سب سے پہلے اس کا ایک نادر نسخہ مسٹر کرنکو کو شام میں دستیاب ہوا جو امام سخاوی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، اور مصنف نے خود اس کی تصحیح کی ہے، مسٹر موصوف نے اس کی نقل کی اور برٹش میوزیم اور انڈیا آفس کے نسخوں سے مقابلہ وتصحیح کرکے طبع کے لئے بھیج دیا ہے، اس نسخہ میں بعض جگہ بیاض ہے، اس بنا پر اثنائے سفر میں اسکے اور نسخوں کی تلاش تھی، چنانچہ اس کے چار نسخے نظر سے گذرے،

(۱) پٹنہ لائبریری میں جدید الخط ہے، حیدر آباد کے نسخہ سے منقول ہے، (۲) کتبخانہ ریاست سیلم پور میں حرف ع میں عطیہ تک کے احوال ہیں، یہ بھی جدید الخط ہے، (۳) کتب خانہ ریاست رامپور میں یہ نسخہ کامل ہے، مدینہ طیبہ کے نسخہ سے منقول ہے، صحت کے اعتبار سے اچھا نسخہ ہے، بعض صفحات کا مقابلہ کیا گیا، (۲۰) صفحہ کے اندر پانچ سات جگہ عبارتیں زیادہ اور الفاظ صحیح ہیں، (۴) مولانا ناصر حسین صاحب کے کتبخانہ میں دو جلدیں ہیں، ایک قدیم الخط ہے جو عطیہ تک کے احوال پر مشتمل ہے، دوسری

علی بن ابراہیم سے آخر تک ہے جو جدید الخط ہے، جلد اول کے بعض صفحات کا مقابلہ کیا گیا یہ اس نسخہ کی زیادہ تائید کرتا ہے، جو امام سخاوی کے ہاتھ کا لکھا ہوگا، حاشیہ پر بعض علماء کی تصحیح بھی ہے[۱]،

(۲۴) جمہرۃ النسب، لابن حزم الاندلسی، یہ علم الانساب اور معرفۃ القبائل کے عنوان پر لکھی گئی ہے، نہایت مفید کتاب ہے، اس کا ایک نسخہ پٹنہ لائبریری میں نظر سے گذرا جو ۹۰۰ھ کا مکتوبہ ہے[۲]،

(۲۵) طبقات الحنابلہ، قاضی ابو یعلی الموصلی المتوفی ۵۱۶ھ کی مشہور تصنیف ہے، امام احمد بن حنبل کے تذکرہ سے شروع کیا ہے، اور ۵۱۲ھ تک کے رجال حنابلہ کا ذکر کیا ہے، پٹنہ لائبریری میں اس کا ایک نادر نسخہ نظر سے گذرا جو ۶۳۷ھ کا لکھا ہوا ہے، اس کتاب کا ایک اور نسخہ تین جلدوں میں کتبخانہ علوم ریاست سلیم پور میں بھی ہے، جو اگرچہ زیادہ قدیم الخط نہیں ہے، لیکن ہر طرح صاف ہے،

(۲۶) طبقات الحنابلہ لابن رجب، شیخ زین الدین عبدالرحمن بن احمد المعروف بابن رجب المتوفی ۷۹۵ھ کی کتاب ہے، انھوں نے ۷۵۰ھ تک کے رجال حنابلہ کا ذکر کیا ہے، اور ان کے احوال لکھے ہیں، اس کا بھی کامل نسخہ پٹنہ لائبریری میں موجود ہے، اس کی ایک جلد کتب خانہ ندوۃ العلماء میں بھی ہے، اور اس کی دوسری جلد مولانا ابو الکلام آزاد دہلوی ندوہ کے کتبخانے سے لیگئے ہیں[۳]،

(۲۷) ذیل طبقات الحنابلہ، محمد بن عبداللہ النجدی المتوفی ۱۲۹۵ھ نے بعد کے رجال حنابلہ کا اضافہ کیا ہے،

سیر و تاریخ

(۲۸) نور النبراس[۴] فی شرح سیرۃ ابن سید الناس، ابن سید الناس الاندلسی المتوفی ۷۳۴ھ

---

[۱] اس کا ایک نادر نسخہ کتب خانہ خدیویہ میں بھی ہے، اور مدینہ طیبہ کے کتب خانوں میں بھی ہے، [۲] اس کا ایک قدیم نسخہ رباط الفتح (مراکو) میں ہے، [۳] اس کا ایک نسخہ لیبزگ میں ہے، اور دوسرا قسطنطنیہ میں ہے، [۴] اس کتاب کا ایک نسخہ شیخ الاسلام (عارف حکمت بے) کے کتب خانہ میں بھی ہے، (معارف اعظم گڈھ نومبر ۱۹۲۶ء)

نے سیرت میں عیون الاثر کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی اور اس کے بعد علامہ برہان الدین ابراہیم بن محمد الحلبی سبط بن العجمی نے اس کی شرح کی، ناقدینِ فن نے اس کے متعلق لکھا ہے:

اس کا ایک کامل نسخہ کتبخانہ ندوۃ العلماء میں نظر سے گذرا، نسخہ محفوظ ہے،

(۲۹) بہجۃ المحافل فی السیر والمعجزات والشمائل، یہ شرف الدین یحییٰ بن ابی العامری المتوفی ۸۹۳ھ کی فن سیر میں ایک تصنیف ہے، اس کا ایک قدیم الخط نسخہ پٹنہ لائبریری میں ہے، جو ۹۳۲ھ کا لکھا ہوا ہے، اور ایک دوسرا نسخہ کتبخانہ ندوۃ العلماء میں بھی ہے، جو ۱۱۶۰ھ کا مکتوبہ ہے،

(۳۰) سیر النبلاء، علامہ ذہبی نے اپنی تاریخ کبیر کا خلاصہ کر کے ۲۰ جلدوں میں اس کتاب کو ملخص کیا ہے، اس کتاب کی دو جلدیں کتب خانہ مولانا عبدالحی صاحبؒ میں نظر سے گذری ہیں،

جزء سابع کی ابتدا حکم بن موسی المحدث المتوفی ۲۳۲ھ کے احوال سے کی ہے، اور انتہا ابراہیم بن العربی المتوفی ۲۳۱ھ کے احوال پر ہے،

جزء خامس عشر میں ۱۲ طبقہ سے ۱۵ طبقہ تک کے حالات ہیں،

(۳۱) تاریخ ابن عساکر، اس کتاب کے دو جزء پٹنہ لائبریری میں موجود ہیں جو نہایت نادر ہیں،

(۱) الجزء الحادی والثلاثین ۳۱، جس میں عائذ سے عائذ اللہ تک کے احوال ہیں،

(۲) الجزء الثانی والخمسین ۵۲، علی سے شروع ہو کر فی آباء من اسمہ عمر تک کے احوال ہیں، یہ دونوں ۶۱۴ھ و ۶۱۵ھ کے مکتوبہ ہیں، دونوں کا کاتب ایک ہے،

(۳۲) تاریخ ابن حبان، اس کا پہلا حصہ مولانا عبدالحی صاحبؒ کے کتبخانے میں موجود ہے، ام درگم تک کے حالات درج ہیں، یہ نسخہ ۱۲۹۴ھ کا لکھا ہوا ہے،

(۳۳) تاریخ کبیر للذہبی، اس کا ایک جزء کتب خانہ ندوۃ العلماء میں ہے، ابو عثمان سعید بن سلیمان الحمری تک کے حالات ہیں، یہ ۱۲۵۶ھ میں بغداد کے نسخہ سے نقل ہوا ہے،

جزء البدایہ والنہایہ، علامہ ابن کثیر الجزری کی تاریخ میں ایک مبسوط کتاب ہے، جو دس جلدوں میں ہے، اس کا ایک حصہ پٹنہ لائبریری میں زیر مطالعہ رہا، جو ہجرت سے وفات تک کے واقعات پر مشتمل ہے، نسخہ نادر ہے، ۸۹۳ھ میں مصر میں اس کی نقل ہوئی ہے، اس کتاب کا ایک اور حصہ مولانا عبد الباری صاحب فرنگی محلی کے کتبخانہ میں ہے، جو ابتدائے ہجرت نبوی سے ۵۵۹ھ تک کے واقعات پر مشتمل ہے، ۱۲۵۶ھ میں لکھا گیا ہے،

ان کتبخانوں کے نوادر کی فہرست بہت طویل ہے، جو انشاء اللہ کسی خاص موقع پر پیش کی جائے گی، اس وقت صرف ان کتابوں کے نسخوں کا حال لکھا گیا ہے، جن کی دائرہ کو آئندہ ضرورت ہے،

شکریہ، میں سب سے پہلے مولانا قطب الدین صاحب عبد الوالیٰ فرنگی محلی، مولوی محمد ایوب صاحب فرنگی محلی، ناظم صاحب ندوۃ العلما، جناب راجہ صاحب سلیم پور، سکریٹری صاحب پٹنہ لائبریری، چیف سکریٹری صاحب ہز ہائینس نواب صاحب رام پور، ناظم صاحب کتبخانہ ریاست رام پور اور حضرت مولانا ناصر حسین صاحب کا اس امر پر دلی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ان معزز اصحاب نے اپنے علمی خزانوں سے فیضیاب ہونے کا دریادلی سے موقع عنایت فرمایا، اور ہر قسم کی سہولت بہم پہنچائی، جزاہم اللہ خیر الجزاء،

نیز ارکین مجلس دائرۃ المعارف کا ممنون ہوں کہ انھوں نے مجھ ایسے ناچیز کا اس اہم علمی خدمت کیلئے انتخاب فرمایا، اور سب سے زیادہ اس رب العزت کا شکر گذار ہوں، کہ جس نے انجام کار کی توفیق عطا فرمائی، وما توفیقنا الا باللہ،

قدیم قابلِ اشاعت کتابیں

دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن کے لیے

"نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمان خان شروانی نے ذیل کے مکرمت نامہ کے ساتھ یہ مضمون ارسال فرمایا ہے۔ اس مضمون کی اشاعت کی غرض مولانا ممدوح کے اس گرامی نامہ سے ظاہر ہوگی۔"

مکرمی،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، دائرۃ المعارف نے یہ فہرست اس غرض سے میرے پاس بھیجی ہے کہ مین آپکی خدمت مین بھیجکر یہ تحریک کرون کہ معارف مین شائع کی جائے تاکہ اہل الرائے علما اس پر رائے ظاہر فرمائین کہ کون کون سی کتابین، ان مین قابل اشاعت دائرہ ہین، اگر ان کتابون کے سوا اور کتابین پیش نظر ہون، جو قواعد دائرہ کے مطابق قابلِ اشاعت ہون تو ان کا نام پتہ وغیرہ بھی ظاہر کیا جا سکتا ہے، مقصد یہ ہے کہ ایک نظام العمل مرتب کر لیا جائے، اور اس کے بموجب کتابون کی تلاش، مقابلہ تصحیح وغیرہ کا اہتمام ہو کر طبع ہون، اس نظام العمل کے باہر کتابون کو ہاتھ نہ لگایا جائے۔

الحمد للہ خوش قسمتی سے دائرۃ المعارف کے لئے بعض قلمی کتابون کی تلاش کے سلسلہ مین مجھے کئی بار حسب ذیل کتبخانون کے دیکھنے کا موقعہ ملا، ان سفرون مین بعض قلمی نوادر کی زیارت کا بھی فخر

حاصل ہوا،

(۱) کتب خانہ ریاست رام پور۔ (۲) پٹنہ لائبریری؛
(۳) کتبخانہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ (۴) کتبخانہ مولانا ناصر حسین صاحب لکھنؤ
(۵) ۔ فرنگی محل۔ ۔ (۶) ۔ حبیبیہ حبیب گنج علی گڈھ
(۷) ۔ مسلم یونیورسٹی علی گڈھ (۸) ۔ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ
(۹) ۔ مدرسۂ عالیہ کلکتہ (۱۰) ۔ دار المصنفین اعظم گڈھ
(۱۱) ۔ آصفیہ حیدرآباد (۱۲) ۔ ریاست سلیم پور

زیر ترتیب فہرست مین ان کتب خانون کے علاوہ مندرجہ ذیل کتبخانون کی فہرست اور کیٹلاگ سے، اور نیز بعض مشہور علماء اور مستشرقین کے خطوط سے اقتباس کیا گیا ہے۔

(۱) فہرست کتبخانۂ خدیویہ جدید وقدیم (۲) فہرست کتبخانۂ آصفیہ حیدرآباد
(۳) کیٹلاگ رائل ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ (۴) کیٹلاگ مدرسۂ عالیہ کلکتہ
(۵) رسالہ معارف اعظم گڈھ (۶) کیٹلاگ پٹنہ لائبریری
(۷) معجم المطبوعات (۸) اکتفاء القنوع،
(۹) فہرست کتبخانہ جامع مسجد بمبئی، (۱۰) مکتوبات مسٹر کرنکو المانی
(۱۱) مکتوبات شاہ احسان اللہ صاحب سندھی (۱۲) مضامین مولانا سید سلیمان ندوی،
(۱۳) مخطوطات موصل، (۱۴) مکتوبات مولانا محمود حسن صاحب مصنف معجم المصنفین۔

ان نوادر کی پوری فہرست کی ترتیب ایک بڑا کام ہے، جس کے لئے وقت، فرصت، اور کسی بڑے سرمایہ کی ضرورت ہے، لیکن تاہم ہر فن کے لحاظ سے چند کتابین منتخب کی گئی ہین، جو درحقیقت "امہات مکتب" ہیں،

کے لقب سے یاد کیجا سکتی ہین،

فن تفسیر، تفسیر قرطبی، تفسیر ثعلبی، اور تفسیر نقاعی، وغیرہ خاص طور پر قابل تذکرہ ہین، ان کے نادر نسخے کتب خانون مین محفوظ ہین،

فن حدیث، متون حدیث کی اشاعت ہمارے پیش نظر ہے، چنانچہ مستدرک اور سنن بیہقی اسی لحاظ سے منتخب کی گئی ہین، اور آیندہ کے لئے مسند ابی یعلی، مسند ابی عوانہ، مصنف عبد الرزاق وغیرہ کا انتخاب مناسب ہو گا، حدیث کی پہلی تصنیف کتاب الزہد والرقائق للامام عبد اللہ بن مبارک المتوفی ۱۸۱ھ کے ایک نادر نسخہ کا پتہ چلا ہے، جو ۴۲۵ھ کا لکھا ہوا جامع فردوسیہ مین ہے، غریب الحدیث لابی عبید قاسم بن سلام اللغوی المتوفی ۲۲۴ھ (۴۰) سال کی محنت سے یہ کتاب تصنیف ہوئی ہے، اس کا ایک نسخہ کتبخانہ رامپور مین ہے،

اصول حدیث متقدمین کی اس موضوع پر بہت کچھ کتابین شائع ہوئین، سب سے اہم تصنیف معرفۃ علوم الحدیث حاکم کی ہے، جس کے نسخے ہندوستان مین کئی جگہ موجود ہین،

فقہ فقہ حنفی کے اصول کی اشاعت ہمارے پیش نظر ہے، تاکہ اس فن کی اہم ترین کتابین شائع ہو سکین، شرح الجامع الصدر الشہید کا ایک نادر نسخہ کتبخانہ آصفیہ مین ہے، جو آٹھوین صدی کا لکھا ہوا ہے، اور اس پر فقہا کے حواشی ہین،

کلام — التقریب والارشاد کلام مین ایک مبسوط کتاب ہے، کتبخانہ آصفیہ مین بخط مصنف اس کا نسخہ ۵۳۴ھ کا مکتوبہ موجود ہے،

نہایۃ المرام فی درایۃ الکلام لمحمد بن الحسین الطبری کا نادر نسخہ کتبخانہ آصفیہ مین ۵۵۵ھ کا مکتوبہ جس پر مصنف کی اجازت ہے موجود ہے؛

رجال — اس فن پر جو کتابین اب تک دائرۃ المعارف سے یا دوسری جگہ سے شایع ہوئی ہین، وہ زیادہ تر متاخرین کی ہین، متقدمین کے تصانیف کی اشاعت سے حدیث کو بڑی تقویت پہونچے گی، ثقات ابن حبان، الاکمال لابن ماکولا خصوصیت سے قابل ذکر ہین،

طبقات — طبقات حنابلہ مین کوئی کتاب اب تک شایع نہین ہوئی ہے ابن رجب اور ابی یعلی موصلی کے طبقات کے نسخے پٹنہ لائبریری مین قدیم الخط موجود ہین،

تاریخ — تاریخ کبیر بخاری جو بالکل نایاب ہے، اس کا ایک جزو کتبخانہ آصفیہ مین موجود ہے، تاریخ ابن خثیمہ المتوفی ۲۷۹ھ جو طبری سے مقدم ہے اس کا ایک نادر نسخہ جامع القرویین مین ہے، البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر الجزری، اس کے نسخے بھی نادر الوجود ہین،

لغت — ابنیۃ الافعال والاسماء والمصادر لابن القطاع جو اس موضوع پر ابن قوطیہ کے بعد دوسری کتاب ہے اس کا نادر نسخہ رامپور مین ہے،

اصلاح المنطق لابن السکیت کا ایک نادر نسخہ ۵۹۵ھ کا مکتوبہ کتبخانۂ آصفیہ مین موجود ہے، طبقات الشعرا مین دمیۃ القصر اور ادب مین المستجاد مخصوص کتابین ہین،

ادب — ہیئت اور ریاضی اور کیمیا کے رسائل بھی قابل قدر ہین،

یہ فہرست حسب الحکم عالی جناب معتمد صاحب دائرۃ المعارف مرتب کی گئی ہے، اور مصححین دائرۃ المعارف کے سامنے لبغرض مشورہ پیش کی گئی ہے، مولوی سید زین العابدین میر شعبۂ ادبیہ دائرۃ المعارف بھی اس کی ترتیب مین شریک کار رہے،

مین جناب معتمد صاحب دائرۃ المعارف و دیگر معزز ارکان مجلس کا ممنون ہون کہ جنھون نے اس کی ترتیب کا مجھے موقع مرحمت فرمایا، وما توفیقی الا باللہ،

○

علوم القرآن

۱ جامع احکام القرآن المبین بما تضمنہ من السنۃ وآیۃ الفرقان، لابی عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرج الانصاری الخزرجی المتوفی ۶۷۱ھ عام طور پر یہ تفسیر قرطبی کے نام سے مشہور ہے، صاحب کشف الظنون نے لکھا ہے "کتاب کبیر مشہور" قرآن کی جمع و ترتیب کی تاریخ اس کے فضائل، وجوہِ اعجاز اور فقہی احکام سے تفصیلی بحث کی ہے، استنباطِ مسائل مین منفردانہ حیثیت اختیار کی ہے، جس قدر کسی ایک آیۃ سے مسائل فروع، احکام اور اصول کا استنباط ہو سکتا تھا مصنف

نے قریب قریب اس کی پوری تکمیل کی ہے، ابتداءً اشتقاق، لغت، نحو وصرف، بلاغت، معانی و بیان کے مسائل سے بحث کی ہے، اس کے بعد احکام اور تاریخی اشتہارات نیز تطبیق بالسنہ کا تفصیلی ذکر کیا ہے،

"اول ھذا الکتاب الحمد للہ الذی یحمد نفسہ قبل ان یحمد حامد" اس کتاب کی (۱۸) جلدیں جامع القرویین فاس کے کتبخانہ میں موجود ہیں۔ ایک کامل نسخہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے کتب خانہ میں بھی ہے جو بخط قدیم ہے، تقریباً (۱۲) مختلف نسخے کتب خانہ خدیویہ میں بھی ہیں جنمیں سے اکثر ناقص ہیں لیکن بعض ۱۰۳۳ھ بعض ۵۲۵ھ کے مکتوبہ ہیں، دس جزء مؤلف کے نسخہ سے منقول ہیں، نسخہ کے آخری جزء پر یہ عبارت ہے،" انہ فرغ منہ مستہل شہر صفر سنۃ ۴۶۶ھ بعض اجزاء علامہ ابن الصلاح کے لکھے ہوئے بھی ہیں، کتب خانہ آصفیہ میں یہ اجزاء ہیں،

(۱) جزء الاول از سورہ فاتحہ تا سورۂ بقر، (۲) جزء الثانی از آل عمران تا آیۃ یا ایہا الذین آمنوا لا تقتلوا الصید وانتم حرم، یہ دونوں ۱۰۷۳ھ کے لکھے ہوئے ہیں، جزء ثالث از انعام تا حجر ۱۱۶۲ھ کا مکتوبہ ہے، جزء حادی عشر سورہ اسری تا آیہ یسئلونک عن الروح الی سورہ مریم آیۃ ما ینبغی للرحمن ان یتخذ ولدا، یہ حصہ بخط قدیم ہے، آخر میں یہ عبارت ہے" وقد قری ھذا الجزء علی الامام ابی الغیث المغربی بالمکۃ" جزء ثانی عشر از سورہ شوریٰ تا سورۃ والنجم بخط عتیق، آخر جزء میں یہ عبارت ہے" کتب ھذا الجزء موسیٰ بن ابراہیم ۵۵۵ھ" ایک نسخہ قسطنطنیہ میں سلطان محمد کے کتبخانہ میں ہے،

۲- **تفسیر ابن ابی زمنین**، اس کا نادر نسخہ جامع القرویین فاس کے کتبخانہ میں موجود ہے جو ۳۹۵ھ میں مصنف کے سامنے پڑھا گیا،

۳۔ **مشکل اعراب القرآن**، للشیخ محمد مکی ابن ابی طالب حموش الاندلسی النحوی المتوفی ۴۳۷ھ اولہ، اما بعد حمد اللہ جل ذکرہ والثناء علیہ بما ھو اھلہ، اعراب القرآن مین بہت ہی مبسوط اور بہترین تالیف ہے، اس کا ایک نسخہ کتبخانہ آصفیہ مین ۵۷۹ھ کا لکھا ہوا ہے، جو بخارا مین لکھا گیا، یہ نسخہ زمانہ کے حوادث سے مخدوش حالت مین ہے، اگر جلد اس سے استفادہ نہین کیا گیا، تو یہ نادر الوجود نسخہ جس پر کتبخانہ کو فخر ہے، ضائع جائیگا، اس کا ایک کامل نسخہ ۷۲۲ھ کا لکھا ہوا کتبخانہ خدیوین بھی ہے، اور ایک ناقص یعنی نصف اخیر ۵۴۴ھ کا مکتوبہ بھی موجود ہے، ایک نسخہ ۵۸۹ھ کا مکتوبہ شیخ الاسلام کے کتبخانہ مین ہے، ایک نسخہ ۹۵۹ھ کا لکھا ہوا جامع مسجد بمبئی کے کتبخانہ مین ہے،

۴۔ **مشکلات القرآن**، لمحمد بن مجید التوقانی بخط مصنف ۶۶۳ھ کا لکھا ہوا نسخہ شیخ الاسلام کے کتبخانہ مین موجود ہے،

۵۔ **اعراب القرآن**، لابی عبیدہ معمر بن المثنی اللغوی المتوفی ۲۱۰ھ، اعراب القرآن پر پہلی تصنیف ہے، مقدمہ مین لکھا ہے "قال ابو عبیدہ ھذا الکتاب ذکرت فیہ اعراب ثلاثین سورۃ من المفصل بشرح اصول کل حرف وتلخیص فروعہ وذکرت غریب ما اشکل منہ وتبیین مصادرہ وتصاریفہ وتثنیتہ وجمعہ لیکون معرفۃ علی جمیع ما یرد علیک من اعراب القرآن انشاء اللہ تعالیٰ" ابو عبیدہ بن المثنی نہ صرف اپنے قدامت کے لحاظ سے بلکہ امام فن اور مشہور لغوی ہونے کی حیثیت سے ان کی تصانیف پر کوئی کام نہین کیا گیا، اعراب القرآن کا ۶۱۱ھ کا مکتوبہ نسخہ رامپور لائبریری مین ہے،

۶۔ **نزہۃ القلوب فی تفسیر غرائب القرآن**، لابی بکر محمد بن عبد العزیز السجستانی ۵۹۶ھ کا مکتوبہ نسخہ پٹنہ لائبریری مین موجود ہے،

۷۔ **نظم الدرر فی تناسب الآی والسور**، یہ مناسبات البقاعی کے نام سے مشہور ہے، امام

برہان الدین ابراہیم بن عمر البقائی المتوفی ۸۸۵ھ کی یہ تصنیف ہے، ۸۶۱ھ مین اس کی تصنیف شروع کی، اور ۸۷۵ھ مین (۱۴) سال کے اندر اس کو اتمام تک پہنچایا، صاحب کشف الظنون نے لکھا ہے، اس سے پہلے کسی نے اس طرز کی کوئی تصنیف نہین کی، اس مین قرآن کے ایسے اسرار جمع کئے ہین کہ ان کو پڑھکر عقل حیران رہجاتی ہے" بڑی خوبی یہ ہے کہ اصل توریت اور زبور سے روایتین نقل کی ہین، جو تفسیر کی دوسری کتابون مین معدوم ہین، مصنف کی اس کتاب پر اس زمانہ کے علمائ نے توریت وزبور سے استدلال کرنے پر اعتراض کیا تھا جس کا جواب مصنف نے ایک علحدہ رسالہ مین دیا ہے، اس کا نام؛ الاقوال القویمۃ فی حکم النقل من الکتب القدیمۃ اول هذا الکتاب الحمد للہ الذی انزل الکتاب متناسبۃ سورہ و آیاتہ وذکر فی آخرہ انہ فرغ منہ فی یوم الثلاثاء سابع شعبان ۸۸۳ھ"

کتبخانہ خدیو مین اس کے دو نسخے موجود ہین ایک کامل پانچ جلدون مین ہے، جو ۱۳۰۷ھ کا مکتوبہ ہے، دوسرا ناقص ہے لیکن قدیم اور اس کے بعض اجزا ۸۸۰ھ کے مکتوبہ ہین جزء الرابع سورۂ یونس سے سورۂ اسری تک ۸۸۰ھ کا مکتوبہ ہے، جزء سادس بھی ۸۸۱ھ کا مکتوبہ ہے، ان دونون جزؤن پر بخط مصنف حواشی اور تصحیحین درج ہین، اس کتاب کا ایک اچھا نسخہ چار جلدون مین جرمنی کے کتبخانہ مین موجود ہے، ایک نسخہ سلطان محمد کے کتبخانہ[1] مین ہے، بعض اجزا حرم کے کتبخانہ مین پائے جاتے ہین، مصنف کا مذکورہ رسالہ الاقوال القویمۃ فی حکم النقل من الکتب القدیمۃ بھی کتبخانہ خدیو مین ۸۸۳ھ کا لکھا ہوا موجود ہے، اس پر مصنف کے قلم کی عبارتین پائی جاتی ہین،

علوم حدیث

۸ - غریب الحدیث، لابی عبید قاسم بن سلام اللغوی المتوفی ۲۲۴ھ غریب الحدیث کی سب

---

[1] سلطان محمد کتبخانہ مسک صور تید، قسطنطنیہ مین ہے،

پہلی تصنیف ابو عبیدہ معمر بن المثنیٰ کی ہے، اس کے بعد ابو الحسن المازنی اور اصمعی وغیرہ نے اس موضوع پر کتابیں لکھیں، لیکن ابو عبید قاسم بن سلام اللغوی نے اس موضوع پر ایک ایسی مبسوط لکھی جس نے دوسروں سے بے نیاز کر دیا، صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں کہ ۴۰ سال کی مدت میں یہ کتاب تصنیف ہوئی گویا اپنی عمر کا بیشتر حصہ امام موصوف نے اس کی تحقیق میں صرف کیا، اول ھذا الکتاب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم" اس کا ایک قدیم نسخہ رامپور لائبریری میں ہے جو غالباً چھٹی صدی کا لکھا ہوا ہے، اول و آخر کے چند صفحے ضائع ہو گئے ہیں، اس کی ترتیب یہ ہے:-

(۱) احادیث نبوی (۲) احادیث خلفاء اربعہ (۳) احادیث عشرہ مبشرہ (۴) احادیث عامہ صحابہ (۵) احادیث صحابیات و تابعین (رحمہم اللہ اجمعین)

۹- **کتاب الغریبین**، لابی عبید احمد بن محمد الہروی المتوفی ۴۰۱ھ صاحب کشف الظنون نے لکھا ہے "یہ حروف معجم پر مرتب ہے غریب القرآن وغریب الحدیث میں بے مثل کتاب ہے، تمام قدماء کی کتابوں سے اخذ کر کے اچھی ترتیب کے ساتھ جمع کیا ہے" کامل نسخہ ۵۸۰ھ کا لکھا ہوا رامپور لائبریری میں ہے، جس پر بہت سے علماء کی اجازتیں لکھی ہوئی ہیں، ایک دوسرا نسخہ سلطان سلیمان کے کتبخانہ میں ہے،

۱۰- **مسند ابی یعلی الموصلی** - المتوفی ۳۰۷ھ کتبخانہ آصفیہ میں ایک جدید الخط نسخہ ہے، جو غالباً ٹونک سے نقل ہو کر آیا،

۱۱- **مسند عبد بن حمید**، المتوفی ۲۴۹ھ اس کا ایک نسخہ جامع القرویین کے کتبخانہ میں موجود ہے اور جدید الخط نسخہ کتبخانہ آصفیہ میں ہے ایک دوسرا نسخہ سلطان محمد کے کتبخانہ میں ہے،

۱۲- **کتاب الزہد والرقائق**، للامام عبد اللہ بن مبارک المتوفی ۱۸۱ھ، حدیث کی اولین تصنیفات میں اس کا شمار ہے ۶۲۵ھ کا مکتوبہ نسخہ جامع القرویین کے کتبخانہ میں موجود ہے،

۱۳۔ مصنف عبدالرزاق ابن الهمام، المتوفی ۲۱۱ھ مصنف کے عنوان پر یہ پہلی تصنیف ہے مدینہ طیبہ مین اس کی ایک جلد پائی جاتی ہے،

اصولِ حدیث

۱۴۔ الکفایۃ فی معرفۃ اصول علم الروایۃ، للحافظ ابی بکر احمد بن علی الخطیب البغدادی صاحب التاریخ المتوفی ۴۶۳ھ ایک نسخہ کتبخانہ آصفیہ مین جدید الخط ہے، جو ۵۴۳ھ کے نسخے سے منقول ہے، ایک نسخہ بخط قدیم کتبخانہ خدیو مین ہے، پٹنہ لائبریری مین چھٹی صدی کا مکتوبہ کامل نسخہ ہے،

فقہ

۱۵۔ المبسوط، لابی سلیمان الجوزجانی، امام جوزجانی امام محمد کے شاگرد ہین، امام محمد کی کتاب الاصل جو مبسوط کے نام سے مشہور ہے اس کے یہ راوی ہین، یہ شرح نہین بلکہ اصل کی روایت ہے، ایک نسخہ کتبخانہ سلطانیہ حرم مین موجود ہے، دوسرا کتبخانہ خدیو مین ہے قسطنطنیہ کے کتبخانہ مین بھی اس کے متعدد نسخے پائے جاتے ہین،

۱۶۔ جامع الصدر الشہید۔ لابی جعفر عمر بن عبدالعزیز ابن عمر المتوفی ۵۳۶ھ جامع صغیر امام محمد کی شرح ہے جو جامع الصدر الشہید کے نام سے مشہور ہے اس کے دو نسخہ کتبخانہ آصفیہ مین ہین، ایک ۶۶۲ھ کا مکتوبہ ہے، جس کا اصل سے مقابلہ کیا گیا، اور نہایت صحیح ہے، دوسرا نسخہ ۷۰۳ھ کا مکتوبہ ہے، اس پر فقہا کے حواشی بھی ہین، کاتب کا لقب الشہاب ہے، اول و آخر مین خط بدلا ہوا ہے جس سے شبہہ ہوتا ہے کہ کتابت ۷۰۳ھ سے بھی قدیم ہے، ایک اور نسخہ مولانا عبدالباقی صاحب فرنگی محلی کے پاس ہے،

۱۷۔ التحریر فی شرح جامع الکبیر، لجمال الدین محمود بن احمد البخاری المعروف بالحصیری المتوفی ۶۳۶ھ

صاحب کشف الظنون نے لکھا ہے کہ "وهو فی ثمان مجلدات حین قرأ علیه الملك المعظم عیسیٰ بن ابی بکر، کلا بو بی صاحب الشام المتوفی سنہ ۶۲۳ھ" اس کے تین جزء کتبخانہ آصفیہ میں ہیں، جزء اول و ثانی سنہ ۶۴۷ھ کے مکتوبہ نسخہ سے منقول ہیں، اور جزء سابع سنہ ۱۱۲۹ھ کا مکتوبہ ہے، تینوں حصوں کا خط ایک ہے، سابع کے اخیر میں لکھا ہے کہ "آخر جزء سابع وهو آخر الکتاب" اس لحاظ سے اس کی کل سات جلدیں ہوئیں لیکن صاحب کشف الظنون نے اس کی آٹھ جلدیں لکھی ہیں،

منطق

۱۸۔ کتاب الرد علی المنطقیین، لابن تیمیہ حرانی المتوفی سنہ ۷۲۸ھ مصنف نے اس کتاب میں یونانی منطقیین پر اصولی اعتراضات کئے ہیں، اس کا ایک نادر الوجود نسخہ کتبخانہ آصفیہ میں ہے جو مصنف کے نسخہ سے منقول ہے، ایک حصہ اس کا خود مصنف پر پڑھا گیا، دوسرا نسخہ قادیان میں ہے،

کلام

۱۹۔ نہایۃ المرام فی روایۃ الکلام، لابی القاسم عمر بن حسین بن حسن الطبری المکی، کلام میں بہترین کتاب ہے، سنہ ۵۵۵ھ کا مکتوبہ نسخہ کتبخانہ آصفیہ میں ہے جس پر مصنف نے اپنے قلم سے عبد العزیز ابن ابی النجیب ابن بندار القلانسی کو اجازت دی ہے،

۲۰۔ کتاب التقریب والارشاد، للحافظ محمد بن المظفر بن هبۃ اللہ المقدسی بخط مصنف، اس کا نادر نسخہ کتبخانہ آصفیہ میں ہے، جو سنہ ۵۴۷ھ میں لکھا ہے،

رجال

۲۱- کتاب الثقات، لمحمد بن حبان المتوفی ۳۵۴ھ، رجال میں معتمد علیہ کتاب ہے، تمام محدثین و مورخین نے اس سے استناد کیا ہے، ۱۲۰۹ھ کا مکتوبہ کامل نسخہ چار جلدوں میں کتبخانۂ آصفیہ میں موجود ہے، جزو ثانی مولانا عبد الحئی کے کتبخانہ میں ہے، جو جدید الخط ہے، ایک کامل نسخہ کتبخانۂ سندھ میں ہے،

۲۲- الاکمال فی مشتبہ الانساب و الرجال، لابن ماکولا المتوفی ۴۷۵ھ، انساب، اسماء، القاب، کنی کے صحیح تلفظ کو بیان کیا ہے، یہ کتاب محدثین کے نزدیک معتبر ہے، اس کا ایک کامل نسخہ ٹونک کے کتبخانہ میں موجود ہے، جو نویں صدی کا لکھا ہوا ہے، ایک دوسرا جدید الخط نسخہ مولانا عبد الحئی فرنگی محلی کے کتبخانہ میں موجود ہے، ایک نادر نسخہ جامع القرویین کے کتبخانہ میں ہے، ایک دوسرا نسخہ اباصوفیہ کے کتبخانہ میں ہے،

۲۳- تبصیر المنتبہ فی تحریر المشتبہ، لابن حجر العسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ، اس کا ایک نادر نسخہ رامپور کے کتبخانہ میں نظر سے گذرا، جو تلمیذ مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، دوسرا نسخہ کتبخانۂ آصفیہ میں بھی ہے،

طبقات

۲۴- سلوۃ الاحزان فی اشعار النسوان، لاوحد الدین احمد ابن محمد ک یامن اجمای عیون الحکم و صحیح الانام فی مراتع النعم، یہ شاعرات کا تذکرہ ہے، ادبی نقطۂ نظر سے یہ قابل قدر کتاب ہے، اس کا ناقص نسخہ کتبخانۂ حبیبیہ علی گڈھ میں موجود ہے، آخری ترجمہ ولادہ بنت خلیفہ المستکفی باللہ محمد بن عبد الرحمن کا ہے،

۲۵- دمیۃ القصر[1] و عصرۃ اہل العصر، لابی الحسن علی بن الحسن الباخرزی الشہید ۴۶۷ھ، یہ کتاب طبقات شعراء میں مشہور ہے، ایک ناقص حصہ پٹنہ لائبریری میں ہے، دوسرا نسخہ شیخ الاسلام کے کتبخانہ میں ہے، ایک حصہ کتبخانہ سلیم یہ میں ہے، پہلے صفحہ پر یہ عبارت لکھی ہے "ھذا الکتاب جیاد کتب الادب

---

[1] حلب کے مطبعہ علمیہ میں ۱۳۴۹ھ میں چھپ گئی ہے، (سلیمان)

ومختلسہ اتھم او لھا فی طبقات البدو والحجاز"

۲۶۔ **طبقات الفقہاء**: یہ امام ابو اسحاق جمال الدین ابراہیم بن علی المعروف بالشیرازی المتوفی ۴۷۶ھ کی تالیف ہے، فقہاء صحابہ، فقہاء تابعین، اور تبع تابعین کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں، اس کے بعد فقہاء انصار کے تراجم ہیں، اس کا ایک نادر نسخہ کتبخانہ خدیویہ میں ہے، جو ۶۰۸ھ کا مکتوبہ ہے،

تاریخ

۲۷۔ **التاریخ الکبیر** للامام البخاری المتوفی ۲۵۶ھ: امام بخاری کی تاریخ کبیر مشہور تصنیف ہے، جزو اول ثانی، رابع کتبخانہ خدیویہ میں ہے، جس کا ایا صوفیہ کے نسخہ سے فوٹو لیا گیا ہے، جزو رابع کتبخانہ آصفیہ میں ہے، جزو رابع بھی کتبخانہ سندیہ میں ہے،

۲۸۔ **کتاب البدایۃ والنہایۃ** لابی الفداء اسمٰعیل بن عمرو القرشی المتوفی ۷۷۴ھ المعروف بابن الکثیر الجزری، یہ کتاب ۱۰ جلدوں میں تاریخ کی ایک مبسوط کتاب ہے، ہجرت کے بعد سے سنین پر اس کی ترتیب ہے، اس کا ایک جزو پٹنہ لائبریری میں ہے جو ہجرت سے وفات نبوی تک ہے، یہ ۷۹۲ھ کا مکتوبہ ہے، جو مصر کے نسخہ سے منقول ہے، اس کا ایک جزو فرنگی محل میں موجود ہے، جو ابتدائے ہجرت سے ۹۵ھ تک کے واقعات پر مشتمل ہے، اس کا پہلا جزو کتبخانہ خدیویہ میں بخط قدیم موجود ہے، کامل نسخہ کا پتہ نہیں چلتا، بعض مستشرقین نے اس کا ایک نسخہ وائنا میں بتایا ہے، البتہ جامع القرویین کے کتبخانہ میں اس کا نادر الوجود نسخہ موجود ہے، دیکھو برنامج جامع القرویین، ایک نسخہ شیخ الاسلام کے کتبخانہ میں بھی موجود ہے[1]،

۲۹۔ **تاریخ ابن ابی خیثمہ**: ابوبکر احمد بن زہیر النسفی ثم البغدادی المتوفی ۲۷۹ھ صاحب کشف الظنون نے لکھا ہے، "ھو تاریخ کبیر علی طریقۃ المحدثین احسن فیہ واجاد" مشہور تاریخ طبری سے یہ مقدم ہے،

---

[1] معارف: مصر میں اس کی پہلی جلد چھپ گئی ہے،

س لئے اس کی اہمیت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے، جبکہ محدثانہ طرز پر تاریخ کی کتابیں خال خال نظر آتی ہیں، اس کا ایک نادر الوجود نسخہ جامع القرویین کے کتبخانہ میں موجود ہے،

۳۰۔ تاریخ اصفہان، لابی نعیم احمد بن عبد اللہ الاصفہانی المتوفی سنہ ۴۳۰ھ، اصفہان کی یہ پہلی تاریخ ہے، اس کا ایک نسخہ کتبخانہ شیخ الاسلام مدینہ طیبہ میں موجود ہے، دوسرا نسخہ جدید الخط رامپور کے کتبخانہ میں ہے، جو سندھ کے کتبخانہ سے منقول ہے،

۳۱۔ کتاب الاوراق فی اخبار آل عباس واشعارہم، تالیف ابی بکر محمد بن یحییٰ الصولی، المتوفی سنہ ۳۳۵ھ، آل عباس کے خانگی احوال، ان کے شعر و شاعری کا تذکرہ جمع کیا ہے، اس کا ایک نسخہ تقریباً ساتویں صدی کا لکھا ہوا کتبخانہ خدیویہ میں ہے، اور دوسرا نسخہ کتبخانہ آصفیہ میں ہے، جس کا اول و آخر ناقص ہے،

۳۲۔ درالسحابۃ فی بیان مواضع وفیات الصحابۃ، لرضی الدین حسن بن محمد بن حسن الصغانی المتوفی سنہ ۶۵۰ھ، سنہ ۱۱۱۶ھ کا مکتوبہ نسخہ کتبخانہ خدیویہ میں ہے،

۳۳۔ کتاب الاوائل، لابی ہلال العسکری سنہ ۳۹۵ھ کا مکتوبہ نسخہ شیخ الاسلام کے کتبخانہ میں موجود ہے، اس کے متعدد نسخے کتبخانہ سلیم پور، رامپور میں پائے جاتے ہیں، ایک نادر نسخہ کتبخانہ خدیویہ میں بھی ہے[۱]

۳۴۔ نزہۃ الارواح وروضۃ الافراح ۔ لمولانا شمس الدین محمد شہرزوری، پہلا جز یونان و مصر کے حکماء کی تاریخ پر مشتمل ہے، دوسرا حکمائے اسلام پر، سنہ ۶۳۳ھ کی یہ تصنیف ہے، حکمائے یونان و اسلام پر چند ہی کتابیں شایع ہوئی ہیں، سنہ ۱۰۲۹ھ کے مکتوبہ نسخہ سے منقول نسخہ کتبخانہ آصفیہ میں موجود ہے،

۳۵۔ اخبار قریش، محمد بن حبیب البغدادی اللغوی کی تصنیف ہے، نہایت قابل قدر کتاب ہے، اس کا ایک قدیم نسخہ کتبخانہ ناصریہ میں ہے،

لغت،

---

[۱] اس کا جدید الخط نسخہ ندوہ میں بھی ہے، (سلیمان)

۳۶-اصلاح المنطق، لابن السکیت النحوی المتوفی ۲۴۴ھ، ۵۹۹ھ کا نسخہ کتبخانہ آصفیہ مین ہے، جس پر علماء کے حواشی ہین ہین، دو قدیم نسخہ کتبخانہ خدیویہ مین ہین ایک ۵۸۰ھ کا مکتوبہ ہے،

۳۷-ابنیۃ الافعال والاسماء والمصادر، لابی القاسم علی بن جعفر السعدی المعروف بابن القطاع المتوفی ۵۱۵ھ، افعال پر دوسری تصنیف ہے، پہلی تصنیف ابوبکر محمد بن عمر بن عبدالعزیز المعروف بابن القوطیہ کی ہے، لیکن یہ اس سے زیادہ مبسوط ہے، اور اس مین خماسی سداسی افعال کی بحث مستزاد ہے، اس کا ایک نسخہ کتبخانہ رامپور مین ہے، کتابت قدیم ہے ایک دوسرا نسخہ کتبخانہ خدیویہ مین ہے اگرچہ جدید الخط ہے لیکن ۵۶۳ھ کے مکتوبہ نسخہ سے منقول ہے،

۳۸-الحلیۃ فی اسماء الخیل المشہورۃ فی الجاہلیۃ والاسلام، لفاضل محمد بن علی بن کامل، پٹنہ لائبریری مین بخط مصنف ۶۰۲ھ کا مکتوبہ نسخہ موجود ہے،

ادب،

۳۹-کتاب المستجاد فی فعالات الاجواد- لابی الحسن علی بن عبدالمحسن ابن عبدالنعیم التنوخی قصص، لطائف، حکایات کو نہایت بلیغ طریقہ پر لکھا ہے، اس کا ایک نسخہ ۶۹۹ھ کا لکھا ہوا کتبخانہ حبیب گنج علی گڈھ مین ہے، ایک اور دوسرا نسخہ کتبخانہ شیخ الاسلام مدینہ طیبہ مین ہے،

۴۰-دیوان حسام الدین، حسام الدین عیسی بن سنجر ابن بہرام الاربلی المتوفی ۶۳۲ھ کا دیوان ہے، جس کا ایک قدیم الخط نسخہ کتبخانہ آصفیہ مین موجود ہے،

۴۱-التبیان فی علم البیان، للشیخ عبدالواحد بن عبدالکریم المعروف بابن زملکانی علم بیان مین بہترین رسالہ ہے، اس کا ایک نسخہ کتبخانہ آصفیہ مین ہے، جو مصنف کے منقولہ نسخہ سے نقل کیا گیا ہے،

حکمت، رسائل شیخ الرئیس ابی علی سینا،

۴۲۔ رسالہ فی الفعل والانفعال واقسامہا،

۴۳۔ کتاب الارجوزہ،

۴۴۔ رسالہ عرشیہ،

۴۵۔ رسالہ فی السعادۃ والحجج العشرۃ۔

۴۶۔ اصول القول فی ان اجرام العلویۃ ذوات انفس ناطقۃ،

۴۷۔ رسالہ فی الموسیقی،

رامپور لائبریری مین یہ رسائل موجود ہین،

ہیئت

رسائل ابن الہیثم،

۴۸۔ رسالہ الکلام فی ماہیۃ الضوء — زنجان کے کتبخانہ مین ہے،

۴۹۔ مقالہ فی المرایا المحرقۃ بالقطوع،

۵۰۔ مقالہ فی المرایا المحرقۃ بالدائرۃ،

۵۱۔ رسالہ فی المکان،

۵۲۔ رسالہ فی تشکل بنی موسیٰ،

۵۳۔ رسالہ فی المساحۃ، — زنجان کے کتبخانہ مین ہے،

۵۴۔ رسالہ فی ضوء القمر،

۵۵- رسالہ فی خواص المثلث، ۶۳۱ھ کا مکتوبہ نسخہ کتبخانہ پٹنہ مین ہے،

۵۶- رسالہ فی تربیع الدائرہ، پٹنہ لائبریری، طہران اور زنجان کے کتبخانون مین ایک ایک نسخہ ہے

(۴۸ تا ۵۶) دائرۃ المعارف مین موجود ہین جو یورپ سے نقل ہو کر آئے ہین،

ریاضی

۵۷- میزان الحکمۃ - للبیرونی المتوفی ۴۴۰ھ کا ایک نسخہ کتبخانہ آصفیہ مین ہے، اور دوسرا نسخہ جامع مسجد بمبئی کے کتبخانہ مین ہے، اس کتاب کے چند مقالے امریکہ کے کسی پروفیسر نے کسی اخبار مین شائع کئے ہین،

علم الکیمیا

۵۸- رتبۃ الحکیم، یہ الشیخ الفیلسوف ابو محمد مسلمہ بن احمد بن عمرو بن وضاح المجریطی امام الریاضیین بالاندلس کی تالیف ہے، اولہا الحمد للہ العزیز الوہاب" ۴۳۹ھ مین اس کی تالیف شروع اور ۴۴۲ھ مین ختم کی، اس کے دو نسخے کتبخانہ خدیویہ مین بخط قدیم موجود ہین، ایک ناقص نسخہ رامپور لائبریری مین ہے،

۵۹- کتاب السموم، لجابر بن حیان المتوفی ۱۶۱ھ،

۶۰- انوار الدرر فی ایضاح الحجر، لایدمر بن علی الجلدکی المتوفی ۷۶۲ھ،

۶۱- التقریب فی اسرار الترکیب، لایدمر بن علی الجلدکی المتوفی ۷۶۲ھ،

یہ رسائل کتبخانہ آصفیہ مین موجود ہین، التقریب کا ایک نسخہ مکتبۃ الحجاج قاہرہ مین ہے،

۶۲- کتاب غایۃ المملوف فی اسرار الترکیب، لایدمر بن علی الجلدکی المتوفی ۷۶۲ھ ۹۶۰ھ کا

مکتوبہ نسخہ مفتی محمد سعید صاحب مرحوم (حیدرآباد دکن) کے کتبخانہ مین ہے،

۶۳- وصیتہ خالد بن یزید بن معاویۃ، اس کا ایک نسخہ کتبخانہ خدیو مین ہے،

تصانیف ابن رشد المتوفی ۵۹۵ھ

۶۴- مقالہ فی العقل و المعقول، علامہ ابن رشد کی قابل قدر تصنیف ہے، نمبر ۹، ہیڈرڈ کے شاہی کتبخانہ سکوریل مین موجود ہے،

۶۵- کتاب منہاج الادلہ، نمبر ۶۲۹، نسخہ کتبخانہ سکوریل مین موجود ہے،

فقہ

۶۶ فتاوی ابن رشد، تین جلدون مین ہے نمبر ۱۰۰۹ اس کا نسخہ کتبخانہ سکوریل مین ہے،

۶۷ کتاب الکفارہ لابن رشد، " " " "

۶۸ کتاب الخمس لابن رشد، " " " "

طب

۶۹- الکلیات لابن رشد، سات جلدون مین ہے، کتبخانہ سکوریل مین موجود ہے،

۷۰- مقالہ فی التریاق لابن رشد، " " " "

۷۱- مقالہ فی المزاج لابن رشد، " " " "

منتخبات تذکرۃ النوادر

تذکرۃ النوادر کے منتخب مخطوطات کی فہرست پیش خدمت ہے۔ جناب ہاشم ندوی کی فہرست مخطوطات "تذکرۃ النوادر" میں مذکور جن قلمی کتابوں کے نام معارف کے مقالات میں نہیں آئے ہیں، یا کتابوں کے نام تو آئے ہیں، کتب خانوں کے نام نہیں آئے ہیں، ان کے ناموں پر یہ فہرست مشتمل ہے۔ جن کتاب خانوں کا اضافہ کیا گیا ہے ان کے سامنے (+) کا نشان بنا دیا گیا ہے۔ جن کتابوں کے طبع ہونے کا علم ہو سکا ہے حاشیہ پر اس کی وضاحت کر دی گئی ہے، تاکہ ان ناموں کو اب ایسے نوادر میں نہ شمار کیا جائے جو ہنوز غیر مطبوعہ ہیں۔

علوم القرآن

١	التفسیر المسمیٰ بالواضح، ابن وہب، ابو محمد عبداللہ بن محمد الدینوری، م ۳۰۸ھ	آصفیہ ک تقریباً معاصر
٢	کشف الاسرار فی رسم مصاحف الامصار، محمد بن محمود بن محمد الشیرازی، م ۸۰۰ھ	حبیب گنج ک ۸۸۰ھ
٣	لطائف الاشارات، ابو القاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری، م ۴۶۵ھ	+ حبیب گنج ک ۸۲۴ھ

علوم التفسیر

١	اسرار التنزیل وانوار التاویل، فخر الدین الرازی، م ۶۰۶ھ	بانکی پور ک ۱۱۳۴ھ

علوم الحدیث

١	الالماع فی ضبط الروایۃ وتقیید السماع، قاضی عیاض بن موسیٰ الیحصبی، م ۵۴۴ھ	المکتبۃ السندیہ
٢	تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف، جمال الدین یوسف بن عبدالرحمٰن المزی، م ۷۴۲ھ	المکتبۃ السندیہ
٣	شرح غریب الحدیث، علی بن یوسف بن علی التوقانی م بعد ۷۰۵ھ	آصفیہ ک ۷۰۵ھ غالباً بخط مصنف (ہاشم ندوی)
۴	غریب الحدیث، ابو عبید قاسم بن سلام، م ۲۲۴ھ	+ المکتبۃ السندیہ
۵	کتاب الزہد والرقائق، عبداللہ بن المبارک م ۱۸۱ھ	السندیہ
٦	کتاب الغریبین، ابو عبید احمد بن محمد الہروی، م ۴۰۱ھ	+ بانکی پور
٧	الکفایۃ فی معرفۃ العلوم والروایۃ، ابو بکر احمد بن علی الخطیب البغدادی، م ۴۶۳ھ	+ السندیہ
٨	المسند، ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق الاسفرائنی، م ۳۱۶ھ	+ السندیہ

(۹) المسند، عبد بن حمید بن نصر الکسی، م ۲۴۹ھ — + بانکی پور

(۱۰) المسند، ابو یعلی الموصلی، م ۳۰۷ھ — + السندیہ

(۱۱) المصنف فی الحدیث، عبد الرزاق بن ہمام، م ۲۱۱ھ — + سندیہ، محمود حسن ٹونکی

(۱۲) المصنف فی الحدیث، ابن ابی شیبہ، م ۲۳۵ھ — + السندیہ، آصفیہ

(۱۳) معرفۃ علوم الحدیث، ابو عبد اللہ الحاکم النیسابوری، م ۴۰۵ھ — + سندیہ، حبیب گنج

علوم الفقہ

(۱) الاشراف علی مذاہب الاشراف، ابن ہبیرۃ الحنبلی، م ۵۶۰ھ — بانکی پور

(۲) التحریر فی شرح الجامع الکبیر، جمال الدین محمود بن احمد البخاری، المعروف بالحصیری، م ۶۳۶ھ — + رامپور

(۳) شرح الجامع الصغیر، صدر الشہید، م ۵۳۶ھ — آصفیہ

(۴) الفتاویٰ النووی، مرتب: علی بن ابراہیم بن داؤد العطار الدمشقی، م ۷۲۴ھ — آصفیہ

(۵) کتاب الامالی، محمد بن الحسن الشیبانی، م ۱۸۹ھ — آصفیہ

(۶) کتاب المبتغی فی فقہ الامام ابو حنیفہ، عیسیٰ بن محمد القرہ شہری — مکتبہ مولانا خلیل حیدر آباد ک ۷۶۹ھ

(۷) کتاب النوادر، ابو محمد عبد اللہ بن ابی زید القیروانی، م ۳۸۹ھ — آصفیہ کتب چھٹی صدی ہجری

(۸) المحیط البرہانی، برہان الدین محمود بن احمد الحنفی، م ۶۱۶ — ٹونک، سہارنپور

(۹) المستوعب، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ السامری، ابن سنینہ، م ۶۱۶ھ — رامپور

علم الکلام

(۱) کتاب التقریب والارشاد، محمد بن مظفر بن ہبۃ اللہ المقدسی، م بعد ۵۴۸ھ — آصفیہ، جلد اول بخط مصنف ک ۵۴۸ھ

(۲) نہایۃ العقول فی درایۃ الاصول، فخر الدین الرازی، م ۶۰۶ھ — آصفیہ، رامپور

علم الرجال والطبقات

(۱) الاکمال فی المختلف والموتلف، ابن ماکولا، م ۴۸۷ھ — + سندیہ، حبیب گنج، آصفیہ

(۲) ترتیب کتاب المدارک وتقریب المسالک فی معرفۃ اعلام مذہب الامام مالک، عیاض بن موسیٰ الیحصبی، م ۵۴۴ھ — ٹونک

(۳) الطبقات الحنبلیہ، ابو یعلی الحنبلی، م ۵۱۶ھ — + آصفیہ

(۴)	طبقات الشافعیة، جمال الدین الاسنوی، م ۷۷۲ھ	بانکی پور
(۵)	طبقات الصوفیة ابن الملقن، م ۸۰۴ھ	آصفیہ
(۶)	العقد المذهب فی طبقات حملة المذهب، ابن الملقن م ۸۰۴ھ	مکتبہ مولانا خلیل اللہ ک ۷۷۵ھ (زیادات بخط مصنف)
(۷)	الکاشف، الذہبی، م ۷۴۸ھ	بانکی پور ک ۷۳۲ھ، آصفیہ ک ۷۹۶ھ
(۸)	کتاب الالمام فیما جرت من الاحکام والامور المقضیة فی وقعة الاسکندریة، محمد بن قاسم النویری المالکی (۸ویں صدی ہجری)	بانکی پور ک ۸۰۰ھ
(۹)	کتاب الجرح والتعدیل، ابو محمد عبدالرحمن بن ابی حاتم الرازی، م ۳۲۷ھ	آصفیہ، سندیہ
(۱۰)	کتاب العلل والرجال، احمد بن حنبل م ۲۴۱ھ	سندیہ (ناقص)
(۱۱)	نزهة الارواح وروضة الافراح فی طبقات الحکماء، الشہرزوری (۸ویں صدی)	آصفیہ

التاریخ العام

م (۱)	الاکلیل فی انساب حمیر وایام ملوکها، ابو محمد الحسن بن یعقوب الہمدانی ابن الحائک، ۳۳۴ھ	بانکی پور ک ۱۰۸۸ھ
(۲)	تاریخ صنعاء، احمد عبداللہ الرازی، م ۴۶۰ھ	آصفیہ
م (۳)	التاریخ الکبیر، محمد بن اسماعیل البخاری، م ۲۵۶ھ	+ سندیہ
(۴)	التاریخ الکبیر، ابوبکر احمد بن ابی خیثمہ، م ۲۷۹ھ	سندیہ
(۵)	تاریخ المظفری، ابن ابی الدم الحموی، م ۶۴۲ھ	بانکی پور ک ۱۰۹۱ھ
م (۶)	جمهرة انساب العرب، ابن حزم الاندلسی، م ۴۵۶ھ	بانکی پور ۹ویں صدی ہجری کا، رام پور ک ۹۸۴ھ، سندیہ
(۷)	الحلبة فی اسماء الخیل المشہورة فی الجاهلیة والاسلام، محمد بن علی بن کامل	بانکی پور ک ۶۹۷ھ بخط مصنف
(۸)	کتاب الاوائل، ابو ہلال الحسن بن عبداللہ العسکری، م ۳۹۵ھ	ندوۃ العلماء
(۹)	المنمق من اخبار قریش، ابو جعفر محمد بن حبیب البغدادی، م ۲۴۵ھ	ناصریہ

علوم الادب

(۱)	الحور العین مع شرحه له، ابو الحسن نشوان بن سعید الحمیری، م ۵۷۳ھ	آصفیہ ک ۹۴۸ھ
م (۲)	دیوان السید شریف المرتضی، ابو القاسم علی بن الحسین بن موسیٰ الحسینی م ۴۳۶ھ	سید محمد علی، حیدرآباد

(۳)	شرح المعلقات السبع، ابوجعفر النحاس النحوی، م ۳۳۸ھ	بانکی پور ک ساتویں صدی ہجری
(۴)	عقلاء المجانین، ابن حبیب النیسابوری م ۴۰۶ھ	بانکی پور ک نویں صدی ہجری
(۵)	المستجاد من فعلات الاجواد، ابوعلی الحسن بن القاسم التنوخی، م ۳۸۴ھ	حبیب گنج

علم اللغۃ

(۱)	تہذیب اللغۃ، الازہری، م ۳۷۰ھ	بانکی پور ک ۶۳۹ھ رامپور
م (۲)	جوامع اصلاح المنطق، ابوالحسن زید بن رفاعۃ بن مسعود الکاتب	آصفیہ ک ۵۹۹ھ
(۳)	دیوان الادب، اسحاق بن ابراہیم الفارابی، م ۳۵۰ھ	رامپور ک ۱۰۹۰ھ
م (۴)	شمس العلوم ودواء العرب من الکلوم، ابوالحسن نشوان بن سعید الحمیری، م ۵۷۳	بانکی پور ک ۱۰۸۲ھ، رامپور
(۵)	کتاب ابنیۃ الافعال، ابن القطاع، م ۵۱۵ھ	رامپور

علم النحو

(۱)	الامالی النحویہ، ابن الحاجب، م ۶۴۶ھ	بانکی پور ک ۷۸۸ھ
(۲)	کتاب الایضاح، ابوعلی الحسن بن احمد الفسوی، م ۳۷۷ھ	بانکی پور ک ۵۹۹ھ
(۳)	المدخل الی صناعۃ الموسیقی، ابونصر الفارابی، م ۳۳۹ھ	رامپور

علم المنطق والفلسفۃ

(۱)	احصاء العلوم، ابونصر الفارابی، م ۳۳۹ھ	ندوۃ العلماء
(۲)	التنقیحات فی شرح التلویحات، شرحہا ابن کمونۃ الاسرائیلی، م ۶۹۰ھ	آصفیہ ک قبل ۷۳۵ھ
(۳)	رسالۃ الی جعفر الکیا، ابوعلی بن سینا، م ۴۲۸ھ	رامپور، آصفیہ
(۴)	رسائل، ابن ارشد، م ۵۹۵ھ	مظفر حسین حیدرآباد
(۵)	رسائل فی بیان علۃ قیام الارض، ابوعلی بن سینا	آصفیہ، رامپور
(۶)	رسائل ابن سینا	آصفیہ، رامپور، بانکی پور
(۷)	علل بلینوس، بلینوس	رامپور
(۸)	المناظرات بین الامام الرازی وعلماء ماوراء النہر فی المنطق والخلاف	آصفیہ

علوم الریاضیته والهیئة

م (۱)	رسائل البیرونی، م ۴۴۰ھ	بانکی پور
(۲)	تحریر کتاب الکرة المتحرکه، نصیر الدین الطوسی، م ۶۷۲ھ	رامپور
م (۳)	تحریر کتاب المساکن "	"
(۴)	رسالة فی ظاهرات الفلک "	"
(۵)	رسالة الایام واللیالی "	"
(۶)	رسالة جرم النیرین "	"
م (۷)	رسالة فی استخراج تاریخ الیهود واعیادهم، ابو جعفر محمد بن موسیٰ الخوارزمی، م بعد ۲۲۲ھ	بانکی پور ک ۶۲۱ھ
(۸)	رسالة فی استخراج تاریخ الیهود، ابو الحسن علی بن عبد اللّٰہ القائنی (چوتھی صدی ھ)	" "
م (۹)	رسالة فی الاسطرلاب، ابراہیم بن سنان بن ثابت بن قرة، م ۳۳۵ھ	" "
(۱۰)	کتاب فی اصول الهندسة، ثابت بن قره م ۲۸۸ھ	" "
(۱۱)	رساله فی اقامة البرهان، ابو الوفا محمد بن محمد البوزجانی، م ۳۸۸ھ	" "
(۱۲)	رسائل، ابی نصر منصور بن علی م تقـ ۴۲۵ھ	" "
(۱۳)	کتاب حرکات الشمس، ابراہیم بن سنان، م ۳۳۵ھ	" "
(۱۴)	کتاب فی الدوائر المتماسّہ "	" "
(۱۵)	رسالة فی الشعاعات، یعقوب بن اسحاق الکندی م ۲۴۶ھ	بانکی پور، ک ۲۰۸۹ھ
(۱۶)	کتاب فی مساحة قطع المخروط المکافی، ابراہیم بن سنان	" ک ۶۳۱ھ
(۱۷)	رسالة فی وصف المعانی المستخرجه فی الهندسه وعلم النجوم ابراہیم بن سنان	" "
(۱۸)	کتاب فی علم الحساب، ابو الوفا البوزجانی م ۳۸۸ھ	رامپور
(۱۹)	رسائل الطوسی، نصیر الدین الطوسی، م ۶۷۲ھ	"
(۲۰)	کتاب میزان الحکمه، عبد الرحمٰن الخازنی، م ۵۵۰ھ	مکتبہ جامع بمبئی ک ۵۸۵ھ
(۲۱)	المدخل فی صناعة احکام النجوم، ابو الحسن کوشیار م تقـ ۳۵۰ھ	بانکی پور ک ۸۷۱ھ
(۲۲)	مقالة فی طریق التحلیل والترکیب، ابراہیم بن سنان	" ک ۱۱۵۹ھ

م (۲۳)	المقالہ فی قطوع الثلاثۃ، ابراہیم بن سنان	بانکی پور ک ۶۳۱ھ
(۲۴)	میزان الحکمۃ، البیرونی	آصفیہ ک ۱۰۳۲ھ
(۲۵)	نہایۃ الادراک فی درایۃ الافلاک، قطب الدین محمود بن مسعود الشیرازی، م ۷۱۰ھ	بانکی پور، ۲ نسخے ک ۶۸۹ھ زیر نظر مصنف گذشتہ ک ۶۸۲ھ

علم الکیمیا والطبیعۃ

(۱)	رسالۃ اسباب الرعد وغیرہ، ابو علی بن سینا م ۴۲۸ھ	رامپور
(۲)	رسالہ فی علم الکیمیا، ابوالحسن عبدالجبار الہمدانی م ۴۱۵ھ	رامپور، آصفیہ
(۳)	" " " ابن سینا	بانکی پور، آصفیہ
(۴)	رسائل، جابر ابن حیان، م ۲۰۰ھ	آصفیہ
(۵)	کتاب الاحجار والخرز ومنافعها، عطارد بن محمد الحاسب م ۲۰۶ھ	بانکی پور ک ۸ ویں صدی ہجری
(۶)	کتاب انباط المیاہ الخفیہ، ابو بکر محمد بن الحسن الکرخی، م تقریباً ۴۱۰ھ	آصفیہ ک ۱۰۳۲ھ
(۷)	کتاب حل الرموز، محمد بن امیل م ۱۷۰ھ	آصفیہ
(۸)	کتاب فی الحیل الروحانیۃ، الفیلسوف الفلیون	آصفیہ

علم الطب والجراحۃ

(۱)	رسالۃ فی ادویۃ القلب، ابن سینا م ۴۲۸ھ	آصفیہ، رامپور ک ۷۰۲ھ
(۲)	رسالہ فی حفظ الصحۃ "	آصفیہ، بانکی پور، رامپور
(۳)	رسالہ فی علم الطب "	آصفیہ، رامپور
(۴)	کتاب الاغذیہ، حنین بن اسحاق، م ۲۶۰ھ	بانکی پور ک ۹۱۴ھ
(۵)	کتاب الحشائش، دیسقوریدوس العینی الزربی، م	بانکی پور ک ۵ ویں صدی ہجری
(۶)	کتاب المشجر، یوحنا بن ماسویہ، م ۲۴۳ھ	بانکی پور ک ۶ ویں صدی ھ، رامپور
(۷)	کتاب المنصوری، ابو بکر محمد بن زکریا الرازی م ۳۲۰ھ	بانکی پور ک بعد ۱۰۰۰ھ، رامپور، آصفیہ
(۸)	منہاج البیان فیما یستعملہ الانسان، ابن جزلہ، م ۴۹۳ھ	بانکی پور ک ۶ ویں صدی ھ، رامپور

سید ہاشم ندوی کی عربی کتاب سے خلاصہ ماخوذ:

سید شاہ محمد اسمٰعیل

عربی مخطوطات ہندستان میں

عرب مخطوطہ شناس عصام محمد الشنطی کے قلم سے

عربی نوادر

عصام محمد الشنطی

"المخطوطات العربیہ فی الہند" کے نام سے معہد مخطوطات عربیہ (کویت) نے ایک کتابچہ ۱۹۸۵ء میں شائع کیا ہے۔

خالد عبدالکریم جمعہ کی رہنمائی میں یہ معہد (یا تحقیقی ادارہ) عرب لیگ کی ایک شاخ کے طور سے کویت میں مرکوز ہے قبل ازیں کچھ مدت کے لیے یہ تونس (ٹیونس) میں رہا اور اس سے قبل قاہرہ میں جہاں اس ادارہ کا آغاز ہوا تھا۔ معہد تحقیقی کتابوں کی اشاعت کے علاوہ ایک تحقیقی مجلّہ اور ایک بلیٹن بھی اس امر کے لیے شائع کرتا ہے کہ دنیائے عرب میں جہاں جہاں جو بھی تحقیقی کام ہو رہا ہو اس کی اطلاع سب کو ہوتی رہے۔

۱۹۸۴ء میں معہد کے نمائندہ الشنطی دو ماہ کے دورے پر ہندوستان آئے اور انہوں نے یہاں کے پانچ شہروں کا دورہ کر کے جو اہم عربی مخطوطات پائے انہیں ایک رپورٹ کی شکل میں مندرجہ بالا عنوان سے پیش کیا ہے، ۹۶ صفحے کے اس کتابچہ میں مندرجہ ذیل ذخیروں سے استفادہ کیا گیا ہے:

دہلی : نیشنل میوزیم[1]، جامعہ ملیہ اسلامیہ[2]، انڈین[3] انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز[4]، ذخیرہ ابوالحسن زید فاروقی (ذاتی لائبریری)

حیدرآباد : سالار[5] جنگ میوزیم، آصفیہ[6]، جامعہ عثمانیہ[7]، جامعہ[8] نظامیہ، سعیدیہ[9]، روضۃ الحدیث[10]۔

مدراس : گورنمنٹ[11] اورینٹل مینو اسکرپٹ لائبریری، امانتی[12] لائبریری، رحمانیہ[13]، مدرسہ محمدیہ[14] لائبریری، مسلم[15] (محمدیہ) پبلک لائبریری۔

کلکتہ : نیشنل[16] لائبریری، ایشیاٹک[17] سوسائٹی۔

پٹنہ : خدابخش لائبریری۔

ان ۷ اکتب خانوں میں محقق موصوف نے ۱۳ ہزار مخطوطات سے تقریباً ڈیڑھ سو مخطوطات منتخب کیے۔ معہد کے محقق مخطوطات نے مزید چار شہروں کے نام لکھے ہیں، یہ کہتے ہوئے کہ یہ چاروں دہلی کے چند گھنٹے کے فاصلے پر ہیں لیکن چاروں جگہ پر ریل سے جایا جا سکتا ہے (ہوائی جہاز سے نہیں!) اس لیے محقق مذکور چاروں جگہ پر نہیں جا سکے!!) یہ شہر ہیں ٹونک، دیوبند، رامپور، علیگڑھ

خدابخش لائبریری میں کام کرتے ہوئے محقق کو خدابخش عملہ کی بنائی مختصر فہرست ان مخطوطات کی بھی ملی جو پٹنہ یونیورسٹی میں محفوظ ہیں۔ چند سطروں میں اس کا محض تذکرہ کر دیا ہے کسی مخطوطہ کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اصل استفادہ پٹنہ میں خدابخش سے ہے جہاں کے مندرجہ ذیل قدیم مخطوطات قابل ذکر سمجھے گئے ہیں۔

۱۔ صحیح مسلم (ایک حصہ) ۲۔ ۳۔ ابوعمر الدانی (م ۴۴۴ھ) کی التہذیب اور کتاب التیسیر (دونوں کی کتابت ۴۲۶ھ)

۴۔ علی بن عمر الدارقطنی (م ۳۸۵ھ) کی الاسخیاء والاجواد وصفۃ الکرم وذم البخل (کتابت چھٹی صدی ہجری ۵۔ مقدمہ ابن الصلاح (م ۶۴۳ھ کتابت ۶۳۷ھ) ۶۔ ابوبکر العزیزی السجستانی (م ۳۳۰ھ) کی نزہۃ القلوب فی غریب القرآن (کتابت ۵۹۴ھ) ۷۔ علی بن عیسی الکحال (م ۴۳۰ھ) کی تذکرۃ الکحالین (کتابت ۵۵۵ھ) ۸-۹۔ عز الدین الجلدکی (م ۷۴۳ھ) کی انوار البیان وا اسرار البرہان فی فہم اوزان علم المیزان (ج ۱ کتابت ۹۴۸ھ) اور نہایۃ الطلب فی شرح المکتسب فی زراعۃ الذہب د محمد بن احمد الدرنی کی 'المکتسب' کی شرح ۱۰۔ قطب الدین الشیرازی (م ۷۱۰ھ) کی نہایۃ الادراک فی درایۃ الافلاک (کتابت ۶۸۹ھ) ۱۱۔ ابو منصور محمد بن احمد الازہری الہروی (م ۳۷۰ھ) کی تہذیب اللغۃ (ایک حصہ، کتابت ۶۳۹ھ) ۱۲۔ ابن قتیبۃ الدینوری (م ۲۷۶ھ) کی ادب الکاتب (کتابت ساتویں صدی ھ) ۱۳۔ ابونصر اسماعیل بن حماد الجوہری (م ۳۹۲ھ) کی الصحاح (کتابت ۶۲۳ھ، در مدرسۂ نظامیہ بغداد) ۱۴۔ ابوالعباس احمد بن ثبات الماہی الواسطی (م ۶۳۱ھ) کی غنیۃ الحساب فی علم الحساب کتابت (۷۸۶ھ) ۱۵۔ محمد اشرف بن حبیب اللہ الحسینی الطباطبائی کی شرح خلاصۃ الحساب (کتابت ساتویں صدی ہجری) ۱۶ ابو علی الفارسی (م ۳۷۷ھ) کی الحجۃ فی القراءات السبعۃ (دو جلدیں۔ کتابت چھٹی صدی ہجری)

○ کلکتہ کی نیشنل لائبریری کے تین ہزار مخطوطات کے منجملہ ۶۸۱ عربی خطی نسخے ہیں لائبریری کی طرف سے ان بوہار مخطوطات کی طبع شدہ فہرست (۱۹۲۲ء) میں ۴۶۷ نسخوں کی توضیح ہے، محقق مذکور نے ان میں مندرجہ ذیل کا نوٹس لیا ہے:

۱۔ مفتاح الحساب فی علم الحساب غیاث الدین جمشید بن مسعود بن محمود الکاشی (م ۸۳۲ھ) ۲۔ الزیج الملخص اثیر الدین المفضل بن عمر الابہری م ۶۶۳ھ کتابت ساتویں ہجری) ۳-۴ کتاب الطلسم منافع الاحجار مصنف نامعلوم (کتابت ۸۰۰ھ)۔ ۵۔ کتاب الحیل بدیع الزمان العز بن اسماعیل (کتابت بارہویں صدی ہجری) ۶۔ شمس العلوم ودواء العرب من الکلوم نشوان بن سعید الحمیری م ۵۷۳ھ کتابت ۱۰۸۲ھ) ۷۔ شرح اللباب: اسفرائنی م ۶۸۴ھ کی اللباب فی النحو کی شرح (شارح نامعلوم) نویں صدی کی کتابت ۸۔ التحبیر فی علم التعبیر (مصنف نامعلوم ۸۰۸ھ کتابت) ۹۔ خزانۃ الادب وغایۃ الارب (ابن حجۃ الحموی ۸۳۷ کتابت ۱۰۸۱ھ) ۱۰۔ زبدۃ الاخبار وعدۃ الاخیار (مصنف نامعلوم): امثال وحکم میں، کتابت نویں صدی ۱۱۔ غرر الحکم ودرر الکلم (عبدالواحد بن محمد بن عبدالواحد ۵۵۰ھ (کتابت نویں صدی) ۱۲۔ دیوان ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ ہجری (کتابت ۱۰۲۴ھ)

○ ایشیاٹک سوسائٹی میں چالیس ہزار مخطوطات ہیں۔ ۲۵۰۰ عربی نسخے ہیں۔ سوسائٹی کے مخطوطات

کی (دو حصوں پر مشتمل)، ایک جلد کی فہرست ۱۹۳۹ء میں شائع ہوئی، دوسری ۱۹۴۹ء میں اور تازہ ترین ۱۹۸۰ء میں۔ پہلی جلد میں بارہ سو عربی مخطوطات کا تذکرہ دوسرے میں ۳۴۱ کا اور تیسرے میں ۲۲۲ کا۔ مندرجہ ذیل اہم ہیں:

۱۔ اتحاف الوری باخبار ام القری (نجم الدین عمر بن فہد المکی) م ۸۸۵ھ ۲۔ ارتشاف الضرب من لسان العرب ابو حیان النحوی الاندلسی م ۷۴۵ھ ۳۔ التہذیب (حاکم الجشمی م ۴۹۴ھ) تفسیر: چوتھی جلد (۷۶۴ھ کی کتابت) ۴۔ الجمع بین الصحیحین (حافظ الحمیدی الاندلسی م ۴۸۸ھ) جلد اول ۵۔ المدخل البیہقی الشافعی م ۴۵۸ھ) (کتابت ۶۲۵ھ)۔ ۶۔ المبسوط (ابن سہیل السرخسی م ۴۸۲ھ) چھٹی جلد، کتابت ۶۲۴ھ ۷۔ المقنع (ابن قدامہ المقدسی م ۶۲۰ھ) کتابت ۶۴۹ھ ۸۔ شفاء العلیل (ابو حامد الغزالی) (۵۰۵ھ) کتابت ۵۵۱ھ ۹۔ اتحاف فضلاء الزمن بتاریخ ولایۃ بنی الحسن (ابن المحب الطبری المعروف بالجمال الاخیر م ۱۱۷۳ھ) کتابت ۱۱۲۱ھ المقولات افلاطون ۱۱۔ المواہب السنیۃ علی الارجوزۃ الیاسمینیۃ (ابو الفضل عبدالرحیم العراقی) کتابت ۸۰۷ھ ۱۲۔ تحریر اصول اقلیدس (نصیر الدین طوسی م ۶۷۲ھ) ۱۳۔ رسالۃ فی فقہ الزیدیہ (مصنف نامعلوم) کتابت ۱۰۰۵ھ۔

○

مدراس میں گورنمنٹ اورینٹل مینوسکرپٹ لائبریری، مدراس یونیورسٹی میں ہے لیکن آرکیولاجی کے تحت ہے۔ چالیس ہزار کے قریب مخطوطات ہیں، فہرستوں کی پانچ جلدیں چھپ چکی ہیں منجملہ دوسری زبانوں کے مخطوطات کے ۳۱۲ عربی نسخوں کا بھی ذکر ہے۔ (جبکہ کل تعداد عربی ۲۴۱ ہے) ان میں مندرجہ ذیل اہم ہیں۔

۱۔ مقامات (الحریری م ۵۱۶ھ) ۲۔ تحفۃ الاحباب فی شرح لمحۃ الاعراب (ابن بحرق الحضرمی م ۹۳۰ھ) کتابت ۱۰۸۱ھ ۳، ۴۔ التشریح والمنافع (علی بن ابی عبداللہ القرشی) وجامع مفردات الادویۃ والاغذیۃ المشہور بمفردات ابن البیطار م ۶۴۶ھ) کتابت ۱۰۳۷ھ ۵۔ کتاب فی الطب والکیمیا (ارتق بن شہاب) ۶۔ سلوان المطاع فی عدوان الاتباع (ابن ظفر الصقلی م ۵۶۵ھ) ۷۔ مجمع الامثال (المیدانی م ۵۱۸ھ)

امانتی کتب خانہ، کتب خانہ رحمانیہ، کتب خانہ مدرسۂ محمدیہ: یہ تینوں کتب خانے ایک ہی علاقے میں مدرسۂ محمدیہ اور اس کی مسجد کے جوار میں واقع ہیں اور ایک ہی خاندان کی ملکیت ہیں جس کے جد اعلیٰ اموی عہد میں بصرہ سے ادھر آ گئے اور ایک شاخ حیدرآباد چلی گئی۔

یہاں بارہ ہزار کے قریب مخطوطات ہیں، ان میں سات ہزار عربی ہیں۔ امانتی کتب خانے کے نوادر یہ ہیں۔

۱۔ احکام اہل الذمۃ (ابن قیم جوزی م ۷۵۱ھ) کتابت ۸۶۹ھ: صبحی صالح (دمشق) نے اسے ایڈٹ کر کے شائع کر

ہے ۔ ۲۔ غریب الحدیث (ابو عبید القاسم بن سلام الہروی م ۲۲۴ھ کتابت ۷۷۲ھ یہ کتاب بھی ۴ حصوں میں دائرۃ المعارف العثمانیہ سے شائع ہو چکی ہے ۳۔ تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف (حافظ المزی م ۷۴۲ھ) بمبئی سے شائع ہو چکی ہے ۴۔ عوارف المعارف (سہروردی م ۶۳۲ھ) مولف کی حیات میں کتابت ہو چکی تھی نسخے کے شروع میں سہروردی کے خط میں ان کا اجازہ بھی ہے ۵۔ نثر المرجان فی رسم نظم القرآن (محمد غوث شرف الملک) ۱۲۳۸ھ نسخہ مولف کتابت ۱۲۲۶ھ حیدرآباد سے شائع ہو گیا ۶۔ ارشاد السائل الی اصول المسائل: شرح مقدمۃ المار دینی مسمی بہ درالمنثور فی العمل بربع دستور (شارح: ابن المجدی (شہاب الدین احمد ابن رجب م ۸۵۰ھ) ج ۱، ۲، کتابت ۸۷۵ھ ۔ ۷۔ المصباح المغنی فی کتاب النبی الامی (جمال الدین ابن حدیدۃ الانصاری م ۷۸۳) یہ نسخہ ایک قدیم تر نسخہ سے مقابلہ کر کے جو حیات مولف میں لکھا گیا۔ دائرۃ المعارف عثمانیہ سے شائع ہو چکی ہے۔ ۸۔ موطا (امام مالک) کتابت بن انس روایت مصعب احمد الزہری: آخر میں ابن حجر عسقلانی کے اجازہ مورخہ ۸۲۷ھ ۹۔ تلخیص الترغیب والترہیب (حافظ المنذری کی کتاب کی تلخیص از ابن حجر م ۸۵۲ھ) ابن حجر کے اپنے خط میں: مرتضیٰ زبیدی نے اسے ۱۱۷۴ھ میں پڑھا ہے ۱۰۔ خبایا الزوایا (بدرالدین الزرکشی م ۷۹۴ھ کتابت م ۸۹۴ھ ۱۱۔ الحمدۃ المہریۃ فی ضبط العلوم البحریۃ (سلیمان بن احمد بن سلیمان المہری) م ۹۶۱ھ) مصنف ابن ماجد کا شاگرد تھا۔ کتابت ۱۲۳۱ھ ۱۲۔ درالاخبار و غرر الحکم (ابو سعید رضی الدین محمد الحلوانی م ۵۰۵ھ) کتابت ۷۱۸ھ ۔

رحمانیہ میں مندرجہ ذیل اہم نسخے ہیں:

یتیمۃ الدہر (ثعالبی م ۴۳۰ھ) کتابت ۶۲۷ھ ۲۔ تتمۃ الیتیمۃ الثعالبی ۳۔ مذہبات الحزن فی الدار والخضرۃ والوجہ الحسن (یوسف ابن زکریا المغربی م ۱۰۱۹ھ (دریائے نیل پر) ۴۔ المنازل (ابن زکریا)

۵۔ جمہرۃ الامثال (ابو ہلال العسکری م ۳۹۵ھ کتابت ۸۱۳ھ

مکتبہ مدرسۂ محمدیہ کے اہم مخطوطات یہ ہیں:

۱۔ العروض الانف (سہیلی م ۵۸۱ھ) کتابت ۷۲۷ھ ۲۔ التیسیر فی علم التفسیر (عبد المطلب بن المرضی الحسینی) کتابت ۷۴۸ھ نسخہ مصنف سے مقابلہ شدہ ۳۔ الکشاف (الزمخشری م ۵۳۸ھ) آخر حصہ کتابت ۷۶۴ھ ۴۔ کشف الکشاف (مصنف نامعلوم) کتابت ۷۵۷ھ ۵۔ الرایات للخلفاء الراشدین والصوفیۃ العظام (نامعلوم مصنف) ۴۴ جھنڈوں کی رنگین تصویریں۔ جامعہ امام محمد بن سعود الاسلامیہ (ریاض) نے یہاں کے ۱۵۰ نسخوں کے عکس حاصل کر لیے ہیں۔ محمڈن پبلک لائبریری میں سات سو مخطوطات کے منجملہ ۳۰۰ عربی ہیں۔

حیدرآباد | روضۃ الحدیث لائبریری: اس میں ۸۰۰ مخطوطات ہیں جن میں مندرجہ ذیل اہم نسخے ہیں۔

۱۔شرح السنۃ (البغوی م ۵۱۶ھ) ۲۔المرقاۃ شرح المشکاۃ (مشکاۃ المصابیح) (نورالدین علی ابن سلطان الہروی المعروف بالقاری، م ۱۰۱۴ھ) ۳۔ تفسیر العینی (العیشی) (مولی محمد التیرہ وی، م ۱۰۱۶ھ) ۴۔المصنف فی الاحادیث والآثار، (ابن ابی شیبہ (م ۲۳۵ھ) ۵۔نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الاثر، (ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ) ۶۔تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، (فخر الدین الزیلعی الحنفی م ۷۴۳ھ) (کتابت ۱۱۵۴ھ) ۷۔مسند ابی یعلیٰ، م ۳۰۷ھ کتابت ۶۸۶ھ) ۸۔تسدید القوس فی مختصر الفردوس (الدیلمی) المختصر ابن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ کتابت ۱۱۱۹ھ
۹۔جمع الجوامع، السیوطی (م ۹۱۱ھ کتابت ۱۱۱۷ھ)

سعیدیہ لائبریری اس لائبریری میں مخطوطات کی کل تعداد ۷۰۰۰ ہے جس میں سے عربی مخطوطات کی کل تعداد ۲۵۰۰ ہے۔ ۱۲۸۸ھ میں فہرست کی پہلی جلد اس لائبریری سے شائع ہوئی تھی جس میں ۷۰۰ عربی کے مخطوطات کا ذکر کیا گیا ہے۔ سعیدیہ لائبریری کے نادر نسخے حسب ذیل ہیں۔

۱۔تاریخ دمشق (ابن عساکر م ۵۷۱ھ) کتابت ۵۶۰ھ) ۲۔تاریخ دمشق کا دوسرا نسخہ (ابن عساکر) اس کی کتابت ہوئی دار السنۃ دمشق سے ۶۱۴ھ میں ۳۔الاسمار المبہمۃ فی الانباء المحکمۃ (الخطیب البغدادی م ۴۶۳ھ کتابت ۵۸۶ھ) ۴۔شرح ملحۃ الاعراب (ملحۃ الاعراب للحریری م ۵۱۶ھ) شارح نامعلوم کتابت ۶۲۹ھ۔ ۵۔المغنی فی الانباء عن غریب المہذب والاسماء، مؤلف نامعلوم پہلی جلد کتابت ۶۱۴ھ) ۶۔التمہید (لما فی الموطأ من المعانی والاسانید) ابن عبد البر القرطبی م ۴۶۳ھ کتابت ۶۸۲ھ) ۷۔الوجیز (فی الفقہ) (ابی حامد الغزالی م ۵۰۵ھ کتابت ۶۸۶ھ) ۸۔الجمع بین الصحیحین (حافظ حمیدی اندلسی م ۴۸۸ھ) پہلی جلد کتابت ۷۰۴ھ) ۹۔جمع بین الصحیحین کا دوسرا نسخہ تیسرا حصہ جس کو اسماعیل بن علی بن عبید الموصلی نے موصل شہر میں ۵۲۴ھ میں سنا ۱۰۔تحفۃ اللبیب فی شرح التقریب (شرح مختصر ابی شجاع) (تقی الدین ابن دقیق العید م ۷۰۲ھ) ۱۱۔بشری العزیز الکریم (احمد بن العجمی) ۱۲۔مبانی اخبار فی شرح معانی الآثار (طحاوی) شارح بدر الدین العینی م ۸۵۵ھ ۱۳۔موطأ مالک بن انس (روایت یحییٰ بن یحییٰ) مورخہ ۷۱۵ھ ۱۴۔موطأ کا نسخہ دوم (روایت ابی مصعب احمد بن ابوبکر الزہری، کتابت ۱۲۷۹) ۱۵۔جوامع البیان فی تفسیر القرآن (محمد بن عبد الرحمٰن الایجی الصفوی م ۹۰۵ھ) دو جلدیں کتابت ۸۹۵ھ) تسدید القوس فی مختصر الفردوس للدیلمی) المختصر ابن حجر العسقلانی م ۸۵۲ھ کتابت ۸۲۹ھ ۱۷۔طب جالینوس۔شرح الطبیب علی بن رضوان (م ۴۵۳ھ) ۱۸۔انباء الغمر بابناء العمر ابن حجر العسقلانی

۱۹- بیان الحق ولسان الصدق (فی المنطق) (سراج الدین محمود الارموی م ۶۸۲ھ) کتابت ۶۹۰ھ ۲۰- الترغیب والترہیب (الحافظ المنذری م ۶۵۶ھ کتابت ۸۲۴ھ ۲۱- نتائج الافکار فی تخریج احادیث الاذکار (ابن حجر العسقلانی م ۸۵۲ھ کتابت ۸۴۸ھ) ۲۲- خلق افعال العباد والرد علی الجہمیۃ واصحاب التعطیل (محمد بن اسماعیل البخاری م ۲۵۶ھ) کتابت ۷۲۳ھ۔

جامعہ نظامیہ۔ اس کے بانی شیخ محمد انوار اللہ صاحب ہیں جامعہ نظامیہ کی بنیاد ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء پڑی اس میں مخطوطات کی کل تعداد ایک ہزار ہے عربی مخطوطات کی کل تعداد ۵۴۳ ہے جامعہ نظامیہ کے نادر نسخے حسب ذیل ہیں:

۱۔ شرح المعلقات السبع (الزوزنی م ۴۸۶ھ) ۲- عمدۃ الطالب فی نسب آل ابی طالب (جمال الدین احمد المعروف ابن عقبۃ م ۸۲۸ھ۔ ۳- الرسالۃ القشیریۃ (عبدالکریم بن ہوازن القشیری م ۴۶۵ھ) ۴۔ مجرد مقالات ابی الحسن علی بن اسماعیل الاشعری م ۳۲۴ھ (مؤلف نامعلوم کتابت ۱۲۰۷ھ) ۵- التبصرۃ فی القراءات العشرۃ (السبعۃ) (المکی ابن ابی طالب القیسی م ۴۳۷ھ کتابت ۷۵۳ھ)

عثمانیہ یونیورسٹی لائبریری میں کل مخطوطات ۶۴۲۸ ہیں جس میں سے عربی کے کل مخطوطات کی تعداد ۱۶۷۳ ہے اہم مخطوطات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ (قاضی عیاض م ۵۴۴ھ) ۲- صحیح مسلم نصف اول (کتابت دسویں صدی ہجری) نسخہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اکبر نے یہ بیرم خاں کو تحفہ میں دیا تھا — ۳- الاسرار (فی الفقہ الحنفی) (ابوزید الدبوسی م ۴۳۰ھ ۴- شرح الینابیع (الینابیع فی شرح مختصر القدوری لابن رمضان الرومی) (شارح ابو اسحاق الانباسی) (کتابت ۸۲۲ھ) ۵- شرح مصابیح السنۃ للبغوی م ۵۱۶ھ (شارح علی بن عبیداللہ الشہیر بن العرب ۷۵۸ھ کتابت ۷۵۰ھ۔ ۶- سنن ابی داؤد م ۲۷۵ھ جلد اول ۷- کتاب جالینوس فی الطب (حنین بن اسحاق م ۲۶۰ھ) نویں صدی ہجری کا نسخہ ۸- کتاب ارسطو طالیس فی السماء والعالم (ترجمہ یحییٰ ابن البطریق) کتابت ۱۰۷۶ھ ۹- شرح اقلیدس ۱۰- رسالۃ فی الکیمیا (مؤلف نامعلوم ۱۱- شرح مختصر الہیئۃ للطوسی (فی الفلک) شارح (عبدالعلی بن محمد البرجندی م ۹۳۵) ۱۲- لطائف الاشارات (تفسیر علی نہج الصوفیۃ) (القشیری م ۴۶۵ھ) پہلے نسخہ کی کتابت ۷۲۶ھ ۱۳- حادی اللباب وشرح تلخیص اعمال الحساب (شارح احمد بن محمد بن عثمان الازدی المعروف بابن البناء) م ۷۲۱ھ، کتابت ۸۵۶ھ ۱۴- ریحان الالباب (فی الادب) (محمد بن ابراہیم بن خیرہ الاشبیلی م ۵۶۴ھ، کتابت ۷۲۱ھ۔ ۱۵- حیاۃ الحیوان (الدمیری

(م ۸۰۸ھ) ۱۶۔ دیوان ابن حجر العسقلانی م ۸۵۲ھ۔

گورنمنٹ اورینٹل مینوسکرپٹ لائبریری" سابقاً آصفیہ لائبریری"

کل مخطوطات ۱۷ ہزار ہیں اور عربی مخطوطات کی تعداد ۶۲۲۳ ہے فہرست مخطوطات عربی فارسی واردو (مع مطبوعات) کی چار جلدیں (۱۳۳۲ھ اور ۱۳۵۵ھ کے دوران شائع ہو چکی ہیں اس لائبریری کے نادر اہم نسخے مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ الکافی (فی فروع الحنفیۃ) (الحاکم الشہید ابوالفضل بن محمد م ۳۳۴ھ) کتابت ۴۱۷ھ۔ ۲۔ سحر البلاغۃ (ابومنصور الثعالبی م ۴۲۹ھ) کتابت ۵۲۱ھ۔ ۳۔ جامع الکحالین وفصول بقراط (حنین بن اسحاق م ۲۶۰ھ کتابت ۵۲۷ھ) ۴۔ جوامع الکلم وبدائع الحکم (الامام ابوبکر محمد بن علی القفال الشاشی م ۳۶۵ھ) کتابت ۵۲۷۔ ۵۔ التقریب والارشاد (فی علم الکلام والاصول) الحافظ محمد بن المظفر بن ہبۃ اللہ بن سرایا المقدسی م ۵۴۸ھ) کتابت رمضان ۵۴۸ ۶۔ خواص الادویۃ المفردۃ (مؤلف نامعلوم) کتابت ۵۹۳ھ، ۷۔ المختار من کتاب لمح الملح فی اجناس التجنیس لمختصر مجہول (لمح الملح ابی المعالی سعد بن علی الحظیری م ۵۶۸ھ) کتابت ۶۲۹ھ۔

سالار جنگ میوزم اور لائبریری: اس لائبریری میں کل مخطوطات ۸۹۲۰ ہیں جس میں سے عربی کے مخطوطات ۲۶۲۰ ہیں ۱۳۷۶ھ اور ۱۴۰۲ھ کے دوران انھوں نے عربی، فارسی مخطوطات کی فہرستوں کو چار جلدوں میں شائع کیا ہے۔ اس لائبریری کے نادر نسخے مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ تہافۃ الفلاسفہ (ابوحامد الغزالی م ۵۰۵ھ) کتابت ۵۰۷ھ) ۲۔ نزہۃ الالباب فی الالقاب (ابن حجر العسقلانی م ۸۵۲ھ) کتابت ۱۲۹۴ھ ۳۔ شرح مختصر فی الجبر والمقابلۃ (المختصر للخوارزمی) (شارح ابوبکر بن محمد الیفرشی) اا ویں صدی ہجری کا نسخہ ۴۔ مجموع فی الطب ست رسائل (مؤلف نامعلوم) کتابت ۵۷۴ھ ______

______ ۵۔ شرعۃ الاسلام الی دار السلام (رکن الاسلام محمد بن ابوبکر امام زادہ م ۵۷۳ھ) کتابت چھٹی صدی ہجری ______ ۶۔ خواص الحشائش ومنافع الحیوان المنسوب الی جالینوس (کتابت ۶۲۹ھ) ۷۔ بلغۃ الطبیب ونزہۃ الاریب (بدر الدین محمد بن القاسم الجزری) کتابت ۶۸۱ھ ۸۔ تحریر اصول اقلیدس (نصیر الدین الطوسی م ۶۷۲ھ) کتابت ۷۴۳ھ۔ زجاجیہ کے خزانہ سے حاصل کیا گیا ہے۔ کتابت ساتویں صدی ہجری میں ہوئی ہے۔ خط یاقوت المستعصمی کا ہے م ۶۸۹ھ۔

جناب ابو الحسن زید الفاروقی کا کتب خانہ۔ یہ لائبریری پرانی دہلی میں ہے ——————

—— کل مخطوطات ۲۷۰ ہیں جس میں سے ۸۰ عدد مخطوطات عربی کے ہیں۔ ان کے اہم مخطوطات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ تفسیر مظہری (ثناء اللہ پانی پتی الہندی م ۱۳ ویں صدی ہجری ۲۔ الجواہر الحسان فی تفسیر القرآن (ابی زید عبد الرحمن ابن محمد الثعالبی م ۸۷۵ ھ) —————— کتابت ۸۴۶ ھ مصنف کے ایک شاگرد نے اس کے زمانۂ حیات میں کتابت کی ہے۔ ۳۔ کاشف الحقائق و قاموس الدقائق (محمد بن احمد بن محمد الشریحی الکندی ثم التھانیسری الکجراتی م ۸۴۶ ھ) —————— ۴۔ بحر الحقائق المشہور بعین الحیاۃ فی التفسیر (نجم الدین احمد بن عمر الخیوقی المعروف بالکبری م ۶۱۸ ھ) کتابت تقریباً ساتویں صدی ہجری۔ —————— ۵۔ النہایۃ فی غریب الحدیث و الاثر (ابو السعادات) (ابن الاثیر الجزری م ۶۰۶ ھ) —————— ۶۔ نقایۃ الاثر فی شرح خلاصۃ سیرۃ سید البشر (ابو بکر محمد بن عبد الرحمن سن تصنیف ۱۱۱۲ ھ) کتابت مصنف کے زمانۂ حیات میں ہوئی۔

انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز نئی دہلی

اس میں چار ہزار مخطوطات ہیں جس میں سے عربی کے کل مخطوطات تین ہزار (۳۰۰۰) ہیں۔ اس ادارہ کے اہم نسخے مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ المستخرج علی صحیح مسلم (الحافظ ابو نعیم الاصبہانی م ۴۳۰ ھ —— ۲۔ تہذیب الکمال فی اسماء الرجال (الحافظ المزی، م ۷۴۲) [اکمال المجاعیل] بارہواں حصہ کتابت ۸۲۰ ھ۔ ۳۔ تکمیل (اکمال) تہذیب الکمال (علاء الدین مغلطای م ۷۶۲ ھ) جز ثالث۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ: ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری

اس میں کل ایک ہزار مخطوطات ہیں جن میں سے عربی کے پانچ سو (۵۰۰) مخطوطات ہیں جامعہ ملیہ اسلامیہ کے اہم نسخے مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ دیوان ابن الفارض، م ۶۳۲ ھ) ۲۔ الافعال (ابن القطاع اللغوی م ۵۱۵ ھ) —————— ۳۔ شرح المواقف [المواقف فی علم الکلام، لعضد الدین الایجی م ۷۵۶ ھ] شارح سید شریف جرجانی م ۸۱۶ ھ (کتابت ۹۹۰ ھ) —————— ۴۔ المقامات الہناریۃ، ابو بکر باعبود العلوی —— کتابت ۱۲۸۷ ھ —————— ۵۔ خلاصۃ فی الحساب لبہاء الدین العاملی م ۱۰۳۱ ھ) ۶۔ شرح علی تہذیب المنطق و الکلام (سعد الدین التفتازانی م ۷۹۲ ھ) شارح نامعلوم سن تالیف ۸۸۲ ھ کتابت ۸۸۴ ھ ۷۔ القول البدیع فی احکام الصلاۃ علی الحبیب الشفیع (السخاوی، م ۹۰۲ ھ) ——————

نیشنل میوزیم

اس میں دس ہزار سے زیادہ مخطوطات ہیں جس میں سے عربی کے مخطوطات تین ہزار سے زیادہ ہیں۔ اس کے کیٹلاگ اور فہرسیں چھپی نہیں ہیں۔ نیشنل میوزیم کے اہم نسخے مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ تفسیر البیضاوی م ۶۸۵ھ نسخہ کامل دو جلدوں میں کتابت ۱۰۴۷ھ ۲۔ رسالۃ الاثنی عشریۃ (بہاء الدین العاملی م ۱۰۳۱ھ)۔ فی فقہ الشیعۃ کتابت ۱۰۲۶ھ (مصنف کے زمانۂ حیات میں) ——— ——— ۳۔ الضوفی علم النحو (مصنّف نامعلوم) کتابت ۱۰۷۹ھ) ۴۔ الترغیب والتذہیب فی کشف رموز التہذیب (شارح محی الدین محمد بن سلیمان الکافیجی م ۸۷۹ھ) (تہذیب المنطق والکلام سعد الدین التفتازانی م ۷۹۲ھ کی ہے) ۵۔ عمدۃ (جمہرۃ) الامثال (ابو ہلال العسکری م ۳۹۵ھ مکمل کتابت ۱۰۲۲ھ۔ ۶۔ المواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ (فی السیرۃ النبویۃ) (شہاب الدین القسطلانی م ۹۳۳ھ ۷۔ اقوال الصحابہ والتابعین (مصنّف نامعلوم) کتابت ۷۶۰ھ۔

••

Complimentary (Limited) Edition 2015
for Select scholars & Libraries
Price: Our Compliments
First Edition 1995

Printed by Liberty Art Press(proprieters Maktaba Jamia Ltd.1528 Pataudi Hiuse,Daryaganj ,New Delhi & Published by Khuda Bukhsh Oriental Library,Patna

Rare Arabic & Persian Manuscripts in the Indian Sub-Continent

Compiled by

Dr.Shayesta Khan

Maulana Azad Library, Muslim University, Aligarh

The Legacy of Islam in South Asia - I

Rare Arabic & Persian Manuscripts in the Indian Sub-Continent

Compiled by:

Dr. Shayesta Khan

Maulana Azad Library Aligarh Muslim University